

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

لَعِبْرَتِكَ أَتَهْتَكُفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ○ سورة الحشر (آیت: ۷۴)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ سورة النشراح (آیت: ۳)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ سورة التوبة (آیت: ۱۲۸)

حصہ اول

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابل قدر اور عظیم تالیف
اُمت کے اکابر مؤرخین اور ارباب سیر کے علموا کا جوہر

سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از اضافات

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صابکاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

الطاف ایڈٹ سنٹر

پتی اوکس نمبر ۵۸۸۲ کراچی ۷۴۰۰۰ پاکستان فیکس ۵۱۲۷۷۳-۲۱۰ (۹۲)

PDFBOOKSFREE.PK



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئین کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالب دُعا سعید خان



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

www.pdfbooksfree.pk

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

لَعِبْرَتِكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَةٍ يَهْمُهُمْ هَوْنٌ ○ سورة الجعفر (آیت: ۷۲)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ سورة النمل (آیت: ۲۵)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ سورة التوبة (آیت: ۱۲۸)

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قابلِ قدر اور عظیم تالیف
اُمت کے اکابر مؤرخین اور اربابِ سیر کے عسوا کا جوہر

سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ اول

از اضافات

حضرت العلّامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

الطّاف ایڈ سنز

پی۔ او بکس نمبر ۵۸۸۲ کراچی ۴۰۰۰ پاکستان فیکس ۷۵۱۲۷۷-۷۵۱۲۷۸ (۹۲)

حصہ اول

نام کتاب _____ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ

مصنف _____ حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کے پتے

صدیقی ٹرسٹ

مدینتی ہاؤس، النظربا پارکسٹنس، 458، کارون ایسٹ،
پی. او. بکس 609 کراچی-74800 پاکستان، فیکس: (021)7228823

مکتبہ المعارف

دارالعلوم الحیدر

شہدادپور، سندھ پاکستان۔ فون: 02232 41376
رئیسہ الجامعۃ الاسلامیۃ لبنات الاسلام

جامعہ اسلامیہ اسٹریٹ
نوارہ چوک سبھرات، پاکستان

فون: 510015 - 525710 (0433)

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K,

QARI ABDUR RASHID TEYLOR

119-121- HALLIWELL ROAD,

BOLTON. BL 13NE, U.K.

TEL / FAX : 01204 - 389080, MOB : 07930 - 464843

MOULANA MUSA KARMADI, LONDON, U.K.

Mobile : 07710 - 407175

HAFIZ SULEMAN, U.K,

DEWSBURY - MOB : 07773 - 514324

DARUL ULOOM AL MADANIA, U.S.A.

182, SOBIESKI ST. BUFFALO, NY. 14212

TEL : (0716) 892-2606. FAX : (0716) 892-6621,

E-mail : office@madania.org

AN-NOOR ISLAMIC BOOKS, CANADA.

YAKOOB S. NAIKIWALA

2680 LAWRENCE AVE. # 201,

SCARBOROUGH, ONT. MIP 4Y4 (CANADA)

TEL : (001) 416 - 759-6185, FAX : (001) 416 - 267-4182

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست مضامین سیرۃ المصطفیٰ حصہ اول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۸	شق صدر کی حقیقت	۱	کلمات بابرکات حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی تدبیر اللہ سرہ (مقدمہ)
۸۰	شق صدر کے اسرار	۱	در بیان ضرورت سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
۸۳	شق صدر کے بعد ہر کیوں لگائی گئی	۱۳	نسب مطہر اور حضور پر نور کے باؤ اجداد کا مختصر حال
۸۵	مہربانوت کب لگائی گئی	۱۹	مادری نسب
۸۶	عبد المطلب کی کفالت	۲۳	قریش کی وجہ تسمیہ
۸۶	عبد المطلب کا انتقال	۳۴	چاہ زم زم اور عبد المطلب کا خواب
۸۶	ابوطالب کی کفالت	۴۴	حضرت عبداللہ کا تذکرہ
۸۸	شام کا پہلا سفر اور پھر اہلبیت کی ملاقات	۴۶	واقعہ اصحاب فیل
۹۳	حرب الفجار	۴۹	اہلبیت کی تعریف
۹۴	حلف الفضول میں آپ کی شرکت	۵۱	ولادت باسعادت
۹۵	شغل تجارت اور امین کا خطاب	۵۵	واقعہ زلزلہ ایران کسریٰ اور اس کی تحقیق
۹۷	آپ کا بکریاں چرانا	۶۱	عقیدہ اہل تسمیہ
۹۹	شام کا دوسرا سفر اور شطوط الاربع ملاقات	۶۷	کنیت
۱۰۲	تحقیق و توثیق قصہ سیرۃ اربعین ائمہ سیرت	۶۷	فختہ
	کا تذکرہ اور ان پر مختصر مابصرہ یعنی موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحق اور واقعہ کے متعلق تحقیق	۶۸	حضانت و رضاعت
۱۰۸		۷۳	واقعہ شق صدر اور اس کی تحقیق

۱۶۳	اسلام خالد بن سعید بن العاص رضی	۱۱۰	فوائد و لطائف
۱۶۵	اسلام عثمان بن عفان رضی	۱۱۱	حضرت خدیجہ سے نکاح۔
۱۶۸	اسلام عمار و مصعب رضی۔	۱۱۳	تعمیر کعبہ اور آپ کی تکمیل۔
۱۶۹	اسلام عمر و بن عبد بنی	۱۱۶	روح باہلیت سے خداداد نظر اور بیزاری۔
۱۷۰	اسلام ابی ذر غفاری رضی	۱۲۰	بدر الوحی اور تائید نبوت اور رویہ اعمال اور
۱۷۱	مسلمانوں کا دارالارقم میں اجتماع۔		نبوت کی حقیقت اور فضیلت و عزت کی فضیلت
۱۷۲	اعلان دعوت۔	۱۳۳	آفتاب رسالت کا فاران کی چوٹیوں سے طلوع
۱۷۸	دعوت اسلام اور دعوت طعام	۱۳۴	مانا بقلمی کے معنی۔
۱۸۰	اشاعت اسلام کے دکن کیے قریش کا مشورہ	۱۴۳	حضرت خدیجہ کا آپ کو تسلی دینا اور ورقہ کا
۱۸۲	اسلام حمزہ رضی		آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دینا۔
	سفر ان قریش کی طرف سے دعوت اسلام کو بند کرنے	۱۴۵	تاریخ بعثت۔
۱۸۵	کیلئے مال دولت و حکومت ریتا کی طعنے اور کاپڑا	۱۴۵	فوائد و لطائف متعلقہ قصہ نزول وحی۔
۱۹۰	مشکین تکہ کے چند مہل اور بیہودہ سوالات	۱۵۳	توحید و رسالت کے بعد سب سے پہلا فرض۔
۱۹۲	تحقیق انیق در بارہ اعطاء معجزات۔	۱۵۴	سابقین اولین رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ
۱۹۴	قریش تکہ کا علماء بیہودہ سے مشورہ۔	۱۵۴	اسلام حضرت خدیجہ رضی
۱۹۹	روح و نفس کی حقیقت اور ان کا فرق۔	۱۵۵	اسلام حضرت علی رضی
۲۰۲	روح کی شکل	۱۵۶	اسلام ابی بکر صدیق رضی
۲۰۳	کفار کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی	۱۶۰	اسلام جعفر بن ابی طالب رضی
۲۰۸	اسلام ضامد بن ثعلبہ رضی	۱۶۱	اسلام عقیقہ گندی رضی
	دشمنان خاص یعنی ابو جہل اور ابولہب غیر وغیرہ	۱۶۲	اسلام طلحہ رضی
۲۰۹	کی عداوتوں کا ذکر۔	۱۶۲	اسلام سعد بن ابی وقاص رضی

۲۹۵	نزول اقدس و ربیت المقدس	۲۲۳	تذیبِ مسلمین
۳۰۰	عروجِ سکراتِ ایمنی آسمان پر عروج کس طرح	۲۲۴	حضرت بلالؓ اور کفارِ ناجار کے مقامِ نبیؐ
	ہوا۔ بھلاق کے ذریعہ سے یا کسی معراجِ نبویؐ	۲۲۵	حضرت عمارؓ -
	شیرِ حمی کے ذریعہ سے۔	۲۲۶	حضرت صہیبؓ -
۳۰۱	سیرِ ملکوت اور آسمانوں میں انبیاءِ کرام سے ملاقات	۲۲۹	حضرت جنابؓ -
۳۰۳	سدۃ المنتہیٰ -	۲۳۰	حضرت ابولکیمہؓ جہنیؓ -
۳۰۳	مشاہدۂ جنت و جہنم -	۲۳۱	حضرت زبیرہ رضی اللہ عنہا -
۳۰۴	مقامِ صریح الٰہ قلام -	۲۳۲	معجزہ شق القمر -
۳۰۵	دلورہ تملیٰ قرب اور کجلی	۲۳۹	معجزہ رد شمس -
۳۱۱	حبس شمس	۲۴۰	معجزہ حبس شمس -
۳۱۲	لطائف و معارف اور اسرار و حکم	۲۴۰	ہجرت اولیٰ بجانب حبشہ -
	واقعہ معراج پر ملاحظہ کے اعتراضات	۲۴۳	ہجرت ثانیہ بجانب حبشہ -
۳۲۳	اور ان کے جوابات -	۲۵۰	در بارِ نباشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر و پذیر
۳۲۶	موسم حج میں دعوتِ اسلام -		اور نباشی پر اس کا اثر -
۳۳۰	اسلام ایسا بن معاذ -	۲۵۵	وفد قریش سے حضرت جعفرؓ کے تین سوال -
۳۳۱	مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء -	۲۵۸	اسلام عمر بن الخطابؓ -
۳۳۲	انصار کی پہلی بیعت -	۲۶۲	مناقبِ نبویؐ یا ثم اور صحیفہ خاتمہ کی کتابت -
۳۳۵	اسلام رفا عہد -	۲۶۸	ہجرت الی بکر صدیقؓ -
۳۳۶	مدینہ منورہ میں جمعہ کا قیام -	۲۶۱	عامِ الحزن والامل یعنی ابوطالب اور
۳۳۶	انصار کی دوسری بیعت	۲۶۱	خدیجہ الکبریٰؓ کا انتقال پر ملال -
۳۳۷	انتخابِ نقباء -	۲۶۳	دعوتِ اسلام کے لئے طائف کا سفر
۳۳۷	اسرارِ نقباء -	۲۶۸	ایک ضروری تنبیہ
۳۳۵	بیعت کیا شئے ہے -	۲۸۰	طائف سے واپسی اور جنات کی ماضی
۳۳۶	ایک ضروری تنبیہ -	۲۸۲	اسلام طفیل بن عمرو دؤیؓ -
۳۵۱	ہجرت مدینہ منورہ	۲۸۶	اسرار اور معراج اور اس کی تاریخ -
۳۵۶	دارالاندہ میں قریش کا اجتماع اور آپؐ	۲۸۹	تفصیل واقعہ معراج -
	قتل کا مشورہ	۲۹۱	عجائب سفر اسرار -

۴۴۳	ظہار	۴۴۳	لطائف و معارف -
۴۴۸	لطائف و معارف و تحقیق نزول آیت انکار	۴۴۸	یہود مدینہ سے معاہدہ -
۴۴۰	مدینہ یار غار سید الایمان صلی اللہ علیہ وسلم	۴۴۹	واقعات متفرقہ -
۴۴۰	رفیقہ فی الجہر والاسفار وصاحبہ فی الدنیا	۴۴۰	اسلام مرتبہ بن ابی اسرہ -
۴۴۲	وفی دارالقرار -	۴۴۲	سۃ اور تحویل قبلہ
۴۴۳	تاریخ ردائی -	۴۴۳	صفہ اور اصحاب صفہ رضہ -
۴۴۴	قصہ ام معبد رضہ	۴۴۸	صفات اصحاب صفہ رضہ
۴۴۲	قصہ سمراتہ رضہ	۴۴۹	اسماء اصحاب صفہ رضہ -
۴۴۵	قصہ بریدہ اسلمی رضہ -	۴۴۱	صوم رمضان -
۴۴۶	مدینہ میں داخلہ اور اہل مدینہ کا عاشقانہ اور	۴۴۱	زکوٰۃ الفطر اور صلاۃ العید -
	والبائتہ استقبال -	۴۴۲	صلاۃ الاضحیٰ اور قربانی -
۴۴۷	تاسیس مسجد تقویٰ ہینی مجدد قبلہ کی بنیاد -	۴۴۲	دور و شریف - زکوٰۃ مال
۴۴۹	تاریخ ہجرت		
۴۴۹	تاریخ اسلامی کی ابتداء -		
۴۵۱	پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبہ تقویٰ -		
۴۵۱	علماء یہود کی خدمت نبویؐ میں حاضری -		
۴۵۲	اسلام عبداللہ بن سلام -		
۴۵۴	اسلام میمون بن بایین -		
۴۵۸	اسلام سلمان بن اسلام رضہ -		
۴۵۵	تعمیر مسجد نبوی		
۴۵۰	تعمیر حجرات برائے ازدواج مطہرات -		
۴۵۲	زیادات خلفاء راشدین در مسجد خاتم -		
	مساجد الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ		
	وسلامہ علیہم جمیعین -		
۴۵۳	نماز جنازہ کی جگہ -		
۴۵۴	مناجات بہاجرین و انصار -		
۴۵۴	بدر الاذن، یعنی افان کی ابتداء -		

کلماتِ بابرکات

حَکِیمُ الْأُمَمِ مُحَمَّدٌ مَجْدُ الْمِلَّةِ قُطْبُ الْإِسْلَامِ وَحَضْرَتُ لَنَا الشَّاهُ

محمد اشرف علی صناحتھانوی قدس اللہ سرہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بعد الحمد لله الْعَلَمُ الْحَكِيمُ وَالصَّلَاةُ عَلَى نَبِيِّهِ ذِي الْخُلُقِ
الْعَظِيمِ احقر اشرف علی صناحتھانوی عرض رسلے کریں نے کتاب سیرۃ المصطفیٰ کے مقامات میں
خود داخل موقوف یعنی جامع کلماتِ علیمیہ مولوی حافظ محمد ادریس کاندھلوی سلمہ اللہ تعالیٰ کی زبان
سے سنے جس کے سننے کے وقت بالکل یہ منظر سامنے تھا کہ

يَزِيدُكَ وَجْهَهُ حُسْنًا

إِذَا مَا سِرْدُكَ نَظَرًا

وہ مقامات یہ ہیں۔ اول دیاچہ کتاب ثنائی، بدراوی کا بیان جس میں رذیالہ الخ کے جزو نبوت
ہونے پر کلام کیا ہے اور اس کے اسرار و حکم ثنائی، دربارِ نجاشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر پر اربع صحابہ
صفر کا بیان۔ ثنائی، حضرات انبیاء علیہم السلام کی نزاہت قبل نبوت بھی میر کے جتنے ضروری حقائق و
لازم ہیں، اشار اللہ ان کو خاص طور پر پورا کیا گیا ہے۔ جزاء اللہ تعالیٰ اسن الجزائر۔

کسی کسی جگہ اشرف نے خفیف خفیف مشورے بھی دیئے ہیں جن کو فاضل مزمل نے بشارت سے

قبول کیا جو ان کے انصاف اور اخلاص کی واضح دلیل ہے۔ اللہم زد فز و کتاب کا عنوان و معنوں ایسا دلکش اور اس کا مصداق ہے۔

یہ فرق تا بہ قدم ہر کج کرے ٹھکر
کر شمر دامن دل می کشد کہ جا میں جاست

کہ اگر میرے پاس وقت اور قوت ہوتی تو اس کو اول سے آخر تک سنتا مگر ضعف و تنیق وقت سے یہ آرزو پوری نہ کر سکا۔ اُمید ہے کہ بقیہ کتاب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ وَلَا لِخَيْسٍ خَيْرٌ لِّلَّهِ صِرَاطٌ اُنْكَرُوْنِي كِي مَنكُره بُوْنِي۔

اب میں اس توشیح کو ایک خاص مشورہ اور ایک نام مشورہ اور ایک عام پرچم کرتا ہوں۔ خاص مشورہ جس کے مخاطب فاضل و مؤلف ہیں یہ ہے کہ مقاماتِ مذکورہ بالا میں سے مقامِ خامس پر میرے رسالہ ”احسن التفسیر“ اقوالہ سیدنا ابراہیم (جو املا الفتاویٰ کا جزو ہو کر اس کے حصہ خامسہ کے صفحہ ۸۰۴ تا صفحہ ۸۱۲ پر اشرف المطابع میں شائع ہوا ہے) بعینہ یا بملخصہ اضافہ کر دیا جاوے کہ اس کی ایک مغیہ تائید ہے۔

عام مشورہ جس کے مخاطب عام ناظرین ہیں یہ ہیں کہ کوئی شخص جو اردو کی بھی ضروری استعداد رکھتا ہو کتابِ مذکورہ کے درس یا مطالعہ سے محروم نہ رہے جس کا ایک اچل اور اسہل فائدہ یہ ہے کہ اس سے اپنے آقا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروری معرفت ہوگی اور اس معرفت سے بہ لزوم عادی آپ کی محبت اور اس محبت سے حسبِ وعدہ صادقہ جنت میں آپ کی معیت نصیب ہوگی اور اس کے نعمتِ عظمیٰ ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

اور دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو ظاہری و باطنی و دنیوی و اخروی برکات و عطا فرمائے اور کتاب کو قبول و نافع قرار دے۔ فقط آمین ثم آمین۔

اشرف علی

از تھا نہ بھون ۹ شوال ۱۳۵۸ھ

*

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ
 وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَبِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ أَجْمَعِينَ
 اَمَّا بَعْدُ بِنْدۂ گنگار محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لا وکان ہولۃ اہل اسلام
 کی خدمت میں عرض پر داز ہے کہ ایک مسلمان اور مومن کے لیے اپنا جاننا ضروری نہیں
 جتنا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاننا ضروری ہے جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو نہیں جانتا وہ اپنے ایمان اور اسلام کو کیسے جان سکتا ہے۔ مومن اپنے وجود ایمانی
 میں سرسرد وجودِ پیغمبر کا محتاج ہے۔ عیاذ باللہ اگر وجودِ پیغمبر سے قطع نظر کر لی جائے
 تو ایک لمحہ کے لیے بھی مومن کا وجود ایمانی باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے ارشاد ہے۔
 النَّبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ
 مِّنْ أَنْفُسِهِمْ
 نبی، مومنین کے حق میں ان کی جان سے
 بھی زیادہ قریب ہے۔

کیونکہ مومن کا وجود ایمانی آفتابِ نبوت کا ایک معمولی سا عکس اور پر توہ ہے
 اور نظام ہے کہ پر توہ کو جو قرب اور تعلق اپنے اصل منبع یعنی آفتاب سے ہو سکتا ہے
 وہ آئینہ سے نہیں ہو سکتا۔ مومن کو جو ایمان پہنچتا ہے وہ نبی کے واسطے پہنچتا
 ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان نبی سے قریب ہے اور مومن سے بعید ہے۔ اس لیے
 کہ نبی ایمان کے ساتھ متصف بالذات ہے اور مومن ایمان کے ساتھ متصف بالعرض

ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ مومن اپنے اور اپنے ایمان کے جاننے سے پہلے اپنے نبی کی سیرت کو جاننے تاکہ اسی راستے پر چلے اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے کی دعوت دے حتیٰ جل و علانے سورۃ ہود میں ابتدا سے انتہا تک انبیاء و مرسلین کے حالات اور واقعات ذکر فرمائے۔ اخیر میں اس کی حکمت بیان فرمائی کہ ہم نے انبیاء و مرسلین کے حالات کیوں بیان کیے۔

وَكُلَّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ
الرُّسُلِ مَا نَشِئْتُ بِهِنَّ فَوَادِكَ ج
وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمُعَظَّمُ
وَذِكْرُ لِي لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ (۱)

اور ہم آپ کے سامنے انبیاء کے واقعات بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے قلب کو تادریکون عطا کریں اور ان واقعات کو محض من میں اہل ایمان کے لیے حق اور حقیقت اور عظمت اور نصیحت اور تذکر اور یاد دہانی سامنے آجائے۔

یعنی تاکہ ان واقعات سے تمہارے قلوب کو سکون اور اطمینان کا درجہ حاصل ہو اور تمہارے دل ایمان پر قائم اور ثابت ہو جائیں اور حق تم پر واضح ہو جائے اور ان کو سن کر عبرت اور نصیحت حاصل کرو بلکہ قرآن کریم کی بہت سی سورتیں انہیں انبیاء کے نام سے موسوم ہیں جن کی سیرت اُس سورت میں بیان کی گئی ہے۔ جیسے سورۃ یونس اور سورۃ ہود اور سورۃ یوسف اور سورۃ ابراہیم وغیرہ ذلک اور سورۃ لقمان اور سورۃ کہف حضرت لقمان اور اصحاب کہف کے نام سے موسوم ہوئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء اور علماء و صلحا کی سیرت اور تاریخ لکھنا کس درجہ اہم اور ضروری ہے سیرت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کا علم ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ حضور کے صحابہ کے فضائل و کمالات معلوم ہوں گے جس سے ایمان میں زیادتی اور قوت پیدا ہوگی اور بہت سی آیات اور احادیث کے معانی معلوم ہوں گے اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے وہ اگر سیرت کو پڑھیں گے تو ان کے حق میں سیرت کا

علم دعوتِ ایمان اور دعوتِ الی الحق کا ذریعہ ہو گا۔ امتوں نے اپنے انبیاء کی درقوں نے اپنے سادات اور کبرار کی سیرتیں اور تاریخیں لکھیں مگر سب ناقص جن قوموں کا یہ حال ہو کہ جس کو وہ صحیفہ آسمانی اور کتاب ربانی سمجھتے ہوں۔ وہی ان کے پاس محفوظ نہ ہو اور یہ تک معلوم نہ ہو کہ کس پر اترا اور کب اترا اور کہاں اترا اور کس طرح اترا اور جس کو وہ اپنا مقتدا اور پیغمبر سمجھتے ہوں اُس کی قبر تک کا نشان بھی ان کو معلوم نہ ہو وہ اپنے اس مقتدا کی مکمل سیرت اور سوانح حیات کہاں پیش کر سکتے ہیں۔ پوری زندگی کے حالات اور واقعات تو بڑی چیز ہیں وہ اپنے پیغمبر کا ایک کلمہ بھی ایسا نہیں پیش کر سکتے جس کی سندان کے پیشتر تک متصل اور مسلسل ہو۔

بحمد اللہ یہ شرف صرف امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف صلوة والہ الف نختہ) کو حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے پیغمبر کے ہر قول اور ہر فعل کو متصل اور مسلسل ہند کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ یہی اور صرف یہی ایک امت ہے کہ اپنے نبی سے متصل ہے۔ عہدِ نبوت سے لے کر اس وقت تک کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ ایسا نہیں گزرا کہ جس میں یہ امت اپنے نبی سے منقطع ہوئی ہو۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل سیرت تو پوری حدیث ہے لیکن متقدمین کی اصطلاح میں فقط غزوات اور سرایا کے حالات اور واقعات کے مجموعہ کو سیرت کہتے تھے۔ حدیثِ آٹھ علوم کے مجموعہ کا نام ہے اور سیرت اُس کا ایک جز ہے۔

سیرِ آداب و تفسیر و عقائد

فنونِ اشراط و احکام و مناقب

لیکن اس زمانہ میں سیرت کا اطلاق سوانحِ عمری پر کیا جاتا ہے۔

محدثین نے جرح و تعدیل کے جو قواعد مقرر کیے اور صحیح و مقیم کے پہچاننے کا جو معیار قائم کیا وہ بلا کسی تفریق اور تخصیص کے سب جگہ ملحوظ رکھا گیا اور تمام حدیثیں خواہ احکام سے متعلق ہوں یا مغازی اور مناقب سے سب اُسی معیار سے جا چکی گئیں البتہ جن حدیثوں پر دین کا دار و مدار تھا جیسے عقائد اور حلال و حرام محدثین نے اُن کے قبول کرنے میں زیادہ تشدد سے کام لیا اور جن حدیثوں پر دین کا دار و مدار نہ تھا جیسے فضائل اور مناقب وہاں کسی قدر وسعت اور سہولت سے کام لیا گیا اس لیے کہ وہاں کوئی عمل مقصود نہیں محض علم مقصود ہے۔ اس لیے ایسے مقام پر توسیع ہی مناسب ہے چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے:-

إِذَا رَوَيْنَا فِي الْحَلَالِ وَ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں روایت
الْحَرَامِ تَشَدَّدْنَا وَإِذَا کرتے ہیں تو تشدد کرتے ہیں اور جب فضائل و
رَوَيْنَا فِي الْفَضَائِلِ مناقب کے بارے میں روایت کرتے ہیں تو
تَسَاهَلْنَا۔ نرمی کرتے ہیں۔

الحاصل صحت اور ضعف کا جو معیار اور جو ضابطہ احادیث احکام میں ہے وہی مغازی اور سیر میں ہے۔ اسی ضابطہ سے سب احادیث کو جانچا جاتا ہے اور اسی کے مطابق بلا تفریق صحیح اور ضعیف کا حکم لگایا جاتا ہے۔

جن محدثین نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا انہوں نے ہر قسم کی حدیثوں کو خواہ احکام کی ہوں یا مغازی اور مناقب کی، سب کو صحیح طور پر جمع کیا جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور صحیح ابن خزيمة اور شتی ابن جبار و اور صحیح ابن جبر ان کتابوں میں سیرت اور مناقب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے اور سب صحیح ہے۔

اور جن محدثین نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام نہیں کیا اُن کا مقصد یہ

تھا کہ حدیث کا ذخیرہ جمع ہو جائے اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی منقول ہو اسے وہ سب ایک بار محفوظ ہو جائے بعد میں اس کی تنقیح کر لی جائے گی اس لیے کہ جب سند موجود ہے تو پھر اُس کو جرح و تعدیل کی کوئی پر، پرکھنا کیا شکل ہے۔ الغرض ان حضرات نے حدیث کے جمع کرنے کا پورا اہتمام کیا اور اس کی کوشش کی کہ کوئی حدیث جمع ہونے سے رہ نہ جائے۔

حضرات محدثین نے جہاں ایک طرف جرح و تعدیل کے اصول مقرر فرماتے تاکہ کوئی غلط بات ذاتِ نبویؐ کی طرف منسوب نہ ہو جائے کذب علی النبی اگرچہ متعمد نہ ہو تب بھی کذب اور خطا ضرور ہے اسی طرح محدثین نے دوسری طرف یہ احتیاط کی کہ جو روایت اُن کو ملی بلا کم و کاست سند کے ساتھ اُس کو درج کتاب کر دیا تاکہ ذاتِ نبویؐ کے متعلق کوئی علم غنی نہ رہ جائے اور کوئی کلمہ جو آپؐ کی زبان مبارک سے نکلا ہو وہ گم نہ ہونے پائے اور یہ سند اگرچہ مستند نہ ہو لیکن ممکن ہے کہ یہ روایت کسی دوسری سند سے منقول ہو جائے تو تعدد سند اور اختلاف طرق کو دیکھ کر آئندہ کے اہل علم اس کا خود فیصلہ کر لیں گے کہ یہ روایت کس درجہ مستند ہے۔ بہت سی صحیح روایتیں متعدد طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے حدیثِ اتر اور شہرت کو پہنچ گئیں۔ لہذا جن محدثین نے رطب و یابس روایات کو جمع کیا وہ بے احتیاطی نہیں بلکہ :-

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً یعنی مجھ سے جو سنو وہ پہنچاؤ اگرچہ وہ ایک کلمہ ہی ہو کے اعتبار سے غایت درجہ کی احتیاط ہے۔ نیز بسا اوقات ضعیف روایتوں میں کوئی لفظ ایسا نکل آتا ہے جس سے صحیح حدیث کی مراد واضح ہو جاتی ہے اور حدیث صحیح میں جو متعدد معانی کا احتمال تھا۔ وہ اس لفظ کی زیادتی سے زائل ہو جاتا ہے اور مرادِ نبویؐ متعین ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ حضراتِ محدثین نے

اُن روایات کے درج کتاب کرنے میں اپنی عقل اور درایت کو دخل نہیں دیا اگر متعارض روایتیں ملیں تو اسی تعارض کے ساتھ اُن کو درج فرمادیا۔ اس لیے کہ بسا اوقات ظاہرِ نظر میں دو آیتیں یا دو روایتیں متعارض معلوم ہوتی ہیں مگر جس شخص کو اللہ نے دین کی سمجھ دی ہو اُس کی نظر میں تعارض نہیں ہوتا۔ وہ اُن دونوں روایتوں کو خدا داد نور فہم اور فراست سے علیحدہ علیحدہ دیکھتا ہے بلکہ وہی شخص جو ایک زمانہ تک ان دونوں روایتوں کو متعارض سمجھتا تھا جب اس کے قلب پر من جانب اللہ کسی نور کا پرتو پڑتا ہے تو اسی وقت آنکھیں کھل جاتی ہیں اور دونوں روایتوں کا فرق نظر آ جاتا ہے اور سمجھ میں آ جاتا ہے کہ یہ تمام اختلاف اور تعارض میرے فہم میں تھا۔ حدیثوں میں کوئی تعارض اور اختلاف نہ تھا۔

حضرت مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ الاجوبۃ الکاملہ میں فرماتے ہیں کہ :-
 ”حدیث کی کتابیں تین قسم کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مصنف اپنی کتاب میں یہ التزام کرے کہ صحیح حدیث کے سوا اور کسی قسم کی حدیث بیان نہ کرے جیسے بخاری شریف اور صحیح مسلم وغیرہ اس کی مثال ایسی ہے جسے نسخۂ طبیب کہ اس میں جو ہے وہ بیمار کیلئے مفید ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ صحیح اور ضعیف ہر قسم کی حدیثیں لاتے ہیں، پر صحیح کو جدا بتلا دیتے ہیں اور ضعیف کو جدا ضعیف کہہ جاتے ہیں۔ جیسے ترمذی شریف کہ اس میں کسی حدیث کو لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کسی کو ضعیف کہہ جاتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے اکثر کتب طب میں ادویہ مفردہ، مرکب، نافع، مضر سب لکھتے ہیں، پر اس کے ساتھ یہ لکھ دیتے ہیں کہ یہ دوا نافع

ہے اور یہ مضر سو کتب طب میں دیکھ کر، کوئی نادان بھی دوا استعمال نہیں کرتا۔ ایسے ہی احادیث ضعیفہ کو کتب احادیث میں دیکھ کر استدلال کرنا عاقلانہ کام نہیں تیسری صورت یہ ہے کہ مصنف اپنی کتاب میں موضوعات یا احادیث ضعیفہ کو جمع کر دے اور غرض اس التزام سے یہ ہو کہ دین داران سادہ لوح ان احادیث کو غیر معتبر سمجھ کر عمل کرنے سے باز رہیں۔ یہ کتاب ایسی ہے جسے طبیب پرہیز کی چیزوں کی تفصیل لکھ کر حوالہ کرتے تاکہ کل کے دن کوئی دھوکا نہ کھا دے موضوعات ابن جوزی وغیرہ سب اسی قسم کی ہیں۔ انتہی کلامہ رحمہ اللہ تعالیٰ (۲)

غرواات اور سرایا کے اسباب و علل کے متعلق اگر کوئی روایت ملی تو اس کو بھی ضرور لے لیا مگر اپنی رائے اور قیاس کو اس میں داخل نہیں کیا تاکہ روایت کے ساتھ رائے مخلوط نہ ہو جائے۔ اگر خدا نخواستہ یہ حضرات بھی یورپین مورخوں کی طرح اسباب و علل سے بحث کرتے تو وہ روایت، روایت نہ رہتی بلکہ اُن کی خیالی اور قیاسی تحقیقوں کا مجموعہ ہو جاتا۔ علماء متاخرین نے اس جمع شدہ ذخیرہ کی تحقیق اور تنقیح کر کے یہ بتلادیا کہ فلاں روایت صحیح ہے اور فلاں موضوع۔ جو شخص عیون الاثر اور العاد اور زرقانی شرح مواہب کا مطالعہ کرے گا۔ اُس کو بخوبی یہ معلوم ہو جائے گا کہ محدثین نے اپنی تحقیق اور تنقیح کو کب جگہ کیساں طور پر جاری رکھا۔ اپنی تحقیق اور تنقیح کو احادیث احکام کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ آج کل ایک بدعت، درایت کی نمودار ہوئی ہے۔ اس سے اصل روایت گم ہو جاتی ہے۔ مصنف جو اپنی مزعوم درایت سے رائے قائم کرتا ہے اُس کو بمشکل روایت پیش

۱۰ الایہ کہ وہ طبیب ہو اور ادویہ کے خواص اور آثار سے باخبر ہو ۱۲ منہ

۱۳ الاجوبۃ الکاملہ۔ ص:

کرتا ہے حالانکہ وہ روایت اور واقعہ نہیں بلکہ محض اُس کی رائے اور تخیل ہے۔ علامہ سیلی اور حافظ ابن قیم اور علامہ زر قانی نے واقعات اور حالات کے علاوہ موقعہ بموقعہ اسرار و حکم لطائف اور معارف بھی بیان کیے ہیں جس سے سیرت کا لطف دو بالا ہو گیا۔

اس ناچیز نے بھی جو انھیں حضرات کے علوم کا ترجمان اور خادم ہے اپنی اس مختصر سیرت میں جہاں صحتِ ماخذ اور روایات کے معتبر اور مستند ہونے کا التزام کیا ہے۔ وہاں اسرار و حکم کا بھی کچھ اہتمام کیا ہے جو ان شاء اللہ العزیز نافع اور مفید ہوگا

اس سیرت میں جتنا بھی علمی سرمایہ اور ذخیرہ آپ دیکھیں گے وہ سب حضرات محدثین کا ہے اور وہی اس کے مالک ہیں۔ یہ ناچیز اُن کا ایک ادنیٰ غلام اور کمترین خادم ہے جس کا کام صرف اتنا ہے کہ اُن کے جواہرات اور موتیوں کو سلیقہ سے ترتیب دے کر علم کے شائق اور خریداروں کے سامنے پیش کر دے اور جس مخزن سے وہ موتی لائے گئے ہیں ساتھ ساتھ اُن کا پتہ بتلا دے۔ جو ہری کا کام قرآن ہے کہ جواہرات کے صندوق کے صندوق لاکر سامنے رکھ دیے۔ اب ان جواہرات کے انواع و اقسام اور اصناف والوان کو علیحدہ علیحدہ کر کے ترتیب سے رکھنا یہ غلاموں اور خادموں کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اور سلف کے علوم میں ترتیب نہیں ہوتی۔ جواہر کی طرح منتشر اور بے ترتیب ہوتے ہیں اور تاخرین کے کلام میں ترویج اور ترتیب ہوتی ہے۔ چونکہ اس علم میں حضرات محدثین ہمارے استاذ ہیں اور ہمارے اہل سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہی واسطہ ہیں۔ اس لیے محدثین کے اصول و قواعد کا اتباع ضروری اور لازم سمجھا۔ کما قال تعالیٰ :-

هَلْ أَتَيْتُمْ عَلَىٰ أَنْ تَعْلَمِينَ مِمَّا عُلِّمَتْ رُسُلًا ۝ (۱)

(۱) الکہف، آیہ : ۶۶

اس لیے آپ ان شاء اللہ العزیز اس کتاب میں کسی جگہ حضراتِ محدثین کے اصول سے عدول اور سرتابی نہ پائیں گے۔ ایسے آثار و اجداد کا اتباع جو :-
لَا يَحْكُمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ^(۱) نہ کچھ سچہ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں کے مصداق ہوں بے شک مذموم ہے لیکن اگر کسی کے روحانی یا جسمانی آثار و اجداد صاحب عقل اور صاحب ہدایت ہوں تو پھر ان کے اتباع کے متحسن بلکہ ضروری ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

اس دور میں اگرچہ سیرتِ نبویؐ پر چھوٹی اور بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں لیکن ان کے مؤلفین اور مصنفین زیادہ تر فلسفہ جدیدہ اور یورپ کے فلاسفروں سے اس قدر مرعوب اور خوف زدہ ہیں کہ یہ چاہتے ہیں کہ آیات و احادیث کو توڑ موڑ کر کسی طرح فلسفہ اور سائنس کے مطابق کر دیں اور انگریزی تعلیم نو جوانوں کو یہ باور کرا دیں کہ عیاذ باللہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول اور کوئی فعل مغربی تہذیب و تمدن اور موجودہ فلسفہ اور سائنس کے خلاف نہ تھا۔

یہی وجہ ہے کہ جب معجزات اور کرامات کا ذکر آتا ہے تو جس قدر ممکن ہوتا ہے اُس کو ہلکا کر کے بیان کیا جاتا ہے اگر کہیں راویوں پر بس چلتا ہے تو جرح و تعدیل کے ذریعہ سے محدثانہ رنگ میں ان روایات کو ناقابل اعتبار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اسماء الرجال کی کتابوں سے جرح کے اقوال تو نقل کر دیتے ہیں اور توثیق و تعدیل کے اقوال نقل نہیں کرتے جو سراسر امانت اور دیانت کے خلاف ہے اور قَرَأَ طَيْسَ ثُبْدُ وَنَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا کا مصداق ہے اور جہاں راویوں پر بس نہیں چلتا وہاں صوفیانہ اور محققانہ رنگ میں اگر تاویل کی راہ اختیار کی جاتی ہے جس سے آیت اور حدیث کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔

اور جب خداوند ذوالجلال کے باغیوں سے جہاد و قتال کا ذکر آتا ہے تو بہت

بیچ و تاب کھاتے ہیں اور اس کو اسلام کے چہرہ پر ایک بدنما داغ سمجھ کر دھونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تو ممکن نہ ہوا کہ اعداء اللہ سے جہاد و قتال کی آیات و احادیث کا انکار کر سکیں۔ اس لیے تاویل کی راہ اختیار کی کہ یہ غزوہ وراثتِ مرہا اعداءِ کلمۃ اللہ یعنی اللہ کا بول بالا کرنے اور آسمانی بادشاہت قائم کرنے اور قانونِ خداوندی کو علی الاعلان جاری کرنے کے لیے نہ تھے۔ بلکہ محض اپنی حفاظت اور جان بچانے اور دشمنوں کی مدافعت کے لیے تھے۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ مسلمان منافقین سے یہ کہتے تھے۔

تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَوْ خُذُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَقَطُّ دُشْمَنُوهُ
فَقَطُّ دُشْمَنُوهُ (۱)

معلوم ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور شیعہ اور اپنے دشمنوں کی مدافعت کے لیے جنگِ نما اور شیعہ ہے اس میں یمن اور منافق سب برابر ہیں۔ یمن اللہ کے لیے لڑتا ہے اور منافق محض اپنی حفاظت اور دشمن کی مدافعت کی خاطر لڑتا ہے۔ اگر جہاد کی حقیقت فقط مدافعت ہوتی تو قرآن و حدیث میں اس کی ترغیب کی حاجت نہ تھی۔ دشمن کی مدافعت کا لزوم اور وجوب عقلی اور فطری ہے کسی عاقل کا اس میں اختلاف نہیں۔ کیا خلفاء راشدین کے تمام جہادات دفاعی تھے؟ کوئی جہاد ان میں سے اقدامی نہ تھا اور کیا سلاطین اسلام کے ہندوستان پر حملے بھی اقدامی نہ تھے؟ ایک ہزار سال قبل کیا کسی لالہ اور دھوٹی پر شاد کی مجال تھی کہ وہ کسی اسلامی حکومت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کا تصور بھی کر سکے اور شاہانِ اسلام اُن کی مدافعت کے لیے اٹھیں۔

اس لیے اس ناچیز نے یہ ارادہ کیا کہ سیرت میں ایک ایسی کتاب لکھی جائے کہ جس میں اگر ایک طرف غیر مستند اور معتبر روایات سے پرہیز کیا جائے تو دوسری طرف کسی ڈاکٹر یا فلاسفر سے گھبرا کر نہ کسی روایت کو چھپایا جائے اور نہ کسی حدیث میں اُن کی خاطر سے کوئی تاویل کی جائے اور نہ راویوں پر جرح کر کے اُس حدیث کو غیر معتبر بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس ناچیز کا مسلک یہ ہے جو آپ کے سامنے پیش کر دیا۔

فاش می گویم و از گفتم خود دل شادم

بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

مسئلہ جہاد اور غلامی اور جزیہ پر مثلاً خدا کے باغیوں کا شور و غوغا اور مسئلہ حجاب پر مثلاً شہوت پرستوں کا ہنگامہ میرے نزدیک یہی اُن کے حق اور عین حق ہونے کی دلیل ہے

وَإِذَا اتَّخَذْتُم مِّنْ نَّاقِصِيں فَمِنْهُ الشَّهَادَةُ لِيْ بِأَنِّيْ كَامِلٌ
اور جب تیرے پاس کسی ناقص العقل کی جانب میری مذمت پہنچے تو میرے
کامل ہونے کی شہادت ہے۔ جس طرح بیوقوفوں کا اعتراف کسی شے کے معقول
ہونے کی دلیل ہے اسی طرح اہل باطل کا اعتراف حقانیت کی دلیل ہے۔

جب تم اس نبی امی فداہ نفسی و ابی و امی کو خدا کا بھیجا ہوا رسول مانتے ہو اور تمام اقوال و افعال اور تمام حرکات و سکنات میں اُس کو معصوم اور توہید میں اللہ مانتے ہو تو پھر اس کی حدیث سننے کے بعد کسی ڈاکٹر یا فلاسفر کی طرف کیوں جھانکتے ہو اور آیات اور احادیث میں اُن کو دیکھ دیکھ کر کیوں متاثر کرتے ہو۔

وَيَلُومُنَا لِمَكْذِبِينَ ۝ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝
فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ ۝

نخواہم جز تو یک ساعت تفکر در دگر گردن کہ در ہر دو جہاں جانان ندارم جز تو دلدارے

ہاں یہ حق ہم کو ضرور دکھائے گا۔ پہلے اس روایت کی خوب چھان بین کر لو کہ صحیح ہے یا غیر صحیح لیکن شرط یہ ہے کہ مقصود حق کا اتباع ہو۔ گریز اور پہلو تہی مقصود نہ ہو واللہ
يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط

میں اب تمہید ختم کرتا ہوں تاکہ اصل مقصد شروع کروں اور اللہ تعالیٰ سے دعا
کرتا ہوں کہ اے پروردگار عالم تو اس ناچیز خدمت کو قبول فرما اور میرے حق میں
اس کو خیر جاری اور توشہ آخرت بنا۔

گرچہ یہ ہدیہ نہ میراث بل منظور ہے

پر جو ہو مقبول کیا رحمت سے تیری دور ہے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَثَبُّ
عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ امین یا رب العالمین
اور اے پروردگار عالم اس پر بھی رحم فرما جو اس دعا پر آمین کہے خواہ آہستہ
کہے یا آواز سے کہے اور اس کی مغفرت فرما جو ہاتھ اٹھا کر اس ناچیز کو دعا مغفرت
سے یاد کہے اور سورۃ فاتحہ اور کم از کم دو تین آیتیں اور مَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ط
پڑھ کر ثواب پہنچائے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ
عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَىٰ آلِهِ وَاصْحَابِهِ
وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ أَجْمَعِينَ ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نسبِ مطہر

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو یعنی لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ دہلیغِ الفارِ پڑھا جس کے معنی یہ ہیں کہ بے شک آئے تمہارا پاس اللہ کے رسول تمہارا اشرف اور افضل اور سب سے زیادہ نفیس خاندان سے اس آیت کی تلاوت کی بعد اُنپے ارشاد فرمایا کہ میں باعتبار حسبِ نسب کے تم سب سے افضل اور بہتر ہوں میرے بارِ اجداد میں حضرت آدم سے لیکر اب تک کہیں زنا نہیں کیا سب کاچ ہے اس حدیث کا ابنِ مردود نے روایت کیا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ بَفَتْحِ الْفَاءِ وَقَالَ أَنَا أَنْفُسُكُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسْبَالَيْسَ فِي آبَائِي مِنْ لَدُنْ آدَمَ سَفَاحٌ كُلَّنَا نِكَاحٌ

رواہ ابنِ مردودہ (۱)

(۱) لدن قال شرح ماہب لدن: ج: ۱، ص: ۶۷

ابن عباس اور زہری بھی مِنْ اَنْفُسِكُمْ بفتح الفار پڑھا کرتے تھے اور مِنْ اَفْضَلِكُمْ واشر فکمو کے ساتھ اس کی تفسیر فرمایا کرتے تھے جس کی طرف ہم نے اپنے ترجمہ میں اشارہ کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ تک جس قدر آباء و اجداد اور امہات و جدات سلسلہ نسب میں واقع ہیں وہ سب کے سب محضین اور محضات یعنی سب عقیف اور پاک امن تھے۔ کوئی فرد ان میں زنا کے ساتھ کبھی ملوث نہیں ہوا۔

عباد مخلصین کہ جن کو حق جل شانہ نے اپنی نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمایا ہوا ان کا سلسلہ نسب ایسا ہی پاک اور مطہر رہتا ہے۔ اللہ ان کو ہمیشہ اصلاح طہین سے اصرام ظاہرات کی طرف پاک و صاف منتقل فرماتا رہا۔ حق جل و علانے جس کو اپنا مصطفیٰ اور مجتبیٰ بنایا اُس کے مصطفیٰ بنانے سے پہلے اُس کے نسب کو ضرور مصطفیٰ اور مجتبیٰ، مہذب اور مصطفیٰ بنایا۔ مصطفین الاخیار۔ خدا کے برگزیدہ اور پسندیدہ بنیں کا جس چیز سے جس حد تک تعلق رہتا ہے اسی حد تک اس میں بھی اصطفا اور اجتباء برگزیدگی اور پسندیدگی سرایت کر جاتی ہے۔

جب منافقین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تو حضرت حق جل شانہ نے صدیقہ بنت الصدیق کی برارت میں سورہ نور کی دس آیتیں نازل فرمائیں۔ ان میں ایک آیت یہ بھی ہے۔

وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ
لَنَا اَنْ نَّشْكُرَ هٰذَا سُبْحٰنَكَ
هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ (۲)

سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ سبحان اللہ یہ بہتان عظیم ہے۔ ہم اس میں لب کثافی نہیں کر سکتے۔

یعنی اے مسلمانوں تم کو واقعہ انک سنتے ہی فوراً یہ کہہ دینا لازمی تھا کہ سبحان اللہ یہ بہتان عظیم ہے۔ معاذ اللہ! پیغمبر کی بیوی کیسے فاجرہ ہو سکتی ہے؟ پیغمبر کی بیوی سے عائشہ ۱۵ پر مدح و ثناء

تو عقیقہ اور طاہرہ ہی ہوگی۔

ابن منذر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔

مَا بَغَتْ امْرَأَةٌ نَسَبِيَّ قَطُّ کسی پیغمبر کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔

ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ منصب نبوت کے مناسب اور شایان نہیں کہ پیغمبر کی بیوی

فجور میں مبتلا ہو ابن عساکر نے اشروس فراسانی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی پیغمبر کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا (۳)

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں اثر ابن عباسؓ مَا بَغَتْ امْرَأَةٌ نَسَبِيَّ قَطُّ کو

نقل کر کے فرماتے ہیں ایسا ہی عکرمہ اور سعید بن جبیرؒ اور ضحاکؒ وغیرہم نے منقول ہے (۴)

جب پیغمبرؐ کی ازدواج کا فاجرہ ہونا منصب نبوت کے منافی ہے تو انبیاء

و رسل کی امہات اور جدات کا غیر عقیقہ ہونا بدرجہ اولیٰ منصب نبوت و رسالت

کے منافی اور مبین ہوگا۔ اس لیے کہ مادری علاقہ علاقہ زوجیت سے بہت زیادہ قوی

ہوتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ پیغمبر کی مکون و تخلیق اور اُس کی تولید و تصدیق

ہی معاذ اللہ فسق اور فجور (زنا) سے ہو اسی وجہ سے حدیث میں

ولد الزنا کو شر الثلثہ فرمایا ہے اس لیے کہ اُس کا نفس وجود ہی معصیت اور فسق و فجور

سے ظہور پذیر ہوا ہے یہ قطعاً ناممکن اور محال ہے کہ خداوند ذوالجلال کا فرستادہ

ابن الحلال نہ ہو۔

حضرت آدمؑ سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء و مرسلین

ملے یہ ایک حدیث کا مضمون ہے جس کو طبرانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت کیا

ہے۔ حافظ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس سند کے رجال کل ثقات ہیں صرف ایک آدمی تکلفیہ ہے جس کی حاکم

نے توثیق کی ہے ۱۲ زرقانی ص ۱۵ ج ۱ (۲) النور، آیت: ۱۶ (۳) درمنثور ج ۶: ص ۱۳۵

(۴) تفسیر ابن کثیر ج ۸: ص ۴۱۹۔

گزرے کسی طاعن نے اُن کے نسب مطہر میں کبھی کلام نہیں کیا۔ صرف یہود (لَعَنَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ) نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مادرِ عقیقہ پر ہمت لگائی۔ حتیٰ جل شانہ نے اپنی کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ حضرت مریم کی برارت اور حضرت مسیح کی ولادت باسعادت کی کیفیت کو بیان فرمایا اور جا بجا یہود پر لعنت فرمائی۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ اُس غیورِ مطلق کی بے چون و چگون غیرت ایک لمحہ کے لیے یہ گورا نہیں کر سکتی کہ کوئی خبیث اُس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کے پاک نسب میں کسی قسم کا کوئی شک اور تردد کرے۔

قیصر روم نے جب ابوسفیان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے متعلق یہ سوال کیا۔

کَيْفَ نَسَبُكُمْ اُن کا نسب کیسا ہے؟

صحیح بخاری کے یہ لفظ ہیں کہ ابوسفیان نے یہ جواب دیا کہ:-

هُوَ فِئْنَا ذُو نَسَبٍ وہ ہم میں بڑے نسب والا ہے۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ بزار کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

هُوَ فِی حَسَبٍ مَا لَا يَفْضُلُ یعنی حسب و نسب اور خانہ دانی شرف

علیہ اَحَدٌ قَالَ هَذِهِ اَيْتٌ میں کوئی اُن سے بڑھ کر نہیں قیصر روم

فتح الباری کتاب التفسیر (۲) نے کہا کہ یہ بھی ایک علامت ہے۔

(۱) کتاب التفسیر کا حوالہ اس لیے دیا گیا کہ حافظ عسقلانی نے منہ بزار کی یہ روایت صرف اسی

مقام پر ذکر کی ہے۔ بدحوشی کتاب الجہاد مغاویٰ وغیرہ میں اس کا ذکر نہیں فرمایا ۱۲

(۲) فتح الباری طبع مصر ۱۳۰۵ھ : ج : ۸ : ص : ۱۶۳۔

یعنی نبی ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ کا خاندان سب سے اعلیٰ اور اشرف ہے، صحیح بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ قیصر روم نے ابوسفیان کا جواب سُن کر یہ کہا :-

وَكَذَلِكَ الرَّسُلُ تَبُعْتُ
فِي أَحْسَابِ قَوْمِهَا (۱) دینبر جہیشہ شریف ہی خاندان سے ہوتے ہیں۔

ہمارے نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا سلسلہ نسب جو عالم کے تمام سلاسل انساب سے اعلیٰ اور برتر اور سب سے افضل اور بہتر ہے وہ سلسلہ الذہب اور شجرۃ النسب ہے۔

سیدنا مولانا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ بخاری شریف باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں نسب شریف کے سلسلہ کو فقط عدنان تک ذکر فرمایا مگر اپنی تاریخ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک سلسلہ نسب کو ذکر فرمایا وہ یہ ہے۔

عزان بن اُدو بن المقوم بن تارح بن شجب بن یعر ب بن ثابت بن اسمعیل بن ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام (۲)

عدنان تک سلسلہ نسب تمام نسابین (نسب والوں) کے نزدیک مسلم ہے

(۱) بخاری شریف، ج: ۱، ص:

(۲) فتح الباری، ج: ۷، ص: ۱۲۵

کسی کا اس میں اختلاف نہیں اور علیٰ ہذا عدنان کا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہونا یہ بھی سب کے نزدیک مسلم ہے (۱)

اختلاف اس میں ہے کہ عدنان سے حضرت اسمعیل تک کی پشتیں ہیں۔ بعض تیس بتلاتے ہیں اور بعض چالیس۔ واللہ اعلم وعلماؤہم واحکم۔
عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نسب شریف کو بیان فرماتے تھے تو عدنان سے تجاوز نہ فرماتے۔ عدنان تک پہنچ کر رک جاتے اور یہ فرماتے۔

كَذَّبَ النَّسَابُونَ (۲) نسب والوں نے غلط کہا۔
یعنی اُن کو سلاسلِ انساب کی تحقیق نہیں جو کچھ کہتے ہیں وہ بے تحقیق کہتے ہیں۔
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول اس آیت کو تلاوت فرماتے۔
وَعَادًا وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ عَادَ اور ثمود اور اُن کے بعد کی قومیں،
لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ (۳) اُن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔
اور پھر یہ فرماتے۔

كَذَّبَ النَّسَابُونَ نسب دان غلط کہتے ہیں۔
یعنی نشانہ کا یہ دعویٰ کہ ہم کو تمام انساب کا علم ہے بالکل غلط ہے۔ اللہ کے سوا
کسی کو علم نہیں۔ طبقات ابن سعد ص ۲۸ ج ۱۔
علامہ سیلی فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص

(۱) زاد المعاد، ج : ۱، ص : ۱۵ -

(۲) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج : ۱، ص : ۲۸ -

(۳) غافر، آیت : ۳۱

کا اپنے سلسلہ نسب کو حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانا کیسا ہے؟ تو ناپسند فرمایا۔
سائل نے پھر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تک سلسلہ نسب پہنچانے کے متعلق دریافت
کیا تو اس کو بھی ناپسند فرمایا اور یہ کہا:-
مِنْ يَخْبِرُهُ بِهِ (۱) کس نے اس کو خبر دی ہے۔

مادری سلسلہ نسب

اوپر جو سلسلہ نسب بیان کیا گیا وہ پدری اور جدی سلسلہ تھا۔ مادری سلسلہ نسب یہ
محمد ابن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرثدہ (۲)
کلاب پر مادری اور پدری دونوں سلسلہ نسب جمع ہو جاتے ہیں۔
اگر اس مقام پر سلسلہ نسب کے کچھ آثار و اجداد کا مختصر حال ذکر کر دیا جائے تو غالباً
غیر مناسب نہ ہوگا۔

(عَدْنَان) عدنان، قیدار بن اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں۔
ابو جعفر بن حبیب اپنی تاریخ میں روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ یہ فرماتے تھے کہ عدنان
اور معد اور سبیہ اور خزیمہ اور اسدیہ سب قبیلہ ابراہیمی پر تھے۔ ان کا ذکر خیر الجہلانی کے ساتھ
کر د اور زبیر بن بکھر مر فوعار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
مضر اور ربیعہ کو برکت کہو، وہ اسلام پر تھے اور عید بن مسیب کی ایک مرسل روایت بھی
اسی کی توثیق ہے (۳)

(مَعَدّ) مہم کا فتح اور دال کی تشدید ہے۔ عد سے شتق ہے بعض کہتے ہیں کہ
معد یعنی افسار سے شتق ہے بڑے بہادر اور جنگ جُڑ تھے۔ ساری عمر بنی اسرائیل سے

(۱) روض الائف - ج ۱، ص ۱۱، طبع مصر ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء (۲) الطبقات الکبریٰ

لابن سعد، ج ۱، ص ۳۱ (۳) فتح الباری، ج ۱، ص ۱۷۵

جنگ اور مقابلہ میں گزری اور ہڑائی میں مظفر اور منصور ہے۔ ابونزار ان کی کنیت تھی (۱)

امام طبری فرماتے ہیں کہ معد بن عدنان بخت نصر کے زمانہ میں بارہ سال کے تھے۔ اُس زمانہ کے پیغمبر ارمیا بن حلقیا پر اللہ کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی کہ بخت نصر کو اطلاع کر دو کہ ہم نے اس کو عرب پرسلط کیا اور آپ معد بن عدنان کو اپنے براق پر سوار والیں تاکہ معد کو کوئی صدمہ نہ پہنچے۔

فَنَانِ مُسْتَخْرِجٍ مِنْ
صُلْبِ نَبِيٍّ كَرِيمٍ
أَخْتَرَبَ الرُّسُلَ
اس لیے کہ میں معد کی صلب ایک محترم بنی
پیدا کرنے والا ہوں جس سے پیغمبروں کا
سلسلہ ختم کر دوں گا۔

اس لیے حضرت ارمیا معد بن عدنان کو اپنے ہمراہ براق پر سوار کر کے ملک شام لے گئے۔ وہاں پہنچ کر معد نے بنی اسرائیل میں رہ کر نشوونما پایا۔ (کذا فی اروض السہیل ص ۱۱) اسی وجہ سے علامہ اہل کتاب کے نزدیک معد بن عدنان کا نسب معروفت ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں ابو یعقوب تدمری سے نقل کیا ہے کہ بورخ بن ناریا نے جو ارمیا علیہ السلام کے کاتب اور مٹھی تھے معد بن عدنان کا جو نسب بیان کیا ہے وہ میرے پاس محفوظ ہے۔ طبقات ص ۲۸ ج ۱

نِزَام: نزار، نزر سے مشتق ہے جس کے معنی قلیل کے ہیں۔ ابو الفرج اصبہانی فرماتے ہیں نزار چونکہ اپنے زمانہ کے یکتا تھے معنی ان کی مثال کم تھی اس لیے نزار اُن کا نام ہو گیا۔ فتح البدی ص ۱۲۵ ج ۱،

علامہ سیل فرماتے ہیں جب نزار پیدا ہوئے تو اُن کی پیشانی نور محمدی سے چمک رہی تھی۔ باپ یہ دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے اور اس خوشی میں دعوت کی اور یہ کہا:۔

(۱) ذرقانی ج: ۱۱، ص: ۷۹

ہذا کلمہ نذر الحق هذا
المولود فسمی نزاراً لذلک (۱)
یہ سب کچھ اس مولود کے حق کے مقابل میں
بہت قلیل ہے۔ اس لیے نزار نام رکھا گیا۔
اور تاریخ انجیس میں ہے :-

انہ خرج اجمل اہل زمانہ
واکبرہم عقلاً
نزار اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ حسین و جمیل
اور سب سے زیادہ عاقل اور دانشمند نکلا۔
اور بعض کہتے ہیں کہ نزار کے معنی نحیف اور دُبلے پتلے کے ہیں۔ چونکہ نزار نحیف
البدن اور لاغر تھے اس لیے اُن کا نام نزار ہو گیا۔

مدینہ منورہ کے قریب مقام ذات الجیش میں اُن کی قبر ہے (۲)

مُضَرُّ: مضر کا اصل نام عمرو تھا ابوالیاس کنیت تھی مضر اُن کا لقب تھا۔ مضر حاضر
سے شق ہے جس کے معنی ترش کے ہیں۔ ترشی اور دبی آپ کو بہت مرغوب تھی اس لیے
مضر کے نام سے مشہور ہو گئے۔ (۳)

بڑے حکیم و دانাতھے۔ مضر کے کلماتِ حکمت میں ہے :-

من یزیرع شراً یحصد ندامۃ و
خیر الخیر اعجلہ
جو شر کو بہتے گا وہ شرمندگی کو کھٹے گا اور
بہترین خیر وہ ہے جو جلد ہو۔

فاحملوا انفسکم علی مکروہہا و
اصرفوہا عن ہواہا فلیس بین
اوپر اپنے نفسوں کو ناگوار خاطر چیزوں پر اٹھ کر دو
اور بڑھتا ہے نفسوں کو سچا و اصلاح اور فساد کے
ما بین سوائے صبر کے کوئی سد فاصل نہیں۔ (۴)

(۱) روض الانف، ج: ۱، ص: ۸ (۲) زرقانی، ج: ۱، ص: ۷۹ (۳) ایضاً

فتح الباری، ج: ۷، ص: ۱۲۵ (۴) زرقانی، ج: ۱، ص: ۷۹

نہایت خوش الحان تھے۔ چلتے وقت اونٹوں پر حمدی پڑھنا انھیں کی ایجاب ہے
(روض الانعت ص ۱ ج ۱) ابن سعد نے طبقات میں عبداللہ بن خالد سے مرسل روایت
کیا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مضر کو بُرا مت کہو وہ مسلمان تھا (۱)
ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ عدنان اور اُن کے
باپ اور اُن کے بیٹے سعد اور ربیعہ اور مضر اور قیس اور تمیم اور اسد اور ضیہ ملت ابراہیمی
پر مسلمان مرے (۲)

الیاسؓ حضرت ایاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم نام۔ بیت اللہ کی طرف بھی بھیجنے کی سنت
سب سے پہلے ایاس بن مضر ہی نے جاری کی۔ کہا جاتا ہے کہ ایاس بن مضر اپنی صُلب (پشت)
سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ سنا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایاس کو بُرا مت کہو وہ مومن تھا (۳)
علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس حدیث کا حال معلوم نہیں یہ حدیث کس بنا پر کی؟ (۴)
مذکرہ: جبہور علی کا قول یہ ہے کہ مدرکہ کا نام عمرو تھا۔ محمد بن اسحق کہتے ہیں کہ ان
کا نام عامر تھا (۵) اور مدرکہ اُن کا لقب تھا جو اوراک سے مشتق ہے چونکہ انہوں نے
چہرہ کی عورت اور رخت کو پایا اس لیے مدرکہ اُن کا لقب ہو گیا۔ (۶)
خزیمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خزیمہ ملت ابراہیمی پر مرے (۷)
کنانہ: عرب میں بڑے جلیل القدر سمجھے جاتے تھے۔ اُن کے علم و فضل کی وجہ سے
دُور دراز سے لوگ مستقل اُن کی زیارت کے لیے سفر کرتے آتے تھے (۸)

۱۔ ابن عباسؓ کے اس اثر کو حافظہ عثمانی نے اس تفصیل کے ساتھ باب المناقب میں کر زما لہ اور باب
بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اجمالاً ادا اختصار ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم قریب میں نکل کر چکے ہیں ۱۲

۲۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد - ج: ۱، ص: ۳۰ (۳) فتح الباری، ج: ۶، ص: ۳۸۴

(۴) روض الانعت، ج: ۱، ص: ۸ (۵) زرقانی، ج: ۱، ص: ۷۹

(۶) فتح الباری، ج: ۱، ص: ۱۲۵ (۷) زرقانی، ج: ۱، ص: ۷۸ (۸) ایضاً

(۹) فتح الباری، ج: ۱، ص: ۱۲۴ -

نَضْرُ۔ نضر نضارة سے مشتق ہے جس کے معنی رونق اور تروتازگی کے ہیں حسنِ جمال کی وجہ سے اُن کو نضر کہنے لگے تھے۔ اصل نام قیس تھا (۱)

مالِک : مالک نام تھا۔ ابوالحارث کنیت تھی عرب کے بڑے سرداروں میں تھے (۲)

فہر : فہر نام ہے۔ قریش لقب ہے بعض کہتے ہیں کہ قریش نام ہے اور فہر لقب ہے۔ انھیں کی اولاد کو قوشی کہتے ہیں اور جو شخص فہر کی اولاد سے نہ ہو اس کو کنانی کہتے ہیں اور بعض علما کہتے ہیں کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کا نام ہے۔

حافظ عراقی اپنی الفیہ سیرت میں فرماتے ہیں :-

اما قریش فالاصح فہر

جماعہا والاکثرون النضر

حافظ علائی فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور محققین کا قول ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں اور بعض احادیث مرفوعہ بھی اسی کی تائید ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی منقول ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کا نام ہے۔

بعض حفاظ حدیث فرماتے ہیں کہ فہر کے باپ مالک نے سوائے فہر کے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اس لیے جو شخص فہر کی اولاد سے ہے وہ نضر کی اولاد سے بھی ہے۔ لہذا قریش کی تعیین میں جو اقوال مختلف تھے وہ سب بحمد اللہ متفق ہو گئے۔

قریش کی وجہ تسمیہ : قریش ایک بحری جاندہ کا نام ہے جو اپنی قوت کی وجہ سے سب جانوروں پر غالب رہتا ہے۔ وہ جس جانور کو چاہتا ہے کھا لیتا ہے۔

(۱) زرقاتی، ج: ۱، ص: ۷۷ (۲) ایضاً، ص: ۷۶ -

مگر اُس کو کوئی نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح قریش بھی اپنی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے سب پر غالب رہتے ہیں کسی سے مغلوب نہیں ہوتے اس لیے قریش کے نام سے موسم ہمے۔ ابن ہجار نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابن عباسؓ حضرت معلوؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ عمرو بن العاصؓ بھی موجود تھے۔ عمرو بن العاصؓ نے ابن عباسؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ قریش کا گمان یہ ہے کہ قریش میں تم ہی سب سے بڑے عالم ہو بجلا قریش کی وجہ تسمیہ تو بیان کر دو کہ قریش کو قریش کیوں کہتے ہیں؟ ابن عباسؓ نے قریش کی وجہ تسمیہ بیان فرمائی، جو ابھی نقل کی گئی۔ عمرو بن العاصؓ نے یہ فرمایا اچھا اگر اس بارے میں کوئی شعر یاد ہو تو سناؤ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شمر بن عمرو حمیری کہتا ہے ۛ

وَقُرَيْشٌ هِيَ الَّتِي تَسْكُنُ الْبَحْرَ بِهَا سُمِّيَتْ قُرَيْشٌ قُرَيْشًا
قریش میں ایک جانور ہے جو دریا میں رہتا ہے۔ اسی کے نام پر قبیلہ قریش کا نام قریش رکھ دیا گیا۔

تَأْكُلُ الْفَتَّ وَالسَّمِينَ وَلَا تَرُكُ لِذِي الْجَنَاحَيْنِ مَرِيشًا
وہ جانور جو پتلے دُبلے اور موٹے جانور کو کھا جاتا ہے پر تک نہیں چھوڑتا۔
هَكَذَا فِي الْبِلَادِ حَيُّ قُرَيْشٍ يَأْكُلُونَ الْبِلَادَ أَكْلًا كَمِيشًا
اسی طرح قبیلہ قریش شہروں کو سرعت کے ساتھ کھا جاتا ہے۔

وَلَهُمْ آخِرَ الزَّمَانِ كَسْبٌ يَكْثُرُ الْقَتْلُ فِيهِمُ وَالْخَوْشَا
اور اسی قبیلہ قریش میں سے (خیر زمانہ میں ایک نبی ظاہر ہوگا جو خدا کے
نافرانوں کو کثرت سے قتل کرے گا اور زخمی کرے گا) (۱)

(۱) زر قانی، ج: ۱، ص: ۷۵، اربعہ اخبار فتح البدری: ۱۶، ص: ۲۸، منتخب قریش میں بھی منقول ہے۔

حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو قریش کہنے کی پندرہ وجہ تسمیہ بیان کی ہیں۔ اگر اُن کی تفصیل درکار ہو تو عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۴۸۷ ج ۷، باب مناقب قریش کی مراجعت فرمائیں۔

کعب: سب سے پہلے جمعو کے دن جمع ہونے کا طریقہ کعب بن لوی نے جاری کیا۔ کعب بن لوی جمعو کے روز لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھتے اور خدا کی حمد و ثنا بیان کرتے کہ آسمان اور زمین اور چاند اور سورج یہ سب چیزیں خدا ہی کی بنائی ہوئی ہیں اور پھر بند و ناصح کرتے، صلہ رحمی کی ترغیب دیتے اور یہ فرماتے کہ میری اولاد میں ایک نبی ہونے والے ہیں اگر تم اُن کا زمانہ پاؤ تو ضرور اُن کا اتباع کرنا اور یہ شعر پڑھتے ۛ

يَا كَيْتَنِي شَاهِدْ فَوَاعِدَ دَعْوَتِي
اِذَا قَرَيْشٌ تَبَعِيَ الْحَقَّ خُذْ لَنَا

کاش میں بھی اُن کے اعلان دعوت کے وقت حاضر ہوتا جس وقت قریش اُن کی اعانت سے دست کش ہوں گے۔

فرار اور تعلق کہتے ہیں کہ اس سے پیشتر یوم جمعو کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے کعب بن لوی نے اس دن کا نام جمعو رکھا، حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی تاریخ میں کعب بن لوی کے خطبہ کا ذکر فرمایا ہے (۱) ذکر کعب بن لوی۔ مُرَّة - مرۃ، ملازمت سے شوق ہے جس کے معنی تلخی کے ہیں جو شخص شجاع اور بہادر ہوتا تھا۔ عرب اُس کو مرۃ کہا کرتے تھے کہ یہ شخص اپنے دشمنوں کے لیے

(۱) ازرقانی ج: ۱، ص: ۷۴۔ نیز البدایہ والنہایہ، ج: ۲، ص: ۲۴۴

بہت تلخ ہے اور مرثیہ میں تا۔ تانیث کے لیے نہیں بلکہ مبالغہ کے لیے ہے
بہت تلخ۔

صدیق اکبرؓ اور حضرت طلحہؓ انھیں کی اولاد سے ہیں (۱)
کلاب - کلاب، کلب کی جمع ہے۔ ابو الرقیس اعرابی سے کسی نے دریافت
کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اپنی اولاد کے لیے کلب (کتا) ذتب (بھیڑیا)
اس قسم کے بُرے نام اور اپنے غلاموں کے لیے مرزوق (رزق دیا ہوا) رباح
(نفع پانے والا) اس قسم کے عمدہ نام تجویز کرتے ہو؟ ابو الرقیس اعرابی نے یہ
جواب دیا کہ بیٹوں کے نام دشمنوں کے لیے اور غلاموں کے نام اپنے لیے رکھتے
ہیں۔ یعنی غلام تو اپنی خدمت کے رکھے جاتے ہیں۔ بخلاف اولاد کے وہ دشمنوں
سے سینہ سپر ہو کر جنگ کرتی ہے۔ اس لیے ان کے نام یہ تجویز کیے گئے تاکہ دشمن
اس قسم کے نام سنتے ہی مرعوب ہو جائے۔ کلاب کا نام حکیم یا عروہ یا مہذب تھا۔
علی اختلاف الاقوال کلاب شکار کے بہت شائق تھے۔ شکاری کُتے جمع رکھتے
تھے۔ اس لیے اُن کا نام ہی کلاب پڑ گیا (۲)

قصی: قصی کا نام جمع تھا۔ جو جمع سے مشتق ہے قصی نے چونکہ قریش
کے متفرق اور مشتت قبائل کو جمع کیا تھا اس لیے ان کو جمع کہتے تھے۔ قریش ابتداء
میں متفرق تھے اور ایک جگہ آباد نہ تھے۔ کوئی پہاڑ میں رہتا تھا، کوئی صحرا میں،
کوئی دادی میں اور کوئی گھاٹی میں کوئی غار میں۔ قصی نے سب کو مکہ کے دامن
میں جمع کیا اور سب کے رہنے کے لیے الگ الگ مکان کے لیے جگہ دی اور
سب کو ایک جگہ آباد کیا اس وقت سے اُن کو جمع پکارا جانے لگا چنانچہ ایک شاعر

(۱) زرقانی، ج: ۱، ص: ۷۴۔ (۲) فتح الباری، ج: ۷، ص: ۱۲۴

کہتا ہے ۔
أَبُوكُمْ قُصَيٌّ كَانَ يُدْعَىٰ مُجْتَمَعًا
يَدْجَمَعُ اللَّهُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِيهِ

امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ سے راوی ہیں کہ قصی کا نام زید تھا (۱)
 قصی بڑے حکیم اور دانا تھے اُن کے کلمات حکمت میں نقل کیا گیا ہے جو لقمہٴ
 کینہ کا اکرام کرے وہ بھی اُس کے لوم یعنی کینہ پن میں شریک ہے جو اپنے مرتبہ سے زیادہ
 طلب کرے وہ سخنِ محرومی ہے اور حاسد دشمنِ خفی ہے اور مرتے وقت اپنے بیٹوں
 کو نصیحت کی۔

اجتنبوا الخمر فانها شراب سے پرہیز کرنا وہ بدن کو درست
تصلح الابدان کرتی ہے اور ذہن کو خراب کرتی ہے۔
وتفسد الازھان (کذا فی السیرۃ النبویۃ لربیع ذطلان) مفتی
 مکہ المکرمہ ص ۱۰۷

عرب میں قصی کو خاص اقتدار حاصل تھا۔ تمام لوگ ان کے طبع اور فرائل بردار تھے۔
 قصی نے دارالندوہ کے نام سے ایک مجلس مشاورت قائم کی جس میں تمام اہم امور کے مشورے
 ہوتے تھے۔ نکاح اور ازدواج اور جنگی مہمات کے متعلق بھی اسی مجلس میں مشورہ ہوتا تھا
 تجارت کے لیے جو قافلہ روانہ ہوتا وہ بھی اسی مقام سے روانہ ہوتا۔ سفر سے جب
 واپس آتے تو اول دارالندوہ میں آکر اُترتے گویا کہ دارالندوہ عرب کا بابِ حکومت
 اور پرلیمان تھا۔ حجابت اور سقایت اور رفاۃ اور زندہ اور لوہاء صرف قصی
 ان تمام مناصب کے منتہی اور نہا علم بردار اور ان تمام مہم خدمتوں کے ذمہ دار
 تھے۔ ان کے بعد یہ منصب اور عہدے مختلف قبائل پر منقسم ہوئے۔ (۲)

(۱) زرقانی، ج: ۱، ص: ۷۳، (۲) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج: ۱، ص: ۳۹۔

ان کے علاوہ قریش کے اور بھی منصب تھے۔ جیسا کہ حافظ عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری باب مناقب قریش ص ۴۸ ج ۲ میں اجمالاً اُن کو شمار فرمایا ہے جن کو ہم مختصر تفسیر کے ساتھ یہ ناظرین کرتے ہیں :-

(۱) حُجَابِتُ : بیت اللہ کی درباری اور مسجد حرام کی خدمت، یہ خدمت بنی عبدالدار کے سپرد تھی جس کو حضرت عثمان بن طلحہ انجام دیتے تھے۔

(۲) سِقَايَتُ : حُجَّاج کو زمزم کا پانی پلانا۔ یہ خدمت بنو ہاشم کے سپرد تھی۔ بنی ہاشم کی جانب سے حضرت عباسؓ یہ خدمت انجام دیتے تھے۔

(۳) رَفَادَتُ : فقرار اور سالکین، حجاج اور مسافروں کی اعانت اور امداد کرنا۔ اس محکمہ میں محتاجین کی امداد کے لیے کچھ رقم جو چندہ سے حاصل کی جاتی تھی جمع رہتی تھی اس منصب پر دارش بن عامر بنی نوفل کی جانب سے مامور تھے۔

(۴) عِمَارَتُ : مسجد حرام اور بیت اللہ کی حفاظت تعمیر اور مرمت۔ حضرت عباسؓ بنی ہاشم کی جانب سے اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔

(۵) سَفَارَتُ : دو فریق کا کسی معاملہ میں مراسلت کرنا۔ یہ خدمت بنی عدی میں سے عربی الخطابؓ کے سپرد تھی۔

(۶) نَدْوہ : مشورہ بنی اسد میں سے یزید بن زمعہ بن الاسود مجلس شوریٰ کے امیر تھے۔

(۷) قَبۃ : بوقت جنگ فوج کے لیے خیموں کا انتظام کرنا۔ یہ خدمت بنی مخزوم کے سپرد تھی۔ بنی مخزوم کی جانب سے خالد بن الولیدؓ اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔

(۸) لَوَار : علم برداری اس کو عقباب بھی کہتے تھے۔ علم برداری بنی امیہ کے سپرد تھی جس کو ابوسفیان اموی (حضرت معاویہؓ کے والد پورا کرتے تھے۔

(۹) اَعۡنۃ : زمانہ جنگ یا زمانہ گھوڑوں میں گھوڑوں اور سواروں کا انتظام کرنا۔

اس خدمت کو بھی بنی مخزوم کی جانب سے خالد بن الولید انجام دیتے تھے غرض یہ کہ خالد بن الولید زمانہ جاہلیت میں بھی امیر الحرب تھے اور خیار کمر فی الجاہلیۃ خیار کمر فی الاسلام کے پورے پورے مصداق تھے۔

(۱۰) **اشناق** : قبائل کے باہمی منافشات رفع کرنے کے لیے دیت اور تاوان کا ادا کرنا اور جن شخص میں دیت اور تاوان دینے کی مقدرت نہ ہو اس کی اعانت اور ادا کرنا۔ یہ خدمت بنی تیم میں سے ابوبکر صدیقؓ کے سپرد تھی۔ ابوبکر جس کام کے لیے کھڑے ہوجاتے تو قریش ابوبکر کی تصدیق کرتے اور دل و جان سے اس میں اعانت اور ادا کرتے۔ ابوبکر صدیقؓ کے سوا اگر اور کوئی کھڑا ہوتا تو پھر قریش اُس کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔

(۱۱) **اموال مجبرہ** : اموال موقوفہ جو تبوں کی نذر دنیا کے لیے وقف کیے گئے تھے۔ بنی سہم میں سے حارث بن قیس ان اوقات کے متولی تھے۔

(۱۲) **ایسار و ازلام** : تیروں سے فال نکالنا کہ اس وقت سفر کرنا مبارک ہے یا نہیں۔ بنی خزرج میں سے صفوان بن امیہ محکمہ فال کے مہتمم تھے۔

عبد مناف : امام شافعیؒ فرماتے ہیں عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ بہت حسین و جمیل تھے۔ اسی وجہ سے ان کو قمر البیضا بھی کہتے تھے (۱)

موسیٰ بن عقبہ روایت کرتے ہیں کہ بعض پتھروں پر یہ لکھا ہوا پایا گیا۔

انا المغيرة بن قصي أموي متقوي میں مغیرہ قصی کا بیٹا اللہ کے تقویٰ اور اللہ وصلیٰ الرحمہ (۲)

ہاشم : امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہاشم کا نام عمر و تھا۔ مکہ میں قحط تھا۔ ہاشم نے شہرہ میں روٹیاں چکر اہل مکہ کو کھلائیں۔ اس لیے ان کا نام ہاشم ہو گیا۔ ہاشم کے معنی چورہ کرنے کے ہیں ہاشم اسی کا اسم فاعل ہے۔

(۱) زرقاتی، ج: ۱، ص: ۴۳، روض الاف، ج: ۱، ص: ۶ (۲) زرقاتی، ج: ۱، ص: ۴۳

عمرو والعلاہتم الثرید لقومہ

ورجال مکة مُسْنَتون عجاف

عمر و بلند مرتبہ نے اپنی قوم اور تمام اہل مکہ کو خریدنا کر کھلایا اور مکہ کے لوگ قحط کی وجہ سے لاغر اور ناتواں تھے ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار اہل مکہ کو اس طرح سے کھلایا۔ نہایت سخی تھے۔ دسترخوان بہت وسیع تھا۔ ہر وارد و صادر کے لیے ان کا دسترخوان حاضر تھا۔ غریب مسافروں کو سفر کرنے کے لیے اونٹ عطا فرماتے تھے۔ نہایت حسین و جمیل تھے۔ نور نبوت آپ کی پیشانی پر چمکتا تھا۔ علامہ بنی اسرائیل جب آپ کو دیکھتے تو سجدہ کرتے اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔

قبائل عرب اور علامہ بنی اسرائیل نکاح کے لیے اپنی لڑکیاں ہاشم پر پیش کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ ہر قل شاہ روم نے ہاشم کو خط لکھا کہ مجھ کو آپ کے جو دو کرم کی اطلاع پہنچنی ہے۔ میں اپنی شہزادی کو، جو حسن و جمال میں یگانہ روزگار ہے۔ آپ کی زوجیت میں دینا چاہتا ہوں۔ آپ یہاں آجائیں تاکہ آپ سے شہزادی کا نکاح کر دوں۔ ہاشم نے شہزادی کے نکاح سے انکار کر دیا۔ شاہ روم کا مقصد اصلی یہ تھا کہ وہ نور نبوت جو ہاشم کی پیشانی پر چمک رہا ہے اس کو اپنے گھرانے میں منتقل کر لے لیا جاتا ہے کہ وفات کے وقت ہاشم کا بس ۲۵ سال کا تھا (۱)

ہاشم ہی نے سب سے پہلے قریش میں دستور جاری کیا کہ سال میں دو مرتبہ تجارت کے لیے قافلہ روانہ ہوا کرے۔ موسم گرما میں شام کی طرف اور موسم سرما میں یمن کی طرف۔ اسی دستور کے مطابق ہر موسم میں قافلہ روانہ ہوتا۔ لق و دق سیا بانوں اور خشک گیستانوں اور بدبو بکھڑے قطع کرتا ہوا موسم سرما میں یمن اور حبشہ تک پہنچتا۔ نہجاشی شاہ حبشہ ہاشم کی بہت مدد کرتا اور ہدایا پیش کرتا اور موسم گرما میں شام اور غترہ اور انقرہ (انگورہ جو اس وقت

قیصرِ روم کا پایہ تخت تھا ایک پہونچتا۔ قیصرِ روم بھی ہاشم کے ساتھ نہایت احترام کے ساتھ پیش آتا اور نذرانہ بھی پیش کرتا۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۱۱ ایک شاعر کہتا ہے ۷

سَفَرِيْنَ سَمَّيَالَرَ وَلِقَوِيْهِ
سَفَرِ الشِّتَاءِ وَرِحْلَةِ الْاَصْيَافِ

(ہاشم نے اپنی قوم کے لیے دو سفروں کا طریقہ جاری کیا ایک سفر سردی کا اور دوسرا گرمی کا (معالم التنزیل) اور ہاشم نے حکومتِ یمن اور حکومتِ روم سے قریش کے کاروان تجارت کی حمایت اور حفاظت کا حکم حاصل کیا۔ عرب کے راستے غموں پر چونک کر لوٹ اور تجارت سے مامون نہ تھے۔ اس لیے ہاشم نے قبائل سے یہ معاہدہ کیا کہ ہم تمہاری ضرورتیں ہم پہونچایا کریں گے اور تم ہمارے قافلہ کو کسی قسم کا ضرر نہ پہونچانا۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۱۲ ہاشم کی اس حسن تدبیر کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام راستے مامون ہو گئے۔ حتیٰ جل شانہ نے اپنے کلام میں قریش کو یہ انعام یاد دلایا ہے۔

لَا لِفِ قُرَيْشٍ ۝ الْفَيْحُ رِحْلَةً
الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوا
رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي
أَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوعٍ ۝ ق
أَمَّنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ (۱)

چونکہ قریش اللہ کی رحمت سے موسمِ سرما و گرما کے سفر کے عادی ہو گئے اس لیے ان کو نعمتِ شکر یہ میں اس خدا کی عبادت کرنی چاہیے جو اس گھر کا مالک ہے اور اس نے ان کو بھوک سے کھانے کو دیا اور خوف سے امن دیا۔

جب ایامِ حج آتے تو ہاشم تمام حجاج کو گوشت اور روٹی اور شہاد اور کھجور یہ چیزیں کھلاتے اور زمزم کا پانی پلاتے منیٰ اور مزدلفہ اور عرفات میں بھی اسی طرح کھانے اور پینے کا انتظام فرماتے

امیہ بن عبد شمس کو ہاشم کا یہ جود و کرم اور تمام عرب میں ان کا یہ اقتدار بہت شاق

(۱) القریش، آیہ: ۱-۴۔

اور گراں تھا۔ امیر نے بھی اس کی کوشش کی کہ ہاشم کی طرح لوگوں کو کھلائے۔ مگر امیر باوجود زور و
اور دولت کے ہاشم کا مقابلہ نہ کر سکا۔

بنی ہاشم^(۱) سے بنی امیہ کی عدولت کا سلسلہ اول یہیں سے شروع ہوا۔

ایک بار ہاشم قافلہ تجارت کے ساتھ سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں مدینہ منورہ
ٹھہرے۔ وہاں بازار میں ایک عورت پر نظر پڑی۔ حسین جمیل ہونے کے علاوہ شرافت و
نجابت، فہم اور فراست اس کے چہرہ سے نمایاں تھی۔ ہاشم نے دریافت کیا یہ عورت کسی
کی منکوحہ ہے یا نکاح ہے۔ معلوم ہوا کہ اصبحہ بن جلالح کی منکوحہ تھی جس سے عمر اور معبد یہ
دو لڑکے پیدا ہوئے۔ بعد میں اصبحہ نے اس کو طلاق دے دی۔

ہاشم نے اس سے نکاح کا پیام دیا۔ ہاشم کی نسب شرافت اور ذاتی مکارم کی وجہ سے اس
نے اس پیام کو قبول کیا اور نکاح ہو گیا۔ اُس عورت کا نام سلمیٰ بنت عمرو تھا جو قبیلہ بنی النجار
سے تھی۔ نکاح کے بعد ہاشم نے ایک دعوت دی جس میں تمام قافلہ دلالے شریک تھے
اور کچھ لوگ قبیلہ خزرج کے بھی مدعو تھے۔

ہاشم نے نکاح کے بعد کچھ روز مدینہ میں قیام کیا۔ سلمیٰ کو حمل ہو گیا جس سے عبد المطلب
پیدا ہوئے۔ جس وقت پیدا ہوئے تو سر میں ایک بال سفید تھا۔ اس لیے شیبہ نام رکھا گیا۔
ہاشم قافلہ کے ساتھ غزوہ کی جانب روانہ ہوئے۔ غزوہ پہنچ کر ہاشم کا انتقال ہو گیا۔ وہیں
مدفن ہوئے (۲)

عبد المطلب : عبد المطلب کا نام شیبہ الحمد تھا۔ نہایت حسین و جمیل
تھے شاعر کہتا ہے ۔

(۱) فی ذہ الترجمۃ اشارۃ ال ان ابدال العداۃ من بنی امیر لامن بنی ہاشم۔

(۲) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج: ۱، ص: ۴۵، ۴۶۔

عَلَى شَيْبَةَ الْحِمْدِ الَّذِي كَانَ وَجْهَهُ يُضِيئُ ظِلَامَ اللَّيْلِ كَالْقَمَرِ الْبَدِيمِ

(چودھویں رات کے چنانکا طرح شیبہ الحمد کا چہرہ رات کی تاریکی کو روشن کرتا تھا۔ ج ۱)
عبد المطلب کے لفظی معنی ”مطلب کا غلام“ ہیں۔ ہاشم کے انتقال کے بعد عبد المطلب کی والدہ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں اپنے میکہ بنی خزرج ہی میں مقیم رہیں جب عبد المطلب ذرا بڑے ہو گئے تو ان کے چچا مطلب ان کے لینے کے لیے مکہ سے مدینہ آئے۔ جب اُن کو لے کر واپس ہوئے تو مکہ میں داخل ہوتے وقت عبد المطلب اپنے چچا مطلب کے پیچھے اونٹ پر سوار تھے۔ شیبہ کے کپڑے میلے کچیلے اور گراؤد تھے اور چہرہ سے تیمی ٹپکتی تھی۔ لوگوں نے مطلب سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ مطلب نے حیا کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ یہ میرا غلام ہے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ہتھیجا ایسے میلے کپڑوں میں کیوں ہے۔ اس لیے عبد المطلب کے نام سے شہر ہو گئے۔ مطلب نے مکہ پہنچ کر ہتھیجہ کو عمدہ لباس پہنایا اور اس وقت ظاہر کیا کہ یہ میرا ہتھیجا ہے (۱)

ابن سعد، طبقات میں روایت کرتے ہیں کہ عبد المطلب تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ بُردبار اور عظیم اور سب سے زیادہ سخی اور کریم اور سب سے زیادہ ثراور نقد سے دُور بھاگنے والے تھے اور قریش کے مسلم سر دار تھے۔ (۲)

عبد المطلب کا جو دھوکہ کم اپنے باپ ہاشم سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ عبد المطلب کی ممکنہ نئی انسانوں سے گڈ کر چرند اور پرند تک پہنچ گئی تھی۔ اسی وجہ سے عرب کے لوگ اُن کو فیاض اور عظم طیر السمار (آسمان کے پرندوں کو کھانا کھلانے والا) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

(۱) فتح الباری، ج ۱، ص ۱۲۴ (۲) الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۵۱

شراب کراپنے اور پر حرام کیا ہوا تھا۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو خاص طور سے فقراء اور مسکین کو کھانا کھلاتے۔ غار حرا میں سب سے پہلے خلوت و عزلت عبدالمطلب ہی نے کی۔ (۱)

چاہِ زم زم اور عبدالمطلب کا خواب

قبیلہ جرہم کا اہلی وطن بن تھا۔ مشیتِ ایزدی سے بن میں قحط پڑا۔ اس وجہ سے بنی جرہم معاش کی تلاش میں نکلے۔ اتفاق سے انرا راہ میں اسمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ سے چاہِ زم زم کے قریب ملاقات ہو گئی۔ بنو جرہم کو یہ جگہ پسند آئی اور اسی جگہ قیام پذیر ہو گئے اور پھر بعد چندے اسمعیل علیہ السلام کی شادی اسی قبیلہ میں ہوئی اور نبی ہونے کے بعد علاقہ اور جرہم اور اہل مین کی طرف مبعوث ہوئے۔ ایک سو میں سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ حیطہ میں باپنی والدہ ماجدہ کے قریب مدفون ہوئے اسمعیل علیہ السلام کے وصال کے بعد حسب وصیت ان کے بیٹے قیدار، خانہ کعبہ کے متولی ہوئے۔ اسی طرح بنو اسمعیل خانہ کعبہ کے متولی ہوتے رہے۔ مرو زمانہ کے بعد بنو اسمعیل اور بنو جرہم میں منازعت اور مخالفت کی ذہبت آئی۔ بالآخر بنی جرہم غالب آگئے اور مکہ میں جرہم کی حکومت قائم ہو گئی۔ چند روز کے بعد جرہم کے حکام لوگوں پر ظلم و ستم ڈھلنے لگے۔ یہاں تک ظلم کیا کہ اولاد اسمعیل مکہ کے اطراف و جوانب میں آباد ہو گئی۔ جرہم کا جب ظلم و ستم و فحور اور بیت اللہ کی بے حرمتی سے گزر گئی تو ہر طرف سے قبائل عرب مقابلہ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ مجبوراً قبیلہ جرہم کو مکہ سے نکلنا اور بھاگنا پڑا لیکن جس وقت مکہ سے نکلنے لگے تو خانہ کعبہ کی چیزوں کو بیرون زم زم میں دفن کر گئے اور بیرون زم زم کو

اس طرح بند کر گئے مکرزمین کے چوڑے پہاڑ اور زمزم کا نشان بھی دریا بنی حرم کے چلے جانے تک بعد بنی تھیل مکہ میں واپس آ گئے اور آباد ہو گئے مگر یہ زمزم کی طرف کسی نے کوئی توجہ نہ کی۔ مرد زمانہ سے اس کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ یہاں تک جب مکہ کی حکومت اور سرداری عبد المطلب کے قبضہ میں آئی اور ارادہ خداوندی اس جانب متوجہ ہوا کہ چاہے زمزم جو عرصہ سے بند اور بنے نام و نشان پڑا ہے۔ اس کو ظاہر کیا جائے تو روئے صالحہ یعنی پہلے خواب کے ذریعہ سے عبد المطلب کو اس جگہ کے کھودنے کا حکم دیا گیا اور اس جگہ کے نشانات اور علامت خواب میں بتلائے گئے۔ چنانچہ عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں حلیم میں سو رہا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھ سے خواب میں یہ کہا اِحْفِزْ بَسْرَةَ بَرٍّ وَكُودُوْا۔ میں نے دریافت کیا وَمَا بَسْرَةُ بَرٍّ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا۔ اگلے روز پھر اسی جگہ سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا ہے اِحْفِزْ الْمَضْنُوْنَةَ مَضْنُوْدَ كُودُوْا۔ میں نے دریافت کیا وَمَا الْمَضْنُوْنَةُ مَضْنُوْدَ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا تیسرے روز پھر اسی جگہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا ہے اِحْفِزْ حَلِيْبَتَ طَيْبٍ كُودُوْا۔ میں نے کہا وَمَا حَلِيْبَتَ طَيْبٍ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا۔ چوتھے روز پھر اسی جگہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہتا ہے اِحْفِزْ زَمْزَمَ كُودُوْا۔ میں نے کہا وَمَا زَمْزَمَ زمزم کیا ہے؟ اس نے جواب دیا:-

لَا تَنْزِفُ اَبَدًا وَلَا تُدْمِ
تَسْقِي الْحَجِجَ
الاعظم
وہ پانی کا ایک کنواں ہے جس کا پانی نہ کبھی
ٹوٹا ہے اور نہ کبھی کم ہوتا ہے بے شمار حجاج
کو سیراب کرتا ہے۔

طیبہ اور مضنوزہ اور برہہ یہ سب زمزم کے القاب اور اوصاف ہیں۔ طیبہ کے معنی پاکیزہ اور برہہ کے معنی وسیع اور کشادہ کے ہیں اور مضنوزہ کے معنی قابلِ بخل کے ہیں۔ نفیس چیزیں انسانِ بخل سے کام لیتا ہے۔ سو زمزم کا پانی نہایت پاکیزہ اور کثیر اور وسیع بھی ہے اور نہایت نفیس ہے۔ کافر اور منافق کو دینے میں بخل چاہیے۔ یہ پانی مومن کے مناسب ہے، کافر اور منافق کے مناسب نہیں۔

اور پھر اُس جگہ کے کچھ نشانات اور علامات بتلائے کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس طرح بار بار دیکھنے اور نشانات کہہ تلانے سے عبد المطلب کے نقین ہو گیا کہ یہ سچا خواب ہے یعنی ربانے صاف فرمایا کہ عبد المطلب نے قریش سے اپنا خواب ذکر کیا اور کہا کہ میرا ارادہ اس جگہ کو کھودنے کا ہے۔ قریش نے کھودنے کی مخالفت کی مگر عبد المطلب نے مخالفت کی کوئی پروا نہیں کی اور کدال اور بچاؤڑہ لے کر اپنے بیٹے حارث کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئے اور نشان کے مطابق کھودنا شروع کر دیا۔ عبد المطلب کھودتے جاتے تھے اور حارث مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے جاتے تھے۔ تین روز کے بعد ایک من ظاہر ہوئی۔ عبد المطلب نے فرط مسرت سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور یہ کہا:-

هَذَا اطوى اسمعيل
یہی اسمعیل علیہ السلام کا کنواں ہے
اس کے بعد عبد المطلب نے چاہ زمزم کے قریب کچھ حوض تیار کرائے جن میں
اب زمزم بھر کر حایوں کو بلائے چند حاسدوں نے یہ شرارت شروع کی کہ شب میں اُن
حوض کو خراب کر جاتے۔ جب صبح ہوتی تو عبد المطلب اُن کو درست کرتے۔ بالآخر گھبرا کر
اس بالے میں اللہ سے دُعا مانگی۔ اُس وقت اُن کو خواب میں یہ بتلایا گیا کہ تم یہ دعا مانگو۔
اللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَا اَحِلُّهَا الْمَغْسِلَ
لے اللہ میں اس زمزم سے لوگوں کو غسل
ولکن ہي لشارِب
کرنے کی اجازت نہیں دیتا صرف پینے
جل
کی اجازت ہے۔

صبح اُٹھتے ہی عبد المطلب نے اس کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد جس کسی نے حوض کے
خراب کرنے کا ارادہ کیا وہ ضرور کسی بیماری میں مبتلا ہوا جب بال بار اس قسم کے واقعات
نہیں دیکھے تو حاسدوں نے عبد المطلب کے حوضوں سے تعرض کرنا چھوڑ دیا۔ اس
واقعہ کی پوری تفصیل طبقات ابن سعد ص ۵۳۹ اور خصائص کبریٰ ص ۲۳۳ و ۲۳۴ ج ۱
اور زرقانی ص ۹۴ ج ۱ اور البیہ والنهاية لابن کثیر ص ۲۴ ج ۲ پر مذکور ہے۔

عبدالمطلب کی نذر

چاہ زمزم کے کھودتے وقت عبدالمطلب کا سوائے اکلوتے بیٹے حارث کے اور کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ اس لیے منت مانی کہ اگر حق تعالیٰ مجھ کو دس بیٹے عطا فرمائے جو جوان ہو کر میرے دست و بازو بنیں تو ایک فرزند کو اللہ کے نام پر فسخ کروں۔ جب اللہ نے اُن کی یتیمنا دار آرزو پوری کی اور دس بیٹے پلے ہو گئے تو ایک رات خانہ کعبہ کے سامنے سو رہے تھے تو خواب میں یہ دیکھا کہ ایک شخص یہ کہہ رہا ہے:-

یا عبدالمطلب اوف بنذرک اے عبدالمطلب اس نذر کو پلہ کیجیے جو لرب هذا البیت اپنے اس گھر کے مالک کے لیے مانی تھی۔

عبدالمطلب خواب سے بیدار ہوئے اور سب بیٹوں کو جمع کیا اور اپنی نذر اور خواب کی خبر دی سب نے ایک زبان ہو کر یہ کہا:-

اوف بنذرک وافعل ماشئت آپ اپنی نذر پوری کریں اور جو چاہیں کریں عبدالمطلب نے سب بیٹوں کے نام پر قرعہ ڈالا۔ حسن اتفاق سے قرعہ حضرت عبداللہ کے نام پر نکلا جن کو عبدالمطلب سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر منہ سج یعنی قربان گاہ کی طرف چلے اور چھری ساتھ تھی۔ حضرت عبداللہ کی ہنسی یہ دیکھ کر رونے لگیں اور ان میں سے ایک بہن نے یہ کہا کہ اے باپ آپ دس اونٹوں اور عبداللہ میں قرعہ ڈال کر دیکھئے اگر قرعہ اونٹوں کے نام پر نکل آئے تو دس اونٹوں کی قربانی کر دیجیے اور ہمارے بھائی عبداللہ کو چھوڑ دیجیے اور اُس وقت دس اونٹ ایک آدمی کی دیت اور خون بہا ہوتے تھے۔ قرعہ جو ڈالا گیا تو اتفاق سے حضرت عبداللہ کے ہی نام پر نکلا۔ عبدالمطلب دس دس اونٹ زیادہ کر کے قرعہ ڈالتے جاتے تھے مگر قرعہ عبداللہ ہی کے نام پر نکلتا تھا۔

یہاں تک کہ سواونٹ پورے کر کے قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ اڑنٹوں کے نام پر نکلا۔ اس وقت عبد المطلب اور تمام حاضرین نے اللہ اکبر کہا۔ بہنیں اپنے بھائی عبد اللہ کو اٹھا لائیں اور عبد المطلب نے وہ سواونٹ صفا اور مردہ کے مابین نخر کیے^(۱)۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اول دیت کی مقدار دس اُونٹ تھی۔ سب سے پہلے عبد المطلب نے قریش اور تمام عربیہ یثنت جاری کی کہ ایک آدمی کی دیت سواونٹ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔ اسی واقعہ کے بعد سے حضرت عبد اللہ ذبیح کے لقب سے موسوم ہوئے اور اسی وجہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابن الذبیحین کہتے ہیں یعنی دو ذبیح کے فرزند۔

حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آپ کو ان لفظوں سے خطاب کیا ”یا ابن الذبیحین!“ آپ نے قسم فرمایا حضرت معاویہ جب اس حدیث کی روایت سے فارغ ہوئے تو حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ وہ دو ذبیح کون ہیں؟ تو حضرت معاویہ نے حضرت عبد اللہ کا یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ ایک عبد اللہ اور دوسرے حضرت اسماعیل (رواہ الحاکم وابن جریر) (۲)

علامہ زندقانی فرماتے ہیں کہ قریش جب قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو عبد المطلب کو شیر بہاڑ پر لے جاتے اُن کی برکت سے بارانِ رحمت کی دُعا کرتے اور بار بار ایسا پُرا کہ قریش کی مشکلات عبد المطلب کی برکت سے حل ہوتیں۔

ان کی شانِ عام اہل عرب کے بالکل جُدا تھی۔ اپنی اولاد کو ظلم اور فساد سے منع کرتے اور مکالمِ اخلاق کی ترغیب دیتے۔ حقیر اور دنی امور سے روکتے۔

عبد المطلب نذر کے بُرا کرنے کی تاکید فرماتے اور محارم (مثلاً بہن اور چھوٹی

(۱) البدایۃ والنہایۃ، ج: ۲، ص: ۲۴۴ (۲) الخصائص الکبریٰ ج: ۱، ص: ۴۵۔

اور خالہ وغیرہ) سے نکاح کرنے کو منع کرتے۔ شراب اور زنا اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے اور بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنے سے لوگوں کو روکتے۔ چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتے (زر قانی ص ۸۶ ج ۱) اور یہ وہ امور ہیں کہ قرآن و حدیث میں جن کی تصدیق اور تائید اکید مذکور ہے چنانچہ سیرت جلدیہ میں ابن جوزی سے منقول ہے کہ عبد المطلب سے جو امور منقول ہیں ان میں سے اکثر کا قرآن و حدیث میں حکم آیا ہے۔ مثلاً نذر کا پورا کرنا۔ نکاح محارم کی حرمت، چور کا ہاتھ کاٹنا، لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کی ممانعت، شراب اور زنا کی حرمت۔ بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنے کی ممانعت۔ انتہی۔ ان واقعات اور حالات کے پڑھنے کے بعد یہ بات بخوبی منکشف ہو جاتی ہے کہ جس قدر زمانہ نبوت قریب ہوتا جاتا ہے اسی قدر مکارم اخلاق اور محاسن آداب، انوار و برکات اور خوارق عادات کا ظہور بڑھتا جاتا ہے خصوصاً عبد المطلب کے سوانح زندگی میں جا بجا روایتے صالحہ (سچا خواب) جو کہ نبوت کا مبدأ اور آغاز ہے نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ عبد المطلب کو جب کبھی کوئی واقعہ پیش آتا تو ویسے صالحہ اور الہامات سے ان کی رہبری اور رہنمائی کی جاتی۔

صحیح کلم میں والہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسمعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب اور برگزیدہ فرمایا۔ ابن سعد کی ایک مرسل روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے کہ بنی ہاشم میں سے عبد المطلب کو پسند فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاشا اس بیان سے کسی قسم کا تاخر مقصود نہیں بلکہ حقیقتِ حال کو واضح کرنا مقصود ہے تاکہ لوگ ان کی منزلت اور مرتبہ طاعت ہوں اور حق جل شانہ کی ایک نعمت کی تحدیث اور اس کا اظہار مطلوب ہے کہ اس

رب العالمین کا لاکھ لاکھ کر ہے کہ اس نے مجھ کو ایک برگزیدہ اور پسندیدہ خاندان سے
بمحوث فرمایا۔

تفاخر اس کا نام ہے کہ اپنی بڑائی ہو اور دوسرے کی بُرائی۔ اپنی تعظیم اور دوسرے
کی تذلیل۔ انہما حقیقت کا نام تفاخر نہیں۔ اس کے علاوہ انبیاء اور اولیاء میں یہ فرق
ہے کہ اولیاء پر اپنے کسی کمال کا انہما بھی واجب اور لازم نہیں حتیٰ کہ ولی پر اپنی ولایت کا
اعلان بھی ضروری نہیں الّا یہ کہ کسی وقت کوئی دینی مصلحت اس اعلان کے لیے داعی
ہو۔ بخلاف نبی کے اُس پر میں جانب اللہ یہ فرض ہے کہ وہ اپنی نبوت و رسالت کی طرح
اپنے خدا و کمال کا بھی اعلان کرے تاکہ اُمت اس کے مرتبہ سے واقف ہو اور اُن کے
کمال سے متفید ہو اور اُس کی ذات ستودہ صفات میں کسی کوئی کم کا کوئی شک نہ تر و نہ
ہو چہ خدا نخواستہ کسی بذصیب کے لیے تخریبِ ایمان کا باعث بنے اور تاکہ جس طرح سے
اُس کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح اُس کے مصطفیٰ اور محبوبانہ حرثیت
سے پسندیدہ اور برگزیدہ ہونے پر بھی ایمان لائیں اور اسی وجہ سے حدیث میں ہے:-

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور بطورِ فخر نہیں
بلکہ بطورِ تبلیغ کرتا ہوں کہ اللہ کا حکم ہے:-

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ كُنْتَ
تَفْعَلْ فَمَا بَكَفُتَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ كُنْتَ تَفْعَلْ فَمَا بَكَفُتَ
اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ كُنْتَ تَفْعَلْ فَمَا بَكَفُتَ
مِرْسَالَتَكَ ط (۱) کا پیام نہیں پہنچایا۔

مقصود یہ ہے کہ میں اس حکم کی تعمیل کے لیے نبوت و رسالت کی طرح اپنی سیادت
کا اعلان کرتا ہوں علنا مباحات اور تفاخر مقصود نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جبریل نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ میں نے مشرق سے کر مغرب تک تمام زمین کو چھان ڈالا مگر بنی ہاشم سے افضل اور بہتر کسی کو نہ پایا۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر صحت کی علامات اور آثار بالکل نمایاں اور ظاہر ہیں۔ حکیم ترمذی فرماتے ہیں کہ جبریل امین نے پاک نفوس کی تلاش میں زمین کا ہر کچرہ لگایا مگر زمانہ چونکہ جاہلیت کا تھا اس لیے جبریل نے ظاہری افعال و اعمال پر نظر نہ کی بلکہ فطرت اور استعداد پر نظر کی۔ اس اعتبار سے عموماً عرب اور خاص بنی ہاشم سے کسی کو افضل نہ پایا (۱) اس زمانہ میں عرب کو تمام اقوام عالم پر چند وجوہ سے ایسا تفوق اور امتیاز حاصل تھا کہ کوئی قوم ان کی ہم پلہ اور ہم سر نہ تھی۔

(۱) حَسَبِ نَسَبٍ : عربوں میں نسب دانی کا اس درجہ انتہا تھا کہ انسانوں سے گذر کر گھوڑوں کے نسب نامے بھی یاد رکھے جاتے تھے۔ یہ بھی یاد رکھا جاتا تھا کہ کون آزاد عورت کے لطن سے ہے اور کون باندی کے لطن سے ہے اور کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کس نے رضیعہ کا۔ جیسا کہ سلیمان بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے انا ابن الاکوع والیوم بیوم الرضیع میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج معلوم ہو جائے گا کہ کس نے حُضْرہ (آزاد اور شریف عورت) کا دودھ پیا ہے اور کس نے باندی کا ایک جاہلی شاعر کہتا ہے ۛ

لَوْ كُنْتُ مِنْ مَّازِنٍ لَمْ تَسْتَحِ اِبْلٰی بَنُو اللَّقِیْطَةِ مِنْ ذُهْلٍ بَنِ شِیْبَانَ
اگر میں قبیلہ مازن سے ہوتا تو ایک سرک پر سے اٹھائی ہوئی عورت کے بیٹے جو قبیلہ ذہل بن شیبان کی طرف منسوب ہیں ہرگز میرے اونٹ نہ پکڑ سکتے بغرض تحقیر ان کو بنو اللقیطہ سے تعبیر کیا کہ وہ کسی شریف عورت کے بیٹے نہیں بلکہ سرک پر سے اٹھائی ہوئی عورت کے بیٹے ہیں۔

(۲) شجاعت: بہادری اور شجاعت کا یہ حال تھا کہ جس وقت سارا عالم قیصر و کسریٰ کا محکوم اور غلام بنا ہوا تھا، عرب اُس وقت باوجود اپنی بے سرو سامانی کے کسی کا محکوم نہ تھا۔ جرأت کا یہ حال تھا کہ عرب کا ایک ادنیٰ فقیر بات کرتے وقت کسی بڑے بادشاہ سے بھی عجب نہ ہوتا تھا۔

(۳) سخاوت و ایشار: سخاوت کا یہ حال تھا کہ ایک مہمان کی خاطر سالم اونٹ ذبح کر ڈالتے تھے۔ خود بھوکے رہنا گوارا مگر مہمان کا بھوکا رہنا ناممکن۔

(۴) قوتِ حافظہ اور ذکاوت: عرب کے حافظہ اور ذکاوت کا تو چار دانگ عالم میں ڈنکا ہے۔ سو سو شعر کا قصیدہ ایک ہی مرتبہ سن کر یاد ہو جاتا تھا۔

(۵) غیرت و حمیت: غیرت و حمیت کا یہ حال تھا کہ اپنی یا اپنے قبیلہ کی ادنیٰ بے چہری پر بجان و مال قربانی کی طرح بہا ڈالتے تھے۔ آپس کے جنگِ جدال اکثر و بیشتر اسی وجہ سے ہوتے تھے۔

(۶) فصاحت و بلاغت: فصاحت و بلاغت میں کوئی زبان عربی زبان کی پانگ بھی نہیں بلکہ اول ترکسی زبان میں علم و بلاغت پر مستقل کتابیں نہیں اگر کچھ ہیں تو وہ سب عربی زبان کی کتابوں سے ماخوذ اور سرورق ہیں۔ دستِ قدرت نے ان کی جبلت اور فطرت میں یہ اخلاق و ملکات اور یہ جواہر کمالات و دلالت رکھے تھے مگر جہل اور نادانی کی وجہ سے بے محل صرف ہو رہے تھے لیکن انھیں اخلاق اور ملکات کا جب تعلیم ربّانی اور تلقینِ رحمانی سے روح بدل گیا تو یہی جاہل قوم جو عملاً زندوں سے بھی بدتر تھی وہ ملائکہ سے بھی افضل اور بہتر ہو گئی اور یہی قوم جو قتل و غارت گری میں مبتلا تھی جب راہِ خدا میں جان بازی اور سرفروشی کے لیے کھڑی ہو گئی تو آسمان کے فرشتے سفید یازر و یاسیاء علمائے باندھ کر ان کی نصرت و اعانت اور ان کے دشمنوں سے جہاد و قتال کے لیے حاضر ہو گئے۔ بہر حال عرب کے لوگ اگرچہ افعال و اعمال کے

محافظ سے فی الحال اچھے نہ تھے مگر اخلاق اور طہارت اور استعداد اور فطرت کے لحاظ سے نہایت پسندیدہ تھے اعمال کی اصلاح سہل ہے مگر اخلاق اور فطرت اور جبلت کا بدلنا ناممکن ہے۔ اس لیے حق جل شانہ نے اپنی نبوت و رسالت کے لیے اس خاندان کو منتخب فرمایا تاکہ اس قوم سے جو نبی پیدا ہو وہ کامل الاخلاق، سلیم الغیرت اور صحیح الجبلت ہو اس لیے کہ نبی کے لیے کامل الاخلاق ہونا ضروری و لازمی ہے تاکہ وہ دوسروں کی اصلاح کر سکے۔

عبداللہ : حافظ مستقلانی فرماتے ہیں کہ یہ آپ کے والد ماجد کا نام ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں (۲)

یہ وہ نام ہے کہ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ دو نام محبوب ہیں، ایک عبداللہ اور دوسرا عبدالرحمن (رواہ کلم) اس لیے کہ لفظ اللہ اسم اعظم ہے جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ النعمان، رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس کو امام محمد آدمی نے شکل الانار ص ۶۳ میں اپنی سند سے بیان کیا ہے۔ اسم اعظم ہست اللہ العظیم جانِ جان و محیی عظیم ربیم

تمام اسمائے حق جلالہ کے تابع ہیں اسم اللہ کے بعد اسم الرحمن کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حق جل شانہ کا یہ ارشاد اس طرف مشیر ہے قُلْ اَدْعُ اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ (آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کو پکار یا الرحمن کو) اس وجہ سے یہ دو نام سب سے زیادہ محبوب ہوتے اول عبداللہ جو اسم اعظم کی طرف مضاف ہے اور دوسرا عبدالرحمن جو اسم الرحمن کی طرف

علیہ قال الحافظ ابن تیمیہ لیس فضل العرب فقریش فبنی ہاشم بمجر کو ن البنی صلی اللہ علیہ وسلم انہم وان کان ہذا من الفضل بل ہم فی انفسہم فضل ای باعتبار الاخلاق الکرام والخصال الحمیدۃ واللان العرب وذلک یشہد للبنی صلی اللہ علیہ وسلم انہ افضل نسا وانا الزم الدور ۱۲ زرقانی ص ۲۹ ج ۱

(۲) فتح الباری، ج : ۷، ص : ۱۲۴

صفات ہے جس کا مرتبہ اسمِ اعظم کے بعد ہے عجب نہیں کہ حضرت عبداللہ کی ولادت کے وقت عبدالمطلب کے دل میں خاص طور پر من جانب اللہ یہ افکار کیا گیا ہو کہ اس فرزندِ جند کا نام تو ایسا رکھیں جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہؓ نکاح

عبدالمطلب جب عبداللہ کے فدیہ سے فارغ ہوئے تو شادی کی فکر دانگیں ہوئی۔ قبیلہ بنی زہرہ جو شرافتِ نسبی میں ممتاز تھا اس میں وہب بن عبدمناف کی صاحبزادی سے جن کا نام آمنہؓ تھا اور اپنے چچا وہیب بن عبدمناف کی زیر تربیت تھیں۔ ان سے حضرت عبداللہ کے نکاح کا پیام دیا اور خود وہیب (حضرت آمنہ کے چچا) کی صاحبزادی جن کا نام مالہؓ تھا ان سے عبدالمطلب نے خود اپنے نکاح کا پیام دیا۔ ایک ہی مجلس میں دونوں نکاح پڑھے گئے۔ حضرت حمزہؓ انہی کے لطن سے ہیں جو رشتہ میں چچا بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی (۱)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب عبدالمطلب اپنے فرزند عبداللہ کو نکاح کے لیے لے کر چلے تو راستہ میں ایک یہودی عورت پر گزر ہوا جس کا نام فاطمہ بنتِ مُرّ تھا اور توریت و انجیل وغیرہ سے بخوبی واقف تھی حضرت عبداللہ کے چہرے میں نورِ نبوت دیکھ کر اپنی طرف بلایا اور یہ کہا میں تجھ کو ستواؤنبٹ نذر کروں گی حضرت عبداللہ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

اما الحرام فالملات دُونہ وَالْحَلُّ لَاحِلٌ فَاسْتَبَيْنَهُ
حرام کے ارتکاب سے موتِ آسان ہے اور ایسا فعل بالکل حلال نہیں جس کو معرضِ ظہور میں لاسکوں

فکیف بالامر الذی تبغینہ یحییٰ الکریم عِرضہ و دینہ
جس ناجائز امر کی تو طلب کا رہے وہ مجھ سے کیسے ممکن ہے کریم النفس آدمی تو اپنی آبرو اور
اپنے دین کی پوری حمایت اور حفاظت کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ جب حضرت آمنہ سے نکاح کر کے واپس ہوئے تو واپسی میں
پھر اسی عورت پر گزر پڑا تو اس نے دریافت کیا کہ اے عبداللہ تم یہاں سے جانے کے
بعد کہاں رہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں نے اس عرصہ میں وہب بن عبد مناف
کی صاحبزادی آمنہ سے نکاح کیا اور نکاح کے بعد تین روز وہاں قیام کیا۔ اس بیوی
عورت نے سن کر یہ کہا کہ واللہ میں کوئی بدکار عورت نہیں۔ تمہارے چہرے میں نر نریت
کو دیکھ کر یہ چاہا تھا کہ یہ نور میری طرف منتقل ہو جائے لیکن اللہ نے جہاں چاہا وہاں اس
نور کو ودیعت رکھا۔

یہ روایت دلائل ابی نعیم (۱) میں چار طریقوں سے اور طبقات ابن سعد (۲)
میں تین طریقوں سے مذکور ہے جس کے بعض راوی ضعیف بھی ہیں لیکن جو روایت اس
قدر مختلف طریقوں سے مروی ہو۔ بالفرض اس روایت کی ہر سند کا ہر راوی بھی فرداً فرداً
ضعیف ہو تب بھی محدثین کے نزدیک مقبول ہے۔

مختلف طریقوں سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ کے درجہ تک پہنچ جاتی
ہے۔ چہ جائیکہ جس روایت کے صرف بعض راوی ضعیف ہوں اور روایت مختلف طریقوں
سے مروی ہو اس کے مقبول اور مقبر ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے اور یہ روایت تاریخ
طبری ص ۵۶، ۵۷ میں بھی سند کے ساتھ مذکور ہے جس کے اکثر راوی بخاری کے راوی ہیں۔
حضرت عبداللہ بغرض تجارت قافلہ کے ساتھ شام تشریف لے گئے۔ راستہ میں بیماری
کی وجہ سے مدینہ منورہ ٹھہر گئے۔ قافلہ جب واپس مکہ پہنچا تو عبدالطلب نے دریافت کیا کہ

(۱) دلائل ابی نعیم: ج ۱، ص: ۳۸ (۲) طبقات ابن سعد ج ۱، ص: ۵۹

عبداللہ کہاں رہ گئے۔ قافلہ والوں نے کہا کہ بیماری کی وجہ سے اپنی ناناں بنی بخاریں مدینہ شہر گئے
عبدالطلب نے فوراً ہی اپنے بڑے فرزند حارث کو مدینہ روانہ کیا مدینہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ
کا انتقال ہو چکا۔ ایک ماہ بیمار رہے اور انتقال کے بعد مدینہ منورہ ہی میں نابغہ کے مکان میں
مدفن ہوئے۔ حارث نے واپس ہو کر عبدالطلب اور خویش واقارب کو اس حادثہ فاجعہ
کی اطلاع دی جس سے سب کو سخت صدمہ اور ملال ہوا (۱) قیس ابن مخمر سے مروی
ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منورین مادر ہی میں تھے کہ حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا
قال الحاکم هذا حدیث علی شرط مسلم۔ واقرة الذہبی (۲)
وفات کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر علی اختلاف الاقوال ۳۰ یا ۲۵ یا ۲۸ یا ۱۸ سال
کی تھی۔ حافظ علانی اور عتقلانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ وفات کے وقت اٹھارہ سال
کا سن تھا اور علامہ سیوطی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے (۳) انتقال کے وقت عبداللہ نے
پانچ اونٹ اور چند بکریاں اور ایک باندی جن کی کنیت ام امین اور نام برکت نھایہ چیزیں
ترک میں چھوڑیں۔

واقعہ اصحاب فیل

حنوز پر ٹور کی ولادت سے پچاس یا پچپن روز قبل اصحاب فیل کا واقعہ پیش
آیا جو سیرت اور تاریخ میں معروف اور مشہور ہے اور قرآن کریم میں اس کے بارہ میں ایک
خاص صورت نازل ہوئی مفصل قصہ کتب تفسیر میں مذکور ہے مختصر یہ ہے کہ سنجاشی شاہ
حبشہ کی جانب سے یمن کا حاکم ابرہہ نامی تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ تمام عرب کے لوگ
حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرر جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو اس نے یہ
چاہا کہ عیسائی مذہب کے ہمارے ایک عالیشان عمارت بناؤں جو نہایت مکلف اور مرصع ہو

(۱) زرقانی، ج: ۱، ص: ۱۰۹ (۲) مستدرک حاکم۔ ج: ۲، ص: ۶۰۵

(۲) زرقانی۔ ج: ۱، ص: ۱۰۹۔

تا کہ عرب کے لوگ سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مصنوعی پر تکلف کعبہ کا طواف کرنے لگیں چنانچہ یمن کے دار السلطنت مقام صنعاء میں ایک نہایت خوبصورت گرجا بنایا عرب میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو قبیلہ کنانہ کا کوئی آدمی وہاں آیا اور پرستانہ کر کے بھاگ گیا۔ یابن عباس سے منقول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عرب کے زوجواہل نے اس کے قریب جوار میں آگ جلائی ہوئی تھی ہوا سے اڑ کر اس گرجا میں لگ گئی اور گرجا جل کر خاک ہو گیا۔ ابرہہ نے غصہ میں اس کو قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کو منہدم اور مکار کے سانس لوں گا۔ اسی ارادہ سے مکہ پر فوج کشی کی راستہ میں جس عرب کے قبیلہ نے مزاحمت کی اس کو تیغ کیا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچا لٹکا اور باقی بھی ہلاک تھے۔ اطراف مکہ میں اہل مکہ کے یویشی چرتے تھے۔ ابرہہ کے لشکر نے وہ یویشی بکڑے جن میں دو سوانٹ حضور کے جدِ اجداد عبد المطلب کے بھی تھے۔ اس وقت قریش کے سردار اور خانہ کعبہ کے متولی عبد المطلب تھے جب ان کو ابرہہ کی خبر ہوئی تو قریش کو جمع کر کے کہا کہ گھبراؤ امت مکہ کو خالی کر دو خانہ کعبہ کو کوئی منہدم نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ بعد ازاں عبد المطلب چند روز سار قریش کو لیکر ابرہہ سے ملنے گئے اندر اطلاع کرائی۔ ابرہہ نے عبد المطلب کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ قحطی شام نے عبد المطلب کو بے مثال حسن و جمال اور عجیب عظمت و ہیبت اور وقار و دبدبہ عطا فرمایا تھا۔ جس کو دیکھ کر شخص مرعوب ہو جاتا تھا۔ ابرہہ عبد المطلب کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور نہایت اکرام اودا احترام کے ساتھ پیش آیا۔ یہ تو مناسب نہ سمجھا کہ کسی کو اپنے تخت پر اپنی برابر بٹھلائے۔ البتہ ان کے اعزاز و اکرام میں یہ کیا کہ خود تخت سے اتر کر فرش پر ان کو اپنے ساتھ بٹھلایا۔ اثنائے گفتگو میں عبد المطلب نے اپنے اونٹوں کی ردا کی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے متعجب ہو کر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم نے مجھ سے اپنے اونٹوں کے بارہ میں کلام کیا اور خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین اور مذہب ہے اس کے بارہ میں تم نے کوئی حرف نہیں کہا۔ عبد المطلب نے جواب دینا نہ مارا بل

ولایتِ ربِ سینعو۔ میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے میں نے اونٹوں کا سوال کیا اور کعبہ کا خدا مالک ہے وہ خود اپنے گھر کو بچائے گا۔ ابرہہ نے کچھ سکوت کے بعد عبد المطلب کے اونٹوں کے ایس کرنے کا حکم دیا۔ عبد المطلب اپنے اونٹ لیکر واپس آگئے اور قریش کو حکم دیا کہ خالی کر دیں اور تمام اونٹوں کو خانہ کعبہ کی نذر کر دیا اور چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر خانہ کعبہ کے دروازے پر حاضر ہوئے کہ سب گڑ گڑا کر دعائیں مانگیں عبد المطلب نے اس وقت یہ دعائیہ اشعار پڑھے۔

لَا هُمْ إِلَّا الْمَرْءُ يَمْنَعُ رَحْلَهُ فَاَمْنَعُ رَحَالَكَ

اے اللہ بندہ اپنی جگہ کی حفاظت کرتا ہے پس تو اپنے مکان کی حفاظت نہ کر

وَأَنْصُرْ عَلَى آلِ الصَّلِيبِ وَعَايِدِيكَ الْيَوْمَ الْكَافِرِ

اور اہل صلیب اور صلیب کے پرستاروں کے مقابلہ میں اپنے اہل کی مدد نہ کر

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ أَبَدًا مَحَالَتُكَ

ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر پر کبھی غالب نہیں آ سکتی

جَزَتْ وَأَجْمِيعُ بِلَادِهِمْ وَالْفِيلُ كَيْ سَبَوُا عِيَالَكَ

شکر اور اٹھتی چڑھا کر لاتے ہیں تاکہ تیرے عیال کو تیرے

عَمَدًا وَاجْمَالَ بِكَيْدِهِمْ جَهْلًا وَمَارَقَبُوا أَجْلًا لَكَ

تیرے حرم کی بربادی کا قصد کر کے آتے ہیں۔ جہالت کی بنا پر

یہ قصد کیا ہے تیری عظمت اور جلال کا خیال نہیں کیا۔

عبد المطلب دُعا سے فارغ ہو کر مع اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ابرہہ

اپنا لشکر لیکر خانہ کعبہ کے گرانے کے لیے بڑھا۔ یکایک حکم خداوندی چھوٹے چھوٹے پرنڈوں

کے غول کے غول نظر آتے ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں

جو دفعہ لشکر پر برسے لگیں خدا کی قدرت سے وہ کنکریاں گولی کا کام دے ہی تھیں سر پر

گرتی تھیں اور نیچے نکل جاتی تھیں جس پر وہ نکری گرتی تھی وہ تمہارا ہوتا تھا غرض یہ کہ اس طرح ابرہہ کا لشکر تباہ اور برباد ہوا۔ ابرہہ کے بدن پر چیچک کے دانے نمودار ہوتے جس سے اس کا تمام بدن سرگیا اور بدن سے پیپ اور لہو بہنے لگا کیے بعد دیگرے ایک ایک عضو اس کا کٹ کٹ کر گرتا جاتا تھا۔ بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس کا دم آخر ہوا۔ جب سب مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سیلاب بھیجا جو سب کو بہا کر دریا میں لے گیا۔ فَقَطَّعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱)

ارباب ص:

یہ آسمانی نشان نبی آخر الزماں کی آمد کا غیبی اشارہ اور غیبی اعلان تھا۔ قریش کی یہ غیبی نصرت اور حمایت فقط اس لیے تھی کہ نبی آخر الزماں (جو عنقریب اس عالم میں آنے والے ہیں یہ ان کا قبیلہ اور کنبر ہے اور اللہ کے قبلہ کے متولی اور محافظ ہیں اس لیے بطور خرق عادت ان کی مدد فرمائی ورنہ مذہبی حیثیت سے شاہ حبشہ اور شاہ یمن۔ قریش مکہ سے بہتر تھے اس لیے کہ قریش شرک اور بت پرست تھے اور اہل یمن اور اہل حبشہ اہل کتب اور عیسائی تھے۔ معلوم ہوا کہ قریش کی یہ غیبی نصرت اور بیت اللہ کی فوق العادت حفاظت یہ سب حضور پر نور کی ولادت باکرامت کی برکت اور بشارت تھی۔ جو آئے نبوت کے بعد نبی کے ہاتھ پر جو امر خارق عادت ظاہر ہوا اس کو معجزہ کہتے ہیں اور جو خوارق نبی کی ولادت کے قریب ظاہر ہوں۔ وہ ارباب ص کہلاتے ہیں۔ ارباب ص کے معنی بنیاد کے ہیں چونکہ اس قسم کے خوارق نبوت کے مبادی اور مقدمات ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو ارباب ص کہتے ہیں۔

ابرہہ کی لشکر کشی اور پھر اس کی تباہی اور بربادی کا یہ واقعہ ماہِ محرم الحرام میں پیش آیا جبکہ حضور

کی ولادت باسعادت کا زمانہ بالکل قریب آپ کا تھا اس زمانہ میں جو اس قسم کے خوارق
ظاہر ہوتے تھے سب آپ کی نبوت کے ارباصات یعنی علامات اور نشانات تھے اس
واقعہ کے پچاس یا پچیس روز بعد حضور کی ولادت باسعادت ظہور میں آئی۔
فائدہ جلیلہ:

قال الماوردی فی کتاب علام	ماوردی اپنی کتاب علام النبوة میں فرماتے
النبوة واذا اختبرت حال	ہیں کہ اے مخاطب جب تیرے آنحضرت ﷺ کی
نسب صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم کے نسب طیب کا حال معلوم کر لیا
وعرفت طہارة مولده	اور آپ کی طہارت نسب کو خوب پہچان لیا تو ضرور
علمت انه سلالۃ الہ	اس بات کا یقین کر لے گا کہ حضور پروردگار کریم اور
کرام لیس فیہم مستذل	اجداد عظام کلسلالہ اور خلاصہ میں اور کوئی شخص
بل کلہم سادۃ	بھی آپ کے سلسلہ آباء میں ردیل اور کینہ نہیں
قادة وشرف النسب	سب کے سب سردار اور سید اور قائد ہیں اور
وطہارة المولد من شروط	خرافت نسب اور طہارت ولادت، شرائط
النبوة انتہی	نبوت میں سے ہے ۱۲۔

حضور کے تمام آباء و اجداد اپنے اپنے زمانہ کے عظام اور حکماء اور سادات عظام اور
قائدين کرام تھے۔ فہم و فراست حسن صورت اور حسن سیرت عظام اخلاق اور بحسن اعمال۔
علم اور ثباہی اور جود و کرم و مہمان نوازی میں یکساں تھے۔ ہر عزت و رفعت
اور سیادت و وجاہت کے ماویٰ اور مہمجا تھے اور سلسلہ نسب کے آبا کریم ہیں بہت
سوں کے متعلق احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ سے معلوم ہو چکا کہ کثرتِ ابراہیمی پر تھے
(جیسا کہ گذر چکا) اور جن آبا و اجداد کے کثرتِ ابراہیمی پر ہونے کی احادیث میں تصریح نہیں
ان کے احوال ان کے صحیح الفطرت اور سلیم الطبیعت ہونے پر صراحت دلالت کرتے ہیں۔

ولادتِ باسعادت

سرورِ عالم سیدِ قدامت محمد مصطفیٰ احمد نبی صلی اللہ علیہ علیٰ آلہ و صحبہ بابرک وسلم خروٹ کرم و آغریل کے پچاس یا پچپن روز کے بعد بتاریخ ۸ ربیع الاول یومِ دوشنبہ مطابق الجلیل ۱۲۵۰ھ عیدوی کر مکر میں صبح صادق کے وقت اور طالع کے مکان میں پیدا ہوئے۔

ولادتِ باسعادت کی تاریخ میں مشہور قولِ قرہ ہے کہ حضور پر نور ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے لیکن جمہور محدثین اور مؤرخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور ۸ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ عبد اللہ بن عباس اور جریر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے اور اسی قول کو علامہ قطب الدین قسطلانی نے اختیار کیا ہے (۱)

علمہ مشہور یہ ہے کہ اُن حضرت واقعیہ فیل کے پچاس روز بعد پیدا ہوئے اور اسی کو علامہ سیلی نے اختیار فرمایا ہے اور محمد بن علی سے یہ قول ہے کہ پچپن روز بعد پیدا ہوئے اور اسی کو علامہ دمیاطی نے اختیار فرمایا ہے زرقانی ص ۱۳۷ علمہ جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور علامہ ابن جوزی نے اسی پر علماء کا اجماع اور اتفاق نقل کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت ۱۲ ربیع الاول میں اور بعض کہتے ہیں کہ صرف ۱۱ ربیع میں اور بعض کہتے ہیں کہ صرف ۱۰ ربیع میں پیدا ہوئے۔ مگر تمام اقوال ضعیف ہیں ۱۲ زرقانی ص ۱۳۷ علمہ عبد اللہ بن عباس مگر یہ ہے کہ حضورؐ کی ولادت باسعادت یومِ دوشنبہ صبح صادق کے طلوع کے وقت ہوئی۔ ندقان ص ۱۳۷ یہ روایت اگر ضعیف لانا دے لیکن اس سے علم روایات میں تفریق و تطبیق ہو جاتی ہے اس لیے کہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولادت باسعادت دن میں ہوئی ہے اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب میں ہوئی ہے لیکن صبح صادق کے وقت کی ولادت کو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شب میں طالع ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بروز دوشنبہ صبح کے وقت ولادت ہوئی۔ لہٰذا جن روایات میں دوشنبہ کی ولادت مذکور ہے وہ بھی صحیح ہیں اور جن روایات میں یہ مذکور ہے کہ شب کے وقت ولادت ہوئی وہ روایات بھی صحیح ہیں علاوہ ازیں ولادت اگر صبح صادق کے وقت ہوئی لیکن ولادت کے اندلہ بعد ہادی شمس سے شروع ہو گئے تھے ابھی عسکر اور زبیر بن بکارت نے سوئے ہی خروٹ سے سعادت کیا ہے مگر یہی کہ صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے بروز طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے (خصائص کبریٰ ص ۱۵۱) ابی جہل نے دعوتِ بنی خنیفہ

(۱) عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ۔ فاطمہ بنت عبد اللہ زرقانی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت آمنہ کے پاس موجود تھی تو اس وقت یہ دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا اور دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ کچھ کو یہ لگان ہمارے ستارے مجھ پر آگئیں گے (۲)

(۲) عراض بن ساریہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ولادت باسعادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ یہ کی توئیں کہ ہے بھوہم قائم فرماتے ہیں کہ ابن خربنہ کی حدیث بھی جاگتی ہے۔ کہ انی الخلاصة والندیب (کتب آقاب) ہایت و صداقت کے طبع کے لیے صحیح صادق ہی کا وقت مناسب معلوم ہوتا ہے جس کا نصف شمار پرستار چالیس سال بعد ہوگا۔ واللہ اعلم۔

ملہ قبل فی اسناد ذہبی الحدیث یعقوب بن محمد الزہری وہ ساقط الاعتبار و عبد العزیز بن عبد الرحمن بن عوف و کذا قلت لما یعقوب بن محمد الزہری فقد دہاہ احمد و ابوزرعة و وثقه صاحب بن الشاعر و ابن سعد و البرہان۔ و روی بہ ابن ماجہ و البخاری تعلیقاً کہ انی الخلاصة للحافظ صفی الدین و اما عبد العزیز بن عمر بن عبد الرحمن فقد صرح غیر واحد من الامة لضعفہ لمجد التصریح عن الایۃ بان کذاب مع ہذا قد ذکر حدیث ہذا الحافظ العسقلانی فی الفتح و مسکت علیہ ثم قال و شاہد حدیث العرباض بن ساریہ الذی اخرجه احمد و محمد ابن حبان و الی کم۔ و الضعیف اذا تاید بالصیح یؤخذ و لا یرد و ہذا ہو۔ مسک جہور رائۃ الجرح و التعیل فی بیع الحافظ عسقلانی یزید ما قلنا و الشرا علم، عثمان بن ابی العاص ثقفی و قد تحقیق کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طائف کا عامل مقرر فرمایا حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک بار طائف کے عامل رہے پھر ۵۱ھ میں حضرت عمر نے بجائے طائف کے عمان اور بحرین کا عامل مقرر فرمایا۔ قبیلہ ثقیف کو ترہ ہونے سے عثمان بن ابی العاص ہی نے بچایا۔ اس وقت اپنی قوم کو مخاطب بنا کر یہ فرمایا کہ اے ثقیف تم سب اخیر میں اسلام لاتے۔ لہذا سب سے پہلے اسلام سے پھرنے والے نہ بنو۔ اخیر عمر میں عثمان نے بھڑ کی حکومت اختیار کی اور حضرت معاویہ کے زمانہ خلافت ۵۵ھ یا ۵۶ھ میں بصرہ میں انتقال فرمایا ۱۲۔ اصحابہ

بقیہ صفحہ ۱۸۷ ص ۱۸۶

(۲) فتح الباری، ج ۶، ص ۴۶۶

روایت مسند احمد اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ روایت صحیح ہے اور اسی کے ہم معنی مسند احمد میں ابو امامہ سے بھی مروی ہے (۴) فتح الباری باب علامات النبوة فی الاسلام قال الہیثمی رواہ احمد واسنادہ حسن ولہ شواہد تقویۃ والاطراف (۳) اور ایک روایت میں ہے کہ بُھری کے عمل روشن ہو گئے۔

نکتہ: ستاروں کے زمین کی طرف جھک آنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ اب عنقریب زمین سے کفر اور شرک کی ظلمت اور تاریکی دور ہوگی اور انوار و ہدایت سے تمام زمین روشن اور نور ہوگی۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَ يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ

تحقیق تمہارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور ہدایت اور ایک روشن کتاب آئی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت فرماتا ہے جو رضاء حق کے طلبگار ہوں اور اپنی توفیق سے ان کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے۔

الایہ (۱)

کعبہ اجار سے منقول ہے کہ کتب سابقہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شان ذکر کی گئی ہے۔ محمد رسول اللہ مولدہ بمکۃ ومہاجرہ بئثریب وملکہ بالشام۔

محمد اللہ کے رسول کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت مدینہ میں ہوگی اور ان کی حکومت اور سلطنت شام میں ہوگی۔

(بقیہ حاشیہ ۵۲)..... عساکر بن سدیہ مشہور صحابی ہیں اصحابِ حضور سے ہیں کہ وہ اعلیٰ القربیٰ نواب الکریم الخاتم النبیین کے بارے میں ماننے والے تھے قدیم الاسلام میں ابتداء ہی میں شرفِ اسلام ہو گئے تھے سنن ابویوسف ان سے روایت ہے عبداللہ بن الزبیر کہ زمانہ خلافت میں غزوات پائی۔ ۱۱۲۔ حاشیہ ص ۱۸۱ کعبہ اجار جلیل اللہ علامہ ابن کثیر میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پیدائش حضرت یحییٰ بن جعفر کے عہد خلافت میں شرف باسلام ہوئے۔ مسلم تقدیس ابو ہریرہ ابن عباس اور عاصم بن ابی بکر راویوں سے آپ کے روایت کی ہے۔ تہذیب التہذیب ۱۲۔ مسئلہ کذا فی زاد الاموال للعلیم الترمذی ص ۶۹۔ (۱) المائدہ آیت ۱۰۔ (۲) فتح الباری،

یعنی مکہ سے لے کر شام تک تمام علاقہ آپ ہی کی زندگی میں اسلام کے زیرِ نگیں آجائے گا۔ چنانچہ شام آپ ہی کی زندگی میں فتح ہوا۔ عجب نہیں اسی وجہ سے ولادت باسعادت کے وقت شام کے محل دکھلائے گئے ہوں اور بصری جو ملک کا ایک شہر ہے کہ وہ خاص طور پر اس لیے دکھلایا گیا ہے کہ علاقہ شام میں سے سب سے پہلے بصری ہی میں فزیت اور فزیت پر پہنچا ہے اور ممالک شام میں سب سے پہلے بصری ہی فتح ہوا۔

اور عجب نہیں کہ شام کے محل اس لیے بھی دکھلائے گئے ہوں کہ نجد چالیس کے میں اہل آل کہ جو میں گتے میں قدم ایڑھی پر ہیں ان کا مرکز اور استقرار شام ہی ہے۔ اس لیے بہ نسبت دوسرے ممالک کے ملک شام خاص طور پر انوار و برکات کا معدن اور منبع ہے۔ اس لیے ولادت باسعادت کے وقت شام کے محل دکھلانے میں اس طرف اشارہ تھا کہ یہ ملک نورِ نبوت کا خاص طور پر قحلی گاہ ہوگا۔ اور اسی وجہ سے آپ کو اولاً مکہ مکرمہ سے شام ہی مسجدِ قطیف تک سیر کرائی گئی۔

کما قال تعالیٰ۔

تُبْحِنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ يَلْدَاقِنِ
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى
الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ (۱)
پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی کہ جس کے گرد ہم نے برکتیں بچھا دی ہیں۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ ملک شام میں جو مسجدِ قطیف کے ارد گرد واقع ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص برکتوں کو وہاں بچھا دیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب عراق سے ہجرت فرمائی تو شام ہی کی طرف فرمائی اور قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نزول بھی شام ہی میں جامع دمشق کے منارہ شریف پر ہوگا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قیامت کے قریب شام کی ہجرت کی ترغیب دی ہے۔
(رواہ الحاکم وابن حبان)

(۴) یعقوب بن سفیان باسناد حسن حضرت عائشہ سے روایت ہیں کہ ایک یہودی کو میں بغرض

(۱) بنی اسرائیل ۲: ۱۰

تجارت رہتا تھا جس شب میں آپ پیدا ہوئے تو مجلس میں قریش سے یہ دریافت کیا کہ اس شب میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ قریش نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ یہودی نے کہا کہ اچھا ذرا تحقیق تو کر کے آؤ آج کی شب میں اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے (یعنی مہربوت) وہ دورات تک دودھ نہ پیئے گا اس لیے کہ ایک جنی نے اس کے منہ پر انگلی رکھ دی ہے۔ لوگ فوراً اس مجلس سے اٹھے اور اس کی تحقیق کی۔ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی نے کہا کہ مجھ کو بھی چل کر دکھلاؤ۔ یہودی نے جب دونوں شانوں کے درمیان کی علامت (مہربوت) کو دیکھا تو یہ ہوش بہرہ گر پڑا۔ جب ہوش آئے تو یہ کہہ کر نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی اے قریش واللہ یہ مولود تم پر ایک ایسا حملہ خورے گا کہ جس کی خبر مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل جائے گی۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند حسن ہے اور اس واقعہ کے لغز اور شواہد میں ہیں جن کی شرح اور تفصیل طویل ہے۔ (۳)

ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کا گرنا اور نہر ساوہ کا خشک ہو جانا

(۵) اسی شب میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا جس سے محل کے چودہ کنگرے گر گئے اور فارس کا آتش کدہ جو ہزار سال سے مسلسل روشن تھا وہ بجھ گیا اور دیارے ساوہ خشک ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو کسریٰ نہایت پریشان تھا۔ شاہانہ وقار اس کے اظہار سے مانع ہو رہا تھا بالآخر وزرا و اراکان دولت کو جمع کر کے دبار منعقد کیا۔ انصار درباری میں یہ خبر پہنچی کہ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا ہے۔ کسریٰ کی پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا۔ ادھر سے موبدان نے کھڑے

علہ اس حملہ سے غزوہ فتح مکہ ملا ہے ۱۲ ملکہ یعقوب بن سفیان فارسی خاندان حدیث میں سے ہیں اللہ

اور مستند تھے صاحب خیر و صلاح تھے۔ تعبثی اور سلیمان بن حرب ابیہم سے عم حاصل کیا۔ تہذیبی و زبانی

یعقوب بن سفیان کے علاوہ میں سے ہیں ۲۴۴ھ میں وفات پائی۔ دیکھو زرقانی صلاح (۲) فتح البدن ج ۱: ۱۰۰

ہو کر کہا کہ اس رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لے جا رہے ہیں اور دریا تے جلد سے پار ہو کر تمام مملک میں پھیل گئے۔ کسریٰ نے موبدان سے پوچھا کہ اس خواب کی کیا تفسیر ہے۔ موبدان نے کہا کہ شاید عرب کی طرف سے کوئی عظیم الشان حادثہ پیش آئے گا۔ کسریٰ نے قریش اور اطمینان کی غرض سے نعمان بن منذر کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ کسی بڑے عالم کو میرے پاس بھیجو جو میرے سوالات کا جواب دے سکے۔

نعمان بن منذر نے ایک جہاندیدہ عالم عبدالمسیح غسانی کو روانہ کر دیا۔ عبدالمسیح جب حاضر دربار ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ میں جس چیز کو تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا تم کو اس کا علم ہے۔ عبدالمسیح نے کہا کہ آپ بیان فرمائیں اگر مجھ کو علم ہو گا تو میں بتا دوں گا ورنہ کسی جاننے والے کی طرف رہنمائی کروں گا۔ بادشاہ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ عبدالمسیح نے کہا کہ غالباً اس کی تحقیق میرے ماموں سلیم سے ہو سکے گی جو آجکل شام میں رہتے ہیں۔

کسریٰ نے عبدالمسیح کو حکم دیا کہ خود اپنے ماموں سے اس کی تحقیق کر کے آوے۔ عبدالمسیح اپنے ماموں سلیم کے پاس پہنچا تو سلیم اس وقت نزع کی حالت میں تھا۔ مگر ہوش ابھی باقی تھے۔ عبدالمسیح نے جاکر سلام کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ سلیم نے جب عبدالمسیح کو اشعار پڑھتے سنا تو عبدالمسیح کی طرف متوجہ ہوا اور یہ کہا کہ عبدالمسیح تیز اونٹ پر سوار ہو کر سلیم کے پاس پہنچا جبکہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ تجھ کو بنی ساسان کے بادشاہ نے محل کے زلزلہ اور آتش کوہ کے کھج جانے اور موبدان کے خواب کی وجہ سے بھیجا ہے کہ سخت اور قوی اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لے جا رہے ہیں اور دجلہ سے پار ہو کر تمام بلاد میں پھیل گئے ہیں۔ اے عبدالمسیح خوب سُن لے جب کلام الہی کی تلاوت کثرت سے ہونے لگے اور صاحب عصا ظاہر ہوا اور وادی سادہ رواں ہو جائے اور دریا تے سادہ خشک ہو جائے اور فارس کی آگ بجھ جائے تو سلیم کے لیے شام نہ رہے گا۔ بنی ساسان کے چند مرد اور چند عورتیں بقدر کنگروں کے بادشاہت کریں گے اور جو شے آنے والی ہے

وہ گویا کہ آہی گئی یہ کہتے ہی، سطح مرگیا عبدالمسیح واپس آیا اور کسریٰ سے یہ تمام ماجرا بیان کیا کسریٰ نے سن کر یہ کہا کہ چودہ سلطنتوں کے گزرنے کے لیے ایک زمانہ چاہیے مگر زمانے کو گزرتے کیا دیر لگتی ہے دس سلطنتیں تو چار ہی سال میں ختم ہو گئیں اور باقی چار سلطنتیں حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت تک ختم ہوئیں۔ حافظ ابن سید الناسؒ نے اس واقعہ کو عبید بن الاثر میں اپنی طویل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے (۱) سند حسب ذیل ہے۔

اخبرنا الشيخ ابو الحسن علی بن محمد الدمشقی بقراءتی علیہ قلت لہ
 اخبرکم الشیخان ابو عبد اللہ محمد بن نصیب بن عبد الرحمن بن محمد بن محفوظ القرشی
 والامیر سیف الدولة ابو عبد اللہ محمد بن عثمان بن غافل بن بخاد الافاضی قراءۃ
 علیہما وانت حاضر فی الرابعة قالوا اما الفقیہ ابو القاسم علی بن الحسن الحافظ
 قراءۃ علیہما نحن نسمع قال اما المشایخ ابو الحسن علی بن المسلم بن محمد بن
 الفتح بن علی الفقیہ وابو الفرج غیث بن علی بن عبد السلام بن محمد بن
 جعفر الارمنازی الصوری الخطیب وابو محمد عبد الکریم بن حمزہ
 لخضر بن العباس الوکیل بدمشق قالوا اما ابو الحسن احمد بن عبد الواحد
 بن محمد بن احمد بن عثمان بن ابی الحدید السلمی انا جدی ابو بکر
 محمد بن احمد قال انا ابو بکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل القرطبی
 ثنا علی بن حرب ثنا ابو ایوب یعلی بن عمران بن ال جریہ بن عبد البجلی
 قال حدثنی مغزوم بن ہانی عن المغزومی عن ابیہ وانت لہ خمسون
 ومائۃ سنۃ قال لما کانت لیلۃ ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ارتجس الیوان کسریٰ الی اخر الحدیث۔

اور یہ روایت تاریخ ابن جریر طبری میں بھی اسی سند کے ساتھ مذکور ہے۔

حدثنا علی بن حرب الموصلی قال حدثنا ابوا یوب یعلی بن عمران البجلی قال حدثنی مخزوم بن ہانی المخزومی عن ابيه و انت له مائة وخمسون سنة قال لما كانت لیلة ولد فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارتجس ایوان کسریٰ وسقطت منہ اربعۃ شرفۃ الی اخر الحدیث تاریخ طبری ص ۱۲۴ اور ابن مکن نے بھی اس روایت کو اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے چنانچہ حافظ عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں۔

واخرج ابن السکن من طریق یعلی بن عمران البجلی اخبرنی مخزوم بن ہانی عن ابيه وکان ات علیہ مائة وخمسون سنة قال لما كانت لیلة مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارتجس ایوان کسریٰ وسقطت منہ اربع عشرة شرافۃ وغاضت بحیرۃ ساوۃ الحدیث۔

ابو مخزوم ہانی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ ابوالوید بن دباغ نے ابو مخزوم ہانی کو صحابہ میں ذکر کیا (۱) اور حافظ ابن کثیر نے اسی حدیث کو اسی سند کے ساتھ بحوالہ ابوجزئی علی البدایۃ والنہایۃ ذکر ارتجاس الایوان کے تحت ذکر کیا ہے (۲) اور دیکھو خصائص کبریٰ (۳) للسیوطی۔ علاوہ ازیں یہ روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہیں جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ عن سعید بن مزاحم۔ عن معروف بن خربوذ عن بشیر بن تیسر قال لما كانت لیلتہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم راٰئی مؤیدان کسریٰ خیلا وابلًا قطععت دجلۃ القصیر بطولہا رواہ عبدان فی کتاب الصحابہ۔

حافظ عسقلانی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے اور ابن ابی شیبہ نے بشیر بن تیم کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اصابہ ص ۱۸ ترجمہ بشیر بن تیم (۴)

(۱) الاصابہ ص: ۵۹۷، (۲) ج: ۲، ص: ۲۶۸، (۳) ج: ۱، ص: ۵۱، (۴) الاصابہ ج: ۱، ص: ۱۸۰۔

اس سند کا پہلا راوی سعید بن مزاحم ہے جس سے ابو داؤد اور نسائی نے روایت لی ہے۔
 دوسرا راوی معروف بن خربوذ ہے جن سے بخاری مسلم۔ ابو داؤد وغیرہم نے روایت لی ہے۔
 امام بخاری نے کتاب العلم باب من خص بالعلم قوماً دون قوم میں ص ۲۴ میں معروف بن خربوذ
 کی روایت ابی الطفیل علم بن واثر رضی اللہ عنہ سے اپنی جامع صحیح میں درج فرمائی ہے۔
 میں نے اخیر میں ابی الطفیل رضی اللہ عنہ نے سنہ ۱۷ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔
 معروف بن خربوذ مکہ مکرمہ کے رہنے والے تابعی صغیر ہیں صحیح بخاری میں معروف بن خربوذ
 سے صرف ایک روایت ہے (۵) الحاصل یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر سند اس کی صحیح
 ہے اور حدیث مرسل امام اعظم ابو حنیفہ النعمان امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے مشہور قول
 کی بنا پر حجت اور مقبر ہے جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں مصرح ہے۔ حافظ عسقلانی
 نے اس حدیث کو اصابع میں مرسل فرمایا اور شرح بخاری میں اس روایت کو ذکر کر کے
 سکوت فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ کے نزدیک یہ حدیث کم از کم موضوع اور
 بے اصل تو نہیں حافظ عسقلانی کا شرح بخاری میں کسی حدیث پر سکوت فرمانا علماء کے
 نزدیک یہ اس حدیث کے صحیح اور حسن ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ خود حافظ عسقلانی نے
 مقدمہ فتح الباری میں اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ شبلی سیرۃ النبی ص ۳۹ پر لکھتے ہیں جس قدر تحقیق اور تحقیق کا درجہ بڑھتا جاتا
 ہے مبالغہ آمیز روایتیں گھٹتی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ روایت کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 عالم وجود میں آئے تو ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے آتش فارس بجھ گئی۔ بحیرہ طبریہ
 خشک ہو گیا۔ بہت ہی ابن نعیم خرایطی ابن عساکر اور ابن جریر نے روایت کی ہے لیکن صحیح بخاری
 اور صحیح مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں اس کا پتہ نہیں۔ سبحان اللہ یہ اس حدیث کے
 موضوع ہونے کی عجب دلیل ہے۔ کیا کسی حدیث کا بخاری اور مسلم اور صحاح ستہ میں موجود

نہ ہوتا اس کے موضوع یا ضعیف ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے مثلاً بلا شک صحیح حدیثوں کے لانے کا التزام کیا مگر استیعاب اور احاطہ نہیں کیا اور کون کر سکتا ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ صحیحین یا صحاح ستہ کے علاوہ کوئی حدیث صحیح اور معتبر نہیں۔ بلکہ کتبِ اصول میں امام بخاری اور امام مسلم سے اس برعکس منقول ہے۔

قال البخاری ما اوردت فی کتابی
هذا الا ماصح ولقد ترکت کثیرا من
الصحيح وقال مسلم الذی
اوردت فی هذا الکتاب
من الاحادیث صحیح ولا اقول
ان ما ترکت ضعیف۔
امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب میں
سوائے صحیح حدیث نہیں لایا اور بہت سی صحیح
حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے۔ امام مسلم کہتے ہیں جو
حدیثیں اس کتاب میں لایا ہوں وہ سب صحیح
ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جس کو میں نے چھوڑ دیا
وہ ضعیف ہے۔

اور علیٰ ہذا کسی حدیث کا صحاح ستہ میں نہ ہونا یہ بھی کسی محدث اور عالم کے نزدیک حدیث کے موضوع ہونے کی دلیل نہیں بلکہ خود علامہ شبلی نے اپنی سیرت میں صدا ایسی روایتیں لی ہیں کہ جو صحیح بخاری میں ہیں اور نہ صحیح مسلم میں ہیں اور نہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں ان کا پتہ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ اصول خود علامہ کے نزدیک بھی معمول بہ اور مقبول نہیں پھر نہ معلوم کیوں اس حدیث کو غیر مقبول قرار دے رہے ہیں۔ کیا کسی روایت کا بے دلیل انکار کر دینا اسی کا نام تحقیق اور تنقید ہے۔ (۶) طبرانی اور ابونعیم اور ابن عساکر نے باسانید معتدہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ حق جل شانہ کے منجملہ اکرامات انعامات کے یہ ہے کہ میں غنوتون پیدا نہ ہوں۔ اور میرا سر کسی نے نہیں دبھیا۔ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے مختارہ میں اس حدیث کو صحیح فرمایا۔ علامہ زکشی فرماتے ہیں کہ حافظ مقدسی کی تصحیح حاکم کی تصحیح سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔

اور حافظ مخلطانیؒ نے اس حدیث کو حسن بتلایا ہے اور ابو نعیم نے سند جید کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے (۱)

۷۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخنون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے عبد المطلب کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور یہ کہا کہ البتہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی۔ چنانچہ ہوئی۔ یہ روایت طبقات ابن سعد ص ۶۴۱ قسم اول میں مذکور ہے۔ سند اس کی نہایت قوی ہے۔

(۸) اسحاق بن عبد اللہ حضرت آمنہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو نہایت لطیف تھے اور پاک صاف تھے جسم اطہر پر کسی قسم کی آلائش اور گندگی نہ تھی۔ (۱)

حقیقہ اور تسمیہ :

ولادت کے ساتویں روز عبد المطلب نے آپ کا حقیقہ کیا اور اس تقریب میں تمام قریش کو دعوت دی اور محمد آپ کا نام تجویز کیا۔ قریش نے کہا کہ اے ابو الحارث ”ابو الحارث عبد المطلب کی کینہ ہے“ اپنے ایسا نام کیوں تجویز کیا جو آپ کے آباؤ اجداد اور آپ کی قوم میں سے اب تک کسی نے نہیں رکھا۔ عبد المطلب نے کہا کہ میں نے یہ نام اس لیے رکھا کہ اللہ آسمان میں اور اللہ کی مخلوق میں اس مولا کی حمد اور ثنا کرے (۳)

(۱) زرقانی ج: ۱، ص: ۱۲۴، ج: ۵، ص: ۲۴۴ (۲) یہ تمام واقعہ علامہ زرقانی نے

شرح موطا امام مالک ص ۱۴۸ میں بروایت ابن عباسؓ بحوالہ استیعاب للما فیہ ابن عبد البر ذکر کیا

ہے، لیکن ابن عباس کی روایت میں صرف حقیقہ کا ذکر ہے ساتویں روز کا ذکر نہیں اور دعوت کا ذکر ہے

ان دو چیزوں کو علامہ سیوطی نے بحوالہ ہیثمی اور ابن مساکر خصائص کبریٰ ص ۱۵۷ میں ذکر کیا ہے حافظ عسقلانی

فرماتے ہیں کہ عبد المطلب نے ولادت باسعادت کی تقریب میں ایک عام دعوت دی جب تک دعوت خارج ہوتے تو پہنچا

کہ اے عبد المطلب اپنے اس مولا کو لایا نام رکھا۔ الیٰ الخ الحدیث رواہ الیہیثمی فی الدلائل باسناد مرسل ۱۲۔

فتح اباری ص ۱۲۴ ج ۲ باب معیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱) طبقات ابن سعد ج: ۱، ص: ۶۳ (۲) فتح اباری ج: ۱، ص: ۱۲۴

عبدالمطلب نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ جو اس نام رکھنے کا باعث ہوا وہ یہ کہ عبدالمطلب کی پشت سے ایک زنجیر ظاہر ہوئی کہ جس کی ایک جانب آسمان میں اور ایک جانب زمین میں اور ایک جانب مشرق میں اور ایک جانب مغرب میں ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ زنجیر درخت بن گئی جس کے ہر پتے پر ایسا فرد ہے کہ جو آفتاب کے نور سے متردد جزاؤں سے مشرق اور مغرب کے لوگ اس کی شاخوں سے پلٹے ہوئے ہیں۔ قریش میں سے بھی کچھ لوگ اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور قریش میں سے کچھ لوگ اس کے کاٹنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب اس ارادے سے اس درخت کے قریب آنا چاہتے ہیں تو ایک نہایت حسین و جمیل جوان ان کو اکڑھا دیتا ہے۔ معجزین نے عبدالمطلب کے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ تمھاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک لوگ اس کی اتباع کریں گے اور آسمان اور زمین والے اس کی حمد اور ثنا کریں گے اس وجہ سے عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد رکھا (۱) عبدالمطلب کو اس خواب سے محمد نام رکھنے کا خیال پیدا ہوا اور ادھر آپ کی والدہ ماجدہ کو رویا صالحہ کے ذریعہ سے یہ بتلایا گیا کہ تم پرگزیدۂ خلاق اور سیدالانام کی حاطہ ہو۔ اس کا نام محمد رکھنا اور ایک روایت میں ہے کہ اَحْمَد نام رکھنا کذا فی عیون الاثر (۲) بریدہ اور ابن عباس کی روایت میں یہ ہے کہ مُحَمَّد اور اَحْمَد نام رکھنا خصائص کبریٰ (۳)

غرض یہ کہ سحاب الہام کے تقاطر اور رویائے صالحہ کے تواتر نے ماں اور دادا۔ احباب اور اقارب یگانہ اور بیگانہ سب ہی کی زبان سے وہ نام تجویز کرادیے کہ جس نام سے انبیاء و مرسلین اس نبی امی فداہ نفسی و دینی و امی کی بشارت دیتے چلے

(۱) روض الافلاک، ج ۱، ص: ۵۱، زرکانی شرح مولانا، ج ۴، ص: ۲۷۰

(۲) ج ۱، ص: ۳۰ (۳) ج ۱، ص: ۴۲

آرہے تھے۔ جس طرح حضرت عبدالمطلب کا تمام بیٹوں میں سے صرف آپ کے والد ماجد کا ایسا نام تجویز کیا کہ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو یعنی عبداللہ نام رکھنا یہ القطار ربانی تھا اسی طرح آپ کا نام مبارک مُحَمَّدٌ اور احمد رکھنا یہ بھی بلاشبہ الامامِ رحمانی تھا جیسا کہ علامہ نووی نے شرح مسلم میں ابن فارس وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کے گھر والوں کو الامام فرمایا اس لیے یہ نام رکھا شرح مسلم باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اور یہی دو نام حق جل شانہ نے قرآن کریم میں ذکر فرماتے ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ محمد - اللہ کے رسول ہیں

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (۲)

اور جس وقت کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تورات کا تصدیق کرنے والا جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکا ہے اور اپنے بعد ایک نیا لے رسول کی بشارت دینے والا۔ جن کا نام احمد ہوگا۔

مُحَمَّدٌ کا اصل مادہ حمد ہے حمد اصل میں کسی کے اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ پسندیدہ اور کمالاتِ اصلیہ اور فضائلِ حقیقیہ اور محاسنِ واقعیہ کو محبت اور عظمت کے ساتھ بیان کرنے کو کہتے ہیں اور تمجید جس سے مُحَمَّدٌ مشتق ہے وہ بابِ تفعیل کا مصدر ہے جس کی وضع ہی مبالغہ اور تکرار کے لیے ہوئی ہے۔ لہذا لفظ مُحَمَّدٌ جو تمجید کا اسمِ مفعول ہے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ذاتِ ستودہ صفاتِ کہ جن کے واقعی اوصافِ کمالات اور محاسن کو محبت اور عظمت کے ساتھ کثرت سے بار بار بیان کیا جائے۔

(۱) نووی، شرح مسلم، ج: ۲، ص: ۲۶۱

(۲) الصف، آیت ۶۱-۶۰

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
اور بعض کہتے ہیں کہ محمد کے معنی یہ ہیں کہ جس میں خصائل حمیدہ اور اوصاف محمودہ علی
وجہ الکمال پاتے جاتے ہوں۔ امام بخاری تاریخ صغیر میں فرماتے ہیں کہ علی بن زید
سے مروی ہے کہ ابوطالب یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيُجَلِّدُ قَدْ وَالْعَرْشِ مَعْمُودُ وَ هَذَا مُحَمَّدُ
فتح الباری باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱)

یہ شعر حسان بن ثابتؓ کے دیوان میں بھی مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ توارد ہو یا حضرت
حسان نے ابوطالب کے اس شعر پر تفسیم کی ہو۔ واللہ اعلم ذرقانی شرح متوطا احمد
اسم تفضیل کا صیغہ ہے بعض کے نزدیک اسم مفعول کے معنی میں ہے اور بعض کے
نزدیک اسم فاعل کے معنی میں ہے

اگر اسم مفعول کے معنی لیے جائیں تو احمد کے یہ معنی ہوں گے۔ سب زائد ستودہ تو
بیشک مخلوق میں آپؐ زائد کوئی ستودہ نہیں اور نہ آپؐ بڑھ کر کوئی سراہا گیا
اور اگر اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے تو احمد کے یہ معنی ہوں گے کہ مخلوق میں
سب سے زیادہ خدا کی حمد اور ستائش کرنے والے یہ بھی نہایت صحیح اور درست ہے۔

دنیا میں آپؐ اور آپ کی امت نے خدا کی وہ حمد و ثناء کی جو کسی نے نہیں کی اسی
وجہ سے انبیاء سابقین نے آپؐ کے وجود باوجود کی بشارت لفظ احمد کے ساتھ اور آپؐ کی
امت کی بشارت حمادین کے لقب سے دی ہے۔ جو نہایت درست ہے، اور اللہ نے
آپؐ کو سورۃ الحمد عطار کی اور کھانے اور پینے اور سفر سے واپس آنے کے بعد
اور ہر دعا کے بعد آپ اور آپ کی امت کو حمد اور ثناء پڑھنے کا حکم دیا۔ اور آخرت
میں بوقت شفاعت آپؐ پر من جانب اللہ وہ محامد اور خدا کی وہ تعریفیں منکشف

ہوں گی کہ جو نہ کسی نبی مرسل پر اور نہ کسی ملک مُنزَل پر شکست ہو تیس اسی وجہ سے قیامت کے دن آپ کو مقام محمود اور روارِ حمد عطا ہوگا۔ اس وقت تمام اولئین و آخرین جو میدانِ حشر میں جمع ہوں گے وہ آپ کی حمد اور ثنا کریں گے خلاصہ یہ کہ حمد کے تمام معانی اور الزام و اقسام آپ کے لیے خاص کر دیے گئے۔ کلماتِ الہیہ اور ارشاداتِ نبویہ میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی حمد اور ثنا ہر کام کے ختم کے بعد پسندیدہ اور تسخس ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى وَكُفِّ عَنَّا بَيْنَهُمُ بِالْحَقِّ وَقِيلَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱)

وَأُخِرَ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۳)

کھانے اور پینے کے بعد حق جل شانہ نے حمد اور شکر کا حکم دیا چنانچہ فرماتے ہیں
كُلُوا مِنْ مِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کی تفسیر حمد سے فرمائی چنانچہ حدیث میں ہے اَفْضَلُ الشُّكْرِ

اور کھانے کے بعد الحمد للہ پڑھنے کی کثرت سے تاکید آئی ہے جب سفر ختم ہوتا تو آپ ﷺ پڑھتے

اَيُّبُونَ تَأْسِبُونَ عَابِدُونَ
لربنا حامدون

اور جب نماز ختم ہوتی تو یہ آیت شریفہ پڑھتے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَزَّةِ عَمَّا
يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

غرض یہ کہ آیاتِ قرآنیہ اور کلماتِ قدیرہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حمد کسی شیء کے

(۱) الزمر، آیت : ۷۵ (۲) یونس، آیت : ۱۰

(۳) الانعام، آیت : ۴۵

اختتام ہی کے بعد ہوتی ہے اس لیے حق جل شانہ نے آپ کا نام محمد اور احمد رکھا۔ لفظ قطع وہی اور اختتام بہت دراصلت کی جانب شیرم
 آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں ناموں محمد اور احمد کی یہ تمام شرح علامہ سیوطی
 ادا حافظ عسقلانی کے کلام سے ماخوذ ہے۔

بخاری اور مسلم میں جبریل بن مطعم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
 میرے پانچ ہم ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں یعنی کفر کا شکنہ والا ہوں
 میں حاضر ہوں یعنی لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا۔ یعنی سب پہلے میں قبر سے اٹھوں گا یا
 یہ معنی ہیں کہ آپ اس روز سب کے امام اور پیشوا ہوں گے اور سب آپ کے محتاج ہوں گے۔
 اور میں عاقب ہوں یعنی تمام انبیاء کے بعد گئے والا بخاری و ترمذی وغیرہ میں یہ لفظ ہیں
 انا العاقب لانی لیس بعدی نبی میں عاقب ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ امام مالکؒ
 فرماتے ہیں کہ عاقب کے معنی یہ ہیں الذی ختمہ اللہ بہ الانبیاء جس پر اللہ
 نے انبیاء کا سلسلہ ختم فرمایا۔

سفیان فرماتے ہیں کہ عاقب کے معنی آخر الانبیاء ہیں (۱۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بھی بہت نام ہیں مگر اس حدیث میں پانچ ہی تخصیص
 غالباً اس لیے فرمائی کہ آپ کے مخصوص نام انبیاء سابقین کے صحیفوں میں زیادہ مشہور ہی
 علامہ سیوطی نے روض الانف شرح سیرۃ ابن ہشامؒ میں ذکر کیا ہے اور حافظ عسقلانی
 نے فتح الباری ص ۴۰۴ باب اسما النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے علامہ حافظ عسقلانی فرماتے
 ہیں جن روایتوں میں العاقب کے بعد الذی لیس بعدہ نبی آیا ہے۔ ان روایتوں میں الذی لیس بعدہ کے
 مدح ہونے کا احتمال ہے مگر ترمذی کی روایت الذی لیس بعدی (بسیغہ متکم) نبیؐ میں مدح ہونے
 کا احتمال نہیں۔ دیکھو فتح الباری ص ۴۰۴ باب ماجاء فی اسما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۷) مصنفے شرح ترمذی، الشاہ ولی اللہ الدہلوی، ج: ۲، ص: ۲۸۵ (۳) زندقانی شرح مطا،

ج: ۴، ص: ۲۴۲۔

پانچ نام ہیں۔ حافظ ابن سید الناس عین الاثر (۱) میں فرماتے ہیں کہ حق جل شانہ عرب اور عجم کے دلوں اور زبانوں پر ایسی ہر لگائی کہ کسی کو محمد اور احمد نام رکھنے کا خیال ہی نہ آیا۔ اسی وجہ سے قریش نے متعجب ہو کر عبد المطلب سے یہ سوال کیا کہ آپ نے یہ نیا نام کیوں تجویز کیا جو آپ کی قوم میں کسی نے نہیں رکھا لیکن ولادت با سعادت کے کچھ عرصہ پہلے لوگوں نے جب علامہ بنی اسرائیل کی زبانی یہ سنا کہ عنقریب ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم محمد اور احمد کے نام سے پیدا ہونے والے ہیں تو چند لوگوں نے اسی امید پر اپنی اولاد کا نام محمد رکھا مشیت ربانہ اور حکمت الہیہ نے ایسا انتظام کیا کہ کسی نے بھی دعوائے نبوت نہیں کیا تاکہ محمد مصطفیٰ اور احمد محمد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں کسی قسم کا اشتباہ پیش نہ آئے۔ تفصیل اگر درکار ہے تفسیر الباری ص ۴۴۴ و ص ۴۴۵ کی مراجعت کریں۔

معتم نام تو محمود نامت محمد بدنیان مقامے و نامے کہ دارد
 کیفیت : آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی مشہور و معروف کنیت ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو آپ کے سب سے بڑے صاحبزادہ قاسم کے نام پر ہے۔
 دوسری کنیت ابو ابراہیم ہے۔ حضرت انس رضی عنہ سے مروی ہے کہ جب ماریہ قبطیہ کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تو جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ فرمایا السلام علیک یا ابراہیم۔ سلام ہو آپ پر اے ابراہیم (۲)
 ختنہ : ختنہ کے بارے میں تین قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ حضور مخنون پیدا ہوئے حاکم کہتے ہیں کہ آپ کے مخنون پیدا ہونے میں احادیث متواتر ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے آپ کے جد امجد عبد المطلب نے ولادت کے ساتویں روز آپ کی ختنہ کرائی جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل ؑ کی سنت کے مطابق مولد کے ساتویں روز ختنہ کراتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت طہیمہ

کے یہاں آپ کی ختنہ ہوتی اور یہ قول ضعیف ہے۔ مشہور اور معتبر قول اول ہی کے دو قول ہیں اور ان دونوں قولوں میں تطبیق بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختنوں ہی پیدا ہوئے۔ لیکن ختنہ کی تیمم اور تکمیل عبد المطلب نے کی۔

حضانۂ رضاعت

ولادت باسعادت کے بعد تین چار روز تک آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دودھ پلایا پھر آپ کے چچا ابولہب کی آزا کردہ کنیز ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا۔

آپ کے چچا ابولہب کو جب ثویبہ نے آپ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی تو تو ابولہب نے اس خوشی میں اسی وقت ثویبہ کو آزاد کر دیا اور ثویبہ ہی نے آپ کو پیشتر آپ کے گئے چچا حضرت حمزہؓ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اس لیے حمزہؓ آپ کے رضاعی بھائی ہیں اور آپ کے بعد ثویبہ نے ابوسلمہ کو دودھ پلایا۔ زرقانی ص ۱۳۱۔

صحیح بخاری شریف میں ام المؤمنین ام حبیبہؓ سے مروی ہے کہ میں ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ میں نے یسنا ہے کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی دُرہ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں آپ نے بطور تعجب فرمایا کہ ام سلمہ کی بیٹی سے جو میری ربیت میں ہے اگر دُرہ میری ربیبہ نہ ہوتی تب بھی میرے لیے حلال نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ اس لیے کہ مجھ کو اور اس کے باپ ابوسلمہؓ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح فرمائیں تو کیسا ہے تو آپ نے فرمایا وہ میری رضاعی بھتیجی ہے

علم ربیبہ بوری کی اس بیٹی کو کہتے ہیں جو پہلے شوہر سے ۱۲ سالہ ابوسلمہ ام سلمہ کے پہلے شوہر ہیں۔ ابوسلمہ وفات کے بعد ام سلمہ کے خنزک کی خدمت میں آئیں ۱۲ منہ غنا عنہ (۳) بخاری شریف ابواب النکاح ج ۲ ص ۱۶۲

ثویبہ کے اسلام میں علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابوہریرہ نے ثویبہ کو صحابیات میں ذکر کیا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ فتح الباری ص ۱۲۴ ج ۹۔ کتاب النکاح۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ثویبہ کا بہت اکرام فرماتے تھے۔ حضرت خدیجہ سے نکاح ہو جانے کے بعد ثویبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔ ہجرت کے بعد بھی مدینہ منورہ سے آپ ثویبہ کے لیے کبھی ہدیہ بھیجتے۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ نے ثویبہ اور ان کے بیٹے مسروح کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ دونوں کا انتقال ہو چکا ہے پھر فرمایا کہ اس کے اقارب میں سے کوئی زندہ ہے تاکہ اس کے ساتھ کچھ سلوک اور احسان فرمائیں۔ معلوم ہوا کہ اس کے خویش و اقارب میں سے بھی کوئی زندہ نہیں مرنے کے بعد ابولہب کرکشی نے خواب میں دیکھا کہ نہایت بری حالت میں ہے پوچھا کیا حال ہے۔ ابولہب نے کہا کہ میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی مگر صرف اتنی کہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے سرنگشت کی مقدار پانی پلا دیا جاتا ہے (بخاری شریف) یعنی جس انگشت کے اشارے سے آزاد کیا تھا اسی قدر مجھ کو پانی مل جاتا ہے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عباس نے ابولہب کو خواب میں دیکھا کہ بہت ہی بُری حالت میں ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی مگر یہ کہ ہر دو شبہ کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ فتح الباری ص ۱۲۴ ج ۹۔

ثویبہ کے بعد حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ مشر فار اپنے شیرخوار بچوں کو ابتداء ہی سے دیہات میں بھیج دیتے تھے تاکہ دیہات کی صاف و شفاف آب و ہوا میں ان کا نشو و نما ہو۔ زبان ان کی فصیح ہو اور عرب کا اصل تمدن اور عربی خصوصیات ان سے علیحدہ نہ ہوں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

علمہ یہ خواب دیکھنے والے حضرت عباس تھے ابولہب کی وفات کے ایک سال بعد یہ خواب دیکھا۔ البیہ و النہایہ ص ۲۶۳ ج ۲

تَعُدُّوْا وَاَوْثَقُوْا
وَ اَخْشَوْا

معد بن عدنان کی ہیئت کو اختیار کرو۔ یعنی عجم
کا لباس اور ان کی ہیئت نہ اختیار کرو اور
شدائد پر بصر کرو اور بڑا پھوہ یعنی تنم میں نہ پڑو

ابوبکر صدیق نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی زبان نہایت فصیح ہے
آپ نے فرمایا اول تو میں قریش میں سے ہوں اور پھر بنی سعد میں میں نے دودھ پیسا ہے (۲)
اسی دستور کے مطابق ہر سال بنی سعد کی عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ آیا
کرتی تھیں جلیثمہ فرماتی ہیں کہ میں اور بنی سعد کی عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں
مکہ آئے میری ساتھ میرا شوہر اور ایک میرا شیر خوار بچہ تھا۔ سواری کے لیے ایک لانغود
دہلی گدھی اور ایک اونٹنی جس کا یہ حال تھا کہ ایک قطرہ دودھ کا اس سے نہ نکلتا تھا
کہ ہم بھوک کی وجہ سے رات بھر نہ سوتے۔ بچہ کا یہ حال کہ تمام شب بھوک کی وجہ سے روتا
اور بلباتا میرے پستانوں میں اتنا دودھ نہ تھا کہ جس سے بچہ سیر ہو سکے۔ کوئی عورت
ایسی نہ رہی کہ جس پر آپ پیش نہ کیے گئے ہوں مگر جب یہ معلوم ہوتا کہ آپ تیمم میں تو فوراً
انکار دیتی کہ جس کے باپ ہی نہیں اس سے حق الخدمت ملنے کی کیا توقع کی جاتے مگر
کیسی کو معلوم نہ تھا کہ تیمم نہیں ہے بلکہ ٹیمم ہے اور یہ وہ مبارک مولود ہی ہے کہ جس کے
ہاتھوں میں تھیسر و کسر لمی کے خزان کی کنجیاں رکھی جانے والی ہیں دنیا میں اگرچہ اس کا
کوئی دالی اور مربی اور حتی الخدمت دینے والا نہیں مگر وہ رب العالمین جس کے ہاتھ میں
تکلم زمین اور آسمان کے بے شمار خزان ہیں وہ اس تیمم کا والی اور متولی ہے اور
اس کی پرورش اور تربیت کرنے والوں کو وہیم و گمان سے نااہل حتی الخدمت دینے والا ہے۔
علہ حافظ ابن اثیر نے حضرت عمرؓ کے اس اثر کا وہی مطلب بیان کیا ہے جو ہم نے اپنے ترجمہ میں ظاہر کیا
حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ اثر مجھ طبرانی میں بروایت ابی حذو الکی مرفوعاً مروی ہے
یعنی یہ کلام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اثر ہے نہایہ (۲) روض الانف، ج ۱، ص: ۱۰۹ -

سب عورتوں نے شیر خوار بچے لے لیے صرف حلیمہ خالی رہ گئیں جب روانگی کا وقت آیا تو حلیمہ کو خالی ہاتھ جانا شاق معلوم ہوا۔ یکایک غیب سے حلیمہ کے دل میں اس یتیم کے لینے کا نہایت قوی داعیہ اور شدید تقاضہ پیدا ہو گیا۔ حلیمہ نے اپنے شوہر سے حکم کیا۔

وَاللّٰهُ لَا ذَهَبَ اِلٰی ذٰلِكَ الْيَتِيْمِ
فَلَا خَذَنَتْهُ فَتَالَ لَا
عَلَيْكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ لَنَا
خدا کی قسم میں ضرور اس یتیم کے پس جاؤں گی اور
ضرور اس کو لے کر آؤں گی۔ شوہر نے کہا اگر تو
ایسا کرے تو کوئی حرج نہیں امید ہے کہ حق جلّ
فیہ برکت

برکت لغت میں خیر الہی کا نام ہے یعنی اس خیر اور اس بھلائی کا نام ہے کہ جو بلا رستہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا اور اسباب ظاہری کو اس میں دخل نہ ہو۔ کنزانی المفردات الامم الراغب ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں۔ انا عند ظن عبدي بنده میرے ساتھ جیسا گمان کرتا ہے میں اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔ حلیمہ اسی برکت کی امید پر آپ کو لے آئیں۔ اللہ نے اسی امید کے مطابق ان پر برکتوں کا دروازہ کھول دیا۔ بنی سعد کی اور عورتوں نے مخلوق سے طمع باندھی اور حلیمہ نے خالق سے امید باندھی۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ اس مولود مسعود کا گود میں لینا تھا کہ پستان بالکل خشک تھے وہ دودھ سے بھر آئے اتنا دودھ ہوا کہ آپ بھی سیراب ہو گئے اور آپ کا پکا رضاعی بھائی بھی سیر ہو گیا۔ اوشنی کا دودھ دھوہنے کے لیے اٹھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ تین دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے اور میرے شوہر نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ رات نہایت آرام سے گزری صبح ہوئی تو شوہر نے حلیمہ سے کہا:-

تعلمی واللّٰہ یا حلیمتہ
لقد اخذت نسمةً
مُبارکۃً
اے حلیمہ خوب سمجھ لے
کہ خدا کی قسم تو نے بہت ہی مبارک
بچہ لیا ہے

اس پر حلیمہ نے یہ کہا۔

واللہ انی لا رجوز لک خدا کی قسم میں یقین سے کہتی ہوں کہ البتہ میں اللہ سے یہی امید رکھتی ہوں۔

اب قافلہ کی روانگی کا وقت آیا اور سب سوار ہو کر چل پڑے حلیمہ بھی اس مولود مسعود کو لے کر سوار ہوئیں حلیمہ کی وہ دہلی پتلی سواری جس کو پہلے چابک مار مار کر بٹکایا جاتا تھا وہ اب برق رفتار سہاگہ کی طرح تھامے تھمتی نہیں۔ اس وقت تو وہ ایک نبی کا مرکب بنی ہوئی ہے ساتھ والی عورتوں نے پوچھا۔ اے حلیمہ یہ دہی سواری ہے عورتوں نے کہا کہ واللہ اس وقت تو اس کی شان ہی جدا ہے۔ اسی طرح ہم بنی سعد میں پہنچے۔ اس وقت بنی سعد کی سرزمین سے زیادہ کسی جگہ قحط نہ تھا۔ میری بکریاں جب شام کو چراگاؤ سے واپس آئیں تو دودھ سے بھری ہوئی ہوتیں اور دوسروں کی بکریاں بالکل بھوک آئیں تھنوں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ ہوتا یہ دیکھ کر لوگوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اسی جگہ چرایا کرو جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مگر پھر بھی یہی ہمارا شام کو حلیمہ کی بکریاں پیٹ بھری ہوتیں دودھ سے لبریز آئیں اور دوسری بکریاں بھوک آئیں تھنوں میں دودھ ایک قطرہ نہ ہوتا حلیمہ کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اسی طرح خیر و برکت دکھلا تا رہا اور ہم اللہ کی طرف سے اسی طرح خیر و برکت کا شاہدہ کرتے رہے۔ اسی طرح جب دو سال پرے ہو گئے تو میں نے آپ کا دودھ چھیرا دیا۔

علیٰ حضرت علیہ السلام واقعہ سیرۃ ابن ہشام میں مذکور ہے صرف خط کشیدہ الفاظ ایک دوسری روایت کے الفاظ کا ترجمہ ہے جو علامہ سیوطی نے خلاصہ بکری میں بحوالہ محمد بن اسحاق وطبری و سیفی نقل کیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں فلم یزل نشرب من البکرۃ و تقرفنا اور سیرۃ ابن ہشام کے یہ الفاظ ہیں فلم یزل نعرف من اللہ الزاد والخیر ہم نے دونوں کا ملا کر ترجمہ کر دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور یہاں احادیث میں سے ہے کہ جہاں سیر و مغازی کے مابین مشہور اور متداول ہے

البدایہ والنہایہ ص ۲۴۵ (۲) سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۱، ۵۶، نیز مجمع الزوائد ج ۸، ص ۲۲۱۔

جب دو سال پر سے ہو گئے تو حلیمہ آپ کو لے کر مکہ آئیں تاکہ حضرت آمنہ کی امانت ان کے حوالے کریں مگر آپ کے وجود و باوجود کی وجہ سے خداوند ذوالجلال کی جو برکتیں مبذول تھیں اس وجہ سے حلیمہ نے حضرت آمنہ سے درخواست کی کہ اس یتیم کو اوچند روز میرے ہی پاس چھوڑ دیں۔ ان دنوں مکہ میں دوبار بھی تھی ادھر حلیمہ کا غیر معمولی اسرار اس لیے حضرت آمنہ نے حلیمہ کی درخواست منظور کی اور آپ کو اپنے ہمراہ لے جانے کی اجازت دی۔ حلیمہ آپ کو لے کر بنی سعد واپس آ گئیں۔ چند ماہ گزرنے کے بعد آپ بھی اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے جانے لگے۔

شق صدر

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے رضاعی بھائیوں کے ہمراہ بکریاں چرانے جنگل گئے ہوئے تھے کہ یکایک آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہڑا آیا کہ دو سفید پوش آدمی آتے اور ہمارے قریشی بھائی کو زمین پر لٹا کر ان کا شکم مبارک چاک کیا۔ اب اس کو سی رہے ہیں یہ واقعہ سنتے ہی حلیمہ اور ان کے شوہر کے ہوش اڑ گئے۔ افاق و خیزان دوڑے۔ دیکھا کہ آپ ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں اور چہرہ انور کا رنگ فق ہے۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ میں نے فوراً آپ کو سینے سے چٹایا اور پھر آپ کے رضاعی باپ نے آپ کو سینے سے لگایا اور آپ سے دریافت کیا کہ کیا واقعہ تھا۔ آپ نے بیان فرمایا حلیمہ آپ کو لے کر گھڑا پس آ گئیں۔ درواہ ابویعلیٰ والطبرانی درجالما ثقافت۔

شق صدر کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عمر میں چار مرتبہ پیش آیا۔ اول بار زمانہ طفولیت میں پیش آیا جب آپ حلیمہ سعدیہ کی پرورش میں تھے اور اُس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال کی تھی۔ ایک روز آپ جنگل میں تھے کہ دو فرشتے جبریل اور میکائیل سفید پوش انسانوں کی شکل میں ایک سونے کا طشت

برف سے بھرا ہوا لے کر نمودار ہوئے اور آپ کا حکم مبارک چاک کر کے قلبِ مطہر کو کونکا لایا پھر قلب کو چاک کیا اور اس میں سے ایک یاد و ٹکڑے خون کے جے ہوئے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر شکم اور قلب کو اس طشت میں رکھ کر برف سے دھویا بعد ازاں قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر ٹانگے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگا دی۔

علیمہ سعید کے یہاں زمانہِ قیام میں ششِ صد کا واقعہ پیش آنا متعدد روایات میں مختلف صحابہ سے مروی ہے (پہلی روایت) عقبہ بن عبدی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جو مسند احمد اور معجم طبرانی میں مذکور ہے۔ عقبہ کی یہ روایت مستدرک حاکم ص ۶۱۶ میں بھی مذکور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ عقبہ کی یہ حدیث شرطِ مسلم پر ہے۔ حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں حاکم کی تصحیح کا کوئی رد نہیں فرمایا۔ علامہ بیہقی۔ حدیث عقبہ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں رواہ احمد و الطبرانی و اسناد احمد حسن (۳)

عہ حدیث عقبہ بن عبد اللہ الخرج احمد و الطبرانی و غیرہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف کان بدملک فذكر القصة في انشاء في بني سعد وفي ان الملكين لما شفا صدره قال احدهما الآخر خط فطاف ذم عليه بنجام النبوة فخرج الباري ص ۶۹۹ باب عالم النبوة عہ اس روایت کے سند میں ایک راوی بقیۃ بن الولید ہے جسکی وجہ سے بعض مصنفین کو اس حدیث کے شرطِ کم پر ہونے میں تردد ہے۔ عبد اللہ بن المبارک بھی بن معین۔ ابو زر عہ علی ابن سعد فرماتے ہیں کہ بقیۃ ابن الولید خود فی حدیث ثقہ ہے اگر ثقات سے روایت کرے تو اسکی روایت معتبر ہے۔ ورنہ نہیں امام نسائی فرماتے ہیں کہ بقیۃ بن ولید اگر حدیثنا اور اخبارنا سے روایت کرے تو مقبول ہے اور اگر عن کے ذریعہ روایت کرے تو وہ روایت نہیں لی جائے گی۔ تہذیب ص ۴۱۲ و ص ۴۵۵ یہ خوب یاد رہے کہ یہ روایت مذکورہ تلخیص میں اگرچہ بطریق عن ہے لیکن مستدرک میں حدیثنا اور اخبارنا سے مروی ہے۔ حدیثنا بقیۃ بن الولید قال حدیثی یحیی بن سعید عن خالد بن معدان عن عقبہ بن عبد اللہ الرقیۃ نے یہ روایت ثقہ سے لی ہے کسی مجہول یا ضعیف راوی سے نہیں ایسے کہ یحیی بن سعید جس سے بقیۃ ابن الولید نے روایت کی ہے احمد بن حنبل اور عہ علی اور ابن سعد اور نسائی اور ابو حاکم اور ابن جابر نے اسکی توثیق

(دوسری روایت) ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جو سند بزار اور دارمی وغیرہ میں مذکور ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ حدیث ابی ذر کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے مختارہ میں اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے اور علماء نے تصریح کی ہے کہ حافظ مقدسی کی تصحیح حاکم کی تصحیح سے زیادہ موثق و مستند ہے (۱) ابوذر کی یہ حدیث۔ دلائل ابی نعیم میں بھی مذکور ہے اور حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مسند احمد اور دلائل بیہقی میں مذکور ہے (۲)

(تیسری روایت) انس بن مالک کی ہے جو طبقات ابن سعد میں مذکور ہے جس کے تمام راوی بخاری و مسلم کے مسلم ثقہ اور مستند راوی ہیں (۳)
(چوتھی روایت) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کو علامہ سیوطی نے بحوالہ بیہقی اور ابن عساکر خصائص میں ذکر کیا ہے (۵)

(پانچویں روایت) شداد بن اوش سے مروی ہے جس کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری باب خاتم النبوة میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب ص ۱۱۶ میں بحوالہ مسند ابی یعلیٰ اور دلائل ابی نعیم ذکر کیا ہے (۶)

کی ہے۔ تہذیب صحیح ۲۲۴ ع ۳۳۰ علامہ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں۔ قلت لاشک فی صحۃ اسنادہ فقد صحۃ الضیاء وقد قال العلما ان تصحیح علی من تصحیح الحاکم زرقانی ص ۱۶۱ منہ وہ روایت یہ ہے اخیرنا یزید بن ارون وعفان بن سلم قالوا لانا حدیث عن ثابت عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلعب مع الصبیان فأتا آت فأنذره فشق بطنہ فاستخرج منه علقہ فرمی بہا وقال ہذا فیصیب الشیطان منک ثم غسلہ فطست من ذہب من مارزمزم ثم لائمہ فاقبل الصبیان الی فطرۃ قتل محمد فاستقبلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد اتفق لہ قال انس فلقد کنزہی اثر الخیظ فی صدرہ۔

طبقات ابن سعد باب علامات النبوة قبل الاسلام ص ۹ (۳) مجمع الزوائد ج ۸: ص ۲۲۲
(۱) زرقانی ج ۱: ص ۱۶۰، ۱۶۱ ج (۲) ج ۶: ص ۶۰۹ ج (۴) ج ۱۱: ص ۹۷ (۵) الخصائص ص ۱: ج ۵۵ (۶) ج ۱: ص ۱۵۰ -

(چھٹی روایت) خالد بن معدان تابعی کے ہے کہ جو طبقات ابن سعد ص ۹۶ میں
مرسل مذکور ہے۔ مگر محمد بن اسحاق کے سلسلہ سند میں مذکور ہے کہ خالد بن معدان کلاعی
کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مجھ سے شق صد کا یہ واقعہ بیان کیا انھیں اب شام
ص ۵۶۵، حافظ ابن کثیر، محمد بن اسحاق کی یہ روایت نقل کر کے فرماتے ہیں ہذا انشا
جید قوی (۲)

ابن عباس اور شداہی اوس اور خالد بن معدان کی روایتیں۔ بعض راویوں کے
ضعیف ہونے کی وجہ سے اگرچہ فردا فراضعیف ہوں لیکن اول تو تعدد طرق سے
حدیث کے ضعف میں کمی آجاتی ہے۔ دوم یہ کہ جو ضعیف روایت متعدد صحابہ
اور مختلف سندوں سے مروی ہو تو ایسی ضعیف حدیث بلاشبہ صحیح حدیث کی مؤید
ہو سکتی ہے اور چند ضعاف کے انضمام سے حدیث صحیح کی صحت اور وثاقت میں
اور اضافہ ہو جاتا ہے رہا یہ امر کہ سلسلہ معراج میں یحییٰ بن کثیر کے شق صدر کا ذکر نہیں با دوسری
بعض روایتوں میں اس شق صدر کا ذکر نہیں سو یہ اس کے غیر متخیر ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی
عدم ذکر کو ذکر عدم کی دلیل بنانا عقلاً صحیح نہیں احادیث معراج ہی کو لے لیجیے کہ

علاء ابوہریرہؓ کی اس حدیث کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری ص ۱۳۳ باب ماجاء فی قولہ عز وجل وکلم اللہ
موسیٰ انکلمنا میں ذکر کیا ہے ۱۲ علاء حضرت عائشہؓ کی روایت جو دلائل ابی نعیم میں مذکور ہے اس کی سند
میں دو راوی مکمل فیہم ایک یزید بن ابیوس ہے۔ ابوہاتم کہتے ہیں کہ یزید بن ابیوس مجہول ہے لیکن
دارقطنی فرماتے ہیں لا باس بہ اس میں کچھ حرج نہیں یعنی اچھا خاصا راوی ہے اور ابن حبان نے اس
کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ تہذیب ص ۳۱۶ حافظ متزی تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں کہ ذکرہ ابن حبان فی التہذیب
مورعی ر البخاری فی اللادب ابو داؤد و الترمذی فی الشمائل والنسائی اور تہذیب الکمال ص ۳۱۶ دوسرا
راوی داؤد بن الجرجی ہے جو بعض علماء نے کذاب بتلایا ہے لیکن یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ثقہ ہے کذاب
نہیں ابو داؤد فرماتے ہیں ثقہ ہے لیکن شاہ ضعیف کے ہے نسائی فرماتے ہیں ضعیف ہے تہذیب
ص ۱۹۹

تقریباً پچاس صحابہ کرام سے مروی ہیں لیکن ہر صحابی کی روایت میں کچھ ایسے امور کا ذکر ہے کہ جو دوسرے صحابہ کی روایت میں اس کا ذکر نہیں اسی طرح یہاں کچھ ایسے کہ راوی نے کسی جگہ نقطہ معراج کے شق صدر کو ذکر کیا اور کسی جگہ نقطہ طفولیت کے شق صدر کو بیان کیا اور کسی جگہ دوزن کو جمع کر دیا اور ہر شق صدر کا زمان اور مکان مختلف ہے اور ہر ایک جدا گانہ واقعہ ہے فقط ایک واقعہ کا ذکر دوسرے غیر مذکورہ واقعہ کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔
دوسری بار شق صدر کا واقعہ آپ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح ابن حبان اور دلائل ابی نعیم وغیرہ میں مذکور ہے۔

ابو ہریرہؓ کی حدیث کو حافظ مقدسی نے مختارہ میں اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں زوائد مسند کے سند کے راوی کل ثقہ ہیں (۴)

رواہ عبد اللہ و رجالہ ثقات و ثقہ ابن حبان ... اور صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ فتح الباری باب علامات النبوة فی الاسلام۔

تیسری بار یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا جیسا کہ مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۱۵ اور دلائل ابی نعیم ص ۶۹ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے حافظ ابن الملقن نے شرح بخاری میں اور حافظ عسقلانی نے فتح الباری باب المعراج میں بابا جابر

بہر حال اس حدیث کی سند اباسرے کسی طرح کم نہیں معلوم ہوتی خصوصاً جبکہ ابو داؤد طیالسی کی سند کو بھی اس کی ساتھ ملا لیا جاتے تو اور قوت آجاتی ہے اسی وجہ سے حافظ ابن ملقن اور حافظ عسقلانی نے اس کو ثبت کے لفظ سے تعبیر فرمایا حافظ ابن ملقن کے یہ الفاظ ہیں وثبت شق الصدر ایضاً عند البیہقی لما أخرجه أبو نعیم فی الدلائل اور شرح بخاری ص ۳۸۶ اور عسقلانی کے الفاظ بھی اسی کے قریب بلکہ یہی ہیں ۱۲- (۱) سیرۃ ابن ہشام، ج: ۱، ص: ۵۶ (۲) البدایہ والنہایہ، ج:

۲، ص: ۲۷۵ (۳) زرقانی، ج: ۱، ص: ۱۸۳

علہ حافظ ابن ملقن کی شرح بخاری کا نقلی نسخہ آباد کوئی کتب خانہ آصفیہ، (۱) مجمع الزوائد، ج: ۸، ص: ۲۵۵

فی قولہ عز وجل وکلّم اللہ موسیٰ تکلیما میں بعثت کے وقت شق صدر کا ثابت ہونا تسلیم کیا ہے نیز اس واقعہ کا بوقت بعثت پیش آنا مسند بزار میں ابوذر غفاری سے مروی ہے علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابوذر کی یہ حدیث اس حدیث کے مغائر ہے جو ابوذر ہی سے مدبارہ اسرارہ معراج صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور بخاری کے راوی ہیں مگر جعفر بن عبد اللہ بن عثمان البکیر جس کی ابو حاتم رازی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور غفیلی نے اس میں کلام کیا ہے (۲) چوتھی بار : یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی وغیرہ میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس بارے میں روایتیں متواتر اور مشہور ہیں۔

الحاصل

یہ چار مرتبہ کا شق صدر تو روایات صحیحہ اور احادیث معتبرہ سے ثابت ہے اور بعض روایات میں پانچویں مرتبہ بھی شق صدر کا ذکر آیا ہے کہ بیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہوا۔ مگر یہ روایت باجماع محدثین ثابت اور معتبر نہیں۔

شق صدر کی حقیقت

علامہ قسطلانی مواہب میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔

ثم ان جميع ما ورد من شق الصدر	یہ جو کچھ مروی ہوا یعنی شق صدر اور قلب مبارک
استخراج القلب وغیر ذلك من	کانکانا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے خوارق کا اسی
الامور الخارقة للعادة مما يجب	طرح تسلیم کرنا واجب اور لازم ہے جس طرح
التسلیم له دون التعرض لصرفه	منقول ہوتے ان کو اپنی حقیقت کے بغیر بچاؤ
عن حقیقتہ لصلاحیة	اللہ کی قدرت کے کوئی شے محال نہیں اہم قرطبی اور

القدرة فلا يستحيل شيء
من ذلك هكذا قال القوطي
في المفهم والطبي والنور
بشي والحاظ في الفتح
والسيوطي وغيرهم ويؤيده
الحديث الصحيح أنهم
كانوا يرون أثر المخطط في
صدره قال السيوطي وما وقع
من بعض جملة العصر من
انكار ذلك وحمل على الأمر المعنى
فهو جهل صريح وخطأ
قبيح نشاء من خذلان الله
تعالى لهم وعكوفهم
على العلوم الفلسفية وبعدهم
هم عن دقائق السنة
عافانا الله من ذلك انتهى (۱)

علامہ طبری اور حافظ قریشی اور حافظ عسقلانی
اور علامہ سیوطی اور دیگر اکابر علماء بھی یہی فرماتے
ہیں کہ شق صدی اپنی حقیقت پر محمول ہے اور
حدیث صحیح اس کی تائید ہے وہ یہ کہ حدیث میں
ہے کہ صحابہ کرام سیون یعنی سلاخی کا نشان
حضور کے سیدہ مبارک پر اپنی آنکھوں سے
دیکھتے تھے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ
بعض جملہ عصر کا شق صدی سے منکر ہونا
اور بجائے حقیقت کے اس کو امر مغوی
پر محمول کرنا (جیسا کہ اس زمانہ کے بعض
سیرت نگار کہتے ہیں کہ شق صدی سے حقیقی معنی
مراد نہیں بلکہ شرح صدی کے معنی مراد ہیں) صریح
جہالت اور سخت غلطی ہے جو حق تعالیٰ کی
عدم توفیق اور علوم فلسفہ میں انہماک اور علم سنت
سے بعد اور دوری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

خلاصہ کلام یہ کہ شق صدر سے حقیقت سیدہ کا چاک کرنا مراد ہے۔ شق صدی شرح صدی کے
معنی مراد لینا جو ایک خاص قسم کا علم ہے۔ صریح غلطی ہے۔ شق صدی حضور کے خاص الخاص
معجزات میں سے ہے اور شرح صدی حضور کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ابوبکر و عمر کے زمانے سے
لے کر اب تک بھی علماء صالحین کو شرح صدی ہوتا رہا ہے۔ نیز اگر شق صدی سے شرح صدی کے
معنی مراد ہوں جو کہ ایک امر مغوی ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہو گا کہ سیون کا نشان

جو آپ کے سینہ مبارک پر صحابہ کرام اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کیا شرحِ حدیث سے سینہ پر سلائی کے نشان نمودار ہوجاتے ہیں۔ لاجل ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

شق صدر کے اسرار

پہلی مرتبہ جو طبرہ سعدیہ کے میاں زمانہ قیام میں قلب چاک کر کے جو ایک سیاہ نقطہ نکلا گیا۔ وہ حقیقت میں گناہ اور معصیت کا مادہ تھا جس سے آپ کا قلب مطہر پاک کر دیا گیا اور نکالنے کے بعد قلب مبارک غالباً اس لیے دھویا گیا کہ مادہ معصیت کا کوئی نشان اور اثر بھی باقی نہ رہے اور برف سے اس لیے دھویا کہ گناہوں کا مزاج گرم ہے جیسا کہ شیخ اکبر نے فتوحات میں لکھا ہے۔ اس لیے مادہ معصیت کے بجھانے کے لیے برف کا استعمال کیا گیا کہ حرارت عصیاں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے اور قرآن و حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْۤوَالَ الْاِیْمٰنَہِ ظُلْمًا اِشْمَآیَا كَلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہُمْ نَارًا وَ یَحْفِقُ جَوَارِہُمْ یٰمُؤْمِنُوْنَ کھاتے ہیں وہ حقیقت میں اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مال حرام اگرچہ دنیا میں کتنا ہی ٹھنڈا کیوں نہ ہو لیکن عالم آخر کے نوحہ سے اس کا مزاج آگ سے کم گرم نہیں جیسے صبر کا مزاج اس عالم میں خنظل سے زیادہ تلخ ہے مگر عالم آخرت میں غسل (شہید) سے زیادہ شیریں ہے۔ و قس علیٰ ہذا۔ اور ایک حدیث میں الصدقة تطفی الخبیثۃ کما یطفئ الماء النار یعنی صدقہ گناہ کو ایسا ہی بجھا دیتا ہے جیسا پانی آگ کو (رواہ احمد و الترمذی عن معاذ بن جبل) ایک اور حدیث میں ہے

ان الغضب من الشیطان وان
الشیطان خلق من النار
انما یطفئ النار بالماء فاذا غضب
آگ سے پیدا کیا گیا ہے (نتیجہ نکلا کہ غصہ
آگ سے پیدا ہوا ہے) اور جزا نیست کہ آگ

أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ
(رواہ ابو داؤد) کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے۔
کربانی ہی سے بچایا جاتا ہے۔ اس لیے جب

امام غزالی فرماتے ہیں کہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا غسل کرے۔ آگ میں دو
وصف خاص ہیں۔ ایک حرارت اور گرمی اور دوسرے علو یعنی اوپر کو چڑھنا۔ اس لیے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے وصف کے لحاظ سے غضب کا یہ علاج تجویز فرمایا کہ وضو
کر دو اور غصہ کی آگ کربانی سے بچاؤ اور دوسرے وصف یعنی بڑائی کے لحاظ سے
یہ علاج تجویز فرمایا۔

اِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَإِنَّ ذَهَبَ
عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْأَفْلَاحُ يَضْطَجِعُ
رواہ احمد والترمذی عن ابی ذرؓ
جس کو غصہ آئے وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جاتے
اگر اس سے غصہ جاتا رہے تو فہما و ذریعہ
جالتے اس حدیث کو احمد بن حنبل اور
ترمذی نے ابو ذر سے روایت کیا ہے۔
غصہ کی وجہ سے انسان میں جو ایک قسم کا علو اور بڑائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا علاج
تواضع تذلل اور تسکین سے فرمایا کہ غصہ آئے ہی فوراً زمین پر بیٹھ جاؤ یا لیٹ جاؤ اور
سمجھ لو کہ ہم اسی مشیت خاک سے پیدا کیے گئے ہیں آگ بگولہ بننے کی کیا ضرورت ہے
بخاری اور مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شام کے بعد نماز
میں دُعا مانگا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءٍ
الشَّيْخِ وَالْبَرَدِ
اے اللہ میری خطاؤں کو برف اور ازلے کے
پانی سے دھو دے

اس دعا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

۱) آگن ہوں کی نجاست کی طرف کہ ان کے دھونے کی اللہ سے درخواست کی اس لیے کہ
طریقہ یہ ہے کہ نجاست اور ناپاکی ہی کو دھوتے ہیں پاک چیز کو نہیں دھوتے (۲) آگن ہوں کی

حرارت اور گرمی کی طرف کہ برف اور اولے کے پانی سے ان کے بچانے کی درخواست کی اس لیے کہ اگر گناہوں میں فقط نجاست ہی ہوتی اور حرارت نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بجائے برف کے پانی کے گرم پانی سے ان کے دھونے کی درخواست فرماتے لیکن گناہوں میں نجاست کے ساتھ حرارت بھی ہے اس لیے تطہیر نجاست کے علاوہ تبرید اور تسکین کی بھی ضرورت ہے۔ گرم پانی سے اگرچہ تطہیر نجاست کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے مگر تبرید اور تسکین کا مقصد علی وجہ الاتم برف اور اولے ہی کے پانی سے حاصل ہو سکتا ہے اس لیے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بجائے گرم پانی کے ٹھنڈے پانی سے گناہوں کے دھونے کی دعا فرمائی۔ اسی وجہ سے امام نسائی نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا کہ نماز کے لیے بجائے گرم پانی کے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا افضل اور بہتر ہے اس لیے کہ وضو اور نماز سے مقصد گناہوں کی آگ کو بجھانا ہے جیسا کہ ابو ذر کی حدیث سے (جو عقدہ کے علاج کے بارہ میں گندہ بچکی) معلوم ہوتا ہے اور عمیر طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے وقت ایک منادی اللہ کی طرف سے ندا دیتا ہے کہ بنی آدم اٹھو اور اس آگ کو بجھاؤ جو تم نے اپنے اوپر روشن کی ہے اہل ایمان اُٹھتے ہیں اور وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتے ہیں۔

جس طرح ان آیات اور احادیث سے گناہوں کے مزاج کا گرم ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی حدیث سے حب الہی اور محبت خداوندی کے مزاج کا سرد ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یسئامنا کما کرتے تھے

اللّٰهُوَ اجْعَلْ جَنَّتَكَ اَحَبَّ لِّىَ اللّٰهِ اِنِّىْ مَحَبَّتِىْ مِیْرَے لیے سب سے زیادہ
اِلٰى مِیْنَفْسِىْ وَاَهْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ محبوب بنادے حتیٰ کہ میرے نفس سے اور

میرے اہل سے اور ٹھنڈے پانی سے۔

مار بارود (ٹھنڈے پانی) کا مزاج تو بارود ہوتا ہے۔ لیکن اہل کا مزاج بھی بارود معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ اجل شانہ نے قرآن میں اپنے خاص بندوں کی یہ دعا ذکر فرمائی ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا
وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ
أَعْيُنٍ - (۱)

تیری اگلا اور فرما زبیری میں دیکھوں اور تیری معصیت میں نہ دیکھوں اس لیے کہ مومن کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی سے ٹھنڈی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ آنکھیں ٹھنڈی ہی چیز سے ٹھنڈی ہوتی ہیں معلوم ہوا کہ اطاعت خداوند کا مزاج ٹھنڈا ہے اور معصیت کا مزاج گرم ہے کیونکہ معصیت کا تعلق جہنم سے ہے۔ اس لیے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک ہی سلسلہ میں مار بارود اور اہل کو ملا کر دعا فرمائی کہ اے اللہ اپنی محبت گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے کہیں زائد ہمارے لیے مجرب بنا دے آمین

آئمہ عو کے نزدیک اگرچہ معطوف اور معطوف علیہ میں مناسبت ضروری نہیں کیونکہ یہ شئی ان کی موضوع بحث سے خارج ہے مگر بلغار کے نزدیک مناسبت ضروری ہے۔ پس ناممکن ہے کہ نبی اکرم سرور عالم انصع العرب العجم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام فصاحت و فصیح مناسبت کے خالی ہو جس طرح آیات اور احادیث سے معاصی کے مزاج کا گرم ہونا اور طاعات کے مزاج کا بارود ہونا معلوم ہوتا ہے اسی طرح کچھ خیال آتا ہے کہ شاید مباحات کا مزاج معتدل ہو نہ حار اور نہ بارود واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم اور دوسری باروس سال کی عمر میں جو دس کی عمر میں جو سینہ چاک کیا گیا وہ اس لیے کیا گیا تاکہ قلب مبارک مادہ لہو و لعب سے پاک ہو جائے۔ اس لیے کہ لہو و لعب خدا سے غافل بنا دیتا ہے اور میری باربعثت کے وقت جو قلب مبارک چاک کیا گیا وہ اس لیے

کہ قلب مبارک اسرار وحی اور علوم الہیہ کا تحمل کر سکے۔

اور چوتھی بار معراج کی وقت اس لیے سینہ چاک کیا گیا تاکہ قلب مبارک عالم ملکوت کی سیر اور تجلیات الہیہ اور آیات بیانیہ کے مشاہدہ اور خداوند ذوالجلال کی مناجات اور اس کی بے چون و چگون کلام کا تحمل کر سکے غرض یہ کہ بار بار شق صدر ہوا اور ہر مرتبہ کے شق صدر میں جداگانہ حکمت ہے۔ بار بار شق صدر سے مقصود یہ تھا کہ قلب مطہر و منور کی طہارت و نورانیت انتہا کو پہنچ جائے۔ حضرات اہل علم فتح الباری باب المعراج کی مراجعت کریں۔

شق صدر کے بعد مہر کیوں لگائی گئی

جب کسی شے کی حفاظت مقصود ہوتی ہے تو مہر لگا دیتے ہیں تاکہ جو شے اس میں رکھ دی گئی ہے وہ اس میں سے نکلنے نہ پائے۔ جواہرات بھر کر تھیلی پر مہر لگاتے ہیں کہ کوئی موتی نکلنے نہ پائے۔ اسی طرح آپ کے قلب مبارک کو علم و حکمت سے بھر کر دوشانوں کے درمیان مہر لگا دی گئی تاکہ اس خزانہ سے کوئی شے ضائع نہ ہوئے۔

پائے (۱)

نیز جس طرح شق صدر سے قلب کا اندرونی حصہ خط شیطان سے پاک کر دیا گیا اسی طرح دوشانوں کے درمیان قلب کے مقابل بائیں جانب ایک مہر لگا دی گئی تاکہ قلب شیطان کے وسوسوں اور بیرونی حملوں سے محفوظ ہو جائے اس لیے کہ شیطان اسی جگہ سے دوسرے ڈالٹا ہے عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے کہ کسی شخص نے حق جل شانہ سے درخواست کی اے رب العالمین مجھ کو شیطان کے دوسرے کا راستہ دکھا کہ وہ کس راہ سے آکر آدمی کے دل میں دوسرے ڈالٹا ہے تو من جانب اللہ دوشانوں کے درمیان جگہ جو قلب کے مقابل بائیں جانب ہے وہ دکھلائی گئی کہ شیطان اس راہ سے آتا ہے اور جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے (۱)

(۱) خواص الحکم ص: ۱۵۲، (۲) روض الالف ج: ۱، ص: ۱۱۱

خلاصہ یہ کہ جس طرح قلبِ مبارک کا اندر فی حقہ شقِ صدر کے ذریعہ مادہ شیطانی سے پاک کر دیا گیا اسی طرح پشت کی جانب مہر لگا کر باہر سے بھی شیطان کی آمد کا راستہ بند کر دیا گیا۔

مہرِ نبوت کسب لگائی گئی؟

بعض کہتے ہیں مہرِ نبوت ابتدائے ولادت سے تھی اور علمائے بنی اسرائیل آپ کو اسی علامت سے جانتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ شقِ صدر کے بعد مہر لگائی گئی پہلا قول زیادہ صحیح اور راجح ہے جیسا کہ بعض روایات سے صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش ہی مہرِ نبوت کے ساتھ ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ جن روایات میں شقِ صدر کے بعد مہرِ نبوت کا لگانا مذکور ہے۔ وہ سابق مہرِ نبوت کی تجدید اور اعادہ ہو اس طرح سے ظاہر و باطن میں تطبیق اور توفیق ہو جاتی ہے۔ (۱)

شقِ صدر کے واقعہ سے حضرت حلیمہ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا آپ کو کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے اس لیے آپ کو حضرت آمنہ کے پاس کھلے کر حاضر ہوئیں اور تمام واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت آمنہ اس واقعہ کو سن کر بالکل ہراساں نہ ہوئیں اور ان انوار و تجلیات اور ان خیرات اور برکات کا جو زمانہ حمل اور ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے ذکر کر کے یہ فرمایا کہ میرے اس بیٹے کی شان بہت بڑی ہوگی۔ اس مولود مسودہ شیطانی کی رسائی ناممکن ہے تم مطمئن رہو اس کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی۔ حلیمہ اپنے گھر واپس ہو گئیں اور آپ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہنے لگے۔ جب عمر شریف چھ سال کو پہنچی تو حضرت آمنہ نے مدینہ کا قصد فرمایا اور آپ کو بھی ساتھ لے گئیں۔ ام ایمن بھی آپ کے ہمراہ تھیں ایک ماہ اپنے میکہ میں قیام کیا۔ پھر آپ کو لے کر واپس ہوئیں۔ راستہ میں مقام ابواب میں حضرت آمنہ نے انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (۲)

عبدالطلب کی کفالت

امامین آپ کو لے کر مکہ حاضر ہوئیں اور آپ کے دادا عبدالطلب کے پڑویا عبدالطلب آپ کو ہمیشہ ساتھ رکھتے عبدالطلب جب سجد حرام میں حاضر ہوتے تو خانہ کعبہ کے سایہ میں آپ کے لیے ایک خاص فرش بچایا جاتا کسی کی مجال نہ تھی کہ اس پر قدم رکھ سکے حتیٰ کہ عبدالطلب کی اولاد بھی اس فرش کے ارد گرد حاشیہ اور کنارے پر بیٹھی مگر آپ جب آتے تو جے بکلف مندر پر بیٹھ جاتے آپ کے چچا آپ کے مندر سے ہٹانا چاہتے مگر عبدالطلب کمال شفقت سے یہ فرماتے کہ میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو خدا کی قسم اس کی شان ہی کچھ سی ہوگی پھر لا کر اپنے قریب بٹھلاتے اور آپ کو دیکھتے اور سرور ہوتے۔ سیرۃ ابن ہشام و عین اللآثر مستدرک حاکم میں کنذیر بن سعید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں اسلام سے قبل حج کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوا دیکھا کہ ایک شخص طواف میں مصروف تھا اور یہ شعر اس کی زبان پر ہے۔

رُودًا إِلَى سَرَابٍ مُّحَمَّدًا يَارَبُّ رُودَةً وَاصْطَنَعَ عُنْدِي يَدًا

اے اللہ میرے سوار محمد کو واپس بھیج دے اور مجھ پر عظیم الشان احسان فرما میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہ عبدالطلب ہیں اپنے پوتے کو گمشدہ اونٹ کی تلاش میں بھیجا ہے۔ کیونکہ ان کو جس کام کے لیے بھیجتے ہیں اس میں ضرور کامیابی ہوتی ہے۔ آپ کو گئے ہوئے دیر ہو گئی اس لیے عبدالطلب بے چین ہو کر یہ شعر پڑھ رہے ہیں کچھ دیر نہ گزری کہ آپ بھی واپس آگئے اور اونٹ آپ کے ہمراہ تھا۔ دیکھتے ہی عبدالطلب نے آپ کو گلے لگالیا

۱۔ حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ واقعہ سیرہ محمد بن اسحاق اور دلائل بہتقی اور دلائل ابی نعیم میں مذکور ہے اور ابو نعیم نے ایک اور سند سے اس واقعہ کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابی سعد اور ابن عساکر نے زہری اور مجاہد اور نافع بن جبر سے روایت کیا ہے ۱۲۔ خلاصہ کبریٰ ص ۸۱ ج ۱

۱۳۔ عظیم الشان یہ ترجمہ ان کی توفیق و تعظیم کا ہے

اور یہ کہا کہ بیٹا میں تمہاری وجہ سے بچہ پریشان تھا اب کبھی تم کو اپنے سے جدا نہ ہونے دو گا۔
حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت شرط مسلم پر ہے اور حافظ ذہبی نے بھی اس شرط مسلم پر ہونا
تسلیم کیا ہے (۱)

عبد المطلب کا انتقال:

دو سال تک آپ اپنے دادا عبد المطلب کی تربیت میں رہے جب عمر فریق
آٹھ سال کو پہنچی تو عبد المطلب بھی اس دنیا سے رخصت ہوئے علی اختلاف الاقوال
سیاسی دلچسپی یا بچانہ سے یا ایک سو دس یا ایک سو بیس سال کی عمر میں انتقال کیا
اور جحون میں مدفون ہوئے۔ ابو طالب چونکہ حضرت عبداللہ کے حقیقی اور عینی بھائی
تھے۔ اس لیے عبد المطلب نے مرتے وقت آپ کو ابو طالب کے پسر دیکھا اور یہ وصیت
کی کہ کمال شفقت اور رعایت محبت سے ان کی کفالت اور تربیت کرنا (۲)

اتم ایمن کہتی ہیں کہ جس وقت عبد المطلب جنازہ اٹھا تو آپ کو دیکھا کہ آپ جنازہ
کے پیچھے روتے جاتے تھے (۳)

ایک مرتبہ آپ دریافت کیا گیا کہ آپ کو عبد المطلب کا مرنا یاد ہے آپ نے فرمایا
میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی (۵)

ابو طالب کی کفالت:

عبد المطلب کی وفات کے بعد آپ اپنے چچا ابو طالب کی آغوش تربیت میں آ گئے
ابو طالب نے آپ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھا اور اس شفقت اور محبت سے مرتے دم تک آپ

(۲) مستدرک، ج ۲، ص: ۳۹۰، ۳۹۱، عیون الآثار

ج: ۱، ص: ۴۰، (۳) طبقات ابن سعد ج: ۱، ص: ۷۴، ۷۵، (۴) دلائل

ابی نعیم ج: ۱، ص: ۵۱ -

کی تربیت کی کتنی یہ ہے کہ تربیت اور کفالت کا حق پورا پورا ادا کر دیا۔ انوس کہ ابوطالب باوجود اس والہانہ اور عاشقانہ تربیت اور کفالت کے دولت ایمان اور نعمت اسلام سے محروم رہے۔ ایک بار مکہ میں قحط پڑا لوگوں نے ابوطالب سے درخواست کی کہ آپ بارش کے لیے دعا کیجیے۔ ابوطالب ایک مجمع کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کر لے کر حرم میں حاضر ہوئے اور آپ کی پشت کو خانہ کعبہ سے لگا دیا آپ نے بطور نضر اور اتجاہ کشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا بادل کا کہیں نام و نشان نہ تھا اشارہ کرتے ہی ہر طرف سے بادل اُمڈ آئے اور اس قدر بارش ہوئی کہ کام ندی نالے بننے لگے اسی بارہ میں ابوطالب نے کہا ہے۔

وَابْيَضُنَّ يَسْتَسْقِي الْغَنَامُ بِرُجْمِهِمْ
ثَمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَسْرَائِلِ
ایسے روشن اور منور کہ ان کے چہرے کی برکت خدا سے بارش مانگی جاتی ہے جہنمیوں کی پناہ اور پیروں کا مادی اور ملجا ہے (۱)

شام کا پہلا سفر اور قصۂ بحیرہ راء

آپ کے سن بارہ سال کی پہنچ چکا تھا کہ ابوطالب نے قریش کے قافلہ تجارت کے ساتھ شام کا ارادہ کیا مصائب سفر کے خیال سے ابوطالب کا ارادہ آپ کو ہمارا لے جانے کا نہ تھا عین روانگی کے وقت آپ کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار دیکھے اس لیے آپ اپنے ہمراہ لے لیا۔ سیدہ ابن ہشام ص ۱۱۰ و عین الاثر ص ۱۱۱ اور روانہ ہوتے جب شہر بصری کے قریب پہنچے تو وہاں ایک نصرانی راہب رہتا تھا جس کا نام جریس تھا اور بحیرہ راء کے

مذہب قرانی : ج : ۱ : ص : ۱۹۰ (عہد بحیرہ راء اور حاکمہ اور یاسے کا)

اور اخیر میں اسے مقصودہ اور بعض نے راء کو مدونہ پڑھا ہے دیکھو زرقانی ص ۹۵ (ج : ۱ : قافلہ) اہل تحقیق کے نزدیک بحیرہ راء مشرک اور بت پرست نہ تھا اور بعض روایات میں بحیرہ راء کی طرف سے لات وعزی کی قسم دلائی ہے سوائے سوائے -

نام سے مشہور تھا اور نبی آخر الزماں کی جو علامتیں آسمانی کتابوں میں مذکور تھیں ان سے بخوبی واقف اور باخبر تھا چنانچہ مکہ کا یہ قافلہ جب بحیرا راہب کے صومعہ کے پاس جا کر اترا تو اُس نے حضور پُر نورؐ کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جن کی کتب سابقہ میں خبر دی گئی ہے اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیا دیکھو زرقانی سیدؑ ۱۹ جامع ترمذی میں ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ ایک بار ابوطالب مشائخ قریش کے ساتھ شام کی طرف گئے سفر میں جس جگہ جا کر اترے وہاں ایک راہب رہتا تھا۔ اس سے پہلے بھی بارہا اس راہب پر گزر رہتا تھا مگر وہ کبھی ملتفت نہ ہوتا تھا اس مرتبہ قریش کا کاروان تجارت جب وہاں جا کر اترا تو راہب غلاف معمول اپنی صومعہ سے نکل کر ان میں آیا اور تجسسا نہ نظر دل سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ حضور کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ کہا۔

هَذَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ هَذَا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ يَبْعَثُهُ اللَّهُ صَحْبًا لِلْعَالَمِينَ
یہی ہے سردار جہانوں کا یہی ہے رسولِ پُرکارِ عالم کا جس کو اللہ جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا۔

سردارانِ قریش نے اس راہب سے کہا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ راہب نے کہا جس وقت آپ سب گہاٹی سے نکلے تو کوئی شجر اور حجر ایسا باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو اور شجر اور حجر نبی ہی کے لیے سجدہ کر سکتے ہیں اور علامہ ازیں میں آپ کو مہرِ نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو سید کے شاہِ آپ کے شانہ کے نیچے واقع ہے۔ راہب یہ کہہ کر واپس ہو گیا اور فقط ایک آپ کی وجہ سے تمام قافلہ کے لیے کھانا تیار کر لیا۔ کھانے کے لیے سب حاضر ہوئے تو آپ موجود نہ تھے۔ راہب نے دریافت کیا کہ آپ کہاں ہیں معلوم ہوا کہ اوٹھ چرانے گئے ہوتے ہیں۔ آدمی پیچ کر آپ کو بلایا۔ جس وقت آپ تشریف لائے تو ایک ابر آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا جب آپ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لوگ آپ سے پہلے درخت کے سایہ میں جگہ لے چکے ہیں۔ اب کوئی جگہ سایہ کی باقی نہ رہی آپ ایک

جانب کو بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا کہ درخت کے سایہ کو دیکھو کہ کس طرح آپ کی طرف مائل ہے اور کھڑے ہو کر لوگوں کو قسمیں دینے لگا اور یہ کہا کہ آپ لگ ان کو روم کی طرف نہ لے جائیں۔ رومی اگر ان کو دیکھ لیں گے تو آپ کی صفات اور علامات سے آپ کو پہچان کر قتل کر ڈالیں گے انشاء کلام میں اچانک اور یکایک جبرائیل کی نظر پڑی تو دیکھا کہ روم کے سات آدمی کسی تلاش میں اسی طرف آ رہے ہیں۔ راہب نے پوچھا تم کس لیے نکلے ہو۔ رومیوں نے کہا کہ ہم اس نبی کی تلاش میں نکلے ہیں جس کی توریت اور انجیل میں بشارت مذکور ہے کہ وہ اس مہینہ میں سفر کے لیے نکلے والا ہے۔ ہر طرف ہم نے اپنے آدمی بھیجے ہیں۔ راہب نے کہا اچھا یہ تو باد کہ جس شے کا خداوند ذوالجلال نے ارادہ فرمایا ہو کیا اس کو کوئی روک سکتا ہے۔

رومیوں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد رومیوں نے بجایا راہب سے عہد کیا کہ ہم اب اس نبی کے درپے نہ ہوں گے اور یہ سات رومی وہیں بچا راہب کے پاس رہ پڑے کیونکہ جس مقصد کے لیے نکلے تھے وہ خیال ہی بدل گیا۔ اس لیے اب واپسی کو خلاف مصلحت سمجھ کر بجایا راہب کے پاس ٹھہر گئے۔ راہب نے پھر قریش کے قائد کو قسم دے کر یہ دریافت کیا کہ تم میں سے اس کا دلی کون ہے لوگوں نے ابوطالب کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے ابوطالب کے کہا کہ آپ ان کو ضرور واپس بھیج دیں ابوطالب نے آپ کو ابو بکر اور بلال کے ہمراہ کر واپس بھیج دیا۔ راہب نے ناشتہ کے لیے روٹی اور زیتون کا تیل ساتھ کر دیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ بجایا نے اٹھ کر آپ کی پشت مبارک کو دیکھا تو دونوں شانوں کے درمیان مہر نہایت دیکھی اور مہر نہوت کو اس صفت پر پایا جو اس کے علم میں تھی۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ قصہ اہل مغازی کے نزدیک مشہور ہے شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ قصہ کے متعدد شواہد ہیں جو اس کی صحت کا حکم کرتے

ہیں اور میں عنقریب ان شواہد کو بیان کر دوں گا (۱)

حافظ عسقلانی اصحاب میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ عبدالرحمن بن عروان روایت بخاری میں سے ہے۔ احمد مرثیہ اور حفاظ کی ایک جماعت نے عبدالرحمن کو ثقہ بتایا ہے۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی نے عبدالرحمن پر جرح کی ہو۔ اس روایت میں صرف ابوبکر اور بلال کو ساتھ بھیجنے کا ذکر بعض روایت کی غلطی سے درج ہو گیا ہے لہذا یہ کہا جائے گا کہ صرف ابوبکر اور بلال کو ساتھ بھیجنے کا ذکر اس روایت میں مذکور ہے۔ اہ اور ایک کلمہ کے مدح ہو جانے کی وجہ سے تمام حدیث کو ضعیف نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں (۲) اور یہ حدیث مسند بزار میں بھی مذکور ہے مگر اس میں حضرت بلال کا ذکر نہیں بلکہ بجائے ”وارسل معہ بلالا“ کے رجلاً کا لفظ مذکور ہے (۳)۔ امام جریری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں فقط ابوبکر اور بلال کا ذکر اس روایت میں راوی کا دم ہے (۴) حافظ عسقلانی فتح الباری کتاب التفسیر میں فرماتے ہیں کہ ترمذی کی حدیث کی سند قوی ہے۔ بظاہر فشار دوم ایک سری روایت معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس سال کی عمر میں شام کا ایک سفر فرمایا۔ اس سفر میں ابوبکر بھی آپ کے ہمراہ تھے ابوبکر کی عمر اس وقت اٹھارہ سال کی تھی اس سفر میں بھی کیماراہب سے ملاقات ہوئی۔ اس ولایت کو حافظ ابن مندہ اصہبانی نے ذکر کیا ہے سند اس کی ضعیف ہے۔ حافظ عسقلانی اصحاب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو آپ کا یہ سفر شام کے اس سفر کے علاوہ ہے

(۱) المحضات فی الکبریٰ ج ۱، ص: ۸۴ (۲) عیون الاثر ج: ۱، ص: ۴۳ -

(۳) زاد المعاد ج: ۱، ص: ۱۷ (۴) مرثیہ ج: ۵، ص: ۴۷۲ -

جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ راوی کو اسی روایت سے اشتباہ ہوا اور دونوں قصوں کے متقارب ہونے کی وجہ سے قصہ میں غلطی سے ابو بکر کا ذکر کر دیا گیا وائسہ سمانہ و تعالیٰ اعلم (۱)

علامہ شبلی اس روایت کی تنقید کرنے ہوئے سیرۃ النبی ص ۱۳۱ پر لکھتے ہیں کہ یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔ اخیر راوی، ابو موسیٰ اشعری ہیں وہ شریک واقعہ نہ تھے۔ اتنی کلامہ جانا چاہیے کہ اگر صحابی ایسے واقعہ کی روایت کرے کہ جس میں وہ شریک نہ ہوا ہو تو وہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں صحابی کی مرسل کہلاتی ہے جو باتفاق محدثین مقبول اور معتبر ہے۔ ورنہ عائشہ صدیقہ اودید گیر اصغر صحابہ کی وہ روایتیں جن میں وہ شریک واقعہ نہ تھے سب کفر معتبر اور ساقط الاعتبار کہنا پڑے گا۔ حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ صحابی تک جس قدر راوی ہیں وہ سب ثقہ ہوں صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو کچھ بھی روایت کرے گا وہ یقیناً بالواسطہ یا بلاواسطہ آنحضرت ہی سے ماخوذ ہوگا حافظ بیہقی تدریب الراوی ص ۱۷۱ میں لکھتے ہیں کہ صحیحین میں اس قسم کی روایتیں بے شمار ہیں۔ ۱۰۱ھ اور تعجب یہ ہے کہ واقعہ بعثت کے بیان میں خود علامہ نے اس اصول کو تسلیم کیا ہے چنانچہ علامہ سیرۃ النبی ص ۱۲۷ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے لیکن حضرت عائشہ اس وقت تک پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ایسی روایت کو مرسل کہتے ہیں لیکن صحابہ کا مرسل محدثین کے نزدیک قابل حجت ہے کیونکہ متروک راوی بھی صحابہ ہی ہوں گے۔ اتنی کلامہ لیکن معلوم علامہ کو اس اصول سے یہاں کیوں ذہول ہوا۔ اس مقام پر علامہ صلیب پرستوں کے اعتراض سے اس درجہ مرعوب ہوئے کہ جوش تحقیق اور جذبات تنقید میں حافظ ابن حجر کو بھی رواۃ پرست کہہ گئے یعنی عیاذ اللہ حافظ ابن حجر بھی صلیب پرستوں کی طرح رواۃ پرستی کے شرک میں مبتلا ہیں اگرچہ وہ کفر و کفر و ظلم دون ظلم کا مصلوق ہو لیکن مطلق شرک میں اشتراک ہے اہل علم کے لیے یہ توجہ تار ہے کہ کسی محدث کے قول کو ترجیح دیں لیکن کسی محدث کی شان میں تنقیص آمیز

الفاظ کا استعمال جائز نہیں ادب حق جل شذ کی عظیم نعمت ہے ۱۲
حافظ عراقی الفیۃ السیر میں فرماتے ہیں -

وكان يدعى بالاميين وسحل مع عمته بالشام حتى اذ وصل
بصري راى منه بغيرا الراهب ما دل انه النجى العاقب
محمد بنى هذه الامم فردة تخوفامن ثمة
من ان يرمى بعض اليهود امره وعمره اذ ذاك ثنتا عشرة

حرب الفجار

عرب میں عرصے لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ واقعہ فیل کے بعد جو مشہور معرکہ پیش
آیا وہ معرکہ حرب الفجار کے نام سے مشہور ہے یہ معرکہ قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان پیش آیا۔
اول قیس قریش پر غالب آئے۔ بعد میں قریش قیس پر غالب آئے بالآخر صلح پر جنگ کا
خاتمہ ہوا۔ بعض دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس لڑائی میں اپنے بعض چچاؤں کے
اصرار سے شریک ہوئے مگر قتال نہیں فرمایا۔
علامہ سیلی فرماتے ہیں -

وانما لم يقاتل رسول الله صلى الله عليه وسلم مع اعمامه وكان ينبغي
عليهم هو وقد كان بلغ من القتال
لا انها كانت حرب فجار وكانوا ايضا
كلهم كفارا ولو ياذن الله لمؤمن
ان يقاتل الا لتكون كلمته الله

اس معرکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چچاؤں
کے ساتھ ہو کر اس لیے جنگ نہیں کی حالانکہ آپ
لڑائی کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ اپنے چچاؤں کو مرث
تیراٹھا اٹھا کر دیا کرتے تھے جنگ اس لیے نہیں کی
کہ یہ جنگ حرب فجار تھی یعنی ان ہینوں میں پیش
آئی تھی جن میں جنگ کرنا فسق اور فحشاء کا زاد

هِيَ الْعُلْيَا (١)

حرام تھی اسی وجہ سے اس لڑائی کو حرب فجا کہتے
ہیں علاوہ ازیں سب کے سب کافر تھے جو من کر تے

وقال اوجنگ و جدال حکم فقط ایسے دیگا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور اسی کا بول بالا ہو۔ (۱)

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر چودہ یا پندرہ سال کی تھی اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر خریف بیس سال کی تھی (سیرۃ ابن ہشام)

حلف الفضول میں آپ کی شرکت

لڑائی کا سلسلہ تو عرب میں مدت سے جاری تھا مگر کہاں تک حرب و مجاہد کے بعد بعض طبیعتوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح رماز سابق میں قتل اور غارت گری کے اسناد کے لیے فضل بن فضال اور فضل بن وداعہ اور فضیل بن حارث نے ایک معاہدہ مرتب کیا تھا جو انہیں کے نام پر حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی طرح اب دوبارہ اس کی تجدید کی جائے۔ زیر بن عبد المطلب نے اپنے بعض اشعار میں اس معاہدہ کا ذکر کیا ہے۔

اَلَا يُقِيمُ بَطْنَ مَكَّةَ ظَالِم
 اَمْرٌ عَلَيْهِ تَعَاهُدٌ وَاتَّقُوا
 اَمْرٌ عَلَيْهِ تَعَاهُدٌ وَاتَّقُوا
 اَلَا يُقِيمُ بَطْنَ مَكَّةَ ظَالِم

جب شوال میں حرب فجار کا سلسلہ ختم ہوا تو ذیقعدۃ الحرام میں جلعت الفضل کی سلسلہ جنبا فی شرمع ہوئی اور سب سے پہلے زہیر بن عبد المطلب اس معاہدہ جلعت کے محل ہوئے اور بوہاشم اور بنی تہیم عبد اللہ بن جحان کے مکان پر جمع ہوئے عبد اللہ بن جحان نے حسب کے لیے کھانا تیار کیا اس وقت سب نے مظلوم کی حمایت نصرت کا عہد کیا کہ مظلوم خواہ اپنا ہو یا دوسرا یا دوسری حتی الوسع اس کی اعانت اور امداد سے دریغ نہ کریں گے (۳)

(۱) ردض الالفه، ج: ۱، ص: ۱۲۰ (۲) طبقات ابن سعد، ج: ۱، ص: ۸۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس معاہدہ کے وقت میں بھی عبداللہ بن جعدان کے گھر میں حاضر تھا اس معاہدہ کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر اب نماز اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی طرف بلایا جاؤں تو بھی اس کی شرکت کو ضرور قبول کر دوں گا۔

یہ عبداللہ بن جعدان رشتہ میں حضرت عائشہ کے چچا زاد بھائی تھے ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابن جعدان نہایت مہمان نواز تھا لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا کیا قیامت کے دن یہ ابن جعدان کو کچھ نفع دے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس لیے کہ اس نے یہ نہیں کہا۔

رَبِّ اغْصِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ اے پُر و گار میری خطاؤں کو یوم جزاء میں معاف فرما (رواہ مسلم یعنی اس نے کبھی بارگاہِ خداوندی میں اپنے گناہوں کی بخشش کی استدعا اور درخواست نہیں کی۔ ابن قتیبہ غریب الحدیث میں نقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کبھی چلتے چلتے مرگم گا میں عبداللہ بن جعدان کے لگن کے سایہ میں کھڑا ہو جایا کرتا تھا۔ روض اللائق ص ۱۲۰ یعنی عبداللہ بن جعدان کا لگن اس قدر بڑا تھا کہ اس کے سایہ میں ایک انسان کھڑا ہو سکتا ہے۔ گویا کہ وجہان کا الجواب کا ایک نمونہ تھا۔

شغل تجارت اور امین کا خطاب

داؤد بن الحصین سے مروی ہے کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے جو ان ہوئے کہ آپ اپنی قوم میں سب سے زیادہ بامروت اور سب سے زیادہ خلیق اور سب سے زیادہ ہمایوں کے خبر گیران اور سب سے زیادہ حلیم اور بردبار اور سب سے زیادہ سچے اور امانت دار اور سب سے زیادہ خصومت اور دشنام اور فحش اور ہر بری بات سے زیادہ دور تھے اسی وجہ سے علمہ یعنی جیسے جاتے سلیمان علیہ السلام کے حکم سے حوض کی برابر بلے بناتے تھے جیسا کہ سورہ مبارک میں مذکور ہے ۱۲-۱۳

مکہ یحییٰ بن معین ہار لسانی نے داؤد بن الحصین کو نقل کیا ہے ۳۵۰ میں فاطمہ بانی تجاری نے بھی اس روایت

لی ہے ۱۲ خالصہ ص ۱۰۳

آپ کی قوم نے آپ کا نام امین رکھا (آخر حارث بن سعد وابن عساکر خلاصہ کبری ص ۹ ج ۱)
عبداللہ ابن ابی الحسار سے مروی ہے کہ میں نے بعثت سے پہلے ایک بار نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کیا میرے ذمہ کچھ دینا باقی تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں
ابھی لے کر آتا ہوں اتنا حق سے گھر جانے کے بعد اپنا وعدہ بھول گیا تین روز کے بعد یاد آیا کہ
میں آپ سے واپسی کا وعدہ کر کے آیا تھا۔ یاد آتے ہی فوراً وعدہ گاہ پر پہنچا آپ کو اسی مقام پر منتظر
پایا۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ تم نے مجھ کو زحمت دی۔ میں تین روز سے اسی جگہ تمہارا انتظار
کر رہا ہوں (سنن ابوداؤد) باب العدة من کتاب الادب)

عبداللہ بن سائب فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک تجارت تھا جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپؐ کو مجھ کو پہچانتے بھی ہو میں نے عرض کیا کیوں نہیں کنت شریکی نعم الشریک تو آپؐ میرے شریک تجارت تھے ام کیسا ہی اچھے شریک لا قدری ولا تماری کسی بات کو مٹاتے تھے اور کسی کا حق چھوڑتے تھے۔

قیس بن سائب مخزومی فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شریک تجارت تھے۔ وہ کان خید شریک لایماری و لایشارعی آپ بہترین شریک تجارت تھے نہ جھگڑاتے تھے اور نہ کسی قسم کا منافقہ کرتے تھے (اسباب ترجمہ قیس بن سائب)

آپ کا بکریاں چرانا

جس طرح آپ نے حضرت حمیرہ کے یہاں بچپن میں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرائیں۔ اسی طرح جوان ہونے کے بعد بھی بکریاں چرائیں۔ جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ مقام انہران میں ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے کہ وہاں پیلو کے چھل چھنے لگے آپ نے فرمایا کہ سیاہ دیکھ کر چنودہ زیادہ خوش ذائقہ اور لذیذ ہوتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ بکریاں چرایا کرتے تھے (کہ جس سے آپ کو یہ معلوم ہوا) آپ نے فرمایا مان کوئی ایسا نبی نہیں ہوا جس نے بکریاں چرائی ہوں^(۱) ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوا کہ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے بھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔ بخاری شریف کتاب الاجارہ ص ۳۱۰ حافظ ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ شروح مصابیح میں فرماتے کہ بعض تکلفین نے یہ سمجھ کر کہ بکریاں چرا کر اُجرت لینا شان نبوت کے شایان نہیں یہ کہہ دیا کہ اس حدیث میں جو لفظ قرار یط واقع ہے قیراط کی جمع نہیں بلکہ ایک متعلم کا نام ہے جہاں آپ بکریاں چرایا کرتے یہ قول ان تکلفین کا سراسر تکلف اور تمسق ہے اور تبلیغی اور موافقہ جو اللہ کے کیے جاتے ہیں انہر نبی کا اُجرت اور مالی معاوضہ لینا یہ بے شک منصب نبوت کے شایان شان نہیں لیکن کس معاش کیلئے اُجرت اور معاوضہ پر کام کرنا یہ ہرگز شان نبوت کی خلاف نہیں بلکہ کسب اکتساب انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور عمل ہے اور توکل انکا حال ہے نیز یہ فعل نبوت اور بعثت سے بیشتر تھا۔ علاوہ ازیں قرار یط کو ایک مقام کا نام تسلطاً بالکل غریب اور نادر قول ہے اس قائل سے پہلے کوئی اس کا قائل ہی نہیں ہوا کہ قرار یط کسی مقام کا نام ہے۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ راجح یہی ہے کہ قرار یط قیراط کی جمع ہے متعلم کا نام نہیں۔

اہل مکہ قراریہ کے نام کسی مقام سے واقف ہی نہیں۔ نسائی نے نصر بن حزن سے روایت کیا ہے کہ ایک بار اونٹ والے اور بکریوں والے آپس میں فخر کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ بنی بنکر بھیجے گئے اور بکریوں کے چرانے والے تھے اور داؤد بنی بنکر بھیجے اور وہ بھی بکریاں چرانے والے تھے اور میں بنی بنکر بھیجا گیا اور میں بھی اپنے مگر والوں کی بکریاں مقام احیاء میں چرایا کرتا تھا۔ (۱)

مکتہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بکریاں چرانا امت کی غلط فہمی کا دیباچہ اور پیش خیر تھا اونٹ اور گائے کا چرانا مشاوشوار نہیں بتنا کہ بکریوں کا چرانا دشوار ہے بکریاں کبھی اس چراگاہ میں جاتی ہیں اور کبھی دوسری چراگاہ میں اس لحظہ میں اگر اس جانب ہیں تو دوسرے لحظہ میں دوسری جانب دوڑتی نظر آتی ہیں۔ گلہ کی کچھ بکریاں اس طرف دوڑتی ہیں اور کچھ دوسری طرف اور راعی ہے کہ ہر طرف دیکھتا ہے کہ کوئی بھیڑ یا دوندہ تو ان کی فکر میں نہیں۔ چاہتا ہے کہ سب بھیڑیں اور بکریاں یکجا مجتمع میں مبادہ ایسا نہ ہو کہ کوئی بکری گلہ سے علیحدہ جائے اور بھیڑ یا اسکو پکڑ لے جائے صبح شام کرائی اسی فکر میں ان کے پیچھے پیچھے سرگرداں اور پریشان رہتا ہے یہی حال حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ امت کے ساتھ ہوتا ہے کہ ان کی صلاح و فلاح کی فکر میں لیں نہ رہیں سرگرداں رہتے ہیں۔ امت کے افراد تو بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھگتے پھرتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کمال شفقت و رافت سے ان کو لٹکا کر اپنی طرف بلاتے رہتے ہیں اور امت کی اس بے اعتنائی سے ان حضرات کو جو تکلیف اور مشقت پہنچتی ہے اس پر صبر اور تحمل فرماتے ہیں اور بایں ہمہ پھر کسی وقت دعوت اور تبلیغ اور ارشاد و تعلیم سے کاتے اور گھبراتے نہیں اور جس طرح بھیڑیں، بھیڑیوں اور دوندوں کے خونخوار حملوں سے بے خبر ہوتی ہیں۔ اسی طرح امت نفس اور شیطان کے ہلکانہ حملوں سے بے خبر ہوتی ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر وقت

اس تاک میں رہتے ہیں کہ کہیں نفس اور شیطان ان کو اپکٹ لے جائیں جس درجہ نبی کو امت کی صلاح اور فلاح کی فکر ہوتی۔ امت کو اس کا عشرِ عشر بھی فکر نہیں ہوتا امت کو تو اپنی ہلاکت اور بربادی کا خیال بھی نہیں ہوتا اور حضراتِ انبیاء میں کہ ان کی اس زہوں حالت کو دیکھ کر اندر ہی اندر گھٹکتے رہتے ہیں۔

قَالَ تَعَالَى لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ ۚ خَلِدَ أَبْنُكَ فِي الْيَمَانِ نَزَلَانِي ۚ وَجْهٌ
 أَنْ لَا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (۱)

سے اپنی جان دے دیں۔

اور اسی وجہ سے ارشاد ہے۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
 أَنْفُسِهِمْ (۲)

اور ایک قرأت میں ہے وہابؑ لہم یعنی وہ نبی ان کا روحانی باپ ہوتا ہے۔

اے اللہ تو اپنی بے شمار رحمتیں اور غیر محدود برکتیں تمام حضراتِ انبیاء پر عموماً اور خاتمِ الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین پر خصوصاً نازل فرما کہ جن کے کلماتِ قدسیہ ہم نابکاروں کو تیرا صیغہ راستہ بتلایا۔ آمین یا رب العالمین۔

شام کا دوسرا سفر اور نسطور اراہب سے ملاقات

حضرت خدیجہ عرب کے شریف خاندان کی بڑی مالدار عورت تھیں۔ ان کی شرافت نبی اور عفتِ پاک دامن کی وجہ سے جاہلیت اور اسلام میں لوگ ان کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے (۳) زرقانی دفع اباری بات ترویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ وفضلہا من باب النقب۔ قریش جب اپنا قافلہ تجارت کے لیے روانہ کرتے تو حضرت خدیجہؓ بھی اپنا مال کسی کو بطور مضاربت دیکر روانہ کرتے۔ ایک حضرت خدیجہ کا سامان قریش کے کل سامان کے برابر ہوتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال کی ہوئی اور گھر گھر میں آپ کی امانت و دیانت کا چرچا ہوا اور کوئی شخص مکہ میں ایسا نہ رہا

کہ آپ کو امین کے لقب سے نہ پکارتا ہو تو حضرت خدیجہ نے آپ کے پاس پیام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال تجارت کے لیے لے کر شام جائیں تو آپ کو بہ نسبت دوسروں کے المضاعف معاوضہ دوں گی آپ نے اپنے چچا ابوطالب کی مالی مشکلات کی وجہ سے اس پیغام کو قبول فرمایا اور حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے جب بصری پہنچے تو ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے وہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا۔ وہ دیکھ کر آپ کی طرف آیا اور آپ کو دیکھ کر یہ کہا کہ عیسیٰ بن مریم کے بعد سے لے کر اب تک یہاں آپ کے سوا اور کوئی نبی نہیں آتا پھر میسرہ سے کہا کہ ان کی آنکھوں میں یہ سرخی ہے۔ میسرہ نے کہا یہ سرخی آپ سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ راہب بولا

ہوہو و ہونبتی و هو اخرا الانبیاء۔ یہ وہی نبی ہے اور یہ آخری نبی ہے۔
پھر آپ خرید و فروخت میں مشغول ہوئے اسی اثنا میں ایک شخص آپ سے جھگڑنے لگا اور اس نے آپ سے یہ کہا کہ لات و عزی کی قسم کھاتے آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی لات و عزی کی قسم نہیں کھائی اور اتفاقاً جب کبھی میرا لات اور عزی پر گزر بھی جاتا ہے تو میں اعراض اور کنارہ کشی کے ساتھ میں وہاں سے گزر جاتا ہوں یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ اگر بے شک بات تو آپ ہی کی ہے معنی صادق اور سچے ہیں اور پھر اس شخص نے کہا کہ واللہ یہ شخص ہے جس کی شان اور صفت کو ہمارے علماء اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر ہوتا اور گرمی کی شدت ہوتی تو میں دو فرشتوں کو ملے ابن سعد کی روایت میں بعد عیسیٰ کا لفظ نہیں ہے یہ لفظ علامہ زرقانی نے نقل کیا ہے اس کلام کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جو ہم نے ذکر کیے کہ حضرت مسیح کے بعد آپ کے سوا اس دعوت کے نیچے کوئی نبی نہیں آتا۔ یہ مطلب علامہ سیل نے ردض الافعال میں ذکر کیا ہے اور دوسرے معنی وہ ہیں کہ جو عرب جماعت فرماتے ہیں وہ یہ کہ ممکن ہے کہ حضرت مسیح کے بعد اس دعوت کے نیچے کوئی شخص بھی نہ آتا ہو نہ نبی اور نہ غیر نبی اور آپ کے سوا کسی شخص کا نہ آتا یہ بھی من جملہ خوارق کے ہر جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے تفصیل کے لیے زرقانی ص ۱۹ ملاحظہ فرمائیں ۱۲۔

دیکھتا کہ وہ اگر آپ پر سایہ کر لیتے ہیں جب آپ شام سے واپس ہوتے تو دو پہر کا وقت تھا اور دو فرشتے آپ پر سایہ کیے جتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے جب بالافانے سے آپ کو اس شان سے آتے دیکھا تو پاس کی تمام عورتوں کو بھی دکھلایا۔ تمام عورتیں تعجب کرنے لگیں۔ بعد ازاں پیڑھ نے سفر کے تمام حالات و واقعات سنائے اور اپنے مال تجارت حضرت خدیجہؓ کے سپرد کیا اس مرتبہ آپ کی برکت سے حضرت خدیجہؓ کو اس قدر نافع ہو کر اس سے پیشتر کبھی اتنا نفع نہ ہوا تھا۔ حضرت حدیجہؓ نے جتنا معاوضہ آپ سے منکر کیا تھا اس سے زیادہ دیا (۲)۔

اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کو واقدی اور محمد بن اسحاق اور ابن سکین نے روایت کیا ہے یعنی اس واقعہ کا راوی صرف واقدی نہیں بلکہ محمد بن اسحاق اور ابن سکین بھی اس روایت کے راوی ہیں واقدی جمہور کے نزدیک ضعیف ہیں اور محمد بن اسحاق باقی ہیں۔ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک نزدیک حسن ہے واقدی اگرچہ محدثین کے نزدیک متروک ہیں لیکن حدیث کی کوئی کتاب واقدی کی روایت سے خالی نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ المصارم السلولی ص ۹۶ میں فرماتے ہیں کہ واقدی اگرچہ ضعیف ہیں۔ لیکن ان کے اعلم الناس بالمغازی ہوئے میں کسی کو کلام نہیں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ ان کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔ اتنی کلام غرض یہ کہ یہ روایت محمد بن اسحاق اور واقدی دونوں سے مروی ہے اور محمد بن اسحاق کی روایت محدثین کے نزدیک معتبر ہے جس سے کم نہیں اور واقدی کی روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن حدیث حسن کے لیے بلاشبہ مؤید اور شاہد بن سکتی ہے۔

ملہ ظاہر ہے کہ میرہ بخت سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ حافظ عسقلانی اصابع میں فرماتے ہیں کہ کسی صحیح روایت سے اب تک میسر نہ سما ہے ہذا ثابت نہیں ہوا ۱۲۔ زرقانی ص ۱۹

(۲) طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۸۳، المحضات الکبریٰ ج ۱، ص ۹۱، معری الاثر ج ۱، ص ۲۹۔

تحقیق و توثیق قصہ مسیرہ

اور تین ائمہ سیرت کا تذکرہ اور ان پر مختصر سا تبصرہ

قصہ مسیرہ کی روایت چونکہ محمد بن اسحاق اور واقدی دونوں سے مروی ہے جن کی جرح و تعدیل میں علماء نے طویل کلام کیا ہے اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مقام پر تین ائمہ سیرت کا کچھ حال بدیہہ ناظرین کریں جو سیرت اور مغازی میں زیادہ مشہور ہیں۔
(۱) موسیٰ بن عقبہ (۲) محمد بن اسحاق (۳) واقدی تاکہ ائمہ سیرت کی روایات کا صحیح رتبہ معلوم ہو جائے۔

(۱) موسیٰ بن عقبہ

موسیٰ بن عقبہ مدنی ہیں مذہب میں جرح و تعدیل کے خاندان کے آزاد کردہ غلام ہیں تابعی ہیں۔ مسلم اور متفق علیہ ثقہ ہیں کسی نے ان پر جرح نہیں کی امام مالک اور سفیان بن عیینہ اور عبد اللہ بن مبارک نے ان سے روایت کی ہے اسلئے میں وفات پائی ائمہ سے نے صحاح ستہ میں ان سے روایت کی ہے۔ امام مالک موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ وہ اصح المغازی ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی کا کوئی نسخہ موجود نہیں کتب سلف میں متفرقا اس کی روایتیں پائی جاتی ہیں۔

(۲) محمد بن اسحاق

محمد بن اسحاق بن یسار مطلبی مدنی تابعی ہیں۔ سیرت اور مغازی کے امام ہیں جبکہ علماء نے ان کی توثیق کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جرح کی ہے۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق فی نفسہ صدوق اور مرضی یعنی پسندیدہ ہیں لیکن

ان کی حدیث درج صحت سے نازل ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو حسن الحدیث فرماتے تھے (انتہی) علی بن مدینی کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ داؤقنی کہتے ہیں قابل احتجاج نہیں امام مالک فرماتے ہیں کہ دجال ہے من جلد دجالہ کے شیعہ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں ان سے موصوٰفہ کوئی روایت نہیں لی البتہ تعلیقاً ان سے روایت لی ہے۔ اصحاب سنن نے محمد بن اسحاق سے روایت لی ہے اور امام مسلم نے موقوفاً بالغیر ان سے روایت لی ہے (۱۵۱) میں وفات پائی۔ مغازی ابن اسحاق کا اصل نسخہ مفقود ہے البتہ سیرت ابن ہشام کا جو نسخہ اس وقت موجود ہے وہ درحقیقت سیرت ابن اسحاق کا ہی نسخہ ہے جو جدید طریقہ سے ابن ہشام نے مرتب کیا ہے محمد بن اسحاق پر دو جرح کی گئی ہیں ایک یہ کہ وہ روایت میں تدیس کرتے تھے دوم یہ کہ خیبر وغیرہ کے واقعات کو یہودیہ سے دریافت کرتے تھے۔ دوسری وجہ موجب جرح نہیں۔ مزید توفیق کے لیے یہود سے واقعات کی تحقیق کرنا قابل اعتراض نہیں۔ البتہ فقط یہود پر اعتماد کرنا اور محض ان کی روایات سے احکام شرعیہ کا ثابت کرنا درست نہیں۔ لیکن دُنیا میں کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں اور نہ کہیں یہ ثابت ہے کہ محمد بن اسحاق یہودیہ سے نافع اور نہ ہری کی طرح روایت کرتے ہوں اور قائم اور عطلہ کی طرح یہودیہ کو ثقہ سمجھتے ہوں اور نہ کوئی ادنیٰ عقل والا مسلمان کافروں سے روایت کر سکتا ہے اور نہ ان کو ثقہ سمجھ سکتا ہے اور جس نے ایسا سمجھا غلط سمجھا۔ باقی تدیس کے متعلق خود آئمہ حدیث نے تصریح کر دی ہے کہ تدیس کا معنی معتبر نہیں جب تک اس کا کسب ثابت نہ ہو جائے۔

(۳) واسطی

ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی المدنی۔ سیرت اور مغازی کے امام اور جلیل القدر عالم تھے امام مالک اور سفیان ثوری اور معمر بن راشد اور ابن ابی ذئب کے تلامذہ میں

سے تھے کذا فی تاریخ ابن خلکان ص ۶۲ اور ان کے شاگرد رشید محمد بن سعد صاحب طبقات سفیان بن عیینہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ تاریخ ابن خلکان ص ۶۲۲ وادی نسہ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۶ھ میں وفات پائی میزان الاعتدال ص ۱۱۱

واقدی کے بارے میں محدثین کے الفاظ مختلف ہیں امام شافعی اور امام احمد نے واقدی کو کذاب اور ان کی کتابوں کو کذب بتلایا ہے۔ امام بخاری اور ابوحاتم نے ترک الحدیث کہا ہے۔ علی بن المدینی اور نسائی نے ان کو واضع الحدیث کہا ہے اور آئمہ حدیث کی ایک جماعت نے ان کی تضعیف کی ہے یعنی واقدی ضعیف ہیں کاذب نہیں یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ واقدی ثقہ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں۔ فیہ ضعف یعنی واقدی میں کچھ ضعف ہے۔ علماء کی ایک قلیل جماعت نے واقدی کی توثیق کی ہے اور ان کو ثقہ بتلایا ہے۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ واقدی ثقہ ہے۔ ابوعبیدہ اور ابراہیم حزی نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔ درادری کہتے ہیں کہ واقدی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ حافظ ابن سنان نے عیون الاثر کے مقدمہ میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد واقدی کے ثقہ ہونے کو ترجیح دی ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

وقد تعصب مغلطاً للواقدي	حافظ مغلطاً نے واقدی کی حمایت میں تعصب
فقل كلام من قواه وثقه	مے کلام لیا ہے کہ جن لوگوں نے واقدی کو ثقہ اور
وسكت عن ذكر من دهاه	قوی بتلایا ہے ان کا کلام تو نقل کر دیا اور حرجی لوگوں
واتهمهم وهم اكثر عددا	نے واقدی کو کمر در آور دیا تم قرار دیا ہے ان کے
واشد اتقاناً واقوع	ذکر سے مغلطاً نے سکوت کیا حالانکہ واقدی
معرفة به من الاولين	پر صریح کرنے والے توثیق کرنے والوں سے مدد
ومن جملة ما قواه به	میں بھی زیادہ ہیں اور ضبط اور اتقان اور علم
آن الشافعي روى عنه	معرفت میں بھی ان سے بڑھے ہوئے ہیں اور

وقت اسناد البیہقی
عن الشافعی
انہ کذب کذاب
انہاء السکن مقدمۃ
اعلا السنن ص ۷۷

حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح اور تعدیل توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو اکثر کے قول کو ترجیح دی جائے گی لہذا واقدہ کی جرح کو توثیق پر ترجیح ہونی چاہیے اس لیے کہ واقدہ کی جرح کرنے والے تعدیل کرنے والوں سے زیادہ ہیں۔ حافظ مغلطائی کی رائے یہ ہے کہ تعارض کی صورت میں توثیق اور تعدیل کو ترجیح ہونی چاہیے اگرچہ تعدیل توثیق کرنے والے کم ہوں اس لیے کہ اہل علم میں عدالت اور ثقاہت ہے خصوصاً اخیر القرون میں کسی راوی کا جب تک فسق ثابت نہ ہو جائے۔ اس وقت تک اس کی روایت کو رد نہیں کیا جاتا۔ کما قال تعالیٰ۔

وَإِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ
فَبَايَعْتَهُ فِئْتًا (۱)

اور ایک قراوت میں فقہینو کے بجائے نقشبتوں آیا ہے یعنی فاسق اگر کوئی خبر لے کر آئے تو اس میں ثبوت اور احتیاط سے کام لو رد کرنے میں عجلت سے کام نہ کرو اور یہ یقین اور مثبت کا حکم اس راوی کے خبر کے بارے میں ہے جس کا فسق ثابت ہو چکا ہو۔ بقولہ تعالیٰ اِنَّ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ - لَمَّا جَسَّ كَافِرٌ بَعْدَ تَابٍ۔ لہذا جس کا فسق بھی ثابت نہ ہو اس میں تواور بھی شدید احتیاط کی ضرورت ہوگی اس بنا پر حافظ مغلطائی نے واقعہ کے بارے میں تحصیل کام نہیں لیا بلکہ

(۱) الحجرات آیہ : ۶

انصاف سے کام لیا ہے کہ توثیق اور تعدیل کے قول کو اختیار کیا اور جراحین اور نقادین کی کثرت پر نظر نہیں کی اور فقہار کا مسلک اختیار کیا کہ جب کسی راوی میں توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو محدثین کے نزدیک اکثر کے قول کا اعتبار ہے اور فقہا کا مسلک ہے کہ جب کسی راوی میں جرح و تعدیل جمع ہو جائیں تو جرح بہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی۔ اگرچہ جراحین کا عد معطلین کے عدد سے زیادہ ہو اور احتیاط بھی قبول ہی کرنے میں ہے رد کرنا خلاف احتیاط ہے۔ حافظ بدر الدین عینی کا شرح بخاری اور شرح ہدایہ میں اور شیخ ابن ہمام کا شرح ہدایہ میں یہی معمول ہے کہ توثیق اور تعدیل کو تضعیف اور جرح کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ کا کا بھی یہی مسلک ہے کہ جب تک کسی راوی کے ترک پر تمام اہل علم متفق نہ ہو جائیں اس وقت تک امام احمد اس کی روایت کو ترک نہیں کرتے سند میں از اول تا آخر اسی طریق پر روا تیں لائے ہیں۔ ابو داؤد اور نسائی بھی سنن میں اسی طریق پر چلے ہیں معلوم ہوا کہ حافظ مغلطی کا واقدی کی توثیق اور تعدیل کو ترجیح دینا اس اصول پر مبنی ہے تعصب پر مبنی نہیں واقدی کے بارے جو مختلف اقوال ہم نے نقل کیے ہیں وہ سب حافظ ذہبی کے میزان الاعتدال ص ۱۱۳ سے نقل کیے ہیں تعجب ہے کہ واقدی کے بارے میں آئمہ حدیث کا یہ تمام اختلاف حافظ ذہبی کے سامنے ہے اور پھر اخیر میں حافظ ذہبی یہ کہتے ہیں۔ واستقر الاجماع علی دھن الواقدی۔ حالانکہ اس قدر اختلاف کے ہوتے ہوئے اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں ہے حافظ ابن تیمیہ المصارم السلول میں فرماتے ہیں۔

مع ما فی الواقدی من الضعف باوجود اس کے کہ واقدی میں ضعف و دنیا میں کوئی
لا یختلف اثنان ان الواقدی وہ شخص بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کہے کہ واقدی
اعلم الناس بتفاصيل سے زیادہ مغازی کے جاننے والے ہیں اور مغازی کے

علہ قال یعقوب تال لی احمد مذہبی فی الرجال انی لا ترک حدیث محدث حتی یجتمع اہل مصر علی

ترک حدیث کذا فی التہذیب ص ۳۷۷

امور المغازی و اخبار باحوالها احوال و تفصیل کی معرفت میں سب سے زیادہ باخبر
 و تدکن الشافعی و احمد و غیرہ ہیں اور امام شافعی اور احمد اور دیگر اہل علم و اقدی
 ہما یتفیدون علم ذلک من کتبہ (۱) کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔ اتنی
 اور دنیا میں سیرت اور مغازی اور رجال کی کوئی کتاب ایسی نہیں کہ جو اقدی کی روایات
 سے خالی ہو۔ فتح الباری اور زندقانی شرح مواہب و اقدی کی روایات سے بھری پڑی ہے
 اور خود علامہ شبلی نے بھی بکثرت اقدی سے استفادہ اور استفادہ کیا ہے۔ سیرت النبی کے
 متعدد مواضع میں طبقات ابن سعد کی وہ روایتیں لی ہیں کہ جن کا پہلا راوی ہی اقدی
 ہے۔ علامہ شبلی نے طبقات کا مع صفحہ اور جلد کا حوالہ بھی دیا۔ مگر ان مواضع میں یہ نہیں
 بتلایا کہ اس روایت کا پہلا ہی راوی اقدی ہے جس کو علامہ مشہور دروغ گو اور
 افسانہ ساز اور ناقابل ذکر سمجھتے ہیں اور جابجا ناقابل ذکر الفاظ سے ان کا ذکر کرتے ہیں مگر
 جب علامہ اس مشہور دروغ گو سے روایت لیتے ہیں تو اس کا نام ذکر نہیں کرتے۔
 البتہ اس دروغ گو کے شاگرد رشید یعنی ابن سعد کے نام سے روایت لیتے ہیں جو اسی
 شاگرد دروغ گو اور افسانہ ساز سے ہوتی ہے۔



روایاتِ واقدی در سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اب بطور نمونہ واقدی کے چند روایات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جن کو علامہ شبلی نے سیرۃ النبی میں لیا ہے (۱) قصی نے مرتے وقت حرم محترم کے تمام مناصب سب سے بڑے بیٹے عبدالدار کو دیے طبقات ابن سعد ص ۴۱ سیرت النبی ص ۱۵۳۔ علامہ نے یہ واقعہ بحوالہ طبقات ابن سعد نقل کیا ہے جو صرف واقدی سے منقول ہے۔

(۲) عبداللہ نے ترکہ میں اونٹ بکریاں اور ایک لونڈی تھی جس کا نام ام امین تھا۔ الخ طبقات ابن سعد ص ۶۲ سیرۃ النبی ص ۵۱۔ یہ واقعہ بھی طبقات میں صرف واقدی سے منقول ہے۔ واقدی کے بعد کسی سند کا ذکر نہیں ہے۔

(۳) ابن سعد نے طبقات ص ۱۶۱ میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب سے فصیح تر ہوں کیونکہ میں قریش کے خاندان سے اور میری زبان نبی سعد کی زبان ہے۔ سیرت النبی ص ۱۶۲ اس کا راوی بھی محمد بن واقدی ہے۔

(۴) حلف الفضول کا واقعہ سیرۃ النبی ص ۱۶۱ پر بحوالہ طبقات ابن سعد ص ۸۲ مذکور ہے یہ واقعہ بھی طبقات میں واقدی کی روایت سے ہے۔

(۵) علامہ شبلی سیرۃ النبی ص ۴۲ پر غزوہ خیبر کے بیان میں لکھتے ہیں کہ حضور نے یہ اعلان عام فرمایا لا یرجن معنا الا راغب فی الجہاد ہمارے ساتھ وہ لوگ آئیں جو طالب جہاد ہوں (ابن سعد) یہ روایت بھی ابن سعد کے حوالے سے نقل کی ہے جو واقدی سے مروی ہے کیا یہ علم اور امانت کے خلاف نہیں کہ جب کسی روایت کو رد کرنا چاہیں تو واقدی کا نام ذکر کر دیں اگرچہ اس روایت کا راوی واقدی کے علاوہ کوئی اور ثقہ بھی ہو اور جب واقدی کی روایت لینا چاہیں تو واقدی کا نام حذف کر دیں اور اس کے تاگر کے نام

پر اتکا کریں اور خاموشی کے ساتھ اس پر گزر جائیں۔

خلاصہ کلام

یہ کہ وادی کے بارے میں قول محقق اور راجح اور اقرب الی الصواب یہ ہے کہ وادی ضعیف ہے دروغ گو ادا فاسد ساز نہیں۔ وادی کی روایت کا وہی حکم ہے جو ضعیف آدمی کی روایت کا حکم ہے یعنی جب تک کوئی حدیث صحیح۔ اس ضعیف حدیث کے معارض نہ ہو اس وقت تک ضعیف حدیث کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ خصوصاً جب کہ وہ ضعیف حدیث متعدد طریق اور مختلف اسانید سے مروی ہو۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ سے بدرجہ تواتر منقول ہے کہ حدیث ضعیف میرے نزدیک رائے رجال سے کمیں زیادہ محبوب ہے امام ابو حنیفہؒ کو جب کسی مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث دستیاب نہیں ہوتی تو ضعیف حدیث کو بمقابلہ تیاس ترجیح دیتے ہیں ضعیف حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ناقابل اعتبار ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ضعیف کے ضعف کو پیش نظر رکھو اور جب صحیح اور ضعیف میں تعارض ہو تو صحیح کو ترجیح دو اور جب کوئی حدیث صحیح نہ ملے تو اسی ضعیف حدیث کو اپنی رائے پر مقدم رکھو۔ اس لیے کہ رائے فی حدوۃ ضعیف اور کمرور ہے اور حدیث نبوی میں فی ذلہ ضعف نہیں سند اور طریق روایت میں ضعف ہے جو محض عارضی ہے ذاتی نہیں ہے اور رائے کا ضعف ذاتی ہے اس لیے حدیث ضعیف کو رائے پر مقدم لکھا جائے گا اور ضعیف روایت کے قبول کے شرائط اصول حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں وہاں مراجعت کریں۔

ہذا ما ظہر لی فی ہذا المقام واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ الفیۃ السیر میں فرماتے ہیں۔

ثم مضی للشام مع میسرہ فی متجر والمال من خدیجہ
من قبل تزویج بہا قبل غا بصری فباع وقاضی ما بغا

وقدرای میسرۃ العجائب منہ وما خص به مواہبا
 وحدث السیدۃ الجلیلة خدیجۃ الکبری فاحضت قیلہ
 ورغبت فخطبت محمدا فیالہا من خطبۃ ما اسعدا
 وکان اذ ذل وجہا ابن الخمس من بعد عشرين بغير لبس

فوائد

ف (۱) اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کسی کے لیے بطور خرق عادت فرشتوں کا دیکھنا ممکن ہے جیسا کہ واقعہ مذکور میں میسرہ نے فرشتوں کو سایہ کرتے دیکھا (۱) اور حضرت یحییٰ کا جبریل امین اور دیگر ملائکہ کو دیکھنا قرآن کریم میں اور حضرت ہاجرہ کا فرشتہ کو دیکھنا صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں اور عمران بن حصین کا اپنے کرامات میں کو دیکھنا اصحاب میں مذکور ہے۔

ف (۲) اب تک متعدد روایات سے یہ معلوم ہو چکا کہ آپ پر برابر سایہ کرتا تھا مثلاً اہلیرسعہ اور ان کے بچوں کا آپ پر برابر سایہ کرتا دیکھنا اور شام سے پہلے سفر میں بھی راراہب کا ابر کے سایہ کو خود دیکھنا اور دوسروں کو دکھلانا ابو موسیٰ کی حدیث سے بحوالہ ترمذی ہم نقل کر چکے ہیں۔ علامہ ابن حجر کی شرح قصیدہ ہمزہ میں فرماتے ہیں کہ ترمذی کی روایت اس بارے میں سب سے زیادہ صحیح ہے جیسا کہ عزین جماعہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ آپ پر ابر کے سایہ کرنا کی حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں تو اس کا یہ قول لغو اور باطل ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے (جیسا کہ حافظ سخاوی سے منقول ہے) کہ ابر کا سایہ کرنا ہمیشہ نہ تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سفر ہجرت میں جب آپ پر دھوپ پڑنے لگی تو ابوبکر نے اپنی چادر سے آپ پر سایہ کیا اور علیؑ ہذاغزوہ جمرانہ میں آپ پر کپڑے کا سایہ کیا گیا۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی دیار دشت پر گذرتے تو اس کو آپ کے لیے چھوڑ دیتے (۱)

حضرت خدیجہ سے نکاح

ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ نے آپ کے تمام حالات سفر اور راہب کا مقولہ اور فرشتوں کا آپ پر سایہ کرنا و رقبہ بن نفل سے جا کر بیان کیا اور قہر نے کہا کہ خدیجہ اگر واقعات سچے ہیں تو پھر یقیناً محمد اس امت کے نبی ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ امت میں ایک نبی ہونے والے ہیں جن کا ہم کو انتظار ہے اور ان کا زمانہ قریب آگیا ہے (۱) ان واقعات کو سُن کر حضرت خدیجہ کے دل میں آپ سے نکاح کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ سفر شام واپسی کے دو مہینہ اور پچیس روز بعد خود حضرت خدیجہ نے آپ سے نکاح کا پیام دیا۔ آپ نے اپنے چچا کے مشورہ سے اس کو قبول فرمایا۔ تاریخ معین پر آپ اپنے چچا ابوطالب اور حضرت حمزہ اور دیگر روسائے خاندان کی معیت میں حضرت خدیجہ کے یہاں تشریف لائے۔ مردے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ کے والد کا تو صرب فجار سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے چچا عمر بن اسد موجود تھے۔ کسی کا قول ہے کہ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے والد خلیل بھی موجود تھے۔ علامہ سیلی فرماتے ہیں کہ مردہ ہی کا قول صحیح ہے اور یہی جبیر بن مطعم اور ابن عباس اور عائشہ سے منقول ہے۔ روضہ الانف ص ۱۲۶

ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

اما بعد فان محمد امين و ابوان	اما بعد محمد وہ ہیں کہ قریش میں کا جو جوان بھی
به فتى من قریش الا رجح	شررت اور رعت اور فضیلت اور عقل میں
به شرفا و نبلا و فضلا و	آپ کے ساتھ تو لا جاتے تو آپ ہی بھاری
عقلا و ان كان في المال	رہیں گے۔ مال میں اگرچہ آپ کم ہیں لیکن
قل فانه ظل زائل و عارية	مال ایک زائل ہرنیرا لایا رہے اور ایک

مسترجعة وله في
خديجة بنت خويلد
مرغبته وله فيه
مثل ذلك (۱)

عاریت ہے جو واپس کی جانے والی ہے
یہ خدیجہ بنت خویلد کے نکاح کی طرف
مائل ہے اور اسی طرح خدیجہ کو آپ سے
نکاح کی طرف مائل ہے۔

نکاح کے وقت آپ کی عمر شریف پچیس سال کی اور حضرت خدیجہ کی عمر شریف
چالیس سال کی تھی۔ بیس اونٹ مہر مقرر ہوا رسیۃ ابن ہشام اور حافظ ابو بکر دہلوی
فرماتے ہیں کہ مہر کی مقدار ساڑھے بارہ اوقیہ تھی۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے
لہذا کل مہر پانچ سو درہم شرعی ہوا (۲)

آپ کا یہ پہلا نکاح تھا اور حضرت خدیجہ کا تیسرا منہصل حالات انشاء اللہ
العزیز از و لاج مطہرات کے بیان میں ذکر کریں گے۔



(۱) معنی الانص ج ۱، ص : ۱۲۲

(۲) زرقانی ج ۱، ص : ۲۰۲

تعمیر اور آپ ﷺ کی حکیم

ابتداءً عالم سے اس وقت تک خانہ کعبہ کی تعمیر پانچ مرتبہ ہوئی۔ اول بار حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تعمیر فرمائی دلائل بہت سی ہیں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت جبریلؑ کو حضرت آدم کے پاس تعمیر بیت اللہ کا حکم دے کر بھیجا۔ جب حضرت آدم اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو حکم ہوا کہ اس گھر کا طواف کرو اور یہ ارشاد ہوا کہ تم پہلے انسان ہو اور یہ پہلا گھر ہے جو لوگوں کی عبادت کے لیے (بنایا گیا ہے) (۱)

کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلًا۔ جب روح علیہ السلام کے زمانے میں طوفان آیا تو بیت اللہ کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر کا حکم ہوا۔

بنیادوں کے نشان بھی باقی نہ رہے تھے جبریل علیہ السلام نے آکر بنیادوں کے نشان

بتلائے تو حضرت خلیل اللہ نے حضرت فزح اللہ علیہما العن العن صلوٰۃ اللہ کی اعانت و

امداد سے تعمیر شروع کی مفصل قصہ کلام اللہ میں مذکور ہے۔ زیادہ تفصیل اگر درکار ہے تو فتح الباری

کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلًا اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر ابن جریر کی نظر

مراجعت کریں (۲)

تیسری بار بغث نبوی سے پانچ سال قبل جب آپ کی عمر شریف ۳۵ سنیس سال کی تھی۔ قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی نسلہ ابراہیمی میں خانہ کعبہ غیر مسقف تھا دیواروں کی بلندی کچھ زیادہ

(۱) فتح الباری ج ۶، ص: ۲۸۵

(۲) فتح الباری ج ۶، ص: ۲۸۴-۲۹۲

نہ تھی قد آدم سے کچھ زائد نو ہاتھ کی مقدار میں تھی۔ مرد و زنانہ کی وجہ سے بہت بوسیدہ ہو چکا تھا۔ نشیب میں ہونے کی وجہ سے بارش کا تمام پانی اندھ بھرتا تھا اس لیے قریش کو اس کی تعمیر کا اکرسہ نو خیال پیدا ہوا۔ جب تمام رؤساء قریش اس پر متفق ہو گئے کہ بیت اللہ کو منہدم کر کے از سر نو بنایا جائے تو ابو وہب بن عمرو مخزومی در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ماموں (کھڑے ہوتے اور قریش سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ دیکھو بیت اللہ کی تعمیر میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے وہ کسب حلال ہو اور نہ مال اور چوری اور سود وغیرہ کا کوئی پیسہ اس میں شامل نہ ہو صرف حلال مال اس کی تعمیر میں لگایا جائے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو پسند کرتا ہے۔ اس کے گھر میں پاک ہی پیسہ لگاؤ اور اس خیال سے کہ تعمیر بیت اللہ کے شرف سے کوئی محروم نہ رہ جائے اس لیے تعمیر بیت اللہ کو مختلف قبائل پر تقسیم کر دیا کہ تلال قبیلہ بیت اللہ کا فلاں حصہ تعمیر کرے اور فلاں قبیلہ فلاں حصہ تعمیر کرے۔

دروازے کی جانب بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصہ میں آئی اور حجر اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ۔ بنی مخزوم اور دیگر قبائل قریش کے حصہ میں آیا اور بیت اللہ کی پشت بنی جحج اور بنی سہم کے حصہ میں آئی اور حلیم بنی عبدالدار بن قصی اور ابن اسد اور بنی عدی کے حصہ میں آیا۔ اسی شمار میں قریش کو یہ خبر لگی کہ ایک تجارتی جہاز جدہ کی بندرگاہ سے ٹکر کر ٹوٹ گیا ہے۔ ولید بن مغیرہ سنتے ہی جدہ پہنچا اور اس کے تختے خانہ کہہ کی چھت کے لیے حاصل کر لیے اس جہاز میں ایک رومی مہمار بھی تھا جس کا نام باقوم تھا۔ ولید نے تعمیر بیت اللہ کے لیے اس کو بھی ساتھ لے لیا۔ قال المحافظ فی الاصابۃ رجالہ ثقات مع ارسالہ (۱) ان مراحل کے بعد جب قدیم عمارت کے منہدم کرنے کا وقت آیا تو کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ بیت اللہ کے ڈھالے کے لیے کھڑا ہو۔ بالآخر ولید بن مغیرہ پہاؤ لائے کہ کھڑا ہوا اور یہ کہا کہ

اللهم لا تُریدُ الا الخیر لے اللہ ہم صرف خیر اور بھلائی کی نیت رکھتے ہیں۔

معاذ اللہ ہماری نیت بری نہیں اور یہ کہہ کر حجر اسود اور رکن یمانی کی طرف سے ٹھانا شروع کیا۔ اہل مکہ نے کہا کہ رات انتظار کرو کہ ولید پر کوئی آسمانی بلا تو نازل نہیں ہوتی۔ اگر اس پر کوئی بلا آئے آسمانی اور آفت ناگہانی نازل ہوتی تو ہم بیت اللہ کو پھر اصلی حالت پر بنادیں گے ورنہ ہم بھی ولید کے معین و مددگار ہوں گے۔ صبح ہوئی کہ ولید صبح و سالم پھر بھاؤ لالے کر حرم محترم میں آچنچا۔ لوگوں نے سوجھ لیا کہ ہمارے اس فعل سے اللہ راضی ہے اور سب کی ہمتیں بڑھ گئیں اور سب مل کر دل و جان سے اس کام میں شریک ہو گئے اور یہاں تک کھودا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں نمودار ہو گئیں۔ ایک قریشی نے جب بنیاد ابراہیم پر پہاؤ لاجلایا تو دفعہ تمام مکہ میں ایک سخت دھماکہ ظاہر ہوا جس کی وجہ سے آگے کھودنے سے رک گئے اور انھیں بنیادوں پر تعمیر شروع کر دی۔ تقسیم سابق کے مطابق ہر قبیلہ نے علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کر کے تعمیر شروع کی۔ جب تعمیر مکمل ہو گئی اور حجر اسود کو کواچی جگہ پر رکھنے کا وقت آیا تو سخت اختلاف ہوا تاوار کھینچ گئیں اور لوگ جنگ جہل اور قتل و قتال پر آمادہ ہو گئے۔ جب چار پانچ روز اسی طرح گزر گئے اور کوئی بات طے نہ ہوئی تو ابراہیم بن مغیرہ مخزومی جو قریش میں سب سے زیادہ عمر اور سن رسیدہ تھا۔ یہ رائے دی کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے سے داخل ہو اسی کو اپنا حکم بنا کر فیصلہ کرالو۔ سب نے رائے کو پسند کیا۔ صبح ہوئی اور تمام لوگ حرم میں پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ سب سے پہلے آنے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ لفظ نکلے۔

هذا محمد الامین رضینا یہ تو محمد امین ہیں۔ ہم ان کے حکم بنانے پر راضی ہیں۔ یہ تو محمد امین ہیں۔

آپ نے ایک چادر منگائی اور حجر اسود کو اس میں رکھ کر یہ فرمایا کہ ہر قبیلہ کا سرواڑا اس چادر کو تھام لے تاکہ اس شرف سے کوئی قبیلہ محروم نہ رہے اس فیصلہ کو سب نے پسند کیا اور سب نے بل کر چادر اٹھائی۔ جب سب کے سب اسی چادر کو اٹھائے اس جگہ پہنچے جہاں ایک رکھنا تھا تو آپ بنفس نفیس آگے بڑھے اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ (۱)

چوتھی بار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیت اللہ کو شہید کر کے از سر نو تعمیر کرایا۔

پانچویں بار اس حجاج بن یوسف نے بنایا کہ اولین اور آخرین میں جس کے جو رستم اور ظلم تعدی کی نفیر نہیں تفصیل کے لیے کتب تاریخ ملاحظہ ہوں۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ الفیۃ السیر میں فرماتے ہیں

وَإِذْ بَنَتْ قُرَيْشُ الْبَيْتَ اخْتَلَفَ	مَلَأَهُمْ تَارُعًا حَتَّى وَقَفَ
أَمْرُهُمْ فِيمَنْ يَكُونُ يَضَعُ	الْعَجْرَ لَا سُوَ حَيْثُ يُوضَعُ
إِذْ جَاءُوا قَالُوا كُلُّهُمْ رَضِينَا	لَوْضَعَهُ مُحَمَّدٌ إِلَّا مَيْنَا
فَحَطَّ فِي ثَوْبٍ وَقَالَ يَرْفَعُ	كُلُّ قَبِيلٍ طَرَفًا فَرَفَعُوا
ثَمَّةً أَوْ دَعِ الْأَمِينَ الْعَجْرَا	مَكَانَهُ وَقَدْ رَضُوا بِمَا جَرَى

رسوم جاہلیت سے خداوند متعال اور بیزاری

انبیاء و مرسلین اگرچہ نبوت و رسالت سے پہلے نبی اور رسول نہیں ہوتے مگر دلی اور صدیق ضرور ہوتے ہیں اودان کی ولایت ایسی کامل اور اتم ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے دلی

(۱) سیرت ابن ہشام ج ۱، ص: ۶۵، موضع الانعتاج ۱، ص: ۱۲۴، تاریخ طبری ج ۱، ص: ۶۰۰،

اور صدیق کی ولایت کو ان کی ولایت سے وہ نسبت بھی نہیں ہوتی جو قطرہ کو دریا کے ساتھ یا ذرہ کو آفتاب کے ساتھ ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم کے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عَالِمِينَ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام واقعہ اور خصوصاً ان کا ارشاد اِلَّا تَصْرِفُ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ اور حق تعالیٰ شانہ کا حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ ارشاد وَآتَيْنَاكَ الْحِكْمَ صَبِيًّا وَحَنَانًا وَغَيْرَ ذَلِكَ سب اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء نبوت و بعثت سے پہلے ہی اعلیٰ درجہ کے دلی اور صدیق ہوتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابتداء ہی سے شرک اور بت پرستی سے اور تمام مراسم شرک سے بالکل پاک اور منزہ رہے جیسا کہ ابن ہشام کی روایت میں ہے۔

فشب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال
واللہ یکلأهٗ ویحفظہ ویحوطہ	میں جوان ہوتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت
من اقدار الجاہلیہ لما یرید بہ	اور نگرانی فرماتے تھے اور جاہلیت کی تمام
من کرامتہ ورسالہ حتی بلغ	گندیوں سے آپ کو پاک اور محفوظ رکھتے تھے
ان کان رجلاً وافضل قومہ مریۃ	اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہر چکا تھا کہ آپ
واحسنہم خلقاً واکرمہم	کو نبوت و رسالت اور ہر قسم کی عزت و کرامت
حسباً و احسنہم جواراً و اعظم	سے سرفراز فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ کو کامل
حلماً و اصدقہم حدیثاً	ہر گئے اور مروت اور حسن خلق اور حسب و نسب
واعظمہم امانۃ وابعدهم	علم اور بردباری اور راست بازی اور صداقت
من التلحش والاخلاق التی	امانت میں سب سے بڑھ گئے اور فحش اور اخلاق
تدنس الرجال تنزہا و تکرما	رذیلہ سے انتہا درجہ دور ہر گئے یہاں تک
اسمہ فی قومہ الامین لما جمع اللہ فیہ من الاموال	کہ آپ امین کے نام سے مشہور ہو گئے۔

(سیرت ابن ہشام ص ۱۲۵)

حضرت علی سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا گیا کہ آپ نے کبھی کسی بت کو پوجا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں پھر پوچھا گیا کہ کبھی آپ نے شراب پی ہے آپ نے فرمایا نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ میں ہمیشہ سے ان چیزوں کو کفر سمجھتا تھا۔ اگرچہ مجھ کو کتاب ایمان کا علم نہ تھا (انحرابہ ابو نعیم وابن عساکر)

مسند احمد میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت خدیجہ کے ایک ہمایہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت خدیجہ سے یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم میں کبھی لات کی پرستش نہ کروں گا۔ خدا کی قسم کبھی عزیٰ کی پرستش نہ کروں گا (۱)

زید بن حارث فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تو اساتذہ اور نامور کچھوتے تھے ایک بار میں نے آپ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا جب ان بتوں کے پاس سے گذرا تو ان کو چھوا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو منع کیا میں نے اپنے دل میں کہا کہ دیکھوں تو سہی کہ چھونے سے ہوتا کیا ہے اس لیے دوبارہ ان کو چھوا آپ نے پھر ذرا سختی سے منع فرمایا کہ تم کو منع نہیں کیا تھا۔ زید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کے بعد کبھی کسی بت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت رسالت سے سرفراز فرمایا اور آپ پر اپنا کلام اتارا۔ یہ روایت مستدرک حاکم اور دلائل ابی نعیم اور دلائل بیہقی میں مذکور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سہتے سنا کہ مجھ کو جاہلیت کی کسی بات کا کبھی خیال ہی نہیں آیا۔ صرف دو مرتبہ ایسا خیال آیا مگر اللہ نے بچایا اور مجھ کو اس سے محفوظ رکھا۔ ایک شب میں نے اپنے ساتھی سے کہا جو میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا کہ تم بکریوں کی خبر رکھنا اور میں مکہ میں جا کر کچھ قصے کہانیاں سن کر آتا ہوں۔ میں مکہ میں داخل ہوا ایک مکان سے گانے بجانے کی آواز سنائی دی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے معلوم

علم الحناصہ الکبریٰ ج ۱، ص: ۹۰ اساتذہ اور نامور دہوتوں کے نام ہیں ۱۲۰

ہوا کہ فلاں کی شادی ہے میں بیٹھا ہی تھا کہ فوراً نیند آگئی اور خدائے میرے کانوں پر ہر لگا دی پھر سوتا تو خدا کی قسم آفتاب کی تمازت ہی نے مجھ کو بیدار کیا اٹھ کر اپنے ساتھی کے پاس آیا ساتھی نے دریافت کیا کہ بتلاؤ کیا دیکھا۔ اپنے فرمایا کچھ بھی نہیں اور اپنے سونے کا واقعہ بیان فرمایا۔ دوسری شب آپ نے پھر سہی ارادہ فرمایا خدا کی طرف سے پھر سہی صودت پیش آئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کے بعد پھر میرے دل میں اس قسم کا کوئی خیال ہی نہیں آیا یہاں تک اللہ نے مجھ کو اپنی پیغمبری سے سرفراز فرمایا۔ یہ حدیث مسند بزار اور مسند اسحاق بن راہویہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند متصل اور حسن ہے اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت آپ بھی پتھر اٹھا اٹھا کر لایے تھے کہ آپ کے چچا حضرت عباس نے کہا کہ بیٹا تہبند کھول کر منڈھے پر رکھ تو تاکہ پتھروں کی رگوں سے محفوظ رہا آپ نے چچا کے کہنے سے تہبند کھولا، کھولتے ہی آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس کے بعد آپ کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے۔

ابو الطفیل سے مروی ہے کہ اس وقت آپ کو غیب سے یہ آواز آئی یا محمد عزتک اے محمد اپنے ستر کی خبر لو۔ یہ نبی آواز سے پہلی آواز تھی جو آپ کو سنائی دی۔ ابو الطفیل کی یہ روایت دلائل ابی نعیم اور دلائل ہیثمی اور سدرک حاکم میں مذکور ہے حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (۱)

ابن عباس کی روایت میں ہے کہ ابوطالب نے آپ سے پوچھا کہ کیا ماجرا تھا آپ نے فرمایا کہ ایک سفید پوش آدمی دکھلائی دیا جس نے یہ کہا اے محمد اپنے ستر کو چھپاؤ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اخر جابن سعد وابن عدی والحاکم وصحرو والیومین من طریق عکرمہ عن ابن عباس (۲)

(۱) انصاف النسخ الکبریٰ ج: ۱، ص: ۸۸، (۲) ایضاً

ایک مرتبہ قریش نے آپ کے سامنے لاکر کھانا رکھا۔ اس مجلس میں زید بن عمرو بن نفیل بھی تھے۔ آپ نے اس کے کھانے سے انکار کیا۔ بعد ازاں زید نے بھی انکار کیا اور کہا کہ میں توں کے نام پر فوج کیے ہوئے جاؤں اور توں کے چڑھاؤ سے نہیں کھاتا میں صرف وہی چیز کھاتا ہوں جس پر صرف اللہ کا نام لیا جائے۔ زید بن عمرو بن نفیل قریش سے یہ کہا کرتے تھے کہ بھئی کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور اللہ ہی نے اس کے لیے گھاس اگایا پھر تم اس کو غیر اللہ کے نام پر کیوں ذبح کرتے ہو۔ فتح الباری ص ۱۶۸ حدیث زید بن عمرو بن نفیل۔

زید بن عمرو بن نفیل - حضرت عمرو بن الخطابؓ کے چچا زاد بھائی اور سعید بن زید کے (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) والد ماجد ہیں شرک اور بت پرستی سے بیزار اور دین حق کے تلاشی تھے بعثت سے پانچ سال قبل جس وقت خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اس وقت انتقال کیا۔ تفصیل کے لیے۔ فتح الباری ص ۱۰۸ تا ص ۱۱۱ باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل اور اصحاب ص ۵۹۹ ترجمہ زید بن عمرو بن نفیل اور طبقات ابن سعد ص ۱۰۵ باب علامات النبوة قبل البعثت مطالعہ فرمائیں۔

بدر الوحی اور تباشر نبوت

روایات مذکورہ بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرت انبیاء اللہؑ ہی سے ہونے سے پیشتر ہی کفر اور شرک اور ہر قسم کے فحشاء اور منکر سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں ابتداء ہی سے ان حضرات کے قلوب مظہرہ توحید و تفرید خشیت و معرفت سے لبریز ہوتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ جو حضرات عنقریب کفر اور شرک کے مٹانے کے لیے اور

علم بدر الوحی سے مراد آغاز نبوت ہے معنی وحی کی ابتداء کس طرح ہوئی اور تباشر نبوت سے

نبوت و رسالت کے مبشرات اور مبادی مراد ہیں معنی وہ ائمہ کہ جو صریح نبوت و رسالت تو نہیں

مگر نبوت و رسالت کا دیباچہ اور پیش خیمہ ہیں ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

ہر فحشاء اور منکر سے بچانے کے لیے ابد خیر کی طرف دعوت دینے کے لیے من جانب اللہ مبعوث ہونے والے میں اور خدا کے مجتبیٰ اور مصطفیٰ برگزیدہ اور پسندیدہ بندے بننے والے ہیں معاذ اللہ وہ خود ہی منصب نبوت و رسالت اور خلعت اجتہاد و مصلحت کی سرفرازی سے پیشتر کفر اور شرک کی نجاست میں ملوث اور فواحش و منکرات کی گندگی سے آلودہ ہوں۔ حاشائے حاشا قطعاً ناممکن اور محال ہے۔ حضرات انبیاء نبوت اور بعثت سے پیشتر اگرچہ نبی اور رسول نہیں ہوتے مگر اعلیٰ درجہ کے اولیاء اور عرفاء ضرور ہوتے ہیں۔ صفات، خداوندی سے جاہل نہیں ہوتے اور نہ ان کو کسی وقت صفات خداوندی میں کسی قسم کا دھوکا اور مغالطہ ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کا شک اور اشتباہ آتا ہے۔

قال الله عز وجل. وَلَقَدْ آتَيْنَا
ابْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ
وَكُنَّا بِهٖ عَالِمِينَ ۝ (۱)
اور تحقیق ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ان کی
شان کے مطابق رشد عطا کیا تھا اور ہم ان کو
اور ان کی استعداد کو پہلے ہی سے خوب جانتے تھے
اب دیکھنا یہ ہے کہ رشد کے کیا معنی ہیں اور رشید اور راشد کس کو کہتے ہیں سورہ حجرات
کی یہ آیت خریفہ اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَنۢ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْاٰمِرِ
لَعْنَتُهُۥ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ حَبِيبٌ
اَلَيْكُمُ الْاِيْمَانُ وَرَزَقَنَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ
فَكَّرَۃً اَلَيْكُمُ الْاَلْكَفَرُ وَالْفُسُوْقُ
وَالْعَصْيَانُ اُولٰٓئِكَ
اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں انفرض
والتمہیر اگر بہت سی باتوں میں تمہارا کہنا
ماننے لگیں تو بلاشبہ تم مشقت میں پڑ جاؤ
لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو اس مشقت سے اس طرح
بچایا کہ ایمان اور اطاعت کو تمہارے دل میں
محبوب اور مرغوب بنا دیا اور کفر اور منق اور

هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَتًا وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ ط (۱)

معصیت کی نفرت تمہارے دلوں
میں ڈال دی، ایسے لوگ کہ جنکے دلوں میں ایمان
اطاعت کی محبت اور کفر و معصیت کی نفرت

راسخ ہو چکی ہو اللہ کے فضل و انعام سے رشد و ہدایت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ
بڑے ہی علیم و حکیم ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قلب میں ایمان و اطاعت خداوندی کی محبت
اور کفر اور فسق اور معصیت کی نفرت و کراہت کے راسخ ہو جانے کا نام رشد ہے
اور یہ رشد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق جل شانہ نے ابتداری عطا فرمادیا تھا
جیسا کہ سورۃ انبیاء کی اس آیت سے واضح ہے اور رشد لغت عرب میں ضلالت
اور گمراہی کے مقابلہ میں مستعمل ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قَدْ بَيَّنَّ التُّشْدُ
مِنَ الْغَيِّ رُشْدًا اور ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے جس سے صاف ظاہر
ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتداری سے رشد اور ہدایت پر تھے معاذ اللہ
گمراہ نہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ستاروں اور چاند اور سورج کو دیکھ کر
فرمانا نہ رہی اس سے حال کے بعض مصنفین کو یہ دھوکہ ہوا کہ معاذ اللہ ابھی حضرت ابراہیم

(۱) الحجرات، آیت ۴ :- علامہ شبلی سیرۃ النبی ص ۱۸۴ القطیع خور میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے نبوت سے پہلے ستاروں کو دیکھا تو چونکہ تجلی کی جھلک تھی، دھوکہ ہوا چاند نکلا تو ابھی شبہ ہوا۔ آفتاب پاس سے زیادہ
لیکن جب سب بخروں سے غائب ہو گئے تو بے راستہ پکا ماٹھے۔ اِنِّیْ لَا اَحِبُّ لَافِیْسٍ۔ اتنی کلاہ علامہ شبلی کا خیال
سرایا اختلاف یہ ہے کہ حقیر ابراہیم علیہ السلام کو دھوکہ لگا۔ معاذ اللہ حضرات انبیاء مکرم کو خدا کی ذات و صفات میں کبھی
دھوکہ نہیں لگا اور حضرت ابراہیم کو تو انبیاء و رسول میں ایک خاص شان امتیازی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کوکبا و کواکب
الارض کا مشاہدہ کرایا اور ان کو زمین میں سے بنایا ان کو خوب معلوم تھا کہ شمس و قمر اور کواکب و نجوم سب حکم
خداوندی کے مسخر اور تابعدار ہیں معاذ اللہ حضرت ابراہیم کو کوئی دھوکا سنیں لگا۔ علامہ ہی کو قطعاً تسلط
میلہ عربی عبد تو کی ترجمہ میں دھوکہ لگتا ہے و نیز ابوالحال پختہ بیچ خام پس سخن کو تاہ باید والسلام

شک و شبہ میں پڑے ہوتے تھے۔ جب غروب ہونے دیکھا تب اشتباہ زائل ہوا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ابتدا ہی سے شمس و قمر کو خدا کی ادنیٰ مخلوق سمجھتے تھے قوم چونکہ کو اکب پرستی میں مبتلا تھی اس لیے ان کے عقیدہ فاسدہ کے مد و کرنے کے لیے فرمایا کہ اگر بطور فرض محال تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ ستارہ تمہارے اعتقاد کے مطابق پیرارباب ہے۔ تو بہت اچھا ذرا تھوڑی دیر اس کے غروب و اُفول کا انتظار کرو خود ہی اس کا فانی اور حادث ہونا منکشف ہو جائے گا۔ پھر اسی طرح شمس و قمر کا حادث اور فانی ہونا سمجھایا اس لیے کو اکب پرستوں کا عقیدہ یہ تھا کہ غروب کے بعد ستارہ میں وہ تاثیر باقی نہیں رہتی جو طلوع کے وقت تھی پس اگر یہ خدا ہوتے تو ان کی صفت تاثیر میں تغیر اور ضعف نہ آتا اس لیے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات تغیر اور ضعف سے پاک اور منزہ ہیں حضرت ابراہیم کا یہ تمام کلام اول سے آخر تک بطور محابہ اور مناظرہ تھا جیسا کہ بعد کی آیتیں و حَاجَّهٖ قَوْمُہٗ قَالَ اَتَحَاجُّوْنِیْ فِی اللّٰہِ وَقَدْ هَدٰۤاَنِ۔ اور آیۃ تِلْکَ حُجَّتُنَا آتِیْنَاہَا اِبْرٰہِیْمَ عَلٰی قَوْمِہٖ صراحۃً اس پر دال ہیں کہ یہ تمام ترک کو اکب پرستوں کے ساتھ مناظرہ اور مجادلہ تھا اور یہ وہ حجت اور برہان تھی کہ جو اللہ نے آپ کو مناظرہ کے لیے تلقین کی تھی۔ الحاصل یہ مناظرہ تھا حضرت خلیل کی ذاتی نظر اور فکر نہ تھی۔ کیا حضرت ابراہیم نے اس سے پیشتر کبھی چاند اور سورج کو نہ دیکھا تھا نیز بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحاح میں یہ حدیث موجود ہے۔

کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُّوْلَدُ عَلٰی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَہٗ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعد میں اس کے
یَہُوْدَیْنِہٖ اَوْ نَصَرَیْنِہٖ اَوْ مَجْجَیْنِہٖ۔ ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں
اور یہ نہیں فرمایا کہ کیا نہ کہ اس کے ماں باپ اس کو مسلمان بناتے ہیں اس لیے
کہ فطرۃ وہ مسلمان ہی پیدا ہوا ہے اور صحیح مسلم میں عیاض بن حماد سے مروی ہے کہ

رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَ اللَّهُ اِنِّیْ خَلَقْتُ
عبادی حنفاء
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندوں
کو فطرۃً حنیف پیدا کیا ہے۔

پس جب کہ ہر مولود ابتداء ہی سے حنیف اور فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ تو شخص
شیخ ہو تمام انبیاء کا اور امام ہو تمام حنفاء کا اور مقتدا ہو تمام موحدین کا اور قدوہ اور اسوہ
ہو کفر اور شرک سے بری اور بیزاری ہونے والوں کا وہ بدرجہ اولیٰ ابتداء ہی سے حنیف اور
رشید ہوگا اور اس کی فطرت سب سے زیادہ سلیم اور اس کی طبیعت سب سے زیادہ مستقیم ہوگی۔
قرآن کریم میں جابجا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم، حنیف کی ملت کے اتباع کا حکم مذکور ہے۔
ثُمَّ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ
اِبْرٰهِيْمَ حَنِیْفًا وَّمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۱)

وقال تعالیٰ قُلْ اِنِّیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْ
اِلَی الصِّرَاطِ مُسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیْمًا
مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِیْفًا وَّمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۲)

آپ کہہ دیجیے کہ اللہ نے مجھ کو ایک سیدراستہ
بتایا ہے وہ ایک صحیح دین ہے جو ابراہیم کا
طریقہ ہے جن میں ذرا برابر کبھی نہ تھی اور نہ وہ
کبھی مشرکین میں سے ہوتے۔

تفصیل اگر درکار ہے تو امام جلیل و کبیر حافظ عماد الدین ابن کثیر قدس اللہ روحہ و فریضہ
(آمین) کی تفسیر کی مراجعت فرمائیں۔

نہاۃ جاہلیت میں جبکہ کفر اور شرک کی ظلتیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں اس وقت
زید بن عمرو بن نفیل اور ورقن بن نوفل اور اس قسم کے موحدین اور حنفاء کے دلوں میں
جو توحید کی روشنی جلوہ گر تھی وہ توحید ابراہیمی کا پرتوہ اور عکس نہ تھا تو پھر کس کا تھا کیا ساطات

(۱) النحل، آیہ : ۱۲۳ - (۲) الانعام : آیت : ۱۶۱

زید اور ورقہ کی فطرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ سلیم تھی۔
قاضی عیاض قدس اللہ سرہ شفا میں فرماتے ہیں۔

اعلم منحنّا اللہ تعالیٰ
وایاک توفیقہ ان مارتق
منہ بطریق التوحید والعلم
باللہ وصفاتہ والایمان
بہ وبما اوحی الیہ فعلی
غایۃ المعرفة ووضوح العلم
والیقین والانتفاء عن الجہل
بشیء من ذلک او الشک والرب
فیہ والعصمة من کل ما یضاد
المعرفة بذلک والیقین
هذا ما وقع علیہ اجماع المسلمین
علیہ ولا یصح بالبراہین
الواضحة ان یمکن
فنعقود الانبیا
سواہ (۱)

اے عزیزِ خوب جان لے (اللہ تعالیٰ اہم کر
اور تجھ کو اپنی توفیق کی نعمت عطا فرمائے کہ
جس چیز کا اللہ کی توحید اور معرفت اور ایمان
اور وحی سے اس کا تعلق ہے وہ حضرت
انبیاء کو نہایت کامل اور واضح طریق سے
معلوم ہوتی ہے۔ حضرت انبیاء کو خدا کی
ذات و صفات کا علم یقینی ہوتا ہے معاذ اللہ
کسی چیز سے بے خبر نہیں ہوتے اور نہ ان کو
اس بارہ میں کوئی شک اور تردد ہوتا ہے
اور ہر اس چیز سے معصوم اور پاک اور منزہ ہوتے
ہیں کہ جو اس کی معرفت اور یقین کے معانی
ہو اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور
براہین قاطعہ اور دلائل واضحہ سے ثبوت
ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کے عقائد میں
کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔

خلاصہ

یہ کہ حضرات انبیاء اللہ کے نفوس قدسیہ ابتداء ہی سے کفر اور شرک اور ہر قسم
کے فحشاء اور منکر سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ شروع ہی سے وہ ضعیف اور رشید

ہوتے ہیں فطری طور پر ہر بری بات سے متنفر اور بیزار ہوتے ہیں۔ چنانچہ شداد بن ابی اسحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
فلما نشاء بغضت کہ جب سے میرا نشوونما شروع ہوا اسی وقت سے
الحب الا وثان وبغض بتوں کی شدید عداوت اور نفرت اور شہدائے
الی الشعر (۱) سخت نفرت میرے دل میں ڈال دی گئی۔

نبی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سرتاپا حق اور صدق ہو اس کے قول میں اس کے فعل میں اس کی نیت میں اس کے عزم اور ارادہ میں کہیں کذب اور تخیل کا شائبہ اور نام و نشان بھی نہ ہو۔ لہذا مناسب ہوا کہ نبی شاعر نہ ہو اس لیے کہ شاعر کا کذب اور ثواب سے پاک اور مزہ ہونا اغلباً اور عادتاً ناممکن ہے اس لیے ارشاد ہوا۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ - (۲) ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں عطا کیا اور یہ علم آپ کے لیے مناسب بھی نہیں۔

چونکہ منصب نبوت و رسالت آپ کے لیے مقدر ہو چکا تھا اس لیے حق جل شانہ نے ابتداء ہی سے آپ کے قلب مطہر کو ان تمام امور سے متنفر اور بے زار کر دیا کہ جو منصب نبوت و رسالت کے منافی اور مباین تھے اسی طرح اللہ نے آپ کو بڑھایا اور جوان کیا جب زمانہ نبوت کا قریب آپ پہنچا۔ تو روایت سے صادقؑ اور صالحؑ سچے اور دجھب خواب کھائی دینے لگے۔ نبیؐ نبأ سے مشتق ہے۔ لغت عرب میں نبأ اس خبر کو کہتے ہیں کہ مجرم یا ثاں علیہ یہ روایت کنز العمال میں بحوالہ ابی یعلیٰ دانی نیم ذکر کی گئی ہے۔ ۱۲۔ مسند حضرت انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب ہمیشہ صادق (سچا) ہوتا ہے کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ البتہ دنیا کے لحاظ سے کبھی صالح (ٹھیک) ہوتا ہے اور کبھی غیر صالح۔ لیکن آخرت کے لحاظ سے میخ صالحہ ہی ہوتا ہے جیسے مصیبت مومن کے حق میں دنیا کے اعتبار سے مکروہ اور آخرت کے لحاظ

سے محبوب اور پسندیدہ ہے ۱۲۔ کتاب التبعیر فتح الباری ص ۳۱۱

(۱) کنز العمال ج ۶، ص ۳۰۵ (۲) یس۔ آیۃ : ۶۹۔

اور بالکل صحیح اور واقع کے مطابق ہو۔ عقل خبر کو بنا نہیں کہتے۔ نبی کو نبی اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو بندیرہ دجی کے انبار الغیب یعنی غیبی خبروں پر کج رہنمائی مہتمم بالشان اور بالکل صحیح اور واقع کے مطابق ہوتی ہیں اور کبھی غلط نہیں ہو سکتیں بنی کو بذریعہ دجی ایسی خبروں کی اطلاع دی جاتی ہے۔ امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ اپنے ایک مکتوب میں مختصراً نبوت کی حقیقت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وچنانچہ طور عقل درائے طور حس است کہ انچہ محسوس جس طرح ادراک عقل کا طریقہ ادراک حسی کے علاوہ ہے کہ
مدرک نشود عقل ادراک لک نمی ناپہنچن طو نبوت شی محسوس ظاہر سے نہ معلوم ہر عقل اسکا ادراک کر لیتی ہے
درائے طور عقل ست انچہ بعقل مدرک نشود تو سئل اسی طرح طور نبوت طور عقل سے سوائے کہ جس چیز کا ادراک
نبوت بدرک می دراید عقل قاصر اور عاجز ہے وہ چیزیں بندیرہ نبوت ادراک کیا کرتی ہے

حس ظاہر سے فقط محسوسات کا اور عقل سے فقط معقولات کا ادراک ہو سکتا ہے لیکن وہ غیبی امور کہ جو حس اور عقل کے ادراک سے بالا اور برتر ہیں۔ نہ ہاں حس کی رسائی ہے اور نہ عقل کی وہ غیبی امور بذریعہ دجی اور نبوت کے منکشف ہوتے ہیں امور غیبیہ کے، ادراک کا ذریعہ اور وسیلہ صرف دجی نبوت ہے۔ دجی نبوت کی حقیقت تر حضرات انبیاء ہر ہی سمجھ سکتے ہیں مگر حق تعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت سے ہم جیسے نادانوں کے سمجھانے کے لیے دجی نبوت کا ایک نمونہ عطا فرمایا ہے کہ جس کو دیکھ کر کچھ نبوت کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔ دجی نبوت کا وہ نمونہ روایتے صالحہ ہے (سچا خواب) کہ جو حس اور عقل کے علاوہ غیبی امور کے انکشاف کا ایک ادنیٰ ذریعہ ہے۔

جس وقت انسان سو جاتا ہے اور اس کے تمام ظاہری اور باطنی قوائے اور اکیہ بالکل معطل اور بے کار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت اس کو من جانب اللہ بہت سے امور منکشف ہوتے ہیں۔ تفصیل کے لیے حجت الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہ کا رسالہ المنقذ من الضلال مطالعہ فرمائیں۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح غیبی امور کے انکشاف کا اعلیٰ ترین ذریعہ وحی نبوت ہے اسی طرح غیبی امور کے انکشاف کا ادنیٰ ترین ذریعہ روایات صادقہ ہے اور روایات صالحہ وحی نبوت کا ایک نمونہ ہے جس سے انبیاء کرام کی نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ دلائل ابی نعیم میں باننا وحسن عبداللہ بن مسعود کے شاگرد علقمہ بن قیس سے مرسل مروی ہے کہ اقول انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خواب دکھلائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سچے خوابوں سے ان کے قلوب مطمئن ہو جاتے ہیں تب بحالت بیداری ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے (۱) باب کیف کان بدر الوحی۔ جیسے یوسف علیہ السلام کو نبوت سے قبل ایک عجیب غریب خواب دکھلایا گیا۔ اسی وجہ سے کہ روایات صالحہ وحی نبوت کا ایک نمونہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ روایات صالحہ نبوت کا ایک جز ہے۔ حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب تو ہمیشہ سچا ہی ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء کے خواب میں کذب کا امکان بھی نہیں۔ البتہ صلیحین کے خواب میں صدق غالب رہتا ہے شاذ و نادر ان کا خواب از قبیل اضغاث احلام ہوتا ہے۔ فساق و فجار کے خواب اکثر اضغاث احلام ہوتے ہیں صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

أَصْدَقَهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقَهُمْ
جو شخص اپنی بات میں سب سے زیادہ سچا ہے
حدیثاً۔ وہی خواب میں بھی سب سے زیادہ سچا ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ خواب کے صادق ہونے میں بیداری کے صدق کو خاص دخل ہے اور جو شخص جتنا زائد صادق الکلام ہے اسی قدر نبوت سے قریب ہے اور جس درجہ صدق سے دور ہے اتنا ہی نبوت سے دور ہے اسی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ ارشاد فرمایا کہ دوایات صالحہ نبوت کا چھ بیسواں جز ہے اور کبھی نیز فرمایا

(۱) فتح الباری ج: ۱، ص: ۷۰

کہ چالیسواں جزیہ ہے ایک حدیث میں ہے کہ پینتالیسواں جزیہ ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ پچاسواں جزیہ ہے ایک اور حدیث میں سترواں جزیہ ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ چھتیاں جزیہ ہے۔ امام غزالی قدس اللہ سرہ۔ احیاء العلوم کی کتاب الفطر والزیہ میں فرماتے ہیں کہ حاشا ان مختلف کلمات کو یہ نہ سمجھو کہ باہم متعارض اور مضطرب ہیں بلکہ ان مختلف کلمات سے اختلاف مراتب کی طرف اشارہ سمجھو کہ خواب دیکھنے والے مختلف مراتب میں صدیقین کے خواب کو نبوت سے وہی نسبت ہوگی جو ایک کو چھبیس سے ہے اور کسی کے خواب کو نبوت سے وہی نسبت ہوگی جو ایک کو چالیس یا پچاس یا ستر یا چھتر سے ہے (۱) اور ابو ہریرہؓ کی حدیث اصداً قدم رویا صد قدم حدیثاً (جس کو ہمارے نقل کر چکے ہیں) وہ بھی اسی اختلاف مراتب کی طرف مشیر معلوم ہوتی ہے اس لیے معلوم ہوتی ہے اس لیے نقل الفضل کا استعمال اسی محل پر مناسب ہے کہ جہاں مراتب اور درجات مختلف اور متعادت اور متفاضل ہوں۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے صراحۃً منقول ہے کہ روایاتے صالحہ کے جزیہ نبوت ہونے میں جس قدر بھی روایتیں مروی ہیں وہ سب اختلاف مراتب پر محمول ہیں (۲) راہ سوال کہ روایاتے صالحہ کے جزیہ نبوت ہونے کے کیا معنی ہیں حضرات اہل علم اس کے حل کے لیے فتح البدی کی مراجعت کریں (۳) اور بعد ازاں اپنے طلباء اور متوسلین کو سمجھائیں اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اس فعل خیر کی جوار عطا فرمائے۔ دلالت علی الخیر کے اجر کا یہ ناخیر بھی اپنے پروردگار سے امید دار ہے۔ تطویل کے اندیشے نے اس وقت پہنچتی پر مجبور کیا لعل اللہ یحدث بعد ذلک أمراً۔

اب اصل مقصد کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ بخاری اور مسلم میں ام المومنین عائشہؓ بنت صدیق سے مروی ہے۔

(۱) فتح الباری، ۵: ۱۲، ص: ۳۱۹-۳۲۲ (۲) مدارج السالکین، ۵: ۱، ص: ۲۸

(۳) فتح الباری ج: ۱۲، ص: ۳۳۱، ۳۳۲

اول ما بدئیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة في النوم
 فكان لا يرى رؤيا الا جاءت مثل فلق الصبح

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا
 روایتے صالحہ سے ہوئی جو خواب بھی دیکھتے
 وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو کر رہتا۔

ابن ابی جرہ فرماتے ہیں کہ روایتے صالحہ کو صبح کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ ہنوز آفتاب نبوت نے طلوع نہ کیا تھا۔ جس طرح صبح صادق کی روشنی طلوع آفتاب کا پرچہ ہے اسی طرح روایتے صالحہ آفتاب نبوت و رسالت کے طلوع کا پرچہ تھا۔

رویائے صادقہ کی صحیح صادق خبر دے رہی تھی کہ عنقریب آفتاب نبوت طلوع کرنے
 والا ہے اور جس طرح صبح کی روشنی آنا فنا بڑھتی رہتی ہے اسی طرح رویائے صالحہ اور
 صادقہ کی روشنی بھی آنا فنا بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ آفتاب نبوت و رسالت فلان کی چوٹیوں
 سے جلوہ گر ہوا، جو قلب کے تعمیر اور مینا تھے مثلاً ابو بکرؓ وہ سلسلے آئے اور آفتاب نبوت
 کے انوار و جلیات سے مستفید ہوئے اور جو کہ باطن اور خفاش دل تھے جیسے ابو جہل آفتاب کے
 طلوع ہو تسمی خفاش کی طرح ان کی آنکھیں بند ہو گئیں اور نبوت و رسالت کے آفتاب عالم
 تاب کی تمازت کی تاب نہ لاسکے۔

گزنہ بند بروز شہرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ
چہرہ آفتاب خود فاش است بے نصیبی نصیب خفاش است
باقی لوگ ابو بکر اور ابو جہل کے بین میں تھے اپنی اپنی بصیرت نور قلبی کے موافق
ہر شخص آفتاب نہرت سے مستفید ہوا (۱)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

ثُمَّ جَبَّ إِلَيْهِ الْخَلَوَكَانَ
يَخْلُو بَعَارِجَاءَ -

پھر آپ کزخوت اور تنہائی بمعرب بنا دی گئی
آپ غار حراء میں جا کر خلوت فرماتے۔

(۱) فتح الباری، ج: ۱۲، ص:

ام المؤمنین نے مجتب کو بصیغہ مجهول بظاہر اس لیے ذکر فرمایا کہ یہ نہیں معلوم ہر کس کو وہ کیا سبب اور کیا داعی تھا کہ جس نے خلوت اور عزلت کو آپ کے لیے مجرب بنا دیا وہ کوئی امر باطنی اور غیبی تھا کہ جس نے خلوت و تنہائی پر آپ کو مجبور کر دیا اللہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ کیا تھا۔ اوروں کے حق میں وہ سراسر مجهول ہے اس لیے ام المؤمنین نے اس کو بصیغہ مجهول ذکر فرمایا۔

حق جل شانہ جب کسی کے ساتھ خاص رحمت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے قلب میں خلوت و عزلت کا داعیہ پیدا فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ حق جل شانہ اصحاب کف کے قصہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُوَ وَمَا يُعْبُدُونَ
إِلَّا اللَّهَ فَأَوْا إِلَيَّ الْكَلِمَتِ يَنْشُرْكُمْ
رَجَبُكُمْ مِنْ رَحْمَتِي وَيَهَيِّئْ لَكُمْ
مِنْ أَمْرِكُمْ
مَرْفَقًا (۱)

اور جب تم ان کافروں سے امدان کے کام
معبودوں سے سوائے اللہ کے الگ ہو جاؤ
تو ایک غار میں جا کر ٹھکانا بناؤ تاکہ ایمان
سے اللہ کی عبادت کر سکو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی
رحمتیں برسانے گا اور ہر کلمہ میں تمھارے لیے
سہولت پیدا فرمائے گا۔

یہ ضروری نہیں کہ خلوت و عزلت سے نبوت و امد رسالت لمجائے اس لیے کہ
نبوت و امد رسالت کوئی انسانی شئی نہیں اللہ جس کو چاہے نبی اور رسول بنائے واللہ اعلم
حيث يجعل رسالته

تبارک اللہ ما وحی بکتاب ولا نبی علی غیب بمتھم
ہاں جس کو وہ خود اپنی رحمت سے نبی اور رسول بنانا چاہتے ہیں خلوت و عزلت
ان کے حق میں نبوت و رسالت کا دیباچہ ہوتی ہے جیسا کہ روایتے صالحہ فقط ان

(۱) الکہف، آیت : ۱۶

حضرات کے لیے نبوت و رسالت کا پیش خیمہ ہوتا ہے جن کے لیے منصب نبوت پر فائز ہونا علم الہی میں مقدر ہو چکا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جس کو ویسے صالح اور سچے خواب نظر آئیں وہ نبی ہو جاتے گا۔

وقال تعالى فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ
وَمَا يَعْْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا
إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا
نَسِيبًا (۱)

پس جب ابراہیم علیہ السلام کافروں سے اور
سوائے خدا کے ان کے تمام معبودوں سے الگ
ہو گئے تو ہم نے ابراہیم کو اسحاق جیسا بیٹا اور
یعقوب جیسا پوتا عطا کیا اور ہر ایک کو نبی بنایا۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کا منصب نبوت پر فائز ہونا عزت ابراہیم کی برکات میں سے تھا، پس اسی طرح آپ بھی غار حرا میں جا کر اعتکاف فرماتے اور کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے اور وہاں رہ کر اللہ کی عبادت اور بندگی کرتے کسی حدیث میں آپ کی عبادت کی کیفیت مذکور نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ ذکر الہی اور مراقبہ اور تفکر اور تذکرہ آپ کی عبادت تھی علاوہ ازیں فساق و فجار و شرکین اور کفار سے علیحدہ رہنا یہ خود مستقل عبادت ہے (آخر ہجرت جس کی مدح و ثناء سے سارا قرآن بھرا پڑا ہے وہ کیا ہے خدا اور رسول کے دشمنوں سے علیحدگی ہی تو نام ہے) اور جب تو شر ختم ہو جاتا تو گھر واپس آ کر تشریف لے جاتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ زرقانی میرا والمعتار عندنا ان الله كان يعمل بما ظهر له من الكشمت الصادق من شريعت ابراهيم وغيره كما في الدر المنثور ۱۶۳۔

ملہ ہی ائمہ میں جو جہالت ہے وہ مولف کی طرف سے چھاس لیے اس کو علامہ زرقانی کے کلام سے متاثر نہ کیا جس دلیل سے انہ بل شاہ کو عابد و خالص کا دیکھنا موجب خیر و برکت ہے اسی دلیل سے بھی حافی اچھے صوفی پر۔
(۱) مریم، آیہ : ۴۹

یعنی فقہاء حنفیہ کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ آپ کو کشف صادق اور الہام صحیح سے جو ظاہر اور منکشف ہوتا کہ یہ امر حضرت ابراہیمؑ یا اور کسی نبی کی شریعت سے جہاس کے مطابق عمل فرماتے جیسا کہ بعض روایات میں بجائے فیتخت کے فیتخت کا لفظ آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ابراہیم حنیف کے طریقہ پر چلتے تھے یہ لفظ اس کی تائید کرتا ہے کہ آپ قلت حنیفہ کے مطابق اپنے کشف اور الہام سے عمل کرتے تھے۔

آفتاب رسالت کا فاران کی چوٹیوں سے طلوع

یہاں تک کہ جب عمر شریف چالیس سال کو پہنچی تو حسب معمول آپ ایک روز غار حرا میں تشریف فرماتے تھے کہ دفعہ ایک فرشتہ غار کے اندر آیا اور آپ کو سلام کیا اور پھر یہ کہا اقرار پڑھئے آپ نے فرمایا۔ مَا أَنَا بِقَارِيٍّ مِثْلِكَ اس پر فرشتہ نے پکڑ کر مجھ کو اس شدت سے دبایا کہ میری مشقت کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس کے بعد چھوڑ دیا اور کہا اقرار میں نے پھر وہی جواب دیا۔ مَا أَنَا بِقَارِيٍّ۔ حاشیہ کنندہ تھے یہ سلاطین و ملوک

اعداۃ اللہ کا دیکھنا سلیم طبیعتوں کے لیے موجب کدورت اور باعث ظلمت ہے کیا اردن اور موسیٰ بن عمران اور فرعون، لہان اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابرہہ بن عبد اللہ اور برصیق اور میلہ کذاب کا دیکھنا برابر ہے حاشا ثم حاشا ولا ینکر لک الامن سفر نفسہ۔ والعاقل کفیفہ الاشواق

فائدہ جلیلہ :

ماَنَا بَقَارِیٰ کے بظاہر معنی یہ ہیں کہ میں پڑھا ہوا نہیں اُتی ہوں لیکن اس معنی میں اشکال یہ ہے کہ قرأت یعنی زبان سے پڑھنا اُتیت کے منافی نہیں۔ اُتی شخص بھی کسی کے تعلیم و تلقین سے قرأت اور تلفظ کر سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ فصاحت و بلاغت اس کی غلام ہو۔ اُتیت۔ کتابت کے منافی ہے۔ اُتی شخص لکھی ہوئی تحریر کو نہیں پڑھ سکتا، لیکن زبانی تسلیم و تلقین سے تلقین کردہ الفاظ کی قرأت کر سکتا ہے۔ پس اگر جبریل امین کوئی لکھی ہوئی تحریر لے کر آئے تھے کہ جس میں یہ کلمات لکھی ہوئی تھیں اور اس کی نسبت یہ کہتے تھے کہ اقرار یعنی اس تحریر کو پڑھو تو پھر اس کے جواب میں ماَنَا بَقَارِیٰ کہنا ظاہر اور مناسب ہے جیسا کہ بعض کلمہ روایات میں ہے کہ جبریل ایک عربی صحیفہ لے کر آئے جو جابرؓ سے مرصع تھا اور وہ صحیفہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اقرار یعنی اس عربی صحیفہ کو پڑھیے۔ آپؐ فرمایا ماَنَا بَقَارِیٰ یعنی میں اُتی پہلی لکھی ہوئی تحریر کو پڑھ نہیں سکتا۔

ہاشیہ صفحہ گذشتہ

صفحہ چالیس تا لکھنوی میں مبعوث ہوا ابن عباس اور انس بن مالکؓ سے صحیح بخاری میں مذکور ہے اور ایسا ہی جبریلؑ معظم اور عطار اور سعید بن المسیب سے مروی ہے ۱۲ عیوی الاثر و زرقانی صفحہ ۲۱۲ عہ اس حدیث کو امام بخاری نے بدر الوہی اور کتاب التبعیر اور کتاب التفسیر میں ذکر کیا ہے مگر حتیٰ بلخ منی الجہد کا لفظ بدر الوہی میں صرف پہلی اور دوسری بار کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن کتاب التفسیر اور کتاب التبعیر میں تیسری بار کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ عفا عنہ۔

مکہ زرقانی شرح ص ۱۱۴ میں ہے قدوی ابن اسحاق فی مثل سعید بن عمیر جابر بن عبد اللہ بیان فی کتاب۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ اَلْقَدْ ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ میں اسی کتاب کی طرف اشارہ ہے جس کو جبریل امین لے کر آئے تھے اور اگر جبریل امین کوئی تحریر یکو نہیں آتے تھے اور اقرآن کسی لکھی ہوئی تحریر کا پڑھنا مطلوب نہ تھا، بلکہ محض زبان سے قرأت اور تلفظ مطلوب تھا تو اس صورت میں مَا اَنَا بِقَارِئٍ کے یہ معنی نہیں کہ میں اُتی ہوں پڑھا ہوا نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ وحی کی ہیبت اور دہشت کی وجہ سے بچہ نہیں سکتا روایت ملک اور شاہدہ انوار وحی کی وجہ سے قلب پر اس درجہ ہیبت اور دہشت طاری ہے کہ زبان اُٹھتی نہیں کس طرح پڑھوں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کیف اقرأ اس بنا پر ہم نے انا بقاری کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ جو اس معنی کے بھی مناسب ہے اور پہلے معنی کے ساتھ بھی درست ہو سکتا ہے۔ ہذا توضیح ما افادہ ایشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی فی اشعة اللمعات (۱) مدارج النبوة (۲) وکذا فی تیسیر القاری شرح بخاری بزبان فارسی الشیخ نورالحق دہلوی ص ۱۱۱ وشرح فارسی شیخ الاسلام دہلوی (۳)

فرشتہ نے پھر تیسری بار مجھ کو کچھ اُڑا اور اسی شدت کے ساتھ دایا اور چھوڑ دیا اور یہ کہا کہ پڑھو۔

اِقْرَا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ
الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ - اِقْرَا وَرَبُّكَ
الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ
الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (۱)

آپ اپنے پروردگار کے نام کی مدد سے پڑھے جو
خالق ہے نام کائنات کا خصوصاً انسان کا کہ جس
کو خن کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ پڑھیے کہ آپکا
رب بہت ہی کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا اور
انسان کو چیزیں سکھائیں جنکو وہ نہیں جانتا تھا۔ (۲)

(۲) مَا لَمْ يَعْلَمْ تک پڑھنا کتاب التفسیر اور کتاب التعمیر میں مذکور ہے بدرالحق کی روایت میں

فَقَطَّ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ تک پڑھنا مذکور ہے۔ ۱۲ عقائد (۲) ج: ص ۳۰ (۳) ج: ۱: ص ۳۳

(۳) ج: ۴، ص: ۵۲۲ (۴) العلق، آیت ۱۰

مکہ بعض مفسرین کا یہ قول اشعة اللمعات میں نہیں بلکہ رضی اللہ عنہ شرح سیرۃ ابن ہشام میں مذکور ہے ۱۲۔

بعد ازاں آپ گھر تشریف لائے۔ بعدین مبارک پر لرزہ اور کپکپی مٹی آتے ہی حضرت خدیجہ سے فرمایا زکوٰۃ زکوٰۃ نبیؐ کو کچھ اڑھاؤ جب کچھ دیر کے بعد گھبراہٹ اور پریشانی دور ہوئی تو تمام واقعہ حضرت خدیجہ سے بیان کیا اور یہ کہا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ میری جان بھل جائے۔ چونکہ وحی اور فرشتہ کے انوار و تجلیات کا حضور کی بشریت پر دفعہ نزول اور ورنہ ہوا اس لیے وحی کی عظمت اور جلال سے آپ کو یہ خیال ہوا کہ اگر وحی کی یہی شدت رہی تو عجب نہیں کہ میری بشریت ہی کے اس ثقل اور بوجھ کو زبرداشت کر سکے یا بابررت سے مغلوب ہو کر فنا ہو جائے۔ چنانچہ اس آیت میں اسی ثقل کی طرف اشارہ ہے۔

إِنَّا سَنُلْقِيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (۱) اے محمدؐ تم پر ایک ثقیل اور گراں کلام نازل کریں گے۔ سوار ہونے کی حالت میں اگر وحی نازل ہو جاتی تو ناقہ وحی کی وجہ سے مجبوراً بیٹھ جاتی تھی۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ کی ران میری ران پر تھی کہ وحی نازل ہو گئی۔ اُس وقت آپ کی ران اس درجہ ثقیل معلوم ہوئی کہ اپنی ران کے چور چور ہو جانے کا اندیشہ ہو گیا ایک معمولی شے اگر خلافت طبع پیش آجاتی ہے تو انسان پریشان ہو جاتا ہے چہ جائیکہ ایسا عظیم الشان واقعہ پیش آئے کہ جو دم و گمان سے بھی بالا ہو اس واقعہ سے گھبرا جانا کوئی مستبعد نہیں، موسیٰ علیہ السلام کو جب حق جل شانہ کی طرف سے معجزہ عصا عطا ہوا اور حکم ہوا کہ اے موسیٰ اپنا عصا زمین پر ڈال دو جب دیکھا کہ وہ تو سانپ بن کر چلنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام الصلوٰۃ والسلام ڈر کر اس قدر بھاگے کہ منہ مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس وقت آواز آئی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ اے موسیٰ واپس آؤ ڈر مت تم بالکل مامون رہو گے۔ موسیٰ علیہ السلام کا یہ ڈرنا اور بھاگنا طبیعت بشریہ کا اقتضا تھا۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ضَعِيْفًا کُفِيَ شُكُّهُ اور تردد کی وجہ سے نہ تھا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عربی

اور پریشانی بھی فقط اس بنا پر تھی کہ دفعۂ نبوت اور وحی کا بارگراں آپؐ کسی تردد اور شک کی بنا پر یہ پریشانی نہ تھی۔ خوب سمجھ لو اور شک اور تردد میں نہ پڑو۔ بشریت پر دفعۂ ملکیت کے غلبہ سے آپؐ کا مرعوب اور خوف زدہ ہو جانا کوئی مستبعد نہیں رفتہ رفتہ جب ملائکہ کی آمد و رفت آپؐ کی بشریت ملکیت سے مانوس ہو گئی تو یہ خوف جاتا رہا اچانک بابرزت پڑ جانے سے آپؐ گھبرا گئے اور آپؐ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس بار سے میری روح نہ پرواز کر جائے۔ معاذ اللہ نبوت و رسالت میں کوئی شک اور تردد نہ تھا اس لیے کہ نزول جبریل اور شاہدۃ انوار و تجلیات کے بعد نبوت میں شک و تردد محال ہے چنانچہ ابن شہاب نہری کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ جبریل امین آئے اور میرا سینہ چاک کیا اور ایک نہایت عمدہ مسند پر بٹھلایا جو راقیت اور جوامرات سے مرصع تھی۔

ثم استعلن له جبرئيل فبشره برسالة الله حتى اطمان - النبي صلى الله عليه وسلم ثم قال له اقرأ فقال كيف اقرأ فقال اقرأ باسم ربك الذي خلق الى قوله ما لم يعلم فقبل الرسول رسالة ربه وانصرف فجعل لا يمر على شجر ولا حجر الا سلم عليه فرجع مسرورا الى اهله موثقا قديما عظيم الحديث

اور جبریل ظاہر ہوئے منجانب اللہ آپؐ کو منصب نبوت و رسالت کی بشارت دی یہاں تک کہ آپؐ مطمئن ہو گئے پھر کہا کہ پڑھو۔ آپؐ نے فرمایا کس طرح پڑھوں جبریل نے کہا۔ اقرأ باسم ربك الذي خلق۔ صالم يعلم ثم تكلم

آپؐ نے اللہ کے پیغام کو قبول کیا اور واپس ہوئے راستہ میں جس شجر اور حجر پر آپؐ کا گندہ تھا وہ آپؐ کو اسلام ایک یا رسول اللہ کہتا پس اس طرح آپؐ شاداں و فرحاں اپنے گھر واپس آئے اور یہ یقین کیے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو شئی عظیم عطا فرمائی نبوت و رسالت۔

یہ روایت دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں بطریق موسیٰ بن عقبہ سے مروی

ہے (۱) اور یہ روایت عیون الاثر میں حافظ ابو بشر دلالی کی سند سے مذکور ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے کہ عبید بن عمر کی مرسل روایت میں ہے کہ جبریل آئے اور مجھ کو ایک مسند پر بٹھلایا کہ جو اہل بیت سے مرصع تھی اور زہری کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ مجھ کو ایسی عمدہ مسند پر بٹھلایا جسکو دیکھ کر تعجب ہوتا تھا (۲) غرض یہ کہ آپ گھر تشریف لانے اور حضرت خدیجہ سے تمام واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ مجھ کو اپنی بان کا خطہ ہے تو حضرت خدیجہ نے یہ فرمایا۔ آپ کو بشارت ہو آپ ہرگز نہ ڈریے۔ خدا کی قسم اللہ آپ کو بھی رسوا کرے گا آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ آپ کی صلہ رحمی بالکل محقق ہے۔ ہمیشہ آپ سچ بولتے ہیں لوگوں کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں یعنی دوسروں کے قرضے اپنے سر رکھتے ہیں اور ناداروں کی خبر گیری فرماتے ہیں، امین ہیں لوگوں کی امانتیں ادا کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کا حق ادا کرتے ہیں حق بجانب امور میں آپ ہمیشہ امین اور مددگار رہتے ہیں، یہ روایت بخاری اور مسلم کی ہے ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ نے یہ بھی فرمایا مَا آتَيْتَ فَاَحْسَنَ قَطُّ آپ کبھی کسی فاحشہ کے پاس بھی نہیں پہنچے (۳) خلاصہ یہ کہ جو شخص ایسے محاسن اور کمالات اور ایسے محامد اور پاکیزہ صفات اور ایسے اخلاق و شمائل اور ایسے معانی اور فضائل کا مخزن اور معدن ہو اس کی رسوائی ناممکن ہے وہ نہ دنیا میں رسوا ہو سکتا ہے نہ آخرت میں حق تعالیٰ شانہ جس کو اپنی رحمت سے یہ محاسن اور کمالات عطا فرماتے ہیں اس کو ہر بلا اور ہر آفت سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ نے آپ کو تسلی دی اور یہ کہا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں خدیجہ کی جان ہے میں قوی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے (۴) اور روایت میں ہے۔

(۱) انھما فی الکبریٰ ج: ۱، ص: ۹۳ (۲) فتح الباری، ج: ۱۲، ص: ۳۱۳

(۳) تاریخ طبری، ج: ۲، ص: ۸۱ (۴) ابن ہشام، ج: ۱، ص: ۸۱

واخبرها بما جاء به فقالت
 ابشر فوالله لا يفعل الله بك
 الا خيرا فاقبل الذي جاءك من
 الله فانه حق وابشر فانك ورسول
 الله حقارواه اليه في الدلائل من
 طريق الحـ ميسرة
 آپنے تمام واقعہ حضرت خدیجہ سے بیان کیا،
 حضرت خدیجہ نے کہا مابک ہو اور آپ کو
 بشارت ہو خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ سوائے
 خیر اور بھلائی کے کچھ نہ کرے گا جو منصب اللہ کی
 جانب سے آپ کے پاس آیا ہے اس کو قبول کیجیے
 وہ بلاشبہ حق ہے اور پھر کہتی ہوں کہ آپ کو
 بشارت ہو آپ تعیناً اللہ کے رسول برحق ہیں۔
 مرسلا (۱)

حافظ عسقلانی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ روایت صراحۃً اس پر
 دلالت کرتی ہے کہ علی الاقرب پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔ بعد ازاں خدیجہ
 تنہا اپنے چچا زاد بھائی و رقبہ بن نوفل کے پاس گئیں جو قرینیت اور انجیل کے بڑے
 عالم تھے اور سریانی زبان سے عربی زبان میں انجیل کا ترجمہ کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت
 میں بُت پرستی سے بیزار ہو کر نصرانی بن گئے تھے اور اس وقت بہت بوڑھے اور نابینا
 ہو چکے تھے۔ ان سے یہ تمام واقعہ بیان کیا۔ ورقہ نے سن کر یہ کہا۔

لئن كنت صدقتني آله
 لياتي ناموس عيسى
 اگر تو سچ کہتی ہے تو تحقیق ان کے پاس وحی فرشتہ
 آتا ہے جو علی علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔

یہ روایت دلائل ابی نعیم میں بائنا و حسن مذکور ہے اس کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو
 اپنے ہمراہ لے کر ورقہ کے پاس گئیں اور کہا اے میرے چچا زاد بھائی ذرا اپنے بھتیجے کا حال سنی خود
 ملے خیر کو خبر لانے والے کو ناموس کہتے ہیں اور شرکی خبر لانے والے کو جاسوس کہتے ہیں ۱۲ فتح الباری ص ۲۱۲
 ملے بین القوسین یعنی الح کا اس لیے اضافہ کیا گیا تاکہ بخاری اور دلائل ابی نعیم کی روایت میں تباہی
 کا تو نہ ہو ۱۲۔

(۱) فتح الباری، ج ۱۲، ص : ۲۱۵

ان کی زبان سے) سنئے۔ ورقہ نے۔ آپ سے، مخاطب ہو کر کہا اے پیغمبرؐ بتلاؤ کیا دیکھا
آپنے تمام واقعہ بیان فرمایا۔

فلما سمع کلامہ ورقہ نے جب آپ کا کلام سنا تو سنتے ہی

الیقین بالحق حق کا یقین آگیا کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں

واعترف بہ وہ بالکل حق ہے اور ورقہ نے اس حق کا

افترا کیا اور اس کو تسلیم کیا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۱۴ کتاب التبعیر)

ورقہ نے آپ کا تمام حال سُن کر یہ کہا کہ یہ وہی ناموس "فرشتہ ہے" جو موسیٰ علیہ السلام
پر اترتا تھا۔ کاش میں تمھارے زمانہ پیغمبری میں قوی اور توانا ہوتا جبکہ تمھاری قوم تم کو
وطن سے نکالے گی یا کم از کم زندہ ہی ہوتا۔ آپ نے بہت تعجب سے فرمایا کیا وہ مجھ کو

ملہ سمع اور یقین اور افترا کی تمام صفات ورقہ کی طرف راجع علامہ شبلی نے تمام صفات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف راجع کر کے اس طرح ترجیح کیا جب آپ نے ورقہ کا کلام سنا تو آپ کو حق کا یقین ہو گیا اور آپ نے اس کا افترا
کیا سیدہ البی ص ۱۸۹ قطع خود علامہ شبلی نے یہ بھی کہ حضور پروردگار اپنی نبوت و رسالت میں شک تھا
ورقہ کے کہنے سے آپ کو اپنی نبوت کا یقین آیا علامہ شبلی کا یہ خیال بالکل غلط ہے حضور پروردگار اپنی نبوت و
رسالت کا دلی یقین ہی میں علم اور یقین حاصل ہو گیا تھا۔ جب جبریل امین غار حراء میں داخل ہوئے تو اولا آپ کو
سلام کیا جیسا کہ ابو داؤد و طیالسی کے روایت میں ہے دیکھو رد قانی ص ۱ ج ۱۔ و فتح الباری ص ۳۱۳
کتاب التبعیر اور پھر آپ کو رسالت الہیہ کی بشارت دی یہاں تک کہ آپ مطمئن ہو گئے پھر آپ کے کما اقرار اور
سورۃ اتران کی آیتیں سُن کر چھٹائیں بعد ازاں جب آپ غار حراء سے واپس ہوئے تو ہر شجر و حجر میں السلام علیک
یا رسول اللہ کی آوازیں آپ سننے لگیں دیکھو خصائص کبریٰ ص ۹۳ و ص ۹۴ غرض یہ کہ ان تمام امور سے آپ کو
لبنی نبوت کا یقین کامل حاصل ہو چکا تھا۔ البتہ ورقہ کو آپ کا کلام سننے کے بعد آپ کی نبوت کا یقین پورا
اور یقینان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی توحید اور انجیل میں بشارت دی گئی ہے اور آپ کی نبوت و رسالت کی
تصدیق کی علامہ نے غلطی سے سمع والیقین و افترا کی ضمیر بجاتے ورقہ کے حضور پروردگار کی طرف راجع
کیں اور غلطی میں مبتلا ہوئے۔

نکالیں گے۔ ورقہ نے کہا ایک تم ہی پر موقوف نہیں جو شخص بھی پیغمبر ہو کر اللہ کا کلام اور اس کا پیام لے کر آیا لوگ اسی کے دشمن ہوئے اگر میں نے آپ کا وہ زمانہ پایا تو میں نہایت زور سے آپ کی مدد کروں گا مگر کچھ زیادہ دن گزرنے نہ پائے کہ ورقہ کا انتقال ہو۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے اور ابو میرہ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ ورقہ نے کہا۔

ابشر فانا اشهد انك الذی
لبشر به ابن مريم
وانك على مثل ناموس
موسى وانك نبی مرسل
وانك تو صر بالجهاد (۱)

آپ کو بشارت ہمیں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی
نبی ہیں جنکی حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
بشارت دی ہے اور آپ مثل موسیٰ علیہ السلام
کے نبی مرسل ہیں اور آپ کو عنقریب اللہ کی
طرف سے جہاد کا حکم کیا جائے گا۔

چونکہ آپ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی الجہاد ہیں اور شریعت موسویہ کی طرح آپ کی شریعت بھی حدود و تغریبات جہاد و قصاص۔ حلال و حرام کے احکام پر علی وجہ الاقامہ مشتمل ہے اس لیے اس وقت ورقہ نے باوجود نصرانی ہونے کے یہ کہا کہ یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا اور جس وقت اول بار حضرت خدیجہؓ نے آپ کی غیاب میں ورقہ سے آپ کا حال بیان کیا تو اس وقت ورقہ نے نصرانی ہونے کے باعث آپ کے ناموس (فرشتہ) کو ناموس عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی اور ایک روایت میں ہے کہ چلتے وقت ورقہ نے آپ کے سر کو بوسہ دیا (۲) آپ گھر واپس آگئے اور حرجی کا آنا چند روز کے لیے رک گیا تا آنکہ دل سے گذشتہ دہشت اور خوف دور ہو جائے

(۱) فتح الباری ۵: ۸، ص: ۴۵۴، بیون الاثر ج: ۱، ص: ۸۲ (۲) عیون الاثر ج: ۱، ص: ۸۷

(۳) وہی کے رک جانے کا مطلب ہے کہ قرآن کریم کا نازل ہونا چند روز کے لیے بند ہو گیا اور یہ مطلب نہیں کہ جبریل کا آنا بند ہو گیا۔ جبریل امین کی آمد رفت برابر جاری رہی۔ عمدۃ القاری ص: ۳۴

اور آئندہ وحی کا شوق اور انتظار قلب میں پیدا ہو جائے۔
 دیرست کہ دلدار پیلے نفرستاد خوشبخت سلامے و کلامے نفرستاد
 وحی کے رک جانے سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر حزن و ملال ہوا کہ
 بار بار پہاڑ پر جاتے کہ اپنے کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیں۔

ہر دل نالک ہزاراں غم بود گرز باغ دل حلالے کم بود
 ہجر سے بڑھ کر مصیبت کچھ نہیں اس سے بہتر ہے کہ مر جاؤں کہیں
 مگر آپ جب ایسا ارادہ فرماتے تو فوراً جبریل امین ظاہر ہوتے اور یہ فرماتے۔
 یا محمد انک رسول اللہ حقاً لے محمد آپ یقیناً بلاشبہ اللہ کے رسول جتن میں
 یہ سن کر آپ کے قلب کو سکون ہو جاتا (۱)

ایک بار حضرت خدیجہ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ اگر ممکن ہو تو
 جس وقت وہ ناموس آپ کے پاس آئے تو مجھ کو ضرور مطلع فرمائیں۔ چنانچہ جبریل امین جب
 آپ کے پاس آئے حسب وعدہ آپ نے حضرت خدیجہ کو اطلاع دی۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا کہ آپ
 میری آغوش میں آجائیں۔ جب آپ حضرت خدیجہ کی آغوش میں آگئے تو حضرت خدیجہ نے
 اپنا سر کھول دیا اور آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ اس وقت بھی جبریل کو دیکھتے ہیں۔
 آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت خدیجہ نے فرمایا آپ کو بشارت ہو۔ خدا کی قسم یہ فرشتہ ہے۔
 شیطان نہیں۔ اس روایت کو محمد بن اسحق نے اکامیل بن حکیم سے منسلک روایت کیا ہے۔
 سیرۃ ابن ہشام (۲) اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خدیجہ نے یہ فرمایا کہ آپ مبارک
 ہو یہ فرشتہ ہے اگر شیطان ہوتا تو نہ شرماتا۔ رواہ ابو نعیم فی الدلائل بسند ضعیف عن عائشہ
 رضی اللہ عنہا (۳)

ملکہ عداس بن عبید بن ربیعہ کے غلام تھے شہر خیوی کے باشندے تھے جہاں ابوس علیہ الصلوٰۃ والسلام معین ہوئے۔
 نصرانی تھا۔ بعد میں مشرک بن گیا۔ (۱) فتح الباری ج ۱، ص ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷

خلاصہ

یہ کہ حضرت خدیجہ کا یہ استدلال آپ کی نبوت و رسالت پر عقلی تھا کہ ایسے محاسن اور شمائل اور کمالات و فضائل کا منبع اور سرچشمہ نبی ہی کی ذات بابرکات ہو سکتی ہے اور ورقہ کا استدلال نقلی تھا کہ وہی نبی و رسول ہیں کہ جن کی حضرت مسیح بن مریم نے بشارت دی ہے۔ سلیمان تیمی اور موسیٰ بن عقبہ نے اپنی کتاب المغازی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ ورقہ سے پہلے عداس کے پاس گئیں اور جبریل کا آنا بیان کیا۔ عداس نے جبریل کا نام سنتے ہی یہ کہا۔ قدوس قدوس یعنی سبحان سبحان اللہ ان بُت پرستوں کی سرزمین میں جبریل کا کیا ذکر وہ واللہ کے امین ہیں اُس کے اور اس کے پیغمبروں کے مابین سفیر ہیں اور موسیٰ اور عیسیٰ کے دوست ہیں بعد ازاں ورقہ کے پاس گئیں (۲) بعض کتب سیر میں ہے کہ حضرت خدیجہ بحیرہ راہ کے پاس بھی گئیں اور واقعہ بیان کیا۔ بحیرہ کے جواب کے الفاظ تقریباً وہی تھے کہ جو عداس کے جواب کے ہیں۔ ترمذی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت خدیجہ نے ایک بار آپ سے عرض کیا کہ ورقہ نے آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی لیکن اعلانِ نبوت سے پہلے ہی وفات ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ورقہ کو خواب میں دیکھا کہ سفید لباس میں ہے اگر وہ اہل ناریں سے ہوتے تو کسی اور لباس میں ہوتے۔ فتح الباری کتاب التفسیر سورۃ اقرآمنہ بزار اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ورقہ کو بڑا مت کو میں نے اس کے لیے جنت میں ایک باغ یاد و باغ دیکھے ہیں۔ (۳)

فائدہ جلیلہ :

حضرت خدیجہ کا حضور پر نور کو کبھی ورقہ کے پاس لے جانا اور کبھی عداس کے پاس لیجنا اور آپ کا حال بیان کرنا اس سے کسی شک اور تردد کا ازالہ اور یقین کا حاصل کرنا مقصود نہ تھا بلکہ حضور کی تسلی اور تقنی مقصود تھی کہ نزول وحی کی وجہ سے جو حضور پر ایک خاص خشیت

اور دہشت طاری ہے وہ مبدل بسکون ہو جائے اور چونکہ حضرت خدیجہ نے حضورؐ پر فورے سے جو نکاح کیا تھا وہ غیبی کرامتیں اور خوارق دیکھ کر اس اُمید پر کیا تھا کہ جس نبیؐ آخر الزماں کی بشارتیں اپنے چچا زاد بھائی و رقبہ بن نوفل سے بار بار سنی تھیں۔ اس کا مصداق حضور ہوں گے چنانچہ جب آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور غار حرا سے واپس آکر خدیجہ الکبریٰ سے بیان کیا تو حضرت خدیجہ کو کہتے ہی نبوت کا یقین آگیا تھا لیکن فرط شرم اور جوشِ محبت میں مزید اطمینان کے لیے کبھی آپؐ کو ورقہ کے پاس اور کبھی عداس کے پاس لے جاتیں کہ جس اُمید پر نکاح کیا تھا بحمد اللہ وہ اُمید برآئی تو حضرت خدیجہ فقط آپؐ کی پریشانی سے پریشان تھیں ورنہ اپنے دل میں بے انتہا شادماں و فرحان تھیں اور حضورؐ کا مقصد بھی تسلی و تشفی ہی تھا۔ معاذ اللہ۔ آپؐ کو اپنی نبوت و رسالت میں ذرہ برابر شک اور تردد نہ تھا اور مشاہدہ جبریل اور معائنۃ افکار و احوال کے بعد تردد اور شک کا ہونا بھی ناممکن اور محال ہے وجہ یہ بھی کہ ورقہ اگرچہ عالم تھے مگر صاحبِ حال اور صاحبِ کیفیت نہ تھے آپؐ کے قلب مبارک پر جو وحی کی کیفیت گزر رہی تھی اس کی اصل حقیقت اور اصل لذت اور اس کی لذت کی کیفیت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو معلوم تھی۔ ورقہ اس کیفیت کو ذوقی طور پر نہیں جانتے تھے۔ ذوقاً اس سے بالکل نا آشنا تھے بلکہ محض علمی طور پر جانتے تھے کہ حضراتِ انبیاء پر نزولِ وحی کے وقت یہ کیفیات گزرتی ہیں اس لیے وہ آپؐ کی تسلی کرتے تھے اور ایسے وقت میں تسلی و تشفی دہی کر سکتا ہے کہ جس پر یہ حالت اور کیفیت طاری نہ ہو اور کچھ اجمالی طور پر اس قسم کی چیزوں سے باخبر ہو جیسے بیمار وایچار کی تسلی کرتا ہے۔ ورنہ جس پر یہ کیفیت اور یہ حالت طاری ہوگی وہ خود ہی خوفِ زندہ اور یہ ہوش ہو جائے گا اسے اپنی اپنی ہی خبر نہ رہے گی وہ دوسرے کی کیا تسلی کرے گا اور عقلاً اور شرعاً یہ ضروری نہیں کہ تسلی دینے والا صاحبِ حال سے افضل اور

اکمل یا اعلم اور انہم ہر فافہم ذالک واستقم۔
تاریخ بعثت :

اس پر تو تمام محدثین و مؤرخین کا اتفاق ہے کہ بروزِ دو شنبہ آپ کو نبوتِ رست کا خلعت عطا ہوا۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آپ کس مہینہ میں مبعوث ہوئے حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ماہ ربیع الاول کی آٹھ تاریخ کو خلعت نبوت عطا ہوا۔ اس بنا پر بعثت کے وقت آپ کی عمر شریف ٹھیک چالیس سال کی تھی اور محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ سترہ رمضان المبارک کو آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے۔

وات علیہا ربعون فاشترقت شمس النبوة منه فی رمضان
اس اعتبار سے بعثت کے وقت آپ کی عمر شریف چالیس سال اور چھ ماہ کی تھی حافظ عسقلانی نے فتح الباری میں اسی قول کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ غار حرا کا اعمکات آپ رمضان ہی میں فرماتے تھے تفصیل کے لیے زرقانی ص ۲۴۰ فتح الباری ص ۱۲۳ کتاب التبغیر ص ۵۸ کتاب التفسیر ص ۲۶ بدر الوحی کی مراجعت فرمائیں۔

فوائد و لطائف

(۱) منصب نبوت و رسالت کی سرفرازی کے لیے چالیس سال کا سن اس لیے تجویز کیا گیا کہ انسان کی قوائے جسمانیہ اور روحانیہ چالیس ہی سال کی عمر میں حد کمال کو پہنچتے ہیں کہما قال تعالیٰ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ اَشَدُّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْن سَنَةً۔ اصل عرتو انسان کی چالیس ہی سال ہے۔ اس کے بعد تو انحطاط اور زوال ہے اسی طرح جب آپ کے قوائے جسمانیہ و روحانیہ حد کمال کو پہنچ گئے اور تجلیات الہیہ اور نفحات قدسیہ کے قبول کرنے کی استعداد مکمل ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے آپ کو نبوت و رسالت کا خلعت عطا فرمایا وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (۱)

(۲) شعبی کی ایک مرسل روایت میں ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ بشت کے بعد سے کچھ عرصہ تک اسرافیل علیہ السلام آپ کی معیت اور رفاقت کیلئے مامور ہوتے وقتاً فوقتاً آپ کو بحسن آداب وغیرہ کی تلقین و تعلیم فرماتے مگان کے توسط سے کبھی قرآن کی کوئی آیت نازل نہیں ہوتی۔ سند اس روایت کی صحیح ہے (۱)

اسرافیل علیہ السلام کی معیت و رفاقت میں اس طرف اشارہ تھا کہ یہ نبی آخری نبی ہیں ان کے بعد قیام قیامت کا انتظار کرنا چاہیے اس لیے کہ اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نفع صور کے لیے مامور ہر چکے ہیں انھیں کے صور بھونکنے سے قیامت قائم ہوگی دُعا پہلی فی الاتقان لتقلعن بعض الایۃ۔

(۳) حدیث کا یہ لفظ ثم جب الیہ الخلازمی خلوت و عزلت کی محبت ڈال دی گئی متنبہ ہو جانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ خلوت کی محبت خود بخود پیدا نہیں ہوتی بلکہ کسی ڈالنے والے نے دل میں ڈال دی ہے یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عطیہ ہے اور خلوت کی محبت اس لیے دل میں ڈالی گئی کہ خلوت اور عزلت یعنی مخلوق سے علیحدگی اور نہانی تمام عبادتوں کی جڑ ہے بلکہ خلوت خود مستقل عبادت ہے اور اگر خلوت کے ساتھ ذکر و فکر کی عبادت بھی ملجائے تو سبحان اللہ نور علی نور ہے۔

(۴) اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ مبتدی کے لیے خلوت اور عزلت ہی مناسب ہے گھر میں اور اہل و عیال میں رہ کر اچھی طرح عبادت نہیں کر سکتا۔ منتہی کے لیے خاص خلوت کی ضرورت نہیں اس لیے کہ کامل اور منتہی کیلئے اہل و عیال کی صحبت۔ تعلق مع اللہ سے مانع نہیں ہوتی۔ کما قال تعالیٰ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ سُمُّ تِجَارَةٍ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ الْآیۃ (۳)

(۱) البقرہ، آیت : ۱۰۵ (۲) زورت فی ج ۱، ص : ۲۳۶

(۲) نور، آیت : ۳۷

از دروں شو آشنا و از بردل بیگانه باش این خپس زیبا روش کم می بود اندر جہاں
مگر منتی کے لیے بھی آنا ہی ضروری ہے کہ دن میں کچھ نہ کچھ وقت خلوت کے لیے مخصوص
کرے۔ کما قال تعالیٰ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ - (۱)
(۵) غار حرا جاتے وقت آپ کا توشہ لے جانا اس کی دلیل ہے کہ کھانے اور پینے کا
انتظام توکل کے منافی نہیں۔ بلکہ رزق خداوندی کی طرت اپنے فقر اور فاقہ ضرورتِ حاجت
کا اظہار ہے جو عین عبادت ہے۔ رَبِّ ارْنِي قَوْلَنَا أَنزَلْتَ إِلَيْنَا مِنْ خَيْرِ فَقِيرٍ (۲)
والفقر لی وصف ذات لازم ابداً کما الغنی ابدًا وصف له ذاتی
فقر اور حاجت میرا وصف ذاتی ہے میری ذات اور حقیقت کو لازم ہے کبھی جدا
نہیں ہو سکتا جیسا کہ غنا اور بے نیازی خدا کا وصف ذاتی ہے پس جیسے خدا کے لیے
استغفار اور بے نیازی لازم ہے اسی طرح فقر اور احتیاج بندہ کے لیے لازم ذات ہے
یہ ضرع حافظ ابن تیمیہ قدس اللہ سرہ کا ہے حافظ موصوف اس شعر کو کثرت سے
پڑھا کرتے تھے پورا قصیدہ مدارج السالکین میں مذکور ہے اور اسی مضمون کو اس ناچیز
نے ان اشعار میں ذکر کیا ہے۔

توغنی مطلق اے ذو الجلال من فقیر مطلق بے قیل وقال
تو کرمی من گدائے مطلقم تو عزیز می من ذلیل مطلقم
ذات پاکت منبع جو دو ذال ماز سرتا پاشدہ نقشس سوال
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب مدین پہنچ کر بھوک لاسی ہوئی تو بارگاہِ خداوندی
میں اپنے فقر و فاقہ کو اس طرح پیش کیا۔
رَبِّ ارْنِي قَوْلَنَا أَنزَلْتَ إِلَيْنَا مِنْ خَيْرِ فَقِيرٍ (۳)
اس کا محتاج ہوں۔

(۱) الم شرح، آیت: ۸ (۲، ۳) قصص، آیت: ۲۴۔

رزق خداوندی کی طرف اپنے فقر اور احتیاج کو ملحوظ رکھنا عین عبادت ہے اور حضرات انبیاء المرسلین علیہم السلام صلوٰۃ اللہ کی سنت ہے اور قرشہ نہ لینے میں درپردہ اومار توکل ہے چنانچہ بعض صالحین کا یہ معمول تھا کہ کئی کئی روز کا صوم وصال رکھتے لیکن تیکہ کے نیچے ایک روٹی ضرور رکھی رہتی تھی۔ ایک دن کسی مرید نے شیخ کے تیکہ کے نیچے سے اس روٹی کو اٹھالیا۔ شیخ کی جب نظر پڑی تو دیکھا روٹی نذر وہ مسلمان ہے بہت ناراض ہوتے اور سخت دسست کہا۔ مرید نے کیا کہ حضرت کو اس کی کیا ضرورت ہے شیخ نے فرمایا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں کئی کئی روز صوم وصال رکھنے پر قادر ہوں اس لیے روٹی رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے میں اپنی قوت کے بھروسہ پر روزہ نہیں رکھتا بلکہ محض خداوند ذوالجلال کے فضل و کرم کے بھروسہ پر رکھتا ہوں اور ہر وقت اپنے ضعف اور ناتوانی سے ڈرتا رہتا ہوں معلوم کس وقت مجھ سے یہ توفیق اور تائید روحانی روک لی جائے اور بشریت اور جسمانیات کی طرف لوٹا دیا جائے اور اس رزاق ذوالقوة المتین کی سوکھی ہوئی روٹی کا محتاج ہر جادو بند اپنی ذات سے ایک لمحو کے لیے بھی رزق خداوندی مستغنی نہیں ہو سکتا نفس کے اطمینان کے لیے روٹی ہر وقت پاس رکھتا ہوں تاکہ نفس کو کسی قسم کا اضطراب لاحق نہ ہو سالک کو بجاتے نفس کے رزق پر فقط رزق ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ رزق خداوندی ہونے کی حیثیت سے اعتماد اور بھروسہ کرنا بہتر ہے (۱)

(۶) غار حرا کی خلوت و عزلت میں آپ کا یہ معمول رہا کہ کبھی کبھی آپ گھر تشریف لاتے اور چند روز کا گوشہ لے کر گھر واپس ہو جاتے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصحاب خلوت و عزلت کے لیے انقطاع کلی مناسب نہیں اہل و عیال کے حقوق کی علیت بھی ضروری ہے اسی وجہ سے ارشاد فرمایا اللہ الباقی فی الاسلام۔ اسلام میں عبادت نہیں

باطنی امراض کے مبالغہ کے لیے اور عبادت میں پختگی اور روح پیدا کرنے کے لیے اگر کسی غار یا پہاڑ میں مدت معینہ کے لیے خلوت کی جائے (جیسا کہ حضرات صوفیہ کا طریقہ ہے) تو یہ عین سنت ہے۔ بدعت نہیں ہے۔

(۷) نیز اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی غار یا پہاڑ میں خلوت اور عزلت کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ اہل خانہ کو مقام خلوت سے ضرور مطلع کر دے تاکہ ان کو کسی قسم کی تشویش نہ ہو اس کی طرف سے قلب میں کوئی بدگمانی نہ ہو۔ عند الضرورت اس کی خبر گیری کر سکیں۔ بیمار ہو تو تیمارداری کر سکیں وغیرہ ذالک۔

(۸) جبریل امین کا آپ کو تین بار دہانا ملے اور روحانی فیض پہنچانے کے لیے تھکا کر جبریل کی روحانیت اور ملکیت آپ کی بشریت پر غالب آجائے اور قلب مبارک آیات اللہ اور اسرار غیبیہ اور علوم بانیہ کا تحمل کر سکے اور آپ کی ذات بركات خالق اور مخلوق کے باہم واسطہ اور عالم شہادت کا منتہی اور عالم غیب کا مبداء بن سکے۔ حضرات عارفین کا اس طرح سے کسی کو فیض پہنچانا بطریق قواثر ثابت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بار نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور یہ عافوانی۔ اللہم علّمہ الکتاب (بخاری شریف) اے اللہ اس کو اپنی کتاب کا علم عطا فرما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن عباس کو اپنے سینہ سے لگانا ایسا ہی تھا جیسے کہ جبریل امین نے آپ کو اپنے سینہ سے لگایا تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بسا اوقات آپ حدیث سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھائی۔ آپ نے دست مبارک سے کچھ اشارہ فرمایا جیسا کہ کئی دوا لپ بھر کر کچھ لٹاتا ہوں اور یہ کہہ کر اب اس چادر کو اپنے سینہ سے لگا لو۔ میں نے اُس چادر کو اپنے سینہ سے لگا لیا اس کے بعد میں کسی حدیث کو نہیں بھولا۔ (۱)

حافظ معتلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ کسی حدیث میں اس کی تصریح نہیں کہ آپ نے دلب بھر کر ابوہریرہ کی چادر میں کیا ڈالا۔ لیکن یہ بندہ ناچیز کہتا ہے ان کلن صوابا فمن الله عز وجل۔ وَاِنْ كَانَ خَطَا فَمَتَّى وَمَنِ الشَّيْطَانُ لَمَّا يَدَّ بِحَبْلِهِ كَعَالَمٍ غَيْبٍ مِّنْ جَوْزِئِهِ حَفِظَ هُوَ اَنْ حَضَرْتُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى اس خزانہ سے حفظ کی دلب بھر کر ابوہریرہ کی چادر میں ڈالیں اور پھر وہ حفظ چادر سے ابوہریرہ کے سینہ میں پہنچا حفظ اگرچہ عالم شہادت والوں کے نزدیک غیر محسوس ہے مگر محرمانِ عالم غیب کے دور میں نگاہوں سے پوشیدہ اور مخفی نہیں۔ اس قسم کی باتوں کے وہی لوگ منکر ہیں جو حضراتِ انبیاء اللہ علیہم السلام صلوٰۃ اللہ کے حواس سے بیگانہ ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حفظ کا ایک اور عجیب واقعہ ہے جس کا اس مقام سے تعلق نہیں حضراتِ اہل علم فتح الباری باب حفظ العلم ص ۱۹۱ کی مراجعت فرمائیں۔

(۹) علامہ طیبی طیب اللہ شاہ۔ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ سورۃ ابراہیم کی نازل شدہ آیتوں میں آپ کے اس کے خبیثہ کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ مَا نَأْتِيهِمْ مِّنْ شَيْءٍ مِّنْ دُونِهَا يُنصِتُوا لَهَا اِنَّهُمْ لَمِنَ الْغَائِبِينَ وہ یہ کہ بے شک تم پڑھے ہوئے نہیں مگر اپنے رب کے نام پاک کی اعانت اور امداد سے پڑھو سب آسان ہو جائے گا اور سمجھ لو کہ حق جل شانہ کسی کو علم کتاب اور قلم کے واسطے سے عطا فرماتے ہیں جس کو اصطلاح میں علم کتابی کہتے ہیں علم بالقلم میں اسی طرف اشارہ ہے اور کسی کو براہِ راست بغیر اسباب ظاہری کے وساطت کے علم عطا فرماتے ہیں جس کو اصطلاح میں علم لدنی کہتے ہیں اور علم للانسان مالم يعلم میں اسی طرف اشارہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ آپ پڑھے ہوئے نہیں مگر حق جل و علا کی قدرت بہت وسیع ہے بغیر اسباب ظاہری کی وساطت کے بھی جس کو چاہتا ہے علوم و معارف سے سرفراز فرماتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی علم و معرفت عطا فرمائے گا۔

کما قال تعالیٰ

وَ عَلَّمَتْ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ تَكُنَّ
فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكَ
عَظِيمًا ۝ (۱)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ باتیں بتلائیں کہ جن کو
آپ بغیر خدا کے بتلاتے از خود جان بھی نہیں سکتے
تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت ہی بڑا ہے۔

(۱۰) حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی اور ممانداری اور سخاوت
اور ہمدردی کی وجہ سے دنیا میں بھی انسان آخرتوں سے مأمون و مصئون رہتا ہے (۲)
(۱۱) حضرت خدیجہؓ کا آپ کی تسلی کے لیے آپ کے محاسن اور کمالات کا ذکر کرنا اس کی دلیل ہے
کہ کسی کے ماقبی اور نفیس الامری محاسن اور کمالات اس کے مزہ پر بیان کرنا بشرطیکہ مدح کا موجب
اور خود پسندی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو صرف جائز ہی نہیں بلکہ تحسن ہے (۳)
(۱۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے اس واقعہ کا حضرت خدیجہ سے ذکر کرنا اس امر کی
دلیل ہے کہ انسان پر اگر کوئی اہم واقعہ پیش آئے تو اگر اس کے اہل خانہ دیندار اور سمجھدار ہوں
تو سب سے پہلے ان سے تذکرہ کرے اور بعد میں جواہل علم اور اہل فہم ہوں ان سے ذکر کرے۔
(۱۳) حضرت خدیجہؓ کا اس واقعہ کو سن کر آپ کو وردہ بن نوفل کے پاس لے جانا۔
جو اس زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے اس امر کی دلیل ہے کہ جب کوئی نامور واقعہ پیش
آئے تو علمائے ربانین پر پیش کرنا چاہیے۔

(۱۴) نیز اہل علم کی خدمت میں کسی کے توسط سے حاضر ہونا زیادہ بہتر ہے جیسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم نے حضرت خدیجہؓ کی وساطت سے وردہ بن نوفل سے ملاقات فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نہاد وردہ کے پاس تشریف نہیں لے گئے بلکہ خدیجہ کو ساتھ لیا جن کی وردہ سے قربت
تھی۔ معلوم ہوا کہ علماء اور صلحاء کی ملاقات کے لیے اگر کسی رہنما کو ساتھ لے لیا جائے تو مناسب
ہے تاکہ گفتگو میں سہولت رہے۔

(۱) نساء، آیت: ۱۱۳، (۲) عمدۃ القاری ج ۱، ص: ۷۵

(۳) عمدۃ القاری ج: ۱ ص: ۷۵

(۱۵) جو شخص اپنے سے عمر میں بڑا ہو اُس کی ترقی اور تعظیم و تحکیم ضروری ہے اگرچہ یک عمر علم اور فضل و متبادر کمال میں سارے عالم سے ناواقف اور برتر ہو۔

(۱۶) چھوٹا اگرچہ مرتبہ میں بڑا ہو مگر بڑی عروالے کے لیے یہ جائز ہے کہ مخاطبت میں اپنے سے کم عروالے کے لیے وہی الفاظ استعمال کرے جو اصغر کے لیے کیے جاتے ہیں جیسا کہ ورقہ نے باوجود آپ کو نبی اور رسول ماننے کے آپ کو یا ابنِ اخی اے میرے بھتیجے بلکہ خطاب کیا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصغر جب اکابر کی مجلس میں حاضر ہوں تو اکابر کے ادب کو ملحوظ رکھیں جب تک اکابر نے خود ابتداء کلام نہ فرمائیں اس وقت تک اصغر کو ابتداء کلام نہ چاہیے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ جب آپ کو ورقہ کے پاس لے کر گئیں اور یہ کہا۔

یا ابنِ عمر اسمع من ابنِ اخیك اے ابنِ عمر اپنے بھتیجے سے کچھ سنیے۔

تو آپ خاموش رہے جب ورقہ نے خود ابتداء بالکلام کی اور یہ کہا۔

یا ابنِ اخی ما ذا تسری۔ اے میرے بھتیجے کیا دیکھا۔

تب آپ نے تمام واقعہ کی خبر دی (۱)

(۱۸) ورقہ کے جواب میں آپ کا یہ فرمانا اور معجزی ہم کیا یہ لوگ مجھ کو کہنے نکالیں گے اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ وطن کی مخالفت حضراتِ انبیاء پر بھی شاق ہے (۲)

(۱۹) نیز اس وقت ورقہ کا یہ کہنا کاش میں اس وقت قوی اور توانا ہوتا جبکہ آپ کی قوم آپ کو

وطن سے نکالے گی یہ اس کی دلیل ہے کہ انسان کو کسی خیر کی متا جائز ہے اگرچہ اس خیر کی حصول

کی امید نہ ہو (۳)

(۲۰) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ جبریل نام رکھنا کیسا ہے تو

نا پسند فرمایا۔ (۴)

(۱) بحۃ النفوس، ج: ۱، ص: ۲۰ (۲) روض الالفت، ج: ۱، ص: ۱۵۸ (۳) بحۃ النفوس،

ج: ۱، ص: ۲۱ (۴) روض الالفت، ج: ۱، ص: ۱۵۶

توحید رسالت کے بعد سب سے پہلا فرض

توحید و رسالت کے بعد سب سے پہلے جس چیز کی آپ کو تعلیم دی گئی وہ وضو اور نماز تھی۔ اول جبریل نے زمین پر اپنی ایڑی سے ایک ٹھوکہ ماری جس سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا جبریل نے اس سے وضو رکھ کر آپ دیکھتے رہے بعد ازاں آپ نے بھی اسی طرح وضو رکھ کر جبریل نے دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ نے اقتدار کی اور وضو اور نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لاتے اور حضرت خدیجہ کو وضو اور نماز کی تعلیم دی یہ روایت دلائل ابی نعیم ص ۳۶ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں سند اس کی ضعیف ہے (۱)

اساترہ بن زید اپنے باپ زید بن حارثہؓ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابتداء بعثت و نزول وحی کے وقت جبریل میرے پاس آتے اور وضو اور نماز کی مجھ کو تعلیم دی۔ یہ روایت مسند احمد اور سنن دارقطنی اور مسند رک حاکم میں مذکور ہے۔ علامہ عزیزی شرح جامع صغیر میں اس حدیث کی بابت فرماتے ہیں - قال الشيخ هذا حديث صحيح السراج المينر ص ۲۹ اور یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے اور علامہ سیلی نے بھی اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے ان دونوں سندوں میں عبد اللہ بن لہیعہ واقع ہے جس میں محدثین کو کلام ہے۔ حافظ ابن سید الناس قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں جس طرح یہ حدیث زید بن حارثہؓ سے مروی ہے اسی طرح برابر بن عازب اور عبد اللہ بن عباس سے بھی مروی ہے ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ یہ پہلا فرض تھا (عمرانی اللہ ص ۹۱) علامہ سیلی اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں پس وضو باعتبار فرضیت کے ملکی ہے اور باعتبار تلاوت کے مدنی ہے اس لیے کہ آیت وضو کا نزول ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوا (۲)

(۱) الاصابہ، ج: ۴، ص: ۲۸۱ (۲) روض الانف ج: ۱، ص: ۱۶۳ -

ابتداء بعثت ہی سے آپ کا نماز پڑھنا قطعاً ثابت ہے اختلاف اس میں ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے (کہ جو شب معراج میں فرض ہوئیں) ان سے پہلے آپ پر کوئی نماز فرض تھی یا نہیں بعض علماء کے نزدیک معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہ تھی آپ جس قدر چاہتے نماز پڑھتے۔ صرف صلوٰۃ اللیل کا حکم نازل ہوا تھا اور بعض علماء کے نزدیک ابتداء بعثت سے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں عصر کی۔

لما قال تعالى: وَبَشِّرِ بِحَمْدِ رَبِّكَ
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ وَالْإِنِّكَ بِالْحَقِّ
رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا
وَأَقْبَرِ الصَّلَاةِ حَرِّى النَّهَارِ (۳)

اللہ کی تسبیح و تحمید کرو شام اور صبح
طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے
پہلے اللہ کی تسبیح و تحمید کیا کرو۔

نماز کو قائم کرو دن و نون نماز میں یعنی صبح و شام
اور بعد چندے سورۃ مزمل نازل ہوئی اور قیام میل یعنی تہجد کا حکم نازل ہوا۔ فتح الباری کتاب
الصلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں مزی ادیری بن سلام سے ایسا ہی
منقول ہے (۱۲)

مقاتل بن سلیمان سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء اسلام میں دو رکعتیں صبح کی اور
دو رکعتیں شام کی فرض کیں اور پھر پانچ نمازیں شب معراج میں فرض کیں (۵)
سابقین اولین رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنہ

سب سے پہلے آپ کی حرم محترم صدیقہ النساء خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول

(۱۱) غافر، آیت: ۵۵، (۲) طہ، آیت: ۱۳۰ (۳) ہود، آیت: ۱۱۴

(۴) روض الانصاف، ج ۱، ص: ۱۶۲ (۵) حیدر الاثر، ج ۱، ص: ۹۱۔

(۶) ترجمہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوتے۔ حضرت صحابہ کے متعلق
قرآن کریم میں جا بجا یہی کلمات مذکور ہیں یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ راضی اسی سے ہوتے ہیں جس کا خاتمہ
ایمان اور اخلاص پر ہو فاسق اور منافق سے خدا تعالیٰ کبھی راضی نہیں ہوتا ۱۲۔

کیا اور بروزِ دو شنبہ شام کے وقت سب سے پہلے آپ کے ہمراہ نماز پڑھی لہذا اول اہل قبلہ آپ ہی میں (اصحاب و عیون الاثر) اور پھر در قد بن نوافل مشرف باسلام ہوتے بعد ازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو مدت سے آپ کی آغوش تربیت^(۱) میں تھے دس سال کی عمر میں اسلام لائے اور بعثت سے اگلے روز بروز شنبہ آپ کے ہمراہ نماز پڑھی (۲) ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ بعثت سے اگلے روز حضرت علی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ کو نماز پڑھتے دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا دین ہے یہی دین لیکر پیغمبر دنیا میں آئے ہیں تم کو اللہ کی طرف بلانا ہوں کہ اسی کی عبادت کرو اور لات و عزی کا انکار کرو حضرت علی نے کہا یہ بالکل ایک نئی شے ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی جب تک میں اپنے باپ ابوطالب سے اس کا ذکر نہ کروں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ پر یہ بات شاق گذری کہ آپ کا راز کسی پر فاش ہو اس لیے حضرت علی سے یہ فرمایا کہ اے علی اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو اس کا کسی سے مت ذکر کرو۔ حضرت علی خاموش ہو گئے۔ ایک رات گزرنے نہ پانی کو دل میں اسلام ڈال دیا گیا جب صبح ہوئی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گواہی دو کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور لات و عزی کا انکار کرو اور بت پرستی سے نفرت اور بیزاری ظاہر کرو حضرت علی نے اسلام قبول کیا۔ اور عرصہ تک (یعنی ایک سال تک جیسا کہ بعض روایت میں ہے) اپنے اسلام کو ابوطالب

(۱) ایک بار جب مکہ میں قحط سالی ہوئی تو ان حضرت صلی اللہ علیہ نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا کہ ابوطالب کثیر العیال ہیں اور نہ قحط سالی کا ہی ابوطالب کی کوئی اعانت اور امداد کرنی چاہیے جس سے انکا بار بھگاجو۔ بعض لوگوں کے کہنے پر بعض اولاد کا میں کھیل ہو جاؤں آپ اور عباس دونوں مگر بھالائے پاس گئے اور جی و زحمت کی ابٹال اپنے بہنہ کھیل کو میرے لیے چھوڑ دیا اور باقی جس کو پہلے ملے۔ آپ نے علی کو اور حضرت عباس نے جعفر کو اپنی کھالت کے لیے پسند فرمایا ۱۲ سیرۃ ابن ہشام ص ۹۷ ج ۱- (۲) عیون الاثر ج ۱ ص ۹۳

سے مخفی رکھا (۱) بعد ازاں آپ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ اسلام لائے اور آپ کے ہمراہ نماز ادا کی (۲)

اسلام ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

جب تمام اہل بیت اسلام میں داخل ہو گئے تب آپ نے احباب و مخلصین کو اس رحمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ سب سے پہلے آپ نے اپنے صدیق باخلاص اور محب با اختصاص اور رفیق قدیم اور ولی حمیم یعنی ابوبکر صدیق کو ایمان اسلام کی دعوت دی۔ ابوبکر نے بلا کسی تاخیر اور تفکر کے اور بغیر کسی غور اور تدبیر کے اول پہلے میں آپ کی دعوت کو قبول کیا۔

چشم احمد بر ابوبکر سے زدہ وزیکے تصدیق صدیق آمدہ

آپ نے صدق کو پیش کیا اور ابوبکر نے تصدیق کی ایک ہی تصدیق نے صدیق بنا دیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ میں نے جس کسی پر بھی اسلام پیش کیا وہ اسلام سے کچھ نہ کچھ ضرور جھجکا مگر ابوبکر کو اس نے اسلام کے قبول کرنے میں ذرہ برابر کوئی توقف نہیں کیا (۳)۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ سب سے پہلے کون مسلمان ہوا (تو یہ ارشاد فرمایا کہ رجال اصرار یعنی آزامدوں میں سے سب سے پہلے ابوبکر اسلام لائے اور عورتوں میں سے حضرت خدیجہ اور غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہ اور مکمل میں سے حضرت علی (۴)

بد مالوجی کی روایات سے اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی پہلے اسلام لائے مگر ان کا یہ تقدم موجب فضیلت و برتری نہیں اس لیے کہ حضرت خدیجہ تو آپ کی بیوی تھیں اور آپ کے تابع تھیں اور حضرت علی صغیر السن تھے اور آپ کی آغوش تربیت میں تھے۔ گھر کی

(۱) البدایہ والنہایہ : ج ۳، ص ۲۴ (۲) عین الاثر ج ۱، ص ۹۴

(۳) عین الاثر ج ۱، ص ۹۵ (۴) البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۲۹

عورتوں اور بچوں میں ریاضات اور مجال نہیں ہوتی کہ وہ بٹے کی راستے کو دفع کر سکیں۔
 بخلاف ابوبکر کے کہ وہ مستقل اور آزاد تھے کسی کے تابع اور زیر اثر نہ تھے ان کا بلا کسی تردد
 اور بلا کسی دباؤ اور بلا کسی کے تبعیت کے اسلام قبول کرنا موجب صد فضیلت ہے۔ نیز
 حضرت خدیجہ اور حضرت علی کا اسلام ان کی ذات تک محدود تھا بخلاف ابوبکر کران کا
 اسلام متعدی تھا اور غیر متعدی غیر لازم سے افضل ہوتی ہے اس لیے کہ ابوبکر اسلام میں داخل
 ہوتے ہی اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و دعوت میں مصروف ہو گئے اور حضور پر نور کو
 مدد پہنچائی اور آپ کے لیے موجب تقویت بنے اور جناب علی رضی اللہ عنہ اس وقت
 ایک صغیر السن بچہ تھے وہ دعوت اسلام میں کیا مدد دے سکتے تھے حضرت علی تو اپنے
 اسلام کو اپنے باپ سے بھی چھپاتے ہوئے تھے (دیکھو زقانی ص ۱۲۲) اور ابوطالب کی غربت
 کی وجہ سے حضور پر نور کی تربیت میں تھے ایسی حالت میں وہ حضور پر نور کو اور اسلام کو
 کوئی مالی مدد بھی نہیں پہنچا سکتے تھے نیز بچوں کی عادت ہے کہ جب وہ کسی کی صحبت اور
 تربیت میں ہوتے ہیں تو جو کام اس کو کرتے دیکھتے ہیں اس کی ریس میں وہی کام کرنے لگتے ہیں
 بچوں میں کسی کام کے نفع اور ضرر اور حسن و قبح کے سمجھنے اور پرکھنے کی صلاحیت اور تمیز نہیں
 ہوتی۔ یہی حال اس وقت حضرت علی کا تھا بخلاف ابوبکر کے کہ وہ بڑے عاقل اور خوش ہند
 زیرک تھے اور نفع اور ضرر اور حسن و قبح میں تمیز کی پوری صلاحیت رکھتے تھے اور نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر تھے اور مکہ کے ذی ثروت اور ذی شوکت اور ذی اثر لوگوں
 میں تھے ابوبکر نے اسی حالت میں بلا کسی دباؤ کے اول دہلی میں اسلام کی دعوت کو
 قبول کیا اور لوگوں پر اپنے اسلام کو ظاہر کیا کسی باپ اور بھائی سے اپنے اسلام کو
 مخفی نہیں رکھا اور اپنے احباب خاص پر خاص طعن پر اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اس دین
 میں داخل ہونے کی دعوت دی ایسا اسلام موجب صد فضیلت ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ

ابوبکر ایسے شخص تھے کہ جوازِ لوا اور مستقل تھے اور ہوشمند اور صاحبِ شوکت و تربیت تھے وہ اول و ہم میں اسلام لائے اور ابتداء ہی سے دعوتِ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو بنے اور مال و متاع اور زندگی کا کل سرمایہ اسلام کے لیے وقف کر دیا اور کامل تیرہ سال تک ہر طرح کی تکلیف اور مصیبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور دشمنوں کی مداخلت کی۔ حضرت علیؓ میں کم سن ہونے کی وجہ سے دشمنوں کی مداخلت اور اُن کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اور اسلام میں داخل ہوتے ہی اسلام کی تبلیغ شروع کر دی آپ کے احباب و مخلصین میں سے جو آپ کے پاس آتے آپ جس کے پاس جاتے اُس کو اسلام کی دعوت دیتے چنانچہ آپ کے رفقاء اور صحابہ میں سے آپ کی تبلیغ سے یہ حضرات اسلام میں داخل ہوئے (۱) عثمان بن عفانؓ اور زبیر بن عوامؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ اور طلحہ بن عبید اللہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ یہ اعیانِ قریش اور شرفِ خاندان آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ ابوبکرؓ ان سب کو کیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سب نے اسلام قبول کیا اور آپ کی ہمراہ نماز پڑھی، بعد ازاں یہ حضرات مشرف باسلام ہوئے ابو عبیدہؓ عامر بن الجراحؓ ارقم بن ابی الارقمؓ منظون بن حبیبؓ کینوں بیٹےؓ عثمان بن منظونؓ اور قتادہ بن منظونؓ اور عبداللہ بن منظونؓ اور عبیدہ بن الحارثؓ اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ اور ان کی بیوی فاطمہ بنت خطابؓ یعنی حضرت عمرؓ کی بہن اور اسامہ بنت ابی بکرؓ اور خباب بن الارتؓ اور عُمیر بن ابی وقاصؓ یعنی سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی اور عبداللہ بن مسعودؓ اور مسعود بن القاریؓ اور سلیط بن عمروؓ اور عیاش بن ابی ربیعہؓ اور ان کی بیوی اسامہ بنت سلامہؓ اور خنیس بن حذافہؓ اور عامر بن ربیعہؓ اور عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے بھائی ابو احمد بن جحشؓ اور جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کی بیوی اسامہ بنت عیسؓ اور عاتلہ

ملہ کے معزز اور سرآمد وہ لوگوں میں سے گیا یہ یا پھر صحابہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے ۱۲-۱۱ اصحابِ مدینہ اور عبیدہ دار تم میں پناہ گزین ہونے سے پہلے اسلام لائے ۱۲ طبقات ابن سعد ۱۲

بن الحارث اور ان کی بیوی فاطمہ بنت مجمل اور اس کے بھائی خطاب بن حارث اور ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار اور معمر بن حارث اور سائب بن عثمان بن مظعون اور مطلب بن ازہر اور ان کی بیوی رطلہ بنت ابی عوف اور نعیم بن عبداللہ النخلم اور عامر بن نفیعہ ابوسریح کے آزاد کردہ غلام اور خالد بن سعید بن العاص اور ان کی بیوی اُمئیہ بنت خلف اور حاطب بن عمرو اور ابو حذیفہ بن عتبہ اور واقد بن عبداللہ اور بکیر بن عبدیالیل کے چاروں

علیہ عبداللہ بن سعد فرماتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی کرباں چرایا کرتا تھا ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گلوں کی طرف سے گزرے اور ابو بکر آپ کے پہلو تھے آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس دودھ ہے میں نے کہا کہ میں ہوں آپ نے فرمایا کہ کوئی بے دودھ کی بکری ہو تو لاؤ میں نے ایک بے دودھ کی بکری پیش کی آپ نے اس کے تھنوں پر اپنا دست مبارک رکھا اور دودھ دولا پہلے ابو بکر کو اور بعد میں مجھ کو دودھ پلایا جس سے ہم دونوں سیراب ہو گئے بعد ازاں تھن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اقلص۔ اے دودھ تو اس تھن سے منقطع ہو جاؤ یہ فرماتے ہی بکری پھر ویسے ہی بغیر دودھ کے رہ گئی یہ سچہ دیکھ کر میں مسلمان ہو گیا اور آپ سے عرض کیا۔ عظمیٰ یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول مجھ کو تعلیم دیجئے آپ نے اپنا دست مبارک میرے سر پر پھیرا اور فرمایا۔ بارک اللہ فیک فانک غلام مسلم منذ تجید میں برکت دے تو خدا کا تعلیم کر دہ تو نہال ہے حافظ ابن سیدان اس نے اس روایت کو اپنی سند سے بیان کیا ہے ۱۲

عیون الاثر متہ نملہ نم نم شتق ہے جس کے معنی آواز کے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا فقد سمعت نحرہ فی الجنۃ میں نے نعیم بن عبداللہ کی آواز جنت میں سنی ہے۔ سیرۃ ابن ہشام راجع اصحابہ ص ۵۶۳ و طبقات ص ۱۲

قسم اول ۱۱۷ عامر بن نفیرۃ غزوہ تبوک میں شہید ہوئے اور فرشتے اور ان کی نفس کو آسمان پر اٹھالے گئے ۱۲ روض الانف ص ۱۶ ۱۱۸ عاصہ دار ارقم میں سی چاروں بھائی خالد اور عامر اور حاتل اور یاس سب سے مشغول تھے ہوتے اور آپ کا ہاتھ پر بیعت کی اور جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو سب نے مع عورتوں اور بچوں کے ہجرت کی پہل خانہ میں کئی شخص کو میں باقی نہ رہا کافران کو قتل ڈال کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے رفاعہ بن عبدالمذکر کے مکان پر ہمارا تہہ۔ طبقات ابن سعد مج ۲۳۲ قسم اول۔ عاتل کا نام اصل میں غافل تھا رسول اللہ علیہ وسلم نے بجلتے غافل کے عاتل نام رکھا۔ اصحابہ ص ۲۳۴ پہلے آخرت کے غافل تھے اب عاتل ہو گئے۔

بیٹے خالد اور عامر اور عاتل اور ایاس اور عمار بن یاسر اور صہیب بن سنان عبداللہ بن جدعان کے آزاد کردہ غلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

جب نماز کا وقت آتا تو آپ کسی گھاٹی یا درہ میں جا کر پوشیدہ نماز پڑھتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ اور حضرت علیؓ کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یکایک ابوطالب اس طرف آئے۔ حضرت علیؓ نے اس وقت تک اپنے اسلام کو اپنے ماں باپ اور اعمام اور دیگر اقارب پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ اے بھتیجے یہ کیا دین ہے اور یہ کیسی عبادت ہے آپ نے فرمایا اے چچا یہی دین ہے اللہ کا اور اس کے تمام فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور خاکہ ہمارے جدا جدا برابر ہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین ہے اور اللہ نے مجھ کو اپنے تمام بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ سب سے زیادہ آپ میری نصیحت کے مستحق ہیں کہ آپ کو خیر اور ہدایت کی طرف بلاؤں اور آپ کو چاہیے کہ آپ سب سے پہلے اس ہدایت اور دین برحق کو قبول کریں اور اس بارہ میں میرے معین اور مددگار ثابت ہوں۔

ابوطالب نے کہا اے بھتیجے میں اپنا آبائی مذہب تو نہیں چھوڑ سکتا لیکن آنا ضرور ہے کہ تم کو کوئی گزند پہنچا سکے گا۔ بعد ازاں حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بیٹے یہ کیا دین ہے جس کو تم نے اختیار کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا باپ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کچھ وہ من جانب اللہ لے کر آئے اس کی تصدیق کی اور ان کے ساتھ اللہ کی عبادت اور بندگی کرتا ہوں اور ان کا قبیعہ اور پیرو ہوں۔ ابوطالب نے کہا بہتر ہے تم کو بھلائی اور خیر ہی کی طرف بلایا ہے۔ ان کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۸۷ ج ۱۔

اسلام جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک روز حضرت علیؓ فر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشغول عبادت تھے۔

عہد حضرت علیؓ کے یعنی پہلی ہجرت علیؓ سے عمر میں دس سال گئے تھے بخاشی شاہ حبشہ آپ ہی کے ہاتھ پر مشرب اسلام ہوا غزوہ تبوک میں شہید ہوئے اس غزوہ میں فہ سے زیادہ جسم باک پر زخم کئے بغضل مذکورہ انشاء اللہ تعالیٰ غزوہ موتہ کے سال بمقامہ لکھتے ہوئے ۱۲ احاد۔

حضرت علیؓ آپ کے دائیں جانب تھے اتفاق سے ابوطالب اُنہرے گندے جعفر بھی آپ کے ہمراہ تھے آپ کو جب نماز پڑھتے دیکھا تو جعفر سے مخاطب ہو کر کہا اے بیٹا تم بھی علیؓ کی طرح اپنے چچا زاد بھائی کے قوت بازو ہو جاؤ اور بائیں جانب کھڑے ہو کر ان کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤ۔ اسد الغابہ ص ۲۸۷ ج ۱ جعفر سابقین اسلام میں سے ہیں۔ اکتیس یا پچیس صحابہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ اصحابہ ص ۲۳۷

اسلام عقیفہ کنذی رضی اللہ عنہ

عقیفہ کنذی حضرت عباس کے دوست تھے عطر کی تجارت کرتے تھے۔ اسی سلسلہ تجارت میں مین بھی آمد رفت رہتی تھی۔ عقیفہ کنذی فرماتے ہیں کہ ایک بائیں منیٰ میں حضرت عباس کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آیا اور اول نہایت عمدہ طریقہ سے وضو کیا اور پھر نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک عورت آئی اس نے بھی اسی طرح وضو کی اور پھر نماز کے لیے کھڑی ہو گئی پھر ایک گیارہ سالہ لڑکا آیا اس نے بھی وضو کی اور آپ کے برابر نماز کے لیے کھڑا ہو گیا میں نے عباس سے پوچھا یہ کیا دین ہے، حضرت عباس نے کہا یہ میرے بھتیجے محمد رسول اللہ کا دین ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ لڑکا علی بن ابی طالب بھی میرا بھتیجا ہے جو اس دین کا پیرو ہے اور یہ عورت محمد بن عبد اللہ کی بیوی ہیں۔ عقیفہ بعد میں مشرف باسلام ہوئے اور یہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں چوتھا مسلمان ہوتا (عیون الاثر) قال ابن عبد البر ہذا حدیث حسن جدا۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نہایت عمدہ ہے اس کے حسن ہونے میں

۱۔ عقیفہ اصل میں لقب ہے۔ حافظ فرماتے ہیں ان کا نام شراحیل تھا عفت اور پاکدامنی کی ذمہ سے عقیفہ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ چنانچہ حضرت عقیفہ کے اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی ہے وقفات لی حلم الی التصال۔ تطلعت عفت علی تعلین۔ اس نے پھر کہ لہو و لعب کی طرف بلایا میں نے کہا کہ تجھ کو میری عفت اور عصمت خوب معلوم ہے۔ اصحابہ ص ۲۸۷ ج ۲ - ۱۲

کوئی کلام نہیں۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں اور بغوی اور ابن مندہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ اس میں اس قدر اور زائد ہے کہ حقوق عباس نے یہ فرمایا کہ میرا بھتیجا یہ بھی کہتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزان بھی اس پر فتح ہوں گے۔
اصحابہ ص ۲۸ ترجمہ غنیف کندی۔

اسلام طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ میں بغرض تجارت بصری گیا ہوا تھا ایک روز بصری کے بازار میں تھا کہ ایک راہب اپنی صومعہ میں سے یہ پکار رہا تھا کہ دیانت کرو کہ ان لوگوں میں کوئی حرم مکہ کا رہنے والا تو نہیں طلحہ نے کہا کہ میں حرم مکہ کا رہنے والا ہوں۔ راہب نے کہا کہ کیا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کون (صلی اللہ علیہ وسلم) راہب بنے گا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے۔ یہ مینہ ان کے ظہور کا ہے حرم مکہ میں ظاہر ہوں گے ایک پتھر ملی اور تختانی زمین کی طرف ہجرت کریں گے۔ دہرا خرا لایا اور وہ آخری نبی ہیں۔ دیکھو تم پیچھے نہ رہنا راہب کی اس گفتگو سے میرے دل پر خاص اثر ہوا۔ فوراً واپس آیا اور لوگوں سے دریافت کیا کہ کوئی نئی بات پیش آئی تو لوگوں نے کہا ہاں۔ محمد امین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ابن ابی قحافہ یعنی ابوبکر ان کے ساتھ گئے۔ میں فوراً ابوبکر کے پاس پہنچا۔ ابوبکر مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حاضر ہو کر میں شرف باسلام ہوا اور آپ راہب کا تمام واقعہ بیان کیا۔ اصحابہ ص ۲۹ ترجمہ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسلام سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے سے تین شب قبل یہ خواب دیکھا کہ میں ایک شدید ظلمت اور سخت تاریکی میں ہوں تاریکی کی وجہ سے کوئی شئی مجھ کو نظر نہیں آتی۔ اچانک ایک ہاتھ اب طلوع ہوا اور میں اس کے پیچھے ہولیا دیکھا تو زید بن

حاضر اور علی اور ابو بکرؓ سے پہلے اس زندگی طرف سبقت کر چکے ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کس چیز کی جوئیٹے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ کی وحدانیت اور اپنے رسول اللہ ہونے کی شہادت کی طرف تم کو بلاتا ہوں میں نے کہا اشهد ان لا اله الا الله واشہد محمد رسول الله - اخر جہ ابی الدنیا وابن عساکر - خصائص کبریٰ ص ۱۲۲ -

اسلام خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

سابقین اولین میں سے ہیں چوتھے یا پانچویں مسلمان میں (۱) اسلام لانے سے پیشتر یہ خواب دیکھا کہ ایک نہایت وسیع اور گہری آگ کی خندق کے کنارے پرکھڑا ہوں میرا باپ سعیدؓ مجھ کو اس کی طرف دھکیلنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ ناگہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور میری کمر بچ کر کھینچ لیا۔ خواب بیدار ہوا اور قم کھا کر میں نے یہ کہا واللہ یہ خواب حق ہے۔

ابو بکرؓ کے پاس آیا اور یہ خواب ذکر کیا۔ ابو بکرؓ نے یہ کہا کہ اللہ نے تیری ساتھ کچھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے یہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا اتباع کرو اور اسلام کو قبول کرو اور انشاء اللہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے گا اور اسلام میں داخل ہو گا اور اسلام ہی تجھے آگ میں گرنے سے بچائے گا مگر تیرا باپ آگ میں گرنا نظر آتا ہے پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہم کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

ادعواک الی اللہ وحده لا شریک	میں جھبکہ اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے کوئی
له وان محمد اعبده ورسوله	اس کا شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے
تخلع ماکنت علیہ من عبادة	اور اس کے رسول ہیں اور اس بات کی دھڑ
حج لا یضرو ولا ینفع	دیتا ہوں کہ تمہاری پرستش کو کچھ بڑا
ولا یدری من عبده	نفع اور ضرر کے مالک ہیں اور ان کی پرستش

معن لوحیہ - کرس نے ان کی پرستش کی اور کس نہیں کی۔

خالد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے رسول برحق ہیں اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ باپ کو جب میرے اسلام کا علم ہوا تو مجھ کو تھکے مارا کہ سرخنی ہو گیا اور ایک چھڑی کو میرے سر پر توڑ ڈالا اور پھر یہ کہا کہ تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کیا جس نے ساری قوم کے خلاف کیا اور ہمارے معبودوں کو برا اور ہمارے آباد و اجداد کو احمق اور جاہل بتلاتا ہے۔ خالد کہتے ہیں۔ میں نے اپنے باپ سے کہا۔ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سچ فرماتے ہیں۔ باپ کو اور بھی غصہ آگیا اور مجھ کو سخت ست کیا اور گالیاں دیں اور یہ کہالے کینہ تو میرے سنانے سے دور سہجا۔ واللہ میں تیرا کھانا پینا بند کر دوں گا۔ میں نے کہا اگر تم کھانا بند کر لو گے تو اللہ عز و جل مجھ کو رزق عطا فرمائیں گے اس پر باپ نے مجھ کو اپنے گھر سے نکال دیا اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ کوئی اس سے کلام نہ کرے اور جو اس سے کلام کرے گا اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے گا۔ خالد اپنے باپ کا دھچکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در و دولت پر آپڑے۔ آپ خالد کا بہت اکرام فرماتے تھے (۲) اور حافظ عسقلانی نے بھی اصابہ میں اس واقعہ کو اجمالاً ذکر کیا ہے۔ انسان کسی کا دھچکڑ کر ذلیل اور سوا نہیں ہوتا مگر اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دھچکڑ کر کہیں عزت نہیں پاسکتا۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ اس آیت سے ظاہر ہے کہ عزت تو ایمان میں ہے کفر میں تو ذلت ہی ذلت ہے کفر میں تو عزت کا امکان ہی نہیں۔

(۱) الاصابہ - ۳ : ۱۶۷ ص : ۴۰۶ منہ اقرار توحید و رسالت کے بعد کفر و شرک سے

میلہ کی کا حکم دینا یہ کفر سے بڑی اور بیزاری کی طرف اشارہ ہے جو اسلام و ایمان کے لیے خطر ہے جو کفر ہم عنقریب بیان کریں گے ۱۲ منہ معنی عزت (۲) المستدرک - ۵ : ۳۰ ص : ۲۴۸۔

عزیزیکہ از در گشس سر بتافت بہر در کہ خند ہیج عروت نیافت
 خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا باپ ایک بار سید ہوا تو یہ کہا کہ اگر اللہ
 نے مجھ کو اس مرض سے عافیت بخشی تو مکہ میں اس خدا کی عبادت نہ ہونے دوں گا جس
 کی عبادت کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حکم کرتے ہیں۔ خالد کہتے ہیں کہ میں نے اللہ سے یہ دعا مانگی
 کہ اے اللہ میرے باپ کو اس مرض سے اٹھنے کے قابل نہ بنا۔ چنانچہ اسی مرض میں میرا
 باپ مر گیا۔ (۱)

اسلام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں ایک بار گھر میں گیا تو اپنی خالد سعدی کو گھر والوں کے
 ساتھ بیٹھ دیکھا۔ میری خالد کمانت بھی کیا کرتی تھیں۔ مجھ کو دیکھتے ہی یہ کہا۔

أَبْشِرْ وَحِیَّتْ ثَلَاثًا وَشَرًّا ثُمَّ ثَلَاثًا وَثَلَاثًا أَخْرَى
 اے عثمان تجھ کو بشارت ہو اور سلامتی ہو تین بار اور پھر تین بار اور پھر تین بار
 ثُمَّ بِأَخْرَى لَكُنَّ تِسْمَةً عَشْرًا لَقِيتَ خَيْرًا وَوَقِيتَ شَرًّا
 اور ایک بار تاکہ دس پورے ہو جائیں تو خیر سے ملا اور شر سے محفوظ ہوا
 نَكَحْتَ وَاللَّهِ حَصَانًا زَهْرًا وَأَنْتَ بَكْرٌ وَلَقِيتَ بَكْرًا
 خدا کی قسم تو نے ایک نہایت پاکدامن اور حسین عورت سے نکاح کیا تو خود بھی ناکندہ ہے اور نکندہ لے کر نکندہ لے کر نکندہ لے کر
 یہ سن کر مجھ کو بہت تعجب ہوا اور میں نے کہا اے خالد کیا کہتی ہو اس پر سعدی نے
 یہ اشعار پڑھے۔

عُثْمَانُ يَا عُثْمَانُ يَا عُثْمَانُ لَكَ الْجَمَالُ وَلَكَ الشَّانُ
 اے عثمان اے عثمان اے عثمان تیرے لیے جمال بھی ہے اور تیرے لیے شان بھی ہے
 هَدَانِي مَعَهُ الْبُرْهَانُ أَمْسَلَهُ بِحَقِّهِ الدِّيَانُ
 یہ نبی ہیں جسکی ساتھ نہایت راستگی براہیں اور دلائل بھی ہیں بلکہ الجبرائیل نے ان کو حق دیکر بھیجا ہے

وَجَاءَ التَّنْزِيلُ وَالْفُرْقَانُ فَاتَّبَعَهُ لَا تَعْيَابُكَ الْأَوْثَانُ

اللہ پرانہ کلام اتارنا ہے جو حق اور باطل میں تمیز کرتا ہے پس تو ان کا اتباع کر کہیں بت تجھ کو گمراہ نہ کر دیں میں نے کہا کہ اے خالد آپ تو ایسی شے کا ذکر کرتی ہیں کہ جس کا شہر میں کبھی نام بھی نہیں سنا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس پر سعدی نے یہ کہا:-

محمد بن عبد الله رسول من محمد بن عبد الله رسول الله صلى الله عليه وسلم
عند الله جاء بتنزيل الله يدعو الله في طرف بلا تيه من قول انكار امر فلاح
الى الله قوله صلاح ودينه اور یہ وہی اور ان کا حال کا یہاں سے ان کے
فلاح وامره نجاح ما ينفع مقابلہ میں کسی کی حیح و پکار نفع نہ دے گی اگرچہ
الصباح لو وقع الرماح وملت کتنی ہی تلواریں اور نیزے ان کے مقابلہ میں
الصفاح ومدت الرماح۔ چلائی جائیں۔

یہ کہہ کر اٹھ گئیں مگر ان کا کلام میرے دل پر اثر کر گیا۔ اسی وقت سے غور اور فکر میں پڑ گیا۔ ابو بکرؓ سے میرے تعلقات اور روابط تھے ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ ابو بکرؓ نے مجھ کو تشکر دیکھ کر دریافت فرمایا: متفکر کیوں ہو میں نے اپنی خالہ سے جو سنا تھا میں نے ابو بکرؓ سے بیان کر دیا۔ اس پر ابو بکرؓ نے کہا اے عثمان! ما شاء اللہ تم ہوشیار اور سمجھ دار ہو حق اور باطل کے فرق کو خوب سمجھ سکتے ہو تم جیسے کو حق اور باطل میں اشتباہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بت کیا چیز ہیں جن کی پریشانی میں ہماری قوم مبتلا ہے کیا یہ بت اندھے اور بہرے نہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی کو مضر پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں میں نے کہا خدا کی قسم بے شک ایسے ہی ہیں جیسے تم کہتے ہو اس پر ابو بکرؓ نے کہا واللہ تمہاری خالہ نے بالکل سچ کہا یہ محمد بن عبد اللہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنا پیام دے کر تمام مخلوق کی طرف بھیجا ہے تم اگر مناسب سمجھو تو آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر آپ کا کلام سنو یہ بات ہو رہی تھی کہ حسن اتفاق دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس

اس طرف سے گزرتے ہوئے دکھائی دیتے اور حضرت علیؑ آپ کے ہمراہ تھے اور کوئی کپڑا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ ابوبکرؓ آپ کو دیکھ کر اٹھے اور آہستہ سے گوش مبارک میں کچھ عرض کیا آپ تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور حضرت عثمانؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے عثمان اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے تو تم اللہ کی دعوت کو قبول کرو اور میں اللہ کا رسول ہوں جو تیری طرف اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فواللہ ما تما لکت حین سمعت
خدا کی قسم آپ کا کلام سنتے ہی ایسے بے خود اور
قوله ان اسلمت واشہدت ان
بے اختیار ہوا کہ فوراً اسلام لے آیا اور یہ کلمات
لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
زبان پر جاری ہو گئے اشدان لا الہ الا اللہ وحدہ
لہ وان محمد اعبدہ ورسولہ۔
لا شریک لہ وان محمد اعبدہ ورسولہ۔
در دل ہر امتی کو حق مزہ است
روئے داواز میر پر معجزہ است
کچھ روز نگزرے کہ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں آئیں اور
سب نے اس ازدواج واقتران کو بنظر استعجاب دیکھا اور میری خالہ سعدی نے اس بارہ میں یہ
اشعار پڑھے۔

ہَدَى اللّٰهُ عَثْمَانَ الصِّفِّیَّ بِقَوْلِهِ
فَاَنْشَدَهُ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ
اللہ نے اپنے بندے عثمان کو ہدایت دی
اور اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے
فَتَابِعَ بِالرَّأْيِ السَّيِّدِ مُحَمَّدًا
وَكَانَ ابْنُ اَرْوَى لَا يَمُذُّ عَنِ الْحَقِّ
پس عثمان نے اپنی صحیح رائے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا اور آخر اروی کا بیٹا تھا کہ اور روی یعنی صحیح سے کام لیا
اور حق سے اعراض نہ کیا۔ اروی بنت کرین حضرت عثمان کی والدہ کا نام ہے۔

وَأَنكَعَهُ الْمَبْعُوثُ إِحْدَى بَنَاتِهِ
فَكَانَ كَبْدٍ رَمَازِ الشَّمْسِ فِي الْأَفْقِ
اور اس غیر برجی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی آپ کے نکاح میں دی بنی القنارہ یا سہرا جیسے شمس پر کا افق میں اجتماع ہوا

فَدَى لَكَ يَا ابْنَ الْهَاشِمِيِّينَ مُهَجَّبِي فَأَنْتَ أَمِينُ اللَّهِ أُرْسِلْتَ لِلْخَلْقِ

اے اٹھ کے بیٹے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ پر قرین ہوا آپ اللہ کے امین ہی مقرر کیے گئے ہیں (۱)
حضرت عثمان بن عفان کے اسلام لانے کے دوسرے روز بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
ان حضرات کو آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔

عثمان بن مظعون۔ ابوسعیدہ بن الجراح۔ عبد الرحمن بن عوف۔ ابوسلمہ بن عبد الاسد ارقم بن
الارقم سب کے سب ایک ہی مجلس میں مشرف باسلام ہوئے (الریاض النضرۃ) ص ۱۵۹ زید بن
رومان سے مروی ہے کہ عثمان مظعون اور عبیدہ بن الحارث اور ابوسعیدہ بن الجراح اور عبد الرحمن
بن عوف اور ابوسلمہ بن عبد الاسد یہ سب مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے
اسلام پیش کیا اور احکام اسلام سے آگاہ اور خبردار کیا۔ بیک وقت سب نے اسلام قبول کیا
اور یہ سب حضرات دار ارقم میں پناہ گزیں ہونے سے قبل اسلام لائے (۲)

اسلام عثمان و صہیب رضی اللہ عنہما

عثمان بن یاسر فرماتے ہیں کہ دار ارقم کے دروازہ پر صہیب بن سنان سے میری ملاقات
ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف فرما تھے میں نے صہیب سے پوچھا کیا ارادہ ہے
صہیب نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے میں نے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ کے

(۱) الاصل ج ۱: ص ۳۶۷ (۲) عثمان بن مظعون نے جاہلیت ہی سے شراب کے متفرق اور بیزار تھے اور یہ کہا

کہتے تھے کہ میں میٹھی شکر گڑ نہیں ملا جو عقل کو سب کرے اور میرے سے کڑا اور لونی آدمی کو کچھ پرہیز نہ کرتے اور
بے خبری سے اپنی بیٹی کا ایسے شخص سے نکاح کرانے جس سے نکاح کرنا میں ہند نہیں کرنا جب خرم خرم کے باہر میں سو قمانہ
کی آیت نازل ہوئی تو ایک شخص نے اگر نہ آیت آپ کو سنائی تو یہ کہہ گا اس شراب کو ہلاک اور بدباد کرے میری شکایات
بارہ میں پہلی سے اخیر ترقی طبقات ابن سعد ج ۱۲ ق ۱ (۳) ابوسعیدہ کہتے ہیں اور عامر نام ہے اور میں عامر
انما لقیتمہ سابقا ابیہم اور مشورۃ بنی سہم سے ہیں۔ و در مرتبہ ہجرت کی اول بجانب حبشہ دوسری جانب مدینہ منورہ
تمام غریبوں میں شریک بنے نادانوں کے ظلم کرنے والے خلاف میں شامی انوار کے سپہ سالار تھے طاعون غریبوں میں شام میں
انتقال فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کی وقت فرماتے تھے اگر ابوسعیدہ زندہ ہوتے تو مجھے قتل نہ کرتے اور اس شخص نے اللہ علیہ وسلم کے
رضاعی بھائی آدم بن الریحان سے ملائے کے بعد (۶) طبقات ابن سعد ج ۱۲ ص ۲۸۶ -

پاس حاضر ہوں اور آپ کا کلام سنوں ہم دونوں دارالقم میں داخل ہوئے آپ نے ہم پر اسلام کو پیش کیا ہم اسی وقت مشرف باسلام ہو گئے۔ (۱)

اسلام عمرو بن عبدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمرو بن عبدیہ فرماتے ہیں کہ میں ابتداء ہی سے بت پرستی سے بیزار اور متنفذ تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ یہ بت کسی نفع اور ضرر کے اصلاً مالک نہیں محض پتھر ہیں۔ علماء اہل کتاب میں سے ایک عالم سے مل کر یہ دریافت کیا کہ سب سے پہلے افضل اور بہتر کونسا دین ہے اس عالم نے یہ کہا کہ ایک شخص مکہ میں ظاہر ہوگا۔ بت پرستی سے اللہ کی توحید کی طرف بلائے گا سب سے بہتر اور افضل دین لائے گا۔ تم اگر ان کو پاؤ تو ضرور ان کا اتباع کرنا۔ عمرو بن عبدیہ فرماتے ہیں اس وقت سے ہر وقت مجھے کو مکہ ہی کا خیال رہتا تھا۔ ہر دار و مدار سے مکہ کی خبریں دریافت کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ملی۔ یہ روایت معجم طبرانی اور دلائل ابی نعیم میں مذکور ہے۔ تذکرہ عمرو بن عبدیہ آپ کی خبر ملنے پر میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا اور مخفی طور پر آپ سے ملا اور عرض کیا کہ آپ کون ہیں آپ نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں میں نے کہا اللہ نے آپ کو بھیجا ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا اللہ نے آپ کو کیا پیغام دیکر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کو ایک مانا جائے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانا جائے۔ ترن کو توڑا جائے اور صلہ رحمی کی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ اس بارہ میں کون آپ کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام یعنی ابو بکرؓ اور بلالؓ میں نے عرض کیا میں بھی آپ کا پیرو اور قبیح ہوں آپ کے ہمراہ ہوں گا آپ نے فرمایا اس وقت تو اپنے وطن لوٹ جاؤ جب میرے غلبہ کا علم ہو اس وقت آجانا عمرو بن عبدیہ فرماتے ہیں میں مسلمان ہو کر وطن واپس ہو گیا اور آپ کی خبریں دریافت کرتا رہا جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھ کو پہچان لیا آپ نے فرمایا ہاں تم وہی ہو جو مکہ میں میرے پاس آتے تھے میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم میں وہی ہوں مجھ کو کچھ تعلیم دیکھیے۔ الی آخر الحدیث۔ پوری حدیث سننا احمد میں مذکور ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی مذکور ہے (۱)

اسلام ابی ذر رضی اللہ عنہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوذر غفاری کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر پہنچی تو اپنے بھائی انیسؓ سے کہا کہ مجھ کو اُس شخص کی خبر لے کر آؤ جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور آسمان سے مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس کا کلام بھی سنو۔ ابوذر کی ہمت کے مطابق انیسؓ مکر آئے اور آپؐ بل کر واپس ہوئے۔ ابوذر نے دریافت کیا کیا خبر لاتے۔ انیسؓ نے کہا کہ جب میں کہہ بیٹھا تو کوئی آپؐ کو کاڑھ سا حرکتا تھا کوئی کاہن و شاعر۔ واللہ وہ نہ شاعر ہے نہ کاہن۔ انیسؓ خود بھی بہت بڑے شاعر تھے۔ اس لیے فرماتے ہیں میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے۔ ان کا کلام کاہنوں کے کلام سے مشابہ نہیں ان کے کلام کو اوزان شعر پر رکھ کر دیکھا شعر بھی نہیں واللہ انہر لصادق خدا کی قسم وہ بالکل صادق ہے۔ اور یہ بھی کہا۔

رأيتہ یا مر بالخیر وینہائی اس شخص کر میں نے صرف خیر اور بھلائی کا حکم کرتے
عن الشر ورايتہ یا مر ہوتے اور شر اور برائی ہی سے منع کرتے ہوتے
بمکارم الاحلاق و دیکھا اور عمدہ اور پاکیزہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا
کلاما ماہو بالشعر۔ اور ان سے ایک کلام سنا جسکو شعر سے کوئی تعلق نہیں

ابوذر نے سن کر یہ کہا کہ دل کو پوری شفا نہیں ہوئی۔ غالباً ابوذر آپؐ کے حالات اور واقعات تفصیل کے ساتھ سننا چاہتے تھے اتنا اجمال ان کے لیے کافی اور خافی نہ ہوا اس لیے ابوذر خود کچھ توشہ اور محکیزہ لے کر مکہ روانہ ہوئے اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے توسط سے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور آپؐ کا کلام سنا اسی وقت اسلام لائے اور حرم

(۱) الاصابہ، ج ۳، ص ۶۰ - (۲) انیسؓ عمر میں ابوذر سے بڑے تھے۔ اصابہ ص ۶۱، ج ۱

میں پہنچ کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کفار نے اتنا مارا کہ زمین پر ٹاڈیا۔ حضرت عباس نے آکر بچایا۔ آپ نے فرمایا اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو بھی اس سے آگاہ کرو۔ جب ہمارے ظہور اور غلبہ کی خبر سنو تب آنا۔ ابوذرؓ واپس ہوتے۔ دونوں بھائیوں نے مل کر والدہ کو اسلام کی دعوت دی والدہ نے نہایت خوشی سے اس دعوت کو قبول کیا۔ بعد ازاں قبیلہ خفار کو دعوت دی نصف قبیلہ اسی وقت مشرف باسلام ہوا (۱) فائدہ :-

عمر بن عبسہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما کے واقعہ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین الہی کے ظہور اور غلبہ کا کامل یقین تھا اور اس بے سرو سامانی میں یہ یقین بدو نوحی الہی کے ممکن نہیں۔

مسلمانوں کا دار ارقم میں اجتماع

جب اسی طرح رفتہ رفتہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہے مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہو گئی تو حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان جمع ہونے کے لیے تجویز ہوا کہ وہاں سب جمع ہوا کریں۔ حضرت ارقمؓ سابقین اولین میں سے ہیں۔ ساتویں یا دسویں مسلمان ہیں کہ یہ مکان پر آپ کا مکان تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وہیں جمع ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لے گئے کے بعد جہاں چاہتے جمع ہوتے (۳)

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وَ اتَّخَذَ النَّبِيُّ دَارَ الْاَرَقَمِ لِلصَّحْبِ مُتَخَفِينَ عَنْ قَوْمِهِمْ

(۱) الاصابہ ج ۲: ص ۶۲ (۲) ارقم۔ بدر اور دیگر شاہد میں حاضر ہوتے حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت

میں صحابہ میں دلت پائی۔ اسید مشرقی (۳) الاصابہ ج ۱: ص ۲۸۔

وَقِيلَ كَانُوا يُخْرِجُونَ تَتْرَىٰ إِلَى الشَّعَابِ لِلصَّلَاةِ سَرًّا
 حَتَّىٰ مَضَتْ ثَلَاثَةُ سِنِينَ وَأَظْهَرَ الرَّحْمَنُ بَعْدَ الدِّينِ
 وَصَدَعَ النَّبِيُّ جَهْرًا مُّعَلَّنًا إِذْ نَزَلَتْ فَاصْدَعْ بِمَا فَاوَضْنَا
 وَأَنْذَرَ الْعَشَائِرَ الَّتِي ذُكِّرَ يَجْمَعُهُمْ إِذْ نَزَلَتْ وَأَنْذَرُوا

اعلان دعوت

تین سال تک آلِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر اسلام کی دعوت دیتے رہے اور اسی طرح لوگ آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہوتے رہے تین سال کے بعد حکم نازل ہوا کہ علی الاعلان اسلام کی طرف بلائیں۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۔
 جرات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسکا صاف اعلان کر دیجیے اور مشرکین کی پر دانی کیجیے۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَخُفِضَ جَنَاحَكَ۔
 اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کفر اور شرک سے ڈراتے۔

لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔
 اور جو ایمان لا کر آپ کا اتباع کرے اسکے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ فرماتے۔

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ۔
 اور آپ یہ اعلان کر دیجیے کہ میں واضح طور پر ڈھانے والا ہوں۔

چنانچہ آپ کوہ صفا پر چڑھے اور قبائل قریش کو نام بنام پکارا جب سب جمع ہو گئے تو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ پہاڑ کے عقب میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا بیشک ہم نے تو آپ سے سوائے صدق اور سچائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ تب آپ نے فرمایا میں تم کو ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ ابولہب نے کہا تفت ہے تجھ پر کیا ہم کو اس لیے جمع کیا تھا اس پر تفت بدلا ابی لب

دب یہ تمام سورت اسی کے بارہ میں نازل ہوئی (بخاری)

دعوتِ اسلام اور دعوتِ طعام

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ تو اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا کہ ایک صاع غلہ اور بکری کا ایک دست اور دودھ کا ایک پیالہ میا کر دو اور بعد ازاں اولادِ مطلب کو جمع کرو میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ کم و بیش چالیس آدمی جمع ہو گئے جس میں آپ کے اعمام ابوطالب اور حمزہ اور عباس اور ابولہب بھی شامل تھے۔ میں نے وہ گوشت کا ٹکڑا لے کر ندانِ مبارک سے چرا اور پھل سی پیلے میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ اسی ایک پیالہ گوشت سے سب سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا۔ حالانکہ وہ کھانا صرف اتنا تھا کہ ایک شخص کے لیے کافی ہو سکتا تھا اور اس کے بعد مجھ کو حکم دیا کہ دودھ کا پیالہ لاؤ اور لوگوں کو پلاؤ اسی ایک پیالہ دودھ سے سب سیر اب ہو گئے حالانکہ ایک پیالہ دودھ اتنی زیادہ مقدار نہ تھی۔ ایک پیالہ دودھ تو ایک آدمی بھی سکتا ہے چہ جائیکہ چالیس آدمی جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے کچھ فرمانے کا ارادہ کیا تو ابولہب نے یہ کہا کہ لے دو گو اٹھو محمدؐ نے تو آج تمہارے کھانے پر جادو کر دیا ہے ایسا جادو تو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ یہ کہتے ہی لوگ متفرق ہو گئے اور آپ کو فرمانے کی نوبت نہ آئی۔ دوسرے روز آپ نے پھر حضرت علیؓ کو اسی طرح کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح دوسرے روز سب جمع ہوئے جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ جو شے میں نے تمہارے سامنے پیش کی ہے کسی شخص نے بھی اس سے بہتر شے اپنی قوم کے سامنے پیش نہیں کی۔ میں تمہارے واسطے دنیا اور آخرت کی خبر لے کر آیا ہوں۔ اخرج

ابن اسحاق والبیہقی وابن نعیم (۱)

ابولہب اگرچہ رشتہ میں آپ کا چچا تھا لیکن جس طرح تصدیق اور جان نثاری اور صداقت و محبت میں ابوبکر صدیقؓ سے آپ کے اسی طرح تکذیب اور ایذا اور استہزاء بغض اور عداوت میں ابولہبؓ کے اول رہا۔ سخط اللہ علیہ۔ اسی عداوت میں آپ کی صاحبزادیوں کو یعنی حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو قبل از بعثت عہدہ اور عیب سے منسوب تھیں اپنے بیٹوں سے طلاق دلائی تاکہ آپ کو ان کے طلاق دیتے جانے سے صدمہ ہو۔ مگر حقیقت میں یہ اللہ کی عظیم الشان رحمت تھی بعد میں دونوں صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں اور حضرت عثمان ذی النورین کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ ایک لاکھ چھ میں ہزار حضرات انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے صحابہ کرام میں سے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ الرحمن ایک ایسے صحابی ہیں کہ حین کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے پیغمبر کی دو صاحبزادیاں آئیں اور ذی النورین کہلائے۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو صرف اسلام کی دیتے رہے اس وقت تک قریش نے آپؐ کوئی تعرض نہیں کیا لیکن جب علی الاعلان اور بت پرستوں کی برائیاں بیان کرنا شروع کی اور کفر اور شرک سے روکنا شروع کیا تب قریش عداوت اور مخالفت پر آمادہ ہوئے مگر ابولہب آپ کے حامی اور مددگار رہے۔ ایک مرتبہ قریش کے چند آدمی جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے کہ تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کی برائیاں کرتا ہے اور ہمارے دین کو برا اور ہم کو احمق اور نادان اور ہمارے آب و آلودہ کو گمراہ بتلاتا ہے آپ یا تو ان کو منع کر دیں یا ہمارے اور ان کے درمیان میں نہ پڑیں ہم خود سمجھ لیں گے۔ ابوطالب نے ان کو خوش اسلوبی اور نرمی سے ٹلا دیا اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح توحید کی دعوت اور کفر اور شرک کی مذمت میں مشغول رہے۔ ابولہب اور اس کے ہم خیالوں کی بغض و عداوت کی آگ میں التہاب اور اشتعال پیدا ہوا اور ان لوگوں کا ایک جھنڈ دوبارہ ابوطالب کے پاس آیا اور کہا آپ کا

شرف اور آپ کی بزرگی ہم کو مسلم ہے لیکن ہم اپنے معبودوں کی خدمت اور آباؤ اجداد کی تحسین و تحیق پر کسی طرح صبر نہیں کر سکتے تھے۔ آپ یا تو اپنے بھتیجے کو منع کر دیں ورنہ لو کہ ہم سے ایک ایک فریق ہلاک ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ ابوطالب پر خاندان اور پوری قوم کی مخالفت اور عداوت کا ایک اثر پڑا۔ جب آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ کہا کہ اے جانِ تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور یہ کہہ کر گئے ہیں۔ لہذا تم مجھ پر بھی غم کرو اور اپنے پر بھی رحم کھاؤ اور مجھ پر ناقابلِ تحمل بار نہ ڈالو۔ ابوطالب کی اس گفتگو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید ابوطالب میری نصرت و حمایت سے کٹاؤٹ ہو جانا چاہتے ہیں تو اپنے اس وقت چشمِ پرِ غم اور دل پر غم سے یہ فرمایا اے چچا خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داییں ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب بھی لاکر رکھ دیں اور یہ کہیں کہ اس کام کو چھوڑ دو تو میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک اللہ میرے دین کو غالب کرے یا میں ہلاک ہو جاؤں اور یہ کہہ کر رو پڑے اور اُٹھ کر جلنے لگے۔ ابوطالب نے آواز دی اور کہلائے جانِ تم جو چاہو کرو میں تمہیں کبھی دشمنوں کے حوالے نہ کروں گا (۱)

نکتہ: ظاہر نظر میں آفتاب و ماہتاب سے زائد کوئی شے روشن اور منور نہیں۔ لیکن اربابِ بصیرت کے نزدیک وہ نور میں جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر دنیا میں آئے وہ آفتاب اور ماہتاب سے کہیں زائد روشن اور منور ہے۔ مشرکین اس نور میں کو بھجانا چاہتے تھے۔

لما قال اللہ تعالیٰ۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَنفُسِهِمْ
وَيَآبَى اللَّهُ إِلَآ أَن يُمِثَّ نُورُهُ
وَلَكِنَّ الْكُفْرَؤْنَ (۲)

یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو بغیر کمال تک پہنچانے
ہرگز نہیں مانے گا اگر کافر اس کو پسند نہ کریں۔

(۱) البایۃ والنهاية - ج: ۳، ص: ۴۷۰

(۲) توبہ، آیۃ: ۳۲ -

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب اور ماہتاب کا ذکر فرمایا اور یہ بتلایا کہ جس نور میں کہیں لیکر آیا ہوں اس کے سامنے آفتاب اور ماہتاب کی بھی کوئی حقیقت نہیں آفتاب اور ماہتاب کو اس نور میں کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب کے ساتھ ہے۔
 لَمَّا تَمَّ أَحْقَقُونَ كَيْفَ هِيَ فِي نُوْرِي الْكَوْكَبِ كَوْنًا دَنَى كَيْفَ احْتِيَاكَرْتَاهُمْ - اَلْتَبَدَلْتُ لَوْنِ
 الَّذِي هُوَ اَدْنَى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ اَوْ جِسْ طَرَحَ دَلِيْلًا مَّاتَهُ بِنَسْبِ بَاتِيْنَ مَاتَهُ كَيْفَ يَافَهُ
 اشرف اور افضل ہے اسی طرح آفتاب بھی ماہتاب سے کہیں اعلیٰ اور برتر ہے اس لیے نبی کریم
 افصح العرب العجم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کا دائیں ہاتھ میں اور ماہتاب کا بائیں ہاتھ میں
 رکھنا بیان فرمایا (۱)

فائدہ حبیلہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علی الاعلان کفر و شرک کی ممانعت اور برتن اور بت پرستوں
 کی خدمت اور اعداء اللہ کی باجوہ شدید عداوت اور مخالفت کے آپ کی اور آپ کے صحابہ کرام کی
 استقامت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام کے لیے فقط تصدیق قلبی یا لسانی کافی نہیں
 بلکہ کفر اور کافر بنی اور خصائص شرک اور لوازم سے برائی نیز اری بھی لازمی اور ضروری ہے۔

ع تو لایے برائیت ممکن۔ اس جگہ صادق ہے۔ وقد قال تعالیٰ

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي
 اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اِذْ قَالُوْا الْقَوْمُ
 اِنَّا بَرَاءٌ مِنْكُمْ وَهُمْ يٰۤاٰتَعْبُدُوْنَ
 تحقیق تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں
 ایک عمدہ نمونہ ہے۔ تمہیں لازم ہے کہ اس نمونہ
 کا اتباع کرو جس وقت ان لوگوں نے اپنی قوم

سے خاص الشریعین لانہما الایۃ المبصرۃ وخص القرب بالشمال لانہما الایۃ المحمۃ وقد قال عز وجل
 تعالیٰ الرجل قال لا ائی رأیت فی المنام کان الشمس والقمر لقیطان و مع کل واحد منهما نجم فقال عمر بن الخطاب
 فقال مع القمر قال كنت مع الایۃ المحمۃ اذ سب فلا تمعل لی عملا ولا ملا لفرقة فصل الرجل فی منین مع معاذ

واسمہ عابین بن سعد ۱۲۔ روض الافنت ص ۱ (۱) روض الافنت - ج ۱، ص : ۱۷۰۔

مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ
وَبَدَّأَيْنَا وَيَتَّبِعْكُمْ أَعْدَاؤُهُ
وَالْبَغْيَاءُ أَبَدًا حَحًّا
تَوُفُّوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ (۱)
وقال تعالى:
فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ
تَبَيَّنَ مِنْهُ (۲)

یہ یہاں صاف کہہ دیا کہ تم سے سوائے خدا
کے تمہارے معبودوں سے بری اور بیزار ہیں ہم
اللہ کے دشمن اور تمہارے کافروں و منکر ہیں و ظاہر
بھی ہمارے تمہارے دو ایمان میں کھلی عداوت اور
نفرت ہے جب تک کہ تم ایک خدا پر ایمان لاؤ۔
جب حضرت ابراہیم پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ خدا اور
اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بری اور بیزار ہو گئے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح اہل ایمان کے لیے حق و جمل علما اور اس کے
رسول مصطفیٰ اور نبی مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کا اعلان ضروری ہے اسی
طرح خدا کے دشمنوں سے بغض اور عداوت کا اعلان بھی ضروری ہے جیسا کہ آپ ﷺ میں
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خاص اس لیے روانہ فرمایا کہ موسم حج میں براہمت کا اعلان فرمائیں
جس کے لیے سورۃ براءت کی آیتیں نازل ہوئیں تھیں اور حدیث میں ہے مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ
وَابْغَضَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانُ جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے
لیے بغض رکھا اُس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا اللہ کی محبت اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی
ہے جب تک اللہ کے دشمنوں سے بغض اور عداوت کامل نہ ہو۔ قلب میں جس قدر خدا کے
دشمنوں کے لیے گنجائش ہے اسی قدر قلب اللہ کی محبت سے خالی ہے۔ مَا جَعَلَ اللَّهُ
لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ اللَّهُ نے کسی کے لیے دو دل نہیں بنائے لہذا ایک قلب
میں دو متضاد چیزیں کیسے سما سکتیں ہیں تو یہی ہے کہ ایک خدا کی رضا اور نفرت
کے مقابلہ میں سارے عالم کی ناخوشی کی ذرہ برابر پرواہ نہ رکھتا ہو۔ ع

اسْتَخَفَّتْ كُلُّ النَّاسِ فِيْ إِسْرَافِنَا

(۱) المؤمنہ، آیت ۵۱ (۲) قرۃ، آیت ۱۱۴

حضرات انبیاء اللہ علیہم السلام صلوات اللہ علیہم کی یہ سنت ہے کہ جس طرح وہ خداوند
ذو الملک الملکوت کے ایمان و تصدیق کی دعوت دیتے ہیں اسی طرح کفر اور شرک اور طاغوت
کی تکذیب اور انکار کا بھی حکم دیتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ

وَيُرِيدُونَ أَنْ يُتَعَٰلَىٰ بِكُمْ
الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمْسِدُوا
أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ (۱)

یہ لوگ شیطان کے پاس اپنے مقدمات لے جانا
چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ شیطان
کا کفر کریں یعنی اس کا حکم نہ مانیں۔

تفصیل اگر درکار ہے تو امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کی مکتوبات ۳۲۵
دفتر اول مکتوبات کی مراجعت فرمائیں۔

قریش نے جب یہ دیکھا کہ ابوطالب آپ کی امداد اور حمایت پر تلے ہوئے ہیں تو پھر
قیصری باز مشورہ کر کے ابوطالب کے پاس آئے اور یہ کہا کہ ابوطالب یہ عمارت بن الوحید قریش
کا نہایت حسین جیل اور خوب صورت ہوشیار اور مجیدار نوجوان ہے آپ اس کو لے لیں
اور پھر اپنے بھتیجے کو جس نے ہماری تمام قوم میں تفریق ڈال دی ہے اس کو ہمارے حوالے
کریں تاکہ ہم ان کو قتل کر کے قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائیں ابوطالب نے کہا وہ یہ
کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اپنے پالے ہوئے بیٹے کو قتل کے لیے تمہارے حوالے کر دوں
اور تمہارے بیٹے کو لے کر پالوں اور پرورش کروں۔ خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ معلم
بن عدی نے کہا اے ابوطالب خدا کی قسم آپ کی قوم نے ایک علولانہ اور منصفانہ راستے
اور اس مصیبت سے مدافعت کی بہترین صورت آپ کے سامنے پیش کی تھی مگر آپ نے اس کو
قبل نہیں کیا۔ ابوطالب نے کہا خدا کی قسم میری قوم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا تم سے
جو ہو سکتا ہے وہ کر گزرو، قریش جب ابوطالب سے بالکل ناامید ہو گئے تو حکم کھلانے لگتے
پر آمادہ ہو گئے اور جس قبیلہ میں کوئی بیکس اور بے سہارا مسلمان تھا اُس کو طرح طرح کی

تکلیفیں دینے لگے۔ ابوطالب نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت کی دعوت دی۔ ابوطالب کی اس آواز پر تمام بنی ہاشم اور بنی المطلب نے لبیک کہا۔ بنی ہاشم میں سے ابولہب آپ کے دشمنوں کا خریکِ حال ہوا۔ عیون النثر رسیعہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بازارِ عکاظ اور بazarِ الجواز میں دیکھا لوگوں سے یہ فرماتے تھے۔

یا ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے

اور ایک بھینکا شخص آپ کے پیچھے پیچھے یہ کہتا پھرتا ہے کہ یہ شخص صابتی (بے دین) اور جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون شخص ہے معلوم ہوا کہ یہ آپ کا چچا ابولہب ہے یہ حدیث مسند احمد اور معجم طبرانی میں مذکور ہے۔ اصابہ ترجمہ رسیعہ بن عباد اور حافظ ابن سید الناس نے بھی اپنی سند سے اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ لوگوں سے یہ فرماتے تھے (۲)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا۔ اے لوگو! تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کو ساتھ کسی کو نہ کرو۔

اور ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے یہ کہتا پھرتا ہے۔

یا ایہا الناس ان هذا یا امرکوا ان تترکوا دین اباءکوا (عیون الاثر ص ۱۸) ایا و اجداد کا مذہب چھوڑ دو۔

برگزیدہ انام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ترا اسلام اور دار السلام کی طرف بلاتے تھے اور ابولہب نارِ ذاتِ لب (دکھتی ہوئی آگ) کی طرف بلاتا تھا۔

(۱) عباد کبر المملۃ و تحقیف الموحدة الدلیلی و یقال فی بیہ بالفتح و التثقیل و الاول الصواب

قال ابن معین وغیرہ ۱۲۔ اصابہ (۲) خلاصہ ج ۲: ص ۵۰۹

اشاعتِ اسلام روکنے کے لیے قریش کا مشورہ

قریش نے جب یہ دیکھا کہ روز بروز اسلام کی رفتار بڑھ رہی ہے تو ایک روز ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے جو ان میں معمر اور سن بیدہ تھا اور یہ کہا کہ موسم حج کا قریب آگیا ہے اور آپ کا ذکر اور چچا سب جگہ پھیل چکا ہے اب اطراف و اکناف سے آنے والے تمہارے اس صاحب (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تم سے دریافت کریں گے لہذا مل کر آپ کے متعلق یہ رائے قائم کر لینی چاہیے اور سب کے سب متفق رائے ہو جائیں اختلاف نہ رہنا چاہیے ورنہ خود ہم میں ہی سے بعض بعض کی تکذیب اور تردید کرے گا اور یہ اچھا نہ ہوگا اے ابو عبد اللہ (ولید کی کنیت) آپ ہمارے لیے کوئی رائے قائم کر دیجیے ہم سب ان پر کاربند رہیں گے۔ ولید نے کہا تم لوگ کو میں سنوں گا اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کر دوں گا۔ لوگوں نے کہا معاذ اللہ آپ کا ہن ہیں ولید نے کہا غلط کہتے ہو۔ خدا کی قسم آپ کا ہن نہیں میں نے کاہنوں کو خوب دیکھا ہے نہ آپ میں کاہنوں کی کوئی علامت ہے اور نہ آپ کا کلام کاہنوں کے (زمرم) گنگنا ہٹ اور آواز سے گلہ کھاتا ہے۔ لوگوں نے کہا آپ مجنون ہیں ولید نے کہا آپ مجنون بھی نہیں میں جنون اور دیوانگی کی حقیقت سے بھی واقف ہوں آپ میں کوئی علامت جنون کی نہیں پاتا۔ لوگوں نے کہا آپ شاعر ہیں۔ ولید نے کہا میں خود شاعر ہوں شعور اور اس کے تمام انواع اقسام مثلاً رجز اور ہزج مقبوض اور بسوط وغیرہ سے بخوبی واقف ہوں آپ کے کلام کو شعر سے کوئی نسبت نہیں۔ لوگوں نے کہا آپ ساحر (جادوگر) ہیں ولید نے کہا آپ ساحر بھی نہیں نہ ساحروں کا سہجونا اور دم کرنا ہے۔ اور نہ ساحروں جیسا گرہ لگانا ہے۔ لوگوں نے کہا اے ابو عبد شمس آخر یہ کیسا ہے ولید نے کہا واللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام میں ایک عجیب طاوت اور شیرینی ہے اور اس پر عجیب قسم کی رونق ہے اور اس قول کی جڑ نہایت تر و تازہ اور ملت اور مندرک کی دہیت میں اس قدر اور زائد ہے ولید نے غلو و اغلو و انفعالی و انہ لیمحلم ماتحہ یعنی یہ کلام بلند اور غالب ہو کر بریگا منسوب ہوگا اور یہ سب کو کھل کر رکھ دے گا۔ ۱۲۔ مستدک ص ۲۵۷

اس کی شاخیں ٹھروادیں (یعنی یہ اسلام ہنزلہ شجر و طیبہ کے ہے کہ جڑیں اس کی محکم اور مضبوطی اور زمین راسخ ہیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچتی ہیں نو اگر اور ثمرات سے لدا ہوا ہے) اور جو کچھ تم نے کہا ہے میں خوب جانتا ہوں کہ وہ سب باطل اور خوسے میرے خیال میں سب سے زیادہ مناسب ہے کہ یہ کہو کہ یہ شخص ساحر ہے اور اس کا کلام بھی سحر ہے جو میاں بیوی اور باپ بیٹے بھائی بھائی اور قبیلہ لوگ نبی میں تفریق ڈالتا ہے جو خاصہ سحر کا ہے۔ مجلس درخواست ہو گئی جب حج کا موسم آیا اور باہر سے لوگ آنے شروع ہوئے تو قریش نے آدمی راستوں پر گزر گاہوں پر بٹھلا دیئے جو شخص ادھر سے گذرتا اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے کہ یہ ساحر ہے اس سے بچتے رہنا مگر قریش کی اس تدبیر سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہونچا بلکہ اطراف و اکناف سے آنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بخوبی واقف ہو گئے (۱)۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں اس حدیث کو ابن اسحق اور حاکم اور بیہقی نے سند جیدہ کے ساتھ روایت کیا ہے "حق تعالیٰ شانہ نے اسی ولید بن مغیرہ کے بارہ میں سورۃ مدثر کی یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا وَجَعَلْتُ
لَهُ مَا لَا مَمْدُودًا وَأَبْنَيْتُ
شُهُودًا وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا
ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ كَلَّا إِنَّهُ
كَانَ لِآيَاتِنَا عِنْدَ آسَرِهِمْ صُغُورًا إِنَّهُ
فَكَرَّ وَقَدَّرَ فَقِيلَ كَيْفَ قَدَّرَ
ثُمَّ قِيلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَظَرُ ثُمَّ
عَلَسَ وَبَسَّ ثُمَّ

آپ چھوڑ دیجیے مجھ کو اور اس شخص کو جسکو میں نے
تمہارا پیدا کیا یعنی خود اس سے ننٹ لوں گا آپ فخر
نہ کریں اور میں نے ہی اس کو مال فراہم دیا اور
ایسے بیٹے دیئے کہ جو مجلس میں حاضر ہوں اور دنیاوی
عزت اور سرداری کے سامان اسکے لیے میلہ کیے پھر
طمع لکھتا ہے کہ اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ اس
قابل نہیں وہ ہماری آیتوں کا سامان اور دنیاوی نعمت
میں غرور اس کو دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا اور

(۱) بحول القرآن ج: ۱، ص: ۱۰۱ (۲) البدایہ والنہایہ - ج: ۳، ص: ۶۱

اَذْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ
 اِنْ هَذَا اِلَّا سِحْرٌ يُوشِرُ
 اِنْ هَذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشْرِ
 سَاحِلِيهِ سَقَرَه
 الی آخر الآیات (۱)

پھر اُس سے نیچے گراؤں گا۔ اس خچہ ٹنڈیا اول میں کچھ
 اندازہ ٹھیک لایا پس نہ رہو پھر اللہ کی کیا اندازہ کیا پھر اُس
 کیسا اندازہ ٹھیک لایا پھر اُدھر اُدھر دیکھا اور تیور کی جھلکی
 اور نہ بنایا اور پھر شپٹ پھیری اور غرور کیا اور پھر لولا
 یہ قرآن کو نہیں مگر ایک جادو ہے جو جلا آتا ہے۔ نہیں ہے

یہ قرآن مگر ایک آدمی کا کلام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کو ضرور آگ میں ڈالوں گا۔ الی آخر الآیات

اور ایک مہرسل روایت میں ہے کہ آپ نے اس پر یہ آیتیں پڑھیں۔ اِنَّ اللّٰهَ بِاَمْرِ الْوَحْلِ
 وَالْاِحْسَانِ وَاَيَّتِي تَنْهٰى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ
 يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۲)۔ جو مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی جامع ہے، (۳)
 اِسْلَامُ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک روز رسول اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کی طرف سے گذر رہے تھے۔ اتفاق سے ابوجہل بھی
 اسی طرف سے نکلا۔ آپ کو دیکھ کر بہت کچھ محنت دست کہا مگر آپ نے ابوجہل کی ناشائستہ
 کلمات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جواب جاہلانہ باشد نموشی اور تشریف لے گئے۔ عبد اللہ بن
 جُدعان کی باندی یہ تمام واقعہ دیکھ رہی تھی۔ اتنے ہی میں حضرت حمزہ شکار سے اپنا تیر کمان
 لیے ہوئے واپس آئے عبد اللہ بن جُدعان کی باندی نے حضرت حمزہ دیکھ کر کہا اے ابوعبیدہ کاش
 تم اس وقت موجود ہوتے جب ابوجہل تمہارے پیچھے کو نہایت محنت اور سست اور نازبا کلمات
 کہہ رہا تھا۔

سنئے ہی حضرت حمزہ کی حمیت اور غیرت جوش میں آگئی وہیں سے ابوجہل کی تلاش میں روانہ

(۱) البدایہ و مدثر، ۱۱ : (۲) النحل، آیت : ۹۰ (۳) البدایہ والنہایہ ج ۳ ص : ۶۱

(۴) ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سترہ نبوی میں اسلام لائے اور بیسی مشہور قول ہے حافظ

ابن جریر اس میں فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ سترہ نبوی میں اسلام لائے۔ ۱۲ زرقانی ص ۱۵۲ ج

ہوتے۔ حضرت حمزہ کا یہ معمول تھا کہ جب شکار سے واپس آتے تو سب سے پہلے حرم میں حاضر ہوتے۔ اسی معمول کے مطابق حرم میں پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ ابوہل قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا ہے۔ پہنچتے ہی اس کے پاس زور سے کمان ماری کہ سر زخمی ہو گیا اور کہا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے میں غزا کے دین پر ہوں بعض حاضرین مجلس نے چاہا کہ ابوہل کی حیات کیلئے کھڑے ہوں لیکن ابوہل نے خود ہی سب کو روک دیا اور کہا آج میں نے ان کے جتنیے کو بہت سخت سست کیا ہے۔ حمزہ کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ بعض حاضرین مجلس نے حضرت محمدؐ سے مخاطب ہو کر یہ کہا اے حمزہ کیا تم صابی (بے دین) ہو گئے ہو۔ حضرت حمزہ نے فرمایا مجھ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور صداقت خوب منکشف ہو گئی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ فرماتے ہیں وہ سراسر حق ہے میں کبھی اس سے باز نہ آؤں گا۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو حضرت حمزہ یہ کہہ کر گھر واپس آئے۔ شیطان نے مسور وڈاکر اے حمزہ تم قریش کے سردار ہو تم نے اس صابی کا کیسے اتباع کیا اور اپنے آباد اجداد کا دین کیوں چھوڑ دیا اس سے مرجانا بہتر ہے جس سے حمزہ کچھ تردد اور شبہہ میں پڑ گئے۔ حضرت حمزہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ جل شانہ سے دُعا مانگی۔

اللہم ان کان رشد افاجعل لے اللہ اگر یہ ہدایت ہے تو اسکی تصدیق میرے
تصدیقہ فی قلبی والا فاجعل قلب میں ڈال دے۔ ورنہ اس سے جھٹکا کرنا
لی ما وقعت فیہ من خبا۔ مستند ۱۹۳ (۱) صورت پیدا فرما۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تمام شب اسی بے چینی اور اضطراب میں گزری ایک لمحہ کے لیے بھی آنکھ نہ لگی جب کسی طرح یہ اضطراب اور بے چینی رفع نہ ہوئی تو حرم میں حاضر ہوا اور نہایت تضرع اور زاری سے دعا مانگی۔ لے اللہ میرا سینہ حتی کے لیے کھول دے اس شک اور تردد کو دور فرما۔ دعا ابھی ختم نہ کرنے پایا تھا کہ لحنت تمام خیالات باطن میرے قلب سے

صاف ہو گئے اور دل ادعان اور ایقان سے لبریز ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا۔ آپ نے میرے استقامت اور اسلام پر قائم اور ثابت رہنے کی دعا فرمائی (۱)۔ مندرک حاکم میں ہے کہ حضرت حمزہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ کہا۔

أَشْهَدُ أَنْكَ لَصَادِقٌ شَهِادَةً
مُصَدِّقٌ وَالْعَارِفِ - میں گواہی دیتا ہوں کہ تھیں آپ یقیناً سچے ہی ہیں
تصدیق کرنے والے اور پہچاننے والے کی گواہی دیتا ہوں۔

اے میرے بھتیجے آپ اپنے دین کو علی الاعلان ظاہر فرمائیے خدا کی قسم مجھ کو دنیا و مافیہا بھی ملے تب بھی آپ کا دین چھوڑ کر آبائی دین اختیار نہ کروں گا اور یہ شعر پڑھے۔

حَمِدْتُ اللَّهَ حِينَ هَدَى قَوَادِي إِلَى الْإِسْلَامِ وَالِدَيْنِ الْحَنِيفِ

اور میں نے خدا کی حمد فرمائی جبکہ اس نے میرے دل کو اسلام و دین الہی کے قبول کرنے کی توفیق دی۔

لِدِينٍ جَاءَ مِنْ رَبِّ عَزِيزٍ خَيْرٌ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيفٌ

اس دین کی توفیق دی جو اے پروردگار کی طرف سے آیا ہے جو کہ بندوں کے حال سے باخبر اور ان پر مہربان ہے

إِذَا تَلَيْتَ رَسُولَهُ عَلَيْنَا تَحَدَّرَ دُعَاؤُ اللَّبِّ الْحَنِيفِ

جب اس کے پیام پر پڑھے جلتے ہیں تو کامل العقل انسان کے آنسو بہنے لگتے ہیں

رَسُولُ جَاءَ أَحْمَدُ عَنْ هَذَاهَا بَايَاتُ مُبَيَّنَةِ الْحُرُوفِ

وہ خدا کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی دیکھ کر ایسے ہو جاتے ہیں جو صاف صاف اور واضح آیتیں ہیں

وَأَحْمَدُ مُصْطَفَى فِينَا مَطَاعٌ فَلَا تَغْشَوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيفِ

اور احمد تمہاری امت میں سے برگزیدہ ہم میں واجب الامت ہیں جو حق وہ لیکر آتے ہیں اس کو ڈرنا کلمی سے چھوڑ دو

فَلَا وَاللَّهِ نَسْلُمُهُ لِقَوْمٍ وَلَمَّا نَقَضَ فِيهِمْ بِالسُّيُوفِ

خدا کی قسم جب تک تم ہمارے فیصلہ نہیں کر لیں اس وقت تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز لوگوں کے حوالے نہ کریں گے (۲)

حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے قریش یہ سمجھ گئے کہ آپ کو ایذا اور تکلیف دینا کوئی آسان نہیں۔

قائدہ :- جس وقت عبداللہ بن جدعان کی باندی نے حمزہؓ سے ابو جہل کے سخت و سست کئے کا واقعہ بیان کیا تو حمزہؓ غیظ و غضب سے بھڑک اٹھے۔ سیرۃ ابن ہشام اور مستدرک حاکم اور عیون الاثر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیظ و غضب ان الفاظ میں مروی ہے۔
فاحتمل الغضب لَمَا ارَادَ اللّٰهُ حمزہؓ غصہ میں آگئے اس لیے کہ اللہ نے بہ من کرامتہ۔ ان کو کولت اور شرف عطا کرنے کا ارادہ فرمایا۔

معلوم ہوتا ہے کہ حق جل شانہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کی قلب میں اپنے دشمنوں کا غیظ و غضب ڈالتے ہیں۔ ایمان کی میزان (ترازو) جب ہی سوا کر سوار (برابر) ہوتی ہے کہ جب اس کا دایاں پلہ حُبِّ فی اللہ سے اور بائیں پلہ بُغْضِ فی اللہ سے بھرا رہے۔
لَمَّا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحَبِّ لِّلّٰهِ وَابْغَضَ لِّلّٰهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانُ۔ یعنی جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے بغض رکھا اس نے ایمان مکمل کر لیا۔ اس ناچیز کے خیال میں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ میں تلازم ہے ایک کا دوسرے سے انفکاک اور انفصال ناممکن اور محال معلوم ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ کبھی حب فی اللہ کا ظہور پہلے ہوتا ہے اور کبھی بغض فی اللہ کا نیز حب فی اللہ مقصود بالذات ہے اور بغض فی اللہ مقصود بالعرض ہے۔ اس لیے حب فی اللہ کا ترازوئے ایمان کے دائیں پلہ میں اور بغض فی اللہ کا بائیں پلہ میں رکھا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

سردارانِ قریش کی طرف سے دعوتِ اسلام کو بند کر دینے کے لیے مال و

دولت اور حکومتِ ریاست کی طمع اور آپ کا جواب با صواب

قریش نے جب یہ دیکھا کہ حضرت حمزہؓ بھی اسلام لے آئے اور دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے تو ابو جہل اور عقبہ اور شیبہ اور ولید بن مغیرہ اور امی بن خلف اور اسود بن المطلب اور دیگر

روساتے قریش نے مشورہ کر کے آپؐ سے گھٹکر کرنے کے لیے عقبہ بن ربیعہ کو منتخب کیا جو سحر اور کمانت اور شعر گوئی میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا۔

عقبہ آپؐ کے پاس آیا اور کہا اے محمدؐ آپؐ کے حبیب و نسیب لائق و خالق ہونے میں کوئی تردد نہیں مگر انفسوس کہ آپؐ نے تمام قوم میں تفریق ڈال دی۔ ہمارے بتوں کو بُرا کہتے ہیں ابوا جلد کو احق اور نادان بتلاتے ہیں اس لیے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوالولید کہو میں سنتا ہوں۔

عقبہ نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے تمہارا ان باتوں سے کیا مقصد ہے۔ اگر تم مال و دولت کے خواہاں ہو تو ہم سب تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیں کہ بڑے سے بڑا امیر بھی تمہاری ہمسری نہ کر سکے گا اور اگر تم شادی کرنا چاہتے ہو تو جس عورت سے اور جتنی عورتوں سے چاہو تو ہم شادی کر دیں اور اگر عزت اور سرداری مطلوب ہے تو ہم سب آپؐ کو اپنا سردار بنالیں اور اگر حکومت اور ریاست چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنالیں اور اگر تم کو آسیب ہے تو ہم علاج کرائیں۔

آپؐ نے فرمایا اے ابوالولید کیا تم کو جو کتنا تنہا وہ کہہ چکے۔ عقبہ نے کہا۔ ہاں آپؐ نے فرمایا اچھا اب جو میں کہتا ہوں وہ سنو۔ مجھ کو نہ تمہارا مال و دولت درکار ہے اور نہ تمہاری حکومت اور سرداری مطلوب ہے میں تو اللہ کا رسول ہوں اللہ نے مجھ کو تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب اتاری اور مجھ کو یہ حکم دیا کہ میں تم کو اللہ کے ثواب کی بشارت سناؤں اور اس کے عذاب سے ڈراؤں میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور بطور نصیحت و خیر خواہی اس سے تمہیں آگاہ کر دیا اگر تم اس کو قبول کرو تو تمہارے لیے سعادت دارین اور فلاح کو نین کا باعث ہے اور اگر نہ مانو تو میں صبر کر دوں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان میں فیصلہ فرماتے اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 حَمْدٌ قَدْ بَدَّلَ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 كِتَابٌ فَصَّلَتْ اِيَّاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقِي
 يَتَعَلَّمُوْنَ هٗ بِشِيْرًا وَنَذِيْرًا فَاَعْضُ
 اَكْثَرَهُمْ فَهَمْ لَا يَتَمَعُّوْنَ
 وَقَالُوْا اَقْلُوْبُنَا فِيْ اِكْنَةِ مِمَّا
 تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ وَفِيْ اَذَانَا وَقُرُوْ
 مِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْ
 اِنَّا عَمِلُوْنَ كُلُّ اِنْسَانًا اَنَابَشَرٌ
 مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَى اَسْمَاءِ الْهٰكُمُوْ
 اِلٰهٍ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْا اِلَيْهِ
 وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَسِيْلٌ
 لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ
 الزَّكٰوَةَ وَهُمْ عٰبِدُ الْاٰخِرَةِ هُمُوْ
 كٰفِرُوْنَ هٗ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
 الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ
 كُلُّ اِيْشِكُمْ تَكْفُرُوْنَ بِاَلَّذِيْ
 خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ
 لَهُ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ
 وَجَعَلَ بَيْنَهَا وَرَاسِيْ مِنْ قُوْرَتِهَا وَبَارَكَ
 فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا اَنْوَانَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 یہ کلام ہے جو رحمان اور رحیم کی طرف سے نازل کیا
 گیا۔ یہ ایک کتاب ہے جسکی آیتیں صاف اور واضح
 ہیں۔ ایسا قرآن ہے جو عربی زبان میں اتارا گیا
 ہے ان لوگوں کے لیے ناصح ہے جو سمجھ رہے ہیں
 بشارت دینے والا اور ڈرانی والا ہے حتیٰ تو یہ تھا
 کہ اس پر ایمان لاتے مگر اکثر لوگ اپنے اسد جہاں
 کیا کہ سنتے ہی نہیں اور یہ کہتی ہیں کہ ہمارے دل
 پر دلوں میں ہیں اس چیز سے کہ جس کی طرف آپ
 ہم کو دعوت دیتے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈالتے
 اور ہمارے آپ کے درمیان ایک بڑا حجاب عاقل ہے
 جس کی وجہ سے ابھی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔
 پس آپ اپنا کام کیجئے اور ہم اپنا کام کرتے ہیں آپ
 ان کو جواب میں کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایمان لانے پر مجبور
 نہیں کرتا فقط حق کی دعوت پر اکتفا کرتا ہوں۔ جیسا
 نیست میں تم جیسا بشر ہیں لیکن حق تعالیٰ نے مجھ کو
 نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا ہے مجھ پر اللہ
 کی وحی آتی ہے کہ تم کو بتلا دوں کہ تمہارا سبب ایک
 ہی ہے پس سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور
 غیر اسکی پرستش سے توبہ اور استغفار کرو اور وہی
 خدائی ہے شرک کرنے والوں کے لیے کہ جو زکوٰۃ

نہیں دیتے اور آخرت کے منکر میں تحقیق جو لوگ ایمان لاتے اور نیک کام کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف نہیں ہوگا۔ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے تمام زمین کو دودن میں بنایا اور اس کے لیے شریک تجویز کرتے ہو یہی زمین کا بنانے والا تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اسی نے زمین پر پہاڑ بناتے اسی نے زمین میں برکتیں رکھیں یعنی نباتات و حیوانات پیدا کیے اور اسی میں ان کی غذائیں مقرر کیں۔ یہ سب چائن میں ہوا۔ پوچھنے والوں کے لیے حقیقت حال کو بتلادیا گیا پھر یہ سب کچھ پیدا کر کے آسمان کے بلندے کی طرف توجہ فرمائی

اَيَّامٍ سَوَاءٍ لِّلسَّامِيْنَ تَوَّاسْتَوٰى
اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ
لَهَا وَ لِلْاَرْضِ اِئْتِيَا طَوْعًا
اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ
فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ
يَوْمٍ وَّاحِدٍ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ
سَمَاءٍ اَمْرًا وَزَيَّنَّا
السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ
وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ
الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ
فَاِنْ اَعْرَضُوْا قُلُّ اُنْذِرْكُمْ
صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ
عَادٍ وَ ثَمُوْدَ ۝ (۱)

اور اس وقت آسمان ایک دھواں سا تھا۔ اس کو مجرد صورت پر بنایا اور پھر آسمان اندر زمین سے یہ فرمایا کہ میرے حکم کی طرف آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم نہایت خوشی سے تمہیں حکم کیے حاضر ہیں پس دو روز میں اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس کے احکام بھیجے اور آسمان دنیا کو چاروں طرف سے مزین کیا اور استراقِ شبِ طین سے ان کو محفوظ کیا۔ یہ ہے تدبیرِ خداے غالب اور دانائی پس اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کہہ دیجیے کہ میں تم کو ایسے آسمانی عذاب سے ڈراتا ہوں جیسے قوم عاد اور ثمود پر میں نے نازل کیا تھا۔

آپ تلاوت فرماتے رہے اور عقبہ و دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب زمین پر ٹیکے ہوئے

بہوت سنا رہا لیکن آپ جب اس آخری آیت فان اعرضوا لآیۃ پر پہنچے تو عتبہ نے اپنا ہاتھ آپ کے منہ پر رکھ دیا آپ کے قدم دے کر کہا اللہ آپ ہم پر رحم فرمائیں عتبہ کو ڈر ہوا کہ کہیں قوم کا اور قوم نمود کی طرح اسی وقت مجھ پر کوئی عذاب نازل ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے پھر سجدہ تک آیتیں تلاوت فرمائیں اور سجدہ تلاوت فرمایا جب تلاوت ختم فرما چکے تو عتبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابوالولید جو کچھ سنا تھا وہ تم سُن چکے اب تم کو اختیار ہے۔ عتبہ آپ سے رخصت ہو کر اپنے رفقاء کے پاس آیا لیکن عتبہ وہ عتبہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ ابوجہل بول اٹھا کہ عتبہ وہ عتبہ نظر نہیں آتا۔ غلبہ توصابی ہو گیا۔ عتبہ نے کہا میں نے ان کا کلام سنا۔ واللہ میں نے کبھی ایسا نہیں سنا وہ شعر ہے زندہ سحر ہے اور نہ کمانت ہے۔ وہ تو کوئی اور ہی چیز ہے۔ اے قوم اگر تم میرا کہنا مانو تو محمد کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ خدا کی قسم جو کلام میں ان سے سُن کر آیا ہوں عنقریب اسکی ایک شان ہوگی۔ اگر عرب ان کو ہلاک کر دیں تو خبر تمہیں کسی فکر کی ضرورت ہی نہیں اور اگر محمد عربیؐ غالب آئے تو ان کی عزت تمہاری عزت ہے اور ان کی حکومت تمہاری حکومت ہے اس لیے کہ وہ تمہاری ہی قوم کے ہیں۔ قریش نے کہا اے ابوالولید محمد نے تم پر سحر کر دیا ہے عتبہ نے کامیابی رائے تو یہی ہے تم جو چاہو کرو،

نزول قل یا ایہا الکافرون

ابن عباس سے مروی ہے کہ قریش نے آپؐ سے یہ درخواست کی کہ یا تو آپ ہمارے بتوں کی مذمت سے باز آجائیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کی ایک صورت ہے کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی پرستش کیجیے اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت اور بندگی کریں گے معجم طبرانی میں ہے کہ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ
مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ
آپ کہہ دیجیے اے منکر و نہیں تمہارے
معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور تم میرے

(۱) غیر الاثر ج: ۱، ص: ۱۰۵، نزقانی شرح مواہب ج: ۱، ص: ۲۵۷ الخصائص الکبریٰ

ج: ۱، ص: ۱۱۳۔

مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدُ
تَمْرٌ وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُهُنَّ مَا أَعْبُدُ
لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ
دِينِ - (۱)

معبود کی پرستش کرنے ہوا ورنہ میں تمہارے
معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے
معبود کی پرستش کرو گے تمہارے لیے تمہارا دین
ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔

ابن جریر طبری کی روایت میں ہے کہ سورۃ کافرون کے علاوہ یہ آیت بھی نازل ہوئی۔
أَقْلَ أَخْفَرِ اللَّهُ تَامُرٌ دِيْ أَعْبُدُ
أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ وَلَقَدْ أَوْحَى
إِلَيْكَ وَالْمَ الْذِينَ
مَنْ قَبْلِكَ لَكُنْ أَشْرَكَ
لِيَحْبِطَنَّ عَمَلُكَ وَلِتَكُونَنَّ
مِنَ الْخَاسِرِينَ
بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ
الْمُتَكِبِّرِينَ (۲)

آپ ان سے کہہ دیجیے اے جاہلوں! تم مجھ کو غیر اللہ
کی عبادت کا مشورہ دیتے ہو اور البتہ تمہیں آپ کی
طرف اور تمام گزشتہ پیغمبروں کی طرف یہ وحی بھی
جا چکی ہے کہ اے مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو
تیرے تمام اعمال غارت اور برباد ہو جائیں گے
اور خسارے میں پڑ جائے گا اے مخاطب کبھی شرک
نہ کرنا بلکہ ہمیشہ اللہ ہی کی عبادت کرنا اور اللہ کے
شکر گزار بندوں میں سے رہنا۔

مشرکین مکہ کے چند محل اور بیہودہ سوالات

اس کے بعد قوش نے آپؐ کو یہ کہا اگر آپؐ کو یہ منظور نہیں تو ہم ایک اور شے آپؐ کے سامنے
پیش کرتے ہیں اس کو منظور کیجیے وہ یہ کہ آپؐ کو معلوم ہے کہ آپؐ کی قوم نہایت تنگ دست ہے اور
یہ شہر کہ بھی بہت تنگ ہے ہر طرف پہاڑی پہاڑی ہیں سبزی اور شادابی کا کہیں نام نہیں لندا
آپؐ اپنے ربؐ جس نے آپؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے آپؐ یہ درخواست کیجیے کہ اس
شہر کے پہاڑوں کو میاں سے ہٹا دے تاکہ شہر میں وسعت ہو اور شام و عراق کی طرح اس شہر

والہ کما قال تعالیٰ ولوان قرآن سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض و کلم بہ الرقی بل للہ الامر جیسا۔ فخر الرازی

الذین آمنوا ان لوین اللہ لہدی الناس جیسا ۱۲ - (۱) سورہ الکافرون (۲) الزمر آیت ۶۴-۶۶

میں نہریں جاری کر دے اور ہمارے آباد اجداد اور خصوصاً قصی بن کلاب کو زندہ فرمائے تاکہ ہم ان سے تمہاری بابت دریافت کر لیں کہ جو تم کہتے ہو وہ حق ہے یا باطل اگر ہمارے آباد اجداد نے زندہ ہونے کے بعد تمہاری تصدیق کی تو ہم سمجھ لیں گے کہ تم اللہ کے رسول ہو اور ہم بھی تمہاری تصدیق کریں گے۔ اپنے فرمایا میں اس لیے نہیں بھیجا گیا۔ خدا نے جو پیام دے کر بھیجا تھا وہ تم تک پہنچا دیا۔ اگر تم اس کو قبول کرو تو تمہاری خوش نصیبی ہے اور اگر تم نہ مانو تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے قریش نے کہا اچھا اگر آپ ہمارے لیے ایسا نہیں کر سکتے تو آپ خدا سے اپنے ہی لیے دعا کیجیے کہ اللہ آسمان سے ایک فرشتہ نازل فرمائے اور آپ کی تصدیق کے لیے ہر جگہ آپ کے ساتھ رہے نیز اللہ تعالیٰ سے درخواست کیجیے کہ وہ آپ کو باغات اور محلات اور سونے چاندی کے خزانے عطا فرمائے جس سے آپ کا شرف اور آپ کی بزرگی معلوم ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری طرح آپ بھی طلب معاش کے لیے بازاروں میں جاتے ہیں۔ اپنے فرمایا میں خداوند ذوالجلال سے کبھی اس قسم کا سوال نہ کروں گا۔ میں اس لیے نہیں بھیجا گیا۔ میں تو شیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں تم اگر مانو تو تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی سعادت بہودی ہے اور اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ قریش نے کہا کہ اچھا تم اللہ سے دعا مانگو کہ ہم پر کوئی عذاب نازل فرمائے۔ اپنے فرمایا اللہ کا اختیار ہے کہ تم پر عذاب نازل فرمائے یا مہلت دے اس پر عبد اللہ بن ابی امیہ کھڑا ہو گیا اور کہا اے محمد آپ کی قوم نے اتنی باتیں آپ کے سامنے پیش کیں مگر آپ نے ایک بات کو بھی نہ منظر لایا

عَلَى الْبَرَاءَةِ وَالنَّهْيَةِ جِئْتُكُمْ فِي هَذِهِ الْقِسْمِ بَيْنَ الْكَلْبِ زَنْدَةً كَرْنَهُ كَيْبَ دُرُخَاةٍ كَيْ تَوَاسَّ كَيْ مَعْلَتِ بِيَانِ

کہ غار کا رخنا صد قاضی قاضی بزرگ اور پچھتے۔ وقال تعالیٰ۔ وقال الامام علی بن ابی حمزہ علیہ السلام وسمی فی الاسواق لیلانزل الیفیون معنذرا وعلی الیکرنا وکمن لرجسنا کل مناد قال الظالمین تبعون الاربعاء سموا۔ انظر کیف ضربوا لک لالہل ففعلوا فلما استطیعوا لک لالہل بالک الذی انشأ جعل لک غیر لک فاکلک جنات تجری من تحتها الانهار ویکمل لک قصراً۔ یہ

آیتیں اسی واقعے کے بارے میں نازل ہوئیں، علیہ عبد اللہ بن ابی ایوب اسخزرت علی اللہ علیہ وسلم کچھ بھی لکھا جائے

اے محمد خدا کی قسم اگر تم میری طرح لگا کر آسمان پر بھی چڑھ جاؤ اور وہاں سے تم اپنی نبوت رسالت کا پروانہ لکھا لاؤ اور چار فرشتے بھی تمہارے ہمراہ آئیں اور تمہاری نبوت کی علی الاعلان شہادت دیں تو میں تب بھی تمہاری تصدیق نہ کروں گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مایوس ہو کر گھر تشریف لے آئے۔ (۱)

تحقیق انیق

حق جل وعلا نے جب کسی کو نبوت و رسالت کا منصب عطا فرمایا تو اس کے ساتھ ساتھ رسالت کے براہین و دلائل اور آیات و علامات بھی عطا فرمائے کہ اگر کوئی شخص اپنے قلب کو زینع و عناد سے پاک کر کے ان میں غور و فکر کرے تو اس کو نبوت و رسالت میں کسی قسم کا شک باقی نہ رہے مگر ایسے براہین اور دلائل نہیں عطا کیے جاتے کہ جن کو دیکھتے ہی اضطرابی طو پر حضرات انبیاء کی صدق اور سچائی کا یقین ہو جاتے اس لیے کہ مقصود تو ابتلا اور امتحان ہے اور امتحان اکتسابی میں ہے یعنی جو ایمان آیات نبوت و علامات رسالت میں غور و فکر کرنے کے بعد لایا جاتے اسی ایمان و ایقان اور اسی تصدیق و اذعان پر جزا اور سزا کا مدار ہے جو ایمان اور تصدیق اپنے اختیار اور ارادہ سے ہو شریعت میں اسی کا اعتبار ہے اور جو تصدیق اضطرابی اور بدیہی طور پر حاصل ہو نہ وہ شریعت میں معتبر ہے اور نہ عند اللہ وہ مطلوب ہے۔ محض حضرات انبیاء اللہ علیہم السلام الف الف صلوات اللہ کے اعتماد اور بھروسہ پر فرشتوں کو حق جاننا ایمان اختیار ہی اور تصدیق ارادی ہے اور مرتے وقت فرشتوں کو دیکھ کر فرشتوں کو اور ام المؤمنین ام سلمہ کے بجا ہی ہیں۔ فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے ام المؤمنین کی شفاعت سے آپ نے قصور بخشا فرمایا۔ یہ آیتیں آپ کے ہاں سے نازل ہوئیں۔ وقالوا انؤمن بک حق تنزلنا من الارض فیوعدا اذکون لک جنہ من نخیل و عنب تنجز لانا نهار خلا تعجز لک انزلت علینا کتبا تقرؤہ قل سبحان ربی بل کنت الانبیا رسول اللہ ﷺ

(۱) عیون الانزج: ۱، ص: ۲۸، البایۃ والنہایۃ: ج: ۳، ص: ۵۰ -

حق جاننا یہ اضطرابی اور غیر اختیاری ایمان و تصدیق ہے جو شریعت میں معتبر نہیں۔ دار دنیا ابتلا و
 امتحان ہے لہذا حضرات انبیاء اللہ کو ایسے معجزات عطا فرماتا کہ جن کو دیکھتے ہی اضطرابی
 طور پر حضرات انبیاء کی حقانیت کا ایسا یقین آجائے کہ کسی معاند کو بھی انکار کی گنجائش نہ رہے
 یہ سراسر خلافت حکمت ہے، نیز بعثت انبیاء کا جو مقصد ہے وہ بالکل فوت ہوا جاتا ہے۔
 اس لیے کہ مقصود تو یہ ہے کہ لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں اگر اضطرابی ایمان مقصود نہ تھا
 تو انبیاء اللہ کو دنیا میں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی حق جل و جلا براہ راست اپنا کلام بندوں کو
 سنا دیتے بلا واسطہ کلام الہی اس لیے کہ بعد پھر کسی سے انکار ناممکن اور محال تھا۔ مشکوکین کو
 اسی قسم کے دلائل و براہین چاہتے تھے کہ جن کو دیکھتے ہی اضطراباً آپ کی نبوت و رسالت
 کا یقین آجائے۔ مثلاً فرشتوں کا لوگوں کے سامنے آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دینا
 یا مردوں کا زندہ ہو کر آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دینا اس قسم کے آیات اور علامات
 اظہار سے اس لیے انکار کر دیا گیا کہ ایسے معجزات کا اظہار حکمت اور مقصد بعثت کے سراسر
 منافی اور مبایں ہے نیز حق تعالیٰ شانہ کی یہ سنت ہے کہ جو قوم منہ مانگے معجزات دیئے جانے
 کے بعد بھی ایمان نہ لاتے وہ اسی وقت عذاب الہی سے ہلاک کر دی جاتی ہے جیسا کہ اہم
 سابقہ کے واقعات قرآن عزیز میں جا بجا مذکور ہیں۔ کما قال تعالیٰ وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ
 بِالْآيَاتِ الْكُذْبِ هَٰؤُلَاءَ وَلَا يَكُونُ يَرِخَاسَ خَاسَ نِشَانِیاں جو قریش چاہتے ہیں
 ہمیں ان کے بھیجنے میں کوئی مانع نہیں مگر صرف یہ کہ پہلے لوگوں نے بھی اس قسم کے معجزات
 دیے جانے کے بعد بھی ایمان لانے سے انکار کیا اس لیے وہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے اسی
 طرح یہ لوگ بھی منہ مانگے معجزات دیے جانے کے بعد اگر ایمان نہ لائے تو قدیم سنت کے
 مطابق یہ لوگ بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے۔

اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمزہ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ان کی برکت سے اس قسم
 کے تمام عذاب اٹھا دیے گئے کہ جو اہم سابقہ پر بھیجے گئے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے

کہ قریش نے کسب سے یہ درخواست کی کہ کوہ صفا کو آپ سونا بنادیں آپ نے ارادہ فرمایا کہ اس بار اللہ سے دعا مانگیں۔ جبریل امین تشریف لے آئے اور یہ فرمایا کہ اے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آپ ان سے فرمادیجیے کہ جو چاہتے وہی ہو جائے گا لیکن یہ سمجھ لو کہ ان ناشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد اگر ایمان نہ لاتے تو پھر خیر نہیں اسی وقت ہلاک کر دیے جاؤ گے۔ قریش نے کہا کہ ہم کو ضرورت نہیں۔ یہ تمام علامت سبیل کے کلام کی تفصیل ہے (۱)

قریش مکہ کا علماء یہود سے مشورہ

قریش کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارے یہ سوالات جاہلانہ اور معاندانہ سوالات تھے تو مشورہ کر کے نصر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ وہاں پہنچ کر علماء یہود سے آپ کے بارہ میں استفسار کریں۔ وہ لوگ انبیاء کے علوم سے واقف اور پیغمبروں کی علامتوں سے آگاہ اور باخبر ہیں یہ دونوں آدمی مدینہ منورہ پہنچے اور علماء یہود سے تمام واقعہ ذکر کیا۔ علماء یہود نے کہا کہ تم تین چیزوں کے متعلق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کرنا (اول) وہ لوگ کہہ رہے ہیں جو غامض ہیں جا چھپے تھے اور ان کا کیا واقعہ ہے یعنی ان اصحاب کنت کا قصہ دریافت کرو (دوم) وہ کہہ رہے ہیں جس نے مشرق سے لیکر مغرب تک تمام بھٹے زمین کو چھان مارا یعنی ذوالقرنین کا قصہ دریافت کرو (سوم) روح کیا شے ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ان تینوں سوالوں میں سے اول اور دوم کا جواب دے دیں اور تیسرے سے سکوت فرمائیں تو سمجھ لینا کہ وہ نبی مرسل ہیں ورنہ کاذب اور مفتی ہیں نصر اور عقبہ منہ جان شاداں کہہ واپس آئے اور قریش سے کہا کہ ہم ایک فیصلہ کن بات لیکر آتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ سوالات پیش کیے آپ نے اس امید پر کہ کل تک اس بارے میں کوئی وحی ربانی نازل ہو جائے گی یہ فرمایا کہ کل جواب دوں گا۔ بمقتضائے بشریت آپ انشد (اگر خدا نے چاہا) کہنا بھول گئے۔ چند روز کے انتظار کے بعد سورۃ کہف

کی آیتیں نازل ہوئیں جس میں اصحاب کف اور ذوالقرنین کا قصہ بالتفصیل بتلایا گیا اور میرے سوال کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی قل الروح من امر ربی یعنی آپسے کہہ دیجیے کہ روح کی حقیقت تو ہم سمجھ نہیں سکتے اتنا جاننا کافی ہے روح ایک چیز ہے اللہ کے حکم سے جب بدن میں آپسے تو وہ جی اٹھتا ہے جب نکل گئی تو مر گیا (موضع القرآن) اور بمقتضائے بشریت جو انشاء اللہ کنا بھول گئے تھے اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَقُولْنَ لِمَنْ يُغْفِرُ اِفٍّ فَاَعْبِلْ
ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْتَ يَشْنَعُ
اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَبَّكَ
اِذَا نَسِيتَ (۱)

کسی شئی کے متعلق یہ ہرگز نہ کہو کہ میں کل یہ کر دلا گا
مگر انشاء اللہ اسکی ساتھ ضرور ملا اور اگر بھول جاؤ
تو جب یاد آتے تو اسی وقت انشاء کر لو تاکہ اس
بھول کی تلافی ہو جاتے۔

اس لیے ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک سال کے بعد بھی انشاء اللہ یاد آتے تو اس وقت کہہ سکتے کہ اس سہواور نسیان کا تذکرہ ہو جاتے۔ ایک سال کے بعد انشاء اللہ کہنے کا یہ مطلب ہے اور مطلب نہیں کہ ایک سال کے بعد طلاق اور عتاق میں تعلیق معتبر ہے۔

چونکہ حق تعالیٰ کی مشیت کو چھوڑ کر اپنی مشیت پر اعتماد کر کے یہ کہیں کل کو یہ کر دلا گا خدا کے نزدیک ناپسند ہے اس لیے اگر کوئی شخص فی الحال انشاء اللہ کنا بھول گیا تو اس کی تلافی یہ ہے کہ جب یاد آتے اسی وقت انشاء اللہ کہے۔ تاکہ ناسات کی تلافی ہو جاتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ طلاق اور عتاق حلف اور بن میں بھی ایک سال بعد انشاء اللہ کنا معتبر ہے امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر نے ابن عباسؓ کے من قول کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔ خوب سمجھ لو۔

روح اور نفس :

روح کی حقیقت میں علماء کے بہت اقوال ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کی حقیقت

سوائے خدائے عظیم و خیر کے کسی کو معلوم نہیں حافظ ابن اسلانیؒ متن الزبدین میں فرماتے ہیں ۔

والروح ما اخبر منها المجتبیٰ فتمسك المقال عنها اذ بکا
اس وقت یہ مقصود نہیں کہ اس بارہ میں فلاسفہ اور اہلبار کے مختلف اقوال نقل کر کے ناظرین کو حیرانی و پریشانی میں ڈال دیا جاتے۔ مقصود یہ ہے کہ نہایت اختصار کے ساتھ یہ بتلادیا جائے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روح اور نفس کے بارہ میں کیا ہدایت کی ہے اور کس حد تک ہم کو اس کے احوال اور اوصاف سے آگاہ کیا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک روح ایک زراعی جسم لطیف کا نام ہے جو بدن میں اس طرح جاری اور ساری ہے، جیسے پانی گلاب میں اور زیل نیل میں اور آگ کوئلہ میں جب تک یہ جسم لطیف اس جسم کثیف میں جاری و ساری ہے اس وقت تک یہ جسم کثیف زندہ ہے اور جب یہ جسم لطیف اس جسم کثیف سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو وہ جسم مردہ ہو جاتا ہے۔ جسم لطیف کا جسم کثیف سے اتصال اور تعلق رکھنے ہی کا نام حیات اور زندگی ہے اور مفارقت اور انقطاع تعلق کا نام موت ہے۔ روح کا جسم لطیف ہذا آیات قرآنیہ اور بیشتر احادیث نبویہ علی صاحبہا الف الف صلوة اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے مثلاً روح کا پکڑنا اور چھوڑنا اور فرشتوں کا اس کے نکالنے کے لیے ہاتھ بڑھانا اور روح کا مرنے کے وقت حلقہ دم تک پہنچنا روح کے یہ اوصاف قرآن کریم میں مذکور ہیں جس سے اس کا جسم ہذا صاف ظاہر ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب تو زمین کی روح قبض ہوتی ہے تو مومن کی نگاہ اس کو دیکھتی ہے۔ مومن کی روح پرند کی طرح جنت کے درختوں پر اڑتی پھرتی ہے اور وہاں کے میوے اور پھل کھاتی ہے۔ عرش کے فندیوں میں جا کر آرام لیتی ہے۔ مومن کی روح کو جنت کے کفن میں پیٹ کر فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں۔ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ہر آسمان کے مقرب فرشتے دروازے تک اس کی مشایعت کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تک پہنچ جاتی ہے۔

اور کافر کی روح کو اسفل السفلین اور سجین میں پھینک دیا جاتا ہے۔ مومن کی روح کے لیے فرشتے جنت کا حریری کفن لیکر آتے ہیں اور کافر کی روح کے لیے موٹی ٹاٹ کا کفن لیا جاتا ہے۔ مومن کی روح معطر اور خوشبودار ہوتی ہے فرشتوں کی جس جماعت پر اس کا گذر ہوتا ہے تو سہی کہتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ روح ہے اور کافر کی روح متعفن اور بدبودار ہوتی ہے حافظ ابن قیم قدس اللہ روحہ نے کتاب الروح میں روح کا جسم لطیف ہونا ایک مسئلہ کے سولہ دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ دلیل میں صرف کتاب اور سنت اور اقوالِ سلف کو پیش کیا ہے۔ حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ کتاب اور سنت اور صحیحہ کرام کا اجماع اسی پر دلالت کرتا ہے کہ روح ایک جسم لطیف کا نام ہے اور سلیم اور فطرت صحیحہ اسی کی شاہد ہے (۱)

امام غزالی کے استاد امام الحرمین نے بھی ارشاد میں روح کی یہی تعریف فرمائی ہے۔ جو ہم نے ذکر کی ہے اور اسی کو علامہ نقاشانی نے شرح مقاصد کی بحث معاذ میں نقل کیا ہے علامہ بقاعی سر الروح میں امام الحرمین کے قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں علیٰ هذا القول دل الكتاب والسنة واجماع الصلبة وادلة العقل والفتوة سر الروح کتاب اور سنت اور اجماع صحابہ اور دلائل عقل و فطرت سب ہی ثابت ہوتا ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو اس جسم کثیف میں سرایت کے ہوتے ہے اور شیخ عز الدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں ویجوز ان تكون الارواح كلها نورية لطيفة شفافه. ویجوز ان یختص ذلك باسرار المومنین والملائكة دون ارواح الكفار والشياطين کفار اور شیاطین کی ارواح نورانی نہ ہوں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

متفق الصدور ۲۱

ان اسرافیل ید عوالارواح فتیہ اسرافیل علیہ السلام ارواح کو بلائیں گے مسلمانوں
 جمیعاً۔ ارواح المسلمین تہوج کی ارواح روشن اور منور حاضر ہوں گی اور کافروں
 نودلوا الاخری مظلمة (۲) کی مظلم اور تاریک

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نورانی ہونا ارواحِ مؤمنین کے ساتھ مخصوص ہے اور روح
 کفار ظلمانی ہوں گی لیکن ممکن ہے کہ اصل فطرت کے لحاظ سے مؤمن اور کافر سب ہی کی فطرت
 نورانی ہو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے بَلَّ مَلَكٌ عَلٰی الْفَطْرَةِ قَابَواہِہِ مَوَدَانَهُ فَمِنْ صَوْرَانِہِ
 وَیَمْتَسَانِہِ مَوْنِہِ کی روح ایمان کی وجہ سے اور منور ہو جاتی ہو۔ اس لیے کہ ایمان حقیقت
 میں ایک نور ہی ہے اور کافر کی روح کفر کی وجہ سے تاریک ہو جاتی ہو جیسا کہ حجر اسود جب
 جنت سے نازل ہوا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ بنی آدم کی خطاؤں نے اس کو سیاہ کر دیا
 اسی طرح ممکن ہے کہ اصل فطرت کے اعتبار سے کافر کی روح بھی نورانی ہو اور بعد میں کفر اور
 شرک کی وجہ سے مظلم اور تاریک ہو جائے کہ کفر حقیقت میں ظلمت اور تاریکی ہے اور ایمان
 نور ہے کہ قال تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمُ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی السُّوْرِ
 وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوَّلَیٰٓاھُہُمُ الظُّلُمٰتُ یُعِیْجُ جُؤَہُمُ مِنَ السُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ یہ آیت اس
 امر کی صریح دلیل ہے کہ ایمان نور ہے اور کفر ظلمت ہے اور قیامت کے دن مؤمن کے
 چہروں کا منور اور روشن ہونا اور کافروں کے چہروں کا سیاہ اور ظلمانی ہونا قرآن کریم میں صریح
 ہے یَوْمَ نَبْصِطُ وُجُوْہَہُمْۙ وَتَسُوْذُ وُجُوْہُہُمْۙ یہ سب کچھ ایمان کے نور اور کفر کی ظلمت کے
 ظاہر کرنے کے لیے ہوگا اور اسی وجہ سے ملائکہ اللہ مؤمن کی روح کو سفید کفن میں اور کافر کی
 روح کو سیاہ ٹاٹ کے کفن میں قبض کر کے لے جاتے ہیں۔ بہر حال آیات اور احادیث
 سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طاعت کا رنگ سفید ہے اور معاصی کا رنگ سیاہ ہے تفصیل کی
 اس وقت گنجائش نہیں۔

روح اور نفس میں کیا فرق ہے؟

بعض علماء کے نزدیک روح اور نفس ایک ہی شئی ہیں مگر علماء محققین کے نزدیک روح اور نفس دو علیحدہ علیحدہ شئی ہیں۔

استاذِ اہلِ القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اخلاق حمیدہ کے معدن اور منبع کا نام روح ہے اور اخلاق ذمیرہ کے معدن اور سرچشمہ کا نام نفس ہے مگر جسم لطیف ہونے میں دونوں مشترک ہیں جیسے ملائکہ اور شیاطین جسم لطیف ہونے مشترک ہیں مگر ملائکہ نورانی اور شیاطین نامی ہیں۔ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے اور شیاطین نار سے پیدا کیے گئے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں صراحتہً مذکور ہے۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ”تمیذ“ میں ایک حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

ان الله خلق ادم وجعل	اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان میں
فيه نفسا وروحاً فمن الروح	ایک نفس اور ایک روح کو رکھا پس عفت اور
عفافه وفهمه وحلمه و	فہم اور حلم اور سخاوت اور وفاء یہ سب چیزیں
سخاوة ووفاءة ومن النفس	روح سے نکلتی ہیں اور شہوت اور طیش اور سہاوت
شهوته وطيشه وسفه	اور غصہ اور اس قسم کے تمام اخلاق ذمیرہ سے
وغضب و غو هذا (۱)	ظاہر ہوتے ہیں

خلاصہ یہ ہے کہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ روح سے ظاہر ہوتے ہیں اور اخلاق ذمیرہ نفس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ نیز قرآن اور حدیث میں ذرا غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہوت اور سہاوت اور طیش اور اس قسم کے اخلاق ذمیرہ قرآن اور حدیث میں نفس ہی کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ روح کی طرف منسوب نہیں کیے گئے۔

کَمَا قَالَ تَعَالٰی - وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهُیْ
اَنْفُسُكُمْ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ
الشَّحَّ (۱)

اور تمہارے لیے جنت میں وہ ہوگا جو تمہارے
نفس خواہش کریں گے اور نفوس حاضر کیے گئے ہیں
حرص اور بخل پر۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ
وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ
الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰی (۲)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے ڈرتے ہوئے
سے ڈرا اور نفس کو شہوتوں سے پاک رکھا سو
بہشت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

ان آیتوں میں شہوت اور حرص اور برائے نفسانی کو نفس کی طرف منسوب فرمایا ہے اور
یہ نہیں فرمایا ولکم فیہا ما تشہی اور ولکم الاحکام حضرت الارواح الشح ونہی الروح
عن الہوی۔ سفاہت کر لیجیے۔ قال تعالیٰ وَمَنْ يَنْعَبْ عَنْ مِلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ
الَّذِي سَفِهَ نَفْسَهُ۔ اس آیت میں سفاہت کو نفس کی طرف منسوب فرمایا اور
الاسم سنہت روح۔ نہیں فرمایا طیش اور غضب کر لیجیے۔ حدیث میں ہے کہ پہلوان اور
قوی وہ ہے کہ جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو پچھاڑ دے اور یہ نہیں فرمایا کہ روح کو پچھاڑ
دے۔ نیز احادیث میں نفس سے جہاد کرنے کے بکثرت ترغیب مذکور ہے اور جہاد نفس
کو جہاد اکبر فرمایا۔ مگر روح سے جہاد کرنا کسی حدیث میں نہیں دیکھا نیز ایک ضعیف الاسناد
حدیث میں آیا ہے لَعَدُوٌّ لِّنَفْسِكَ التی بین جنیبتک تیرا سبک بڑا دشمن
تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے مابین واقع ہے اس حدیث سے دو باتیں معلوم
ہوئیں اول تر نفس کا سبک بڑا دشمن ہونا دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نفس کا مقام دو
پہلوؤں کے درمیان ہے اس سے بھی روح کا نفس سے مغایر ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے
کہ روح انسان کی دشمن نہیں دوسرے یہ کہ روح سر سے پتیک تمام اعضاء میں جبری اور
ساری ہے پہلو کے ساتھ مخصوص نہیں نیز خزیمہ بن حکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) الزام آیت: ۳۱ (۲) النساء: آیت: ۱۲۸ (۳) ان زعات، آیت: ۲۰

میں نے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفس کا مقام دریافت کیا تو فرمایا قلب میں ہے۔
یہ حدیث طبرانی معجم اوسط میں متعدد اسانید سے مروی ہے شرح الصدور ص ۲۱۸ نیز حسد اور تکبر
کو قرآن کریم میں نفس کی طرف منسوب فرمایا ہے۔

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ (۱)
لَعَدِ اسْتَكَبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ (۲)
حسد کی بنا پر جو ان کے نفسوں سے پیدا ہوتا ہے
تحقیق ان لوگوں نے اپنے نفسوں میں اپنے
آپ کو بڑا سمجھا۔

نیز حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد اِنَّ النَّفْسَ لَآمَارَةٌ بِالسُّوءِ اس پر ملاحظہ دلائل کرتا
ہے کہ تمام برائیوں کا معدن اور سرچشمہ نفس ہے یہ کسی جگہ نہیں فرمایا ان الروح لامارۃ بالسوء
وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ روح انسان کو نیر کی طرف بلاتی ہے اور نفس شر کی طرف بلاتا ہے
قلب اگر مومن ہے تو روح کی اطاعت کرتا ہے (اخر جہ ابن عبد البر فی التہمید) شرح الصدور ص ۲۱۸
طبقات ابن سعدی ہابن منبہ سے یہ منقول ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اول حضرت آدم کا بانی اور
مٹی کا پتلا بنایا پھر اس میں نفس پیدا کیا بعد ازاں اس میں روح چھپوئی (۳) معلوم ہوا کہ روح نفس
کے علاوہ کوئی شے ہے۔ نیز روح عالم امر سے ہے اور نفس عالم خلق سے ہے۔ علامہ بفتاویٰ
سراج الروح میں لکھتے ہیں۔

و فی زاد المسیر لابن الجوزی	علامہ ابن جوزی کی کتاب زاد المسیر میں سورۃ
فی تفسیر سورۃ الزمر عن	کی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ انسان
ابن عباس ابن آدم نفس وروح	مجموعہ ہے روح اور نفس کا انسان نفس
فالنفس العقل والتمیز والروح	سے ادراک اور امتیاز کرتا ہے اور روح سے
النفس والتحریک فاذا نام العبد	سانس لیتا ہے اور حرکت کرتا ہے جب

(۱) البقرہ، آیت : ۱۰۹ - (۲) الشہقان، آیت : ۲۱ -

(۳) شرح الصدور ص : ۱۱۶

قبض الله نفسه ولم يقبض روحاً
وقال ابن جريج في الانسان
روح ونفس بينهما حل جز فهو
تعالى يقبض النفس عند النوم
ثم يردّها الى الجسد
عند الانتباه فاذا اراد اماته
العبد في النوم لم يرد النفس
قبض الروح والله اعلم
(سر الروح ص ۱)

انسان سرجا ہے تو اللہ اس کے نفس کو
قبض کر لیتے ہیں مگر روح کو قبض نہیں فرماتے
ہیں۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ انسان میں
ایک روح ہے اور ایک نفس اور ان کے
ما بین ایک پردہ حائل ہے سوتے وقت
اللہ نفس کو قبض کر لیتے ہیں اور بیداری کے
وقت واپس کر دیتے ہیں اور جب اللہ سونے
کی حالت میں کسی کے مارنے کا ارادہ فرماتے ہیں
تو اس نفس کو واپس نہیں فرماتے اور روح کو قبض کر لیتے ہیں

روح کی شکل

روح کی شکل بعینہ وہی ہے جو انسان کی ہے جس طرح جسم کے آنکھ اور ناک ہاتھ اور پیر
ہیں اسی طرح روح کے بھی آنکھ، ناک، ہاتھ اور پیر سب ہیں اصل انسان تو روح ہے اور یہ
ظاہری جسم روح کے لیے بمنزلہ لباس کے ہے۔ جسمانی ہاتھ، ٹوہانی ہاتھوں کے لیے بمنزلہ
آستین کے ہیں اور ٹانگیں بمنزلہ پا جامہ کے ہیں اور سر بمنزلہ ٹوپی کے ہیں اور چہرہ بمنزلہ نقاب
کے ہیں۔ و قس علی هذا

عارف رومی فرماتے ہیں۔

جان ہمہ نوز راست دتن رنگست بو
رنگ و بو بگزارو دیگر آن بگو
فادغ از رنگست و از ارکان خاک
بے جہت دان عالم امر و صفات
بے جہت تر باشد آمر لا جسم
ہر مثالی کہ بگویم منتفی است

عالم خلق است با سو دجہات
بے جہت دان عالم امر اے مسم
روح من چوں امر ربی متقی است

کفار کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی

قریش نے جب یہ دیکھا کہ اسلام کی علی الاعلان دعوت دی جا رہی ہے اور کھلم کھلا بت پرستی کی برائیاں بیان کی جا رہی ہیں تو قریش اس کو برداشت نہ کر سکے اور جو ایک خدا کی طرف بلارہا تھا اس کی دشمنی اور عداوت پر کمر بستہ اور توحید کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے اور یہ تہیہ کر لیا کہ اگر اس قدر تکلیف اور ایذا پہنچائی جائے کہ آپ دعوت اسلام سے باز آجائیں۔

(۱) معجم طبرانی میں منیب غامدی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لوگوں کو یہ فرماتے تھے اے لوگو! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہو فلاح پاؤ گے مگر بعض بد نصیب تو آپ کو گالیاں دیتے تھے اور آپ پر حقوکتے اور بعض آپ پر خاک ڈالتے۔ اسی طرح دو بھروسہ گیا اس وقت ایک لڑکی پانی لے کر آئی اور آپ کے چہرہ انور اور دست مبارک کو دھویا۔ میں نے دریافت کیا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ آپ کی صاحبزادی زینبؓ ہیں۔

بخاری نے اس حدیث کو مختصر اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حارث بن حارث غامدی سے بھی مروی ہے اس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ آپ نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا اے بیٹی تو اپنے باپ کے مغلوب اور ذلیل ہونے کا خوف مت کر۔ رواہ البخاری فی تاریخہ والطبرانی و ابونعیم۔ البوزعہ وحقی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے (۱)

(۲) طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ یہ فرماتے جاتے تھے کہ اے لوگو! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہو فلاح پاؤ گے اور ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے پتھر مارتا جاتا تھا جس سے جسم مبارک غلغلہ ہو گیا اور ساتھ ساتھ کہتا جاتا تھا۔ یا ایہا الناس لا تطیعوہ فانہ کذاب اے لوگو اس کی بات

(۱) کنز العمال - ج ۹: ۳۰۹، ص ۳۰۹

سنایا بھٹا ہے (رواہ ابن ابی شیبہ (۱) بنی کنانہ کے ایک شیخ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ یہ فرماتے تھے اے لوگو! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو فلاح پادگے اور البرجیل آپ پر مٹی پھینکتا تھا اور یہ کہتا تھا اے لوگو تم اس کے دھوکے میں نہ آنا یہ تم کو لات اور عزیٰ سے چھڑانا چاہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف ڈھلے بھی التفات نہ فرماتے تھے۔ (۲) (۳) عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ مشرکین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبر تکلیف پہنچائی ہو اس کا ذکر کرو تو عبداللہ بن عمرو بن العاص نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اس قدر زور سے کھینچا کہ گلا گھسے لگا۔ سامنے سے ابوبکر آگئے اور عقبہ کو ایک دھکا دیا اور یہ آیت پڑھی۔

أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ
رَبِّيَ اللَّهُ وَتَدَّحِبَاءُ
كُفْرًا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ
رَبِّكُمْ (بخاری شریف) (۴)

کیا تم ایک مرد کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ
کہنا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے اور اپنی
بنوث رسالت کے واضح اور روشن دلائل تمہارے
پاس تمہارے رب کی طرف سے لے کر آیا ہے۔

فرعون اور ہامان نے جب موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا مشورہ کیا تو فرعون کے لوگوں میں سے ایک شخص نے جو مخفی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا یہ کہا کہ کیا ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اس قصہ کو سورہ مؤمن میں ذکر فرمایا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ
يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ
يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ - الآية (۴)

کہا ایک مرد مسلمان نے فرعون کے لوگوں میں
سے تھا اور اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا تم ایک مرد کو
محض اسے قتل کیے گئے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

(۱) کنز العمال - ج: ۶، ص: ۳۰۲ (۲) مسند احمد - ج: ۴، ص: ۶۳ (۳) بخاری شریف - آیت: ۲۸

مسند بزار اور دلائل ابی نعیم میں محمد بن علیؑ سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت علیؑ کو اللہ ﷻ نے اثنائے خطبہ میں یہ فرمایا نکلاؤ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر کون ہے لوگوں نے کہا آپؑ حضرت علیؑ نے فرمایا میرا حال تو یہ ہے جس کسی نے میرا مقابلہ کیا میں نے اس سے انتقام لیا۔ سب سے زیادہ شجاع تو ابوبکرؓ تھے میں نے ایک بار دیکھا کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں۔

اَنْتَ جَعَلْتَ الْاِلَهَةَ الْهَآ وَاحِدًا ۝ تو نے ہی تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیا۔
ہم میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ آپؐ کے قریب جاتے اور آپؐ کو دشمنوں سے چھڑائے
حسن اتفاق سے ابوبکرؓ آگئے اور دشمنوں کے غول میں گھس پڑے ایک دم اس کے ایک گھونٹ اُس کے
ریس کیا اور جس طرح اس مرد مومن نے فرعون اور ہامان کو کہا تھا اَنْتَ تَلُوْنَ رَجُلًا اَنْ
يَقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ۔ الایۃ۔ اسی طرح ابوبکرؓ نے اس وقت کفار سے مخاطب ہو کر کہا۔
وَيَلِكُمْ اَنْتَلُوْنَ رَجُلًا اَنْ اَفْسُوسَ كَيَا تَمِيْرٌ كُوْتَلُ كَرْتَسَ ہر جو یہ کہتا ہے کہ
يَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب اللہ ہے۔

حضرت علیؑ کو اللہ وجہ یہ کہہ کر رو پڑے اور یہ فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیکھو پوچھتا ہوں
کہ آل فرعون میں کارجل مومن افضل تھا یا ابوبکر۔ لوگ خاموش رہے پھر فرمایا خدا کی قسم ابوبکرؓ
کی ایک گھڑی آل فرعون کے مرد مومن کی تمام زندگی سے بدرجہا بہتر ہے اس نے اپنی ایمان
کو چھپایا اور ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کا اظہار فرمایا۔ مستح الباریؑ باب ما لقی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین یکتہ نیز اس شخص نے فقط زبانی نصیحت پر کفایت کی اور
ابوبکرؓ نے زبانی نصیحت کے علاوہ ہاتھ سے آں حضرت کی نصرت و حمایت کی (۵) عبد اللہ
بن عمرؓ بن العاص کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاریؒ نے خلق افعال العباد میں اور
ابو یعلیٰ اور ابن جہان نے روایت کیا ہے۔ کہ جب دشمن علیؑ پر گئے تو آپؑ نے یہ فرمایا۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أَرْسَلْتُ إِلَيْكَ إِلَّا بِالذَّبِّحِ قَسَمٍ هَاسٍ ذَاتِ پَاكِ
کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جیسوں کے ذبح کے لیے میں بھیجا گیا ہوں فتح اباری باب
مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکۃ

اور دلائل ابی نعیم اور دلائل ہیثمی اور سیرۃ ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ آپ کے یزواتے
ہی کھد پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ شخص اپنی جگہ پر سرنگوں تھا (۲) اس لیے کہ جانتے تھے کہ آپ
جو فرماتے ہیں وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

(۶) مسند ابی یعلیٰ اور مسند بزار میں حضرت انس سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ ایک
دفتر قریش نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ ابو بکر حمایت کے لیے آتے تو آپ
کو چھوڑ کر ابو بکر کو لپیٹ گئے۔ مسند ابی یعلیٰ میں بانہ دحسن حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی
ہے کہ ابو بکر کو اس قدر مارا کہ تمام سر زخمی ہو گیا۔ ابو بکر زخموں کی شدت کی وجہ سے سر کو ماتھہ زد لگا
کھتے تھے (۲)

(۷) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا۔ آپ طواف فرما رہے تھے اور عقبہ بن ابی معیط اور ابو جہل
اور امیت بن خلف جلیم میں بیٹھے ہوتے تھے جب آپ کے سامنے سے گزرے تو کچھ نازیبا کلمات
آپ کو سن کر کہے۔ آپ دوسری باری ادھر سے گزرے تب بھی ایسا ہی کیا جب آپ تیسری
بار گزرے پھر اسی قسم کے بیہودہ کلمات کہے تو آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور ٹھہر گئے
اور یہ فرمایا کہ خدا کی قسم تم باز آؤ گے۔ یہاں تک کہ تم پر اللہ کا عذاب جلد نازل ہو حضرت
عثمان فرماتے ہیں کہ اس وقت کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو کانپنے رہا ہو آپ یہ فرما کر گھر کی
طرف روانہ ہوتے اور ہم آپ کے پیچھے ہو لیے اس وقت آپ نے ہم سے یہ فرمایا۔

ایسر و افان اللہ مظهر دینہ بشارت ہو تم کو اللہ اپنے دین کر تینا غالب

(۱) الحفصہ الکبریٰ ج: ۱۱ ص: ۱۳۴، سیرۃ ابن ہشام ج: ۱، ص: ۶۸ (۲) فتح باری ج: ۷، ص: ۱۲۹

وتمم کلمتہ وناصر
دینہ ان مؤلاء الذین
تروون ممن یذبح
باید یصوم عابلا فو
اللہ لقد رأیتہم ذلجہم
اللہ یایدینا۔ اخرج
الدارقطنی (۱)

کر گیا اور اپنے کلمہ کو پورا کر گیا اور اپنے دین کی
مدد کر گیا اور ان لوگوں کو جن کو تم دیکھتے ہو عقوبت
ان کو اللہ تمہارے ہاتھ سے ذبح کرانے کا حضرت
عثمان فرماتے ہیں خدا کی قسم ہم نے دیکھ لیا کہ
اللہ نے ان کو ہمارے ہاتھوں سے ذبح کرایا ہے
روایت دلائل ابی نعیم میں بھی مذکور ہے اور
مختصر فتح الباری ص ۱۲ میں بھی اسکا ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حرم میں نماز
پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے احباب بھی وہاں موجود تھے۔ ابوجہل نے کہا کہ تو ایسا
نہیں جو فلال اونٹ کی اوجھ اٹھالے تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جاتے تو وہ
اوجھ آپ کی پشت پر رکھ دے اس وقت تک قوم میں جو سب سے زیادہ شقی تھا یعنی عقبہ بن ابی
معیط وہ اٹھا اور ایک اوجھ اٹھا کر آپ کی پشت پر ڈال دی عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں
میں اس منظر کو دیکھ رہا ہوں اور کچھ نہیں کر سکتا اور شرکین ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر سنس
رہے ہیں اور سنہی کے مارے ایک دوسرے پر گرے جاتے ہیں۔ اتنے میں حضرت فاطمہ الزہراء
جو اس وقت چار پانچ سال کی تھیں دوڑی ہوئی آئیں اور آپ سے اوجھ کر لیا۔ آپ نے

(۱) عیون الاثر - ج: ۱، ص: ۱۰۴۔ ابوجہل کے احباب وہی لوگ مراد ہیں جن کا نام لیکر اپنے بے بدعا فحاشی
جیسا کہ اسی روایت میں اخیر میں مذکور ہے اور سند بزار میں اسی تصریح کے ساتھ مذکور ہے فتح الباری ص ۱۳۔
مذہب صحیح بخاری میں ابوجہل کے نام کی تصریح نہیں یہ تصریح مسلم کی روایت میں ہے ۱۲ فتح الباری۔
مذہب حقیقت میں تو ابوجہل سب سے زیادہ شقی تھا۔ کیونکہ وہ اس امت کا فرعون تھا لیکن اس
وقت سب سے زیادہ شقی اور بد نصیب عقبہ بن ابی معیط ہی تھا اس لیے کہ ابوجہل وغیرہ نے تو فقط
اکسا باہمی اور یہ شقی تو کر گزرا اور ظاہر ہے کہ کسی جہم کا کر گزرا کہ اس نے سے زیادہ سخت ہے۔ جیسے خدا نے
لوگوں کے اکسانے سے ناقص صالح علیہ السلام کو ذبح کر ڈالا کہ قال تعالیٰ اذ انبعث اشقا الالہ اس یہ اللہ تعالیٰ
نے سب سے زیادہ اسی کو شقی فرمایا۔ ۱۲

سجدہ سے سر اٹھایا اور قریش کے لیے مین بار بد عمار کی قریش کو آپ کی بد عمار بہت شاق گذری اس لیے کہ قریش کا یہ عقیدہ تھا کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے بعد اپنے خاص طور پر ابو جہل اور عقبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ اور امیر بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن الولید کے لیے نام بنام بد عمار کی جن میں سے اکثر جنگ بدر میں مقتول ہوئے۔ بخاری شریف کتاب الطہارت و کتاب الصلوٰۃ ایک روایت میں ہے کہ کپڑوں کی طہارت کا حکم یعنی وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ یہ آیت اسی واقعہ کے بعد نازل ہوئی (۱) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو بدترین پڑوسیوں کے مابین رہتا تھا۔ ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط یہ دونوں میرے دروازے پر پنجابستین لاکر ڈالا کرتے تھے۔ (۲)

اسلام ضما دین ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ضما دین ثعلبہ از دی زمانہ جاہلیت ہی سے آپ کے احباب میں سے تھے منتر اور چھاڑ پھونکے لوگوں کا علاج کیا کرتے تھے۔ بعثت کے بعد مکہ آئے دیکھا کہ لڑکوں کا ایک غول آپ کے پیچھے ہے کوئی ساحر اور کاہن کہتا ہے اور کوئی دیوانہ اور مجنون بتلاتا ہے ضما دین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں جنوں کا علاج جانتا ہوں آپ مجھ کو علاج کی اجازت دیجیے۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کو میرے ہاتھ سے شفا بخشے آپ نے فرمایا۔ الحمد للہ محمدہ و نستعینہ و الحمد للہ ہم سب اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور نستغفرہ ونعوذ باللہ من اور اسی سے مغفرت سے خواستگار ہیں اور

مکہ عقبہ بن ابی معیط کے ہم تصریح مسند ابی داؤد و طایسی میں ہے (فتح الباری ج ۳) نیز اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الجمار کے اخیر میں باب طہارۃ الشریکین فی البر میں فرمایا ہے ملہ صبیح سلم میں ہے کہ آپ کی آواز سننے ہی ساری مہنسی کا فور ہو گئی اند آپ کی بد دعا سے خوف نہ ہو گئے ۱۲ فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۲ قریب میں بعض چیزیں حضرت ابوہریرہؓ کی شریعت کی باقی تھیں لہذا ان کو کربہ عقیدہ بھی کہرم کہیں دعا قبول ہوتی ہے شریعت الربیعی کا بغیرہ ۱۳

(۱) فتح الباری ج ۸ : ص ۵۲۱ - (۲) زوہد فی - ج ۱ : ص ۲۵۱ - فتح الباری ج ۳

شرور انفسنا من یمده الله
 فلا مضل له ومن یضلله
 فلا هادی له وانی اشهد ان
 لا اله الا الله وحده لا شریک
 له واشهد ان محمدا عبده
 ورسوله -

اپنے نفسوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں
 اللہ جس کو ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا
 نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے
 کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں
 کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے
 رسول برحق ہیں۔

ضمنا کہتے ہیں میں نے عرض کیا ان کلمات کا پیرا عبادہ فرماتے خدا کی قسم میں نے بہت سے
 شعر سنے اور کاہنوں کے بہت کچھ سنا ہے لیکن واللہ اس جیسا کلام تو کبھی سنا ہی نہیں یہ کلمات
 تو ریاضتِ فصاحت کے انتہائی گہرائی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور میں بھی ہی کہتا ہوں
 وانی اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان محمدا
 عبده ورسوله اس طرح ضما و شرفِ اسلام ہوتے اور اپنی قوم کی طرف سے آپ کے
 دست مبارک پر بیعت کی۔ (۱)
 حافظ عراقی فرماتے ہیں۔

ثَمَّ اتَى ضِمَادٌ وَهُوَ الْأَشْرَدِي
 يَسْتَبِينُ أَمْرَهُ بِالشَّمْدِ
 بَغْتِ بَرِيٍّ كَيْهٍ بَانِجٍ يَزَالُ بَعْدَ ضَمَادٍ ثَعْلَبِيٍّ تَحْقِيقُ حَالِ كَيْهٍ مَكْظُورٍ حَاضِرٍ هَتَمٍ وَكَذَلِكَ الشَّرْدِ
 مَا هُوَ إِلَّا أَنَّ مُحَمَّداً خَطَبَ
 أَسْلَمَ لَلْوَقْتِ وَذَهَبَ
 آپ نے ضما کے سامنے ایک خطبہ پڑھا جس میں اس وقت اسلام لائے اور اپنی قوم کی طرف سے ہمہ تن
 دشمنان خاص

اعلانِ توحید اور اعلانِ دعوت کے بعد عام طور پر سارے ہی اہل مکہ آپ کے دشمن ہو چکے

تھے مگر جو لوگ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور عداوت میں انتہا کر پہنچے ہوئے تھے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

ابو جہلؓ بن ہشام۔ ابولہبؓ بن عبد المطلب۔ اسود بن عبد غیوث۔ حارث بن قیسؓ بن ولیدؓ بن مغیرہ۔ امیہ بن خلف اور ابی بن خلف یعنی پسران خلف۔ ابوقیس بن الفکر۔ عاص بن وائل۔ نضر بن الحارث۔ فہر بن الجماح۔ زبیر بن ابی امیہ۔ سائب بن سیف۔ اسد بن عبد الاسد۔ عاص بن سعید۔ عاص بن اشعث۔ عقبہ بن ابی معیط۔ ابن الاصدیٰ حکم بن العاص۔ عدی بن حمران میں سے اکثر و بیشتر آپ کے ہمسایہ تھے اور صاحب عرت و وجاہت تھے۔ آپ کی دشمنی میں سرگرم تھے ییل و نہار بھی مشغول اور یہی دھن بھٹی۔ ابو جہل اور ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط تین شخص سب سے بڑے ہوئے تھے (۱) حتیٰ جل شانہ کی قدیم سنت ہے کہ جب کسی شے کو پیدا فرماتے ہیں تو اس کی ضد اور مقابل کو بھی پیدا فرماتے ہیں۔ قال تعالیٰ۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ۚ
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۲)

اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے پیدا کیے تاکہ تم خدا کی قدرت کا کمال سمجھ لو۔

پس جس طرح نور کے مقابلہ میں ظلمت اور بلندی کے مقابلہ میں پستی کو پیدا فرمایا اسی طرح خیر کے مقابلہ میں شر اور ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت کو اور ملائکہ کے مقابلہ میں شیاطین کو پیدا فرمایا کہ حق اور باطل کا مقابلہ اور معرکہ ہے اور لوگ اپنے ارادہ اور اختیار سے کسی ایک جانب قبول کریں یہ نہ ہو کہ کسی ایک جانب کے قبول کرنے میں مجبور ہو جائیں اگر فقط حق اور اہل حق کو پیدا کیا جاتا اور باطل بالکل نیست و نابود ہوتا تو لوگ حق کے قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے جو سراسر حکمت کے خلاف ہے شریعت کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ لوگ جبراً و قہراً اسلام لائیں۔

لَا قَالَ تَعَالَى۔
وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ فِي الْأَرْضِ كُلَّ مَنْ جَاءَهُ ۚ

(۱) الطبقات الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۳۴ (۲) الذاریات، آیت: ۴۹ - (۳) یونس: آیت: ۹۹

اس لیے حق جل شانہ نے جب حضرات انبیاء کو پیدا کیا تو ان کے مقابلہ کے لیے شیاطین الانس والجن کو بھی پیدا فرمایا تاکہ دنیا حق اور باطل کا معرکہ اور ہایت اور گمراہی کے جنگ اور مقابلہ کو خوب دیکھ لے اور پھر اپنے ارادے اور اختیار سے حق اور باطل میں سے جس جانب کو چاہے قبول کرے ان آیات میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

فَكَذَّبَ إِلَهُ الْفِرْعَوْنِ لِكُلِّ نَبِيٍّ
عَدُوًّا شَاطِئِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ (۱)

اس طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن پیدا کیے ہیں
کچھ شیاطین الانس اور کچھ شیاطین الجن۔

پس جس طرح ہر فرعون کے لیے ایک موٹی چاہیے اسی طرح ہر موسیٰ کے لیے ایک فرعون بھی ضروری ہے ارباب منطق کا مسئلہ قاعدہ ہے کہ قضیہ کا عکس لازم اور صادق ہوتا ہے درکار خانہ عشق از کفر ناگزیر است دوزخ کو اسبوز دگر بولہب بنا شد اس لیے ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنان خاص کا کچھ مختصر حال ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

ابو جہل بن ہشام :

آپ کی امت کا فرعون تھا جس نے آپ کی دشمنی اور عداوت میں کوئی دقیقہ نہ ٹھہرایا۔
ابو جہل کی دشمنی کے کچھ واقعات گزر چکے اور کچھ آئندہ آئیں گے۔ مرتے وقت جو اس نے پیام دیا ہے جس کا مفصل بیان انشاء اللہ غزوہ بدر کے بیان میں آئے گا اس سے ناظرین کرام کو ابو جہل کی عداوت اور دشمنی کا پورا پورا اندازہ ہو جائے گا۔ ابو جہل کا اصل نام ابو الحکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کا لقب عطا فرمایا کافی فتح الباری باب ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم من لقیل بدر ۱۲۔ ابو جہل کہا کرتا تھا میرا نام عزیز کیم ہے یعنی عروت والا اور سردار اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّ شَجَرَةَ الذُّقْنِ طَعَامٌ إِلَّا شَيْعُو: خفیف دقن کا درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا

كَأَنَّهُمْ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَعَقَى
الْحَمِيمِ حَذُوهُ فَأَعْتَلَوْهُ إِلَى
سَوَاءِ الْجَحِيمِ ثُمَّ صُوبُوا فَوْقَ
رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ
ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ إِنَّ
هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ (۱)
ہے۔ (۲)

گرم پانی کی طرح پیٹ میں کھولے اور فشتوں
کو محکم ہو گا کہ اس کو پکڑو۔ پھر کھٹے ہوئے ٹھیک
بیچ جنیم کے نیچا کر اس کو ڈال دو پھر اس کے
سر پر گرم پانی پھوڑو اور اس سے کہو کہ چمک
اس عذاب کو تو بڑا معسرز و محکم
الولب :

الولب کنیت تھی نام عبدالغزی بن عبدالمطلب تھا رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا سب سے پہلے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کر کے اللہ کا پیام پہنچایا تو سب سے پہلے الولب نے ہی تکذیب کی اور یہ کہا۔
تَبَالُكْ سَاءَ الْيَوْمَ إِلَهَذَا اجْمَعْنَا
اللہ تجھ کو ہلاک کرے کی ہم کو اسی لیے جمع کیا تھا
اس پر سورت تبت نازل ہوئی۔ الولب چونکہ بہت مال دار تھا اس لیے جب اس کو اللہ کے عذاب ڈرایا جاتا تو یہ کہتا اگر میرے بھتیجے کی بات حق ہے تو قیامت کے دن مال اور اولاد کا نذر دے کر عذاب چھوٹ جاؤں گا۔ مَا آغْنِي عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ
میں اسی کی طرف اشارہ ہے اس کی بیوی ام جیل بنت حرب یعنی ابوسفیان بن حرب کی بہن کو بھی اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ضد اور دشمنی تھی۔ شب کے وقت آپ کے راستے میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی (تفسیر ابن کثیر و روح المعانی)

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب ام جیل کو خبر ہوئی کہ میرے اور میرے شوہر کے بارے میں یہ سورت نازل ہوئی تو ایک پتھر لے کر آپ کے مارنے کے لیے دوڑی آپ اور ابو بکر صدیق اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ ام جیل جب وقت وہاں پہنچی تو حق تعالیٰ ثنا

نے اس کی آنکھ پر ایسا پردہ ڈالا کہ صرف ابوبکر نظر آتے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیتے تھے۔ ام جہیل نے ابوبکر سے پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں مجھ کو معلوم ہوا ہے وہ میری مذمت اور بھجوتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر اس وقت ان کو پاتی تو اس پتھر سے مارتی خدا کی قسم میں بڑی شاعرہ ہوں اور اس کے بعد یہ کہا۔

مَذْمُومًا عَصَيْنَا وَ أَمْرَهُ أَبَيْنَا
مذم کی ہم نے نافرمانی کی اور اس کا حکم ماننے سے انکار کیا
وَ دِينَنَا فَتَلَكْنَا اور اس کے دین کو مبغوض رکھا۔

دشمنی اور عداوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے محمد کے مذم کہتے تھے۔ محمد کے معنی ستودہ کے ہیں اور مذم کے معنی مذموم اور بُرے کے ہیں اور یہ کہہ کر واپس ہو گئی (۱) قریش جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذم کہہ کر بُرا کہتے تو آپ فرماتے کہ اے لوگو تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے شبّ دشمن کو مجھ سے پھیر دیا وہ مذم کہہ کر بُرا کہتے ہیں اور میں محمد ہوں (ابن ہشام ص ۱۲۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر صدیق نے جب ام جہیل کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ام جہیل ماننے سے آرہی ہے مجھے آپ کا ڈر ہے آپ نے فرمایا:-

انہا لن تترافی وہ مجھ کو ہرگز نہیں دیکھے گی

اور کچھ آیتیں قرآن کی اپنے ملاوت فرمائیں (تفسیر ابن کثیر۔ سورہ تبت) اسند بزرگین عبد اللہ بن عباس سے باسناد حسن مروی ہے کہ جب ام جہیل نے ابوبکر سے یہ کہا تو ان کی تصدیق ہی کرنے والا ہے۔ جب ام جہیل چلی گئی تو ابوبکر نے کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غالباً ام جہیل نے آپ کو دیکھا نہیں آپ نے فرمایا اس کے جانے تک ایک فرشتہ مجھ کو چھپاتے رہا (۲)

(۱) سیرۃ ابن ہشام۔ ج ۱، ص: ۱۲۳ (متفقہ) کہ قال تعالیٰ وَاذْأَقْرَأْتَ الْقُرْآنَ جَلَسْنَا بِكَ بَيْنَ الْيَدَيْنِ

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حَتَّىٰ بِمَا صُبُرًا - ۱۲ - (۳) فتح الباری۔ ج ۱، ص: ۵۶۷ -

کتاب التفسیر سورۃ تبت۔ واقعہ بد کے سات روز بعد ابراہیمؑ کے ایک زہریلا دانہ نمودار ہوا اسی میں ہلاک ہو۔ گھروالوں نے اس اندیشے سے کہ اس کی بیماری ہم کو نہ لگ جلتے اس کو ہاتھ نہ لگایا اسی طرح تین دن لاش پڑے پڑے سر لگتی عار اور بدنامی کے خیال سے چند حبشی مردوں کو بلا کر لاش اٹھوایا مزدوروں نے ایک گرہا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر لاش کو اس گٹھے میں ڈال دیا اور مٹی اور پتھروں سے اس کو بھر دیا یہ تو دنیا کی ذلت اور رسوائی ہوئی اور آخرت کی رسوائی کا پوچھنا ہی کیا ہے۔ اجارنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔

ابراہیمؑ کے تین بیٹے تھے عتبتہ اور معتب اور عتیبہ دونوں اول الذکر فتح مکہ میں مشرف مابلا ہوتے اور عتیبہ جس نے ابراہیمؑ کے کہنے سے آپ کی صاحبزادی کو طلاق دی اور مزید برآں اس پر گستاخی بھی کی وہ آپ کی بدعا سے ہلاک ہوا فتح مکہ کے دن آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے کہا تمہارے بھتیجے عتبتہ اور معتب کہاں ہیں کہیں نظر نہیں پڑے۔

حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہر کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کو ڈھونڈو لاؤ۔ تلاش سے عرفات کے میدان میں ملے۔ حضرت عباسؓ دونوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے اسلام پیش کیا فوراً اسلام قبول کیا اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپؐ نے فرمایا میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو اپنے پروردگار سے مانگا تھا۔ اللہ نے مجھ کو یہ دونوں عطا فرمائے۔ (۱)

امیہ بن خلف جمحی:

امیہ آپؐ کو علی الاعلان گالیاں دیتا اور جب آپؐ کے پاس سے گزرتا تو آنکھیں مٹکاتا۔

اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

رَمِلَ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ اَلَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَ يَغْتَبِ
اَتَى مَالِكًا اَخْلَدَهُ كَلَّا
بڑی خرابی ہے ایسے شخص کے لیے جو چرسپست
عیب نکالے اور رو رو وطن کرے مال کو
کو جمع کرتا ہو اور بار بار اس کو شمار کرتا ہو جیسا

کو ہندو ملذت اور مسرت کے ساتھ بچوں کو
 خمار کرتا ہے کیا اس کو یہ گمان ہے کہ اس کا
 مال ہیش اس کے ساتھ رہے گا ہرگز نہیں،
 البتہ ضرور حطہ میں ڈالا جائے گا اور تجھے معلوم
 بھی ہے کہ وہ حطہ کیا چیز ہے وہ حطہ خدا کی
 ایک دہتی ہوتی آگ ہے جو بولیں پڑھ جائے
 گی تحقیق وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی اور
 آگ کے لیے تفرز میں جکڑے جائیں گے
 امیر بن خلف جنگ بدر میں حضرت ضعیب یا حضرت بلال کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (۱)

لِيُنْبَذَتْ فِي
 الْحُطَمَةِ وَمَا أَدْرَاكَ
 مَا الْحُطَمَةُ هُوَ نَارُ اللَّهِ
 الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطْلَعُ
 عَلَى الْآفِئِدَةِ هُوَ
 إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ
 فِي عَمَدٍ
 مُّمَدَّدَةٍ ه (۱)

ابن بن خلف :

ابن بن خلف بھی اپنے بھائی امیر بن خلف کے قدم بقدم تھا ایک روز ایک
 بوسیدہ ہڈی لے کر آپ کے پاس آیا اور اس کو ہاتھ میں مل کر اور اس کی خاک کو ہوا میں
 اڑا کر کہنے لگا کیا خدا اس کو پھر دوبارہ زندہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کو اور تیری
 ہڈیوں کو ایسا ہی ہو جانے کے بعد خدا پھر زندہ کرے گا اور تجھ کو آگ میں ڈالے گا اس
 پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور ہمارے لیے ایک مثال پیش کرتا ہے
 اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا کہ
 ان پرانی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ آپ
 کہہ دیجیے کہ جس نے انکو پہلی بار پیدا ہی ان

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ
 خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُعْجِزُ الْعِطَاءُ
 هِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا
 الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ

بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقَدُونَ ۝ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ إِسْمَاءُ ۖ إِذَا ارْتَضَىٰ رَبُّكَ أَفْعَالًا لَّهُ كَانَ فِيهِمَا كُنُودٌ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (۱)

کہ وہ بارہ زندہ کرے گا اور وہ ہر مخلوق کو جانتے والا ہے جس خدا نے ہر درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اس درخت سے آگ سلگاتے ہو یہ کیا جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا وہ اس کے نہیں وہ تو بڑا خلاق اور علیم ہے اس کی شان کو یہ ہے کہ جس چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو کتنا ہے ہر جا پس وہ ہر جاتی ہے پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور تم سب اسی کی نظر فرمنا ہے بتاؤ گے۔

ابن بن خلف جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تلامذہ ابن الاثر مینا ابن ہشام مینا ذکر من قتل من المشکین بر احد عقبہ بن ابی معیط :

عقبہ بن ابی بن خلف کا گمراہ دوست تھا۔ ایک روز عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کو کچھ دیر بیٹھا اور آپ کا کلام سنا۔ ابی کو جب خبر ہوئی تو فوراً عقبہ کے پاس آیا اور کہا مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تو مجھ کے پاس جا کر بیٹھا ہے اور ان کا کلام سن رہا ہے خدا کی قسم جب تک محمد کے منہ پر جگر نہ تھوڑے آئے اس وقت تک تجھ سے بات کرنا اور تیری صورت دیکھنا مجھ پر حرام ہے چنانچہ بد نصیب عقبہ اٹھا اور چہرہ اللہ پر تھوڑا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلَيْتَنِي أَخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ ۚ ذِمَّتُ عَنْهُ مِنْ مِّنْ كَانَتْ غَالِيَةً كَيْدُ

سَبِيلًا يَا وَيْلَتَى لَئِن لَّمْ أَتَخَذْ فُلَانًا
خَلِيلًا لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ
إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ
خَذُولًا وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ
قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ
مَهْجُورًا وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا
لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُعْرِضِينَ وَ
كَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا (۱)

کلاش میں رسول کے ساتھ اپنی راہ بنانا اور
کاش فلانے کو اپنا دوست نہ بنانا اس کی سخت
نہ مجھ کو اللہ کی نصیحت سے گمراہ کیا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہیں گے کہ اسے پروردگار
میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اے
ہمارے نبی آپ رنجیدہ نہ ہوں ہر نبی کے لیے
اسی طرح معرین میں سے دشمن پیدا کیے ہیں اور
تیرا رب ہدایت و نصرت کے لیے کافی ہے۔

عقبہ جنگ بدر میں اسیر ہوا اور مقام صفراء میں پہنچ کر اس کی گردن ماری گئی (۲)

ولید بن مغیرہ :

ولید بن مغیرہ یہ کہتا تھا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ محمد پر تو وحی نازل ہوا اور میں اور
ابو مسعود ثقیفی چھوڑ دیتے جائیں حالانکہ ہم دونوں اپنے اپنے شہر کے بڑے معزز ہیں میں قریش
کا سردار ہوں اور ابو مسعود قبیلہ ثقیف کا سردار ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ
عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَيْشِ
عَظِيمٍ أَهَلُو يَقْسِمُونَ رَحْمَةً
رَّبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ
مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ
فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ

یہ کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن مگر اور طاقت میں
سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا کیا
یہ لوگ اللہ کی خاص رحمت نبوت کو اپنی منشا
کے مطابق تقسیم کرنا چاہتے ہیں ہم نے قرآن
کی دنیوی معیشت کو بھی اپنی ہی منشا سے تقسیم
کیا ہے اور اپنی ہی منشا سے ایک کو دوسرے
پر رفعت دی ہے تاکہ ایک دوسرے کو اپنا

لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا
سُخْرِيًّا وَرَحْمَةً
رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا
يَجْمَعُونَ (۱) (ابن ہمام ص ۱۲۷)

سخراور تابع بنائے اور اخروی نعمت تو دنیاوی
نعمت بڑجا بہتر ہے پس جب نبوی معیشت کی تقسیم
انکی رائے پر نہیں تو اخروی نعمت کی تقسیم انکی رائے
پر کیسے ہو سکتی ہے۔

یعنی نبوت و رسالت کا مدار مال و دولت اور دنیاوی عزت و وجاہت پر نہیں چنانچہ ایک
روز کا واقعہ ہے کہ ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف اور ابو جہل اور عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور
دیگر سرداران قریش اسلام کے متعلق کچھ دریافت کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
آپ ان کے سمجھانے میں مشغول تھے کہ عبداللہ بن ام مکتوم آپ کی مسجد کے نابینا موزن کچھ
دریافت کرنے کے لیے آپہنچے آپ نے یہ سمجھ کر کہ ابن ام مکتوم تو مسلمان ہیں ہی کچھ کسی وقت
دریافت کر لیں گے لیکن یہ لوگ ذی اثر ہیں اگر اسلام لے آئیں تو ان کی وجہ سے ہزاروں آدمی
مسلمان ہو جائیں گے۔ اس لیے آپ نے ابن ام مکتوم کی طرف التفات نہ فرمایا۔ اور ان
کے اس بے محل سوال سے چہرہ انور پر کچھ انقباض کے آثار نمودار ہوئے اس لیے کہ ان کو چاہئے
کہ سابق گفتگو کے ختم ہونے کا انتظار کرتے مگر خداوند ذوالجلال کی رحمت جو شہیں آگئی اور یہ آیتیں
نازل فرمائیں یہ

عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى
وَمَا يَدُرُّكَ لَعَلَّه يَزْكِي الْأَكْثَرُ
فَنَنْفَعُهُ الذِّكْرُ أَمْ أَمَّا مَنْ
اسْتَعْنَى فَانْتَ لَهُ تَصَدَّى وَمَا
نَعْلَيْكَ إِلَّا يَزْكِي وَأَمَّا مَنْ
جَاءَكَ يَسْعَى وَهُوَ يَخْشَى
فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى كَلَّا إِنَّهَا

آپ ایک نابینا کے آنے سے جبین بجمیں ہوئے اور
بے التفاتی برقی آپ کے کیا معلوم شاید سی نابینا
آپ کی تعلیم سے پاک و صاف ہو جائے یا آپ کی نصیحت
اسکو کچھ نفع پہنچائے اور جس شخص نے بے پردائی
کی اس کی طرف توجہ ہوئے حالانکہ وہ اگر آپ کی صف
نہ ہو تو آپ پر کوئی الزام نہیں اور جو شخص دین کے
شوق میں آپ کے پاس دوڑتا ہوا اور غلے ڈرتا

تَذَكِّرُكَ فَمَنْ شَاءَ ذَكَّرْهُ ۚ ہوا آتا ہے اس سے آپ بے اعتنائی کرتے ہیں (الآخر السورة) (۱)

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ جب کبھی عبداللہ بن ام مکتوم حاضر ہوتے تو آپ ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے اور یہ فرماتے مرجبا بمن فیہ عاتبنی ساری مرجبا ہوا اس شخص کو جس کے بارے میں میرے پروردگار نے مجھ کو عتاب فرمایا۔ ابو قیس بن الخاکم: یہ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید ایذا پہنچاتا تھا۔ ابوہل کاٹھن معین اور مددگار تھا۔ ابو قیس جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا (۲)

نضر بن حارث: نضر بن حارث سرداران قریش سے تھا۔ تنجارت کیلئے فارس جاتا اور وہاں شاہان عجم کے قصص اور تواریخ خرید کر لانا اور قریش کو سنانا اور یہ کہنا کہ محمد تو تم کو عداوت کے قصے سناتے ہیں اور میں تم کو تم اور اسفندیار اور شاہان فارس کے قصے سناتا ہوں لوگوں کو یہ فائدہ دلچسپ معلوم ہوتے تھے (جیسے آج کل ناول ہیں) لوگ ان قصص کو سنتے اور قرآن کو نہ سنتے ایک گانے والی لونڈی بھی غریبہ دیکھی تھی لوگوں کو اس کا گانا سنوا تا جس کسی کے متعلق یہ معلوم ہوتا کہ یہ اسلام کی طرف راغب ہے اس کے پاس اس لونڈی کو لے جاتا اور کہتا کہ اس کو کھلا اور پلا اور گانا سچرا اس سے کہنا کہ بتلا یہ بہتر ہے یا وہ شے بہتر ہے کہ جس کی طرف محمد بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو اور روزہ رکھو اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو اس پر یہ کہتیں نازل میںین

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ ۖ لِيُفِطِلَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَتَتَّخِذَ هَاهُنَا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۖ وَإِذَا سُئِلُوا عَنِ آيَاتِنَا ۖ وَلِي

بعض آدمی خدا سے غافل کرنے والی باتوں کو خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے گمراہ کرے اور خدا کی آیتوں کی منہی اڑاتے ایسے لوگوں کی نفرت کا عذاب ہے اور اس کے سامنے جب ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو انہیں راہ تکبران سے منہ موڑ لیتا

(۱) سورة ہن (۲) ابن تاثیر ج: ۲، ص: ۲۹

مُسْتَكْبِرًا كَانَ تَعَصَّبَ لَهَا كَانَ فِيْ
اُذُنَيْهِ وَهْرٌ اَفْبَشَرُهُ بِعَذَابِ اَلْیُسُوفِ (۱) اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے
تنبیہ: کھانا پلانا اور لڑکیوں کا گانا سنانا اور اس طرح اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو مائل کرنا
یہ اہل باطل کا قدیم طریقہ ہے جس پر نصاریٰ خاص طور پر کاربند ہیں اور ان کے دیکھا دیکھی ہندوستان
کے آریوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے جن کو خدا تعالیٰ نے کچھ بھی عقل دی ہے وہ خوب سمجھتے
ہیں کہ یہ طریقہ خدا پرستوں کا نہیں بلکہ شہوت پرستوں کا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

نضر بن حارث جنگ بدر میں گرفتار ہوا اور آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم حضرت
علی نے اس کی گردن ماری۔ (۲)

عاص بن وائل سہمی : عاص بن وائل سہمی یعنی حضرت عمرو بن العاص کے والد ہیں یہ
بھی ان لوگوں میں سے تھے جو آپ کی ذات بابرکات کے ساتھ استہزا اور تمسخر کیا کرتے تھے۔
حضور کے جتنے بیٹے ہوئے وہ سب آپ ہی کی زندگی میں وفات پا گئے تو عاص بن وائل
نے کہا۔

ان محمدا اجتزلا یعیش لہ ولد
ابتر دم کٹے جانور کو کہتے ہیں جس شخص کا آگے پیچھے کوئی نام لیوا نہ رہے گویا وہ شخص دم کٹا
ہوا جانور ہے۔ اس پر آیات نازل ہوئی۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ آپ کا دشمن ہی ابتر ہے۔

آپ کے نام لیوا تو لاکھوں اور کروڑوں میں ہجرت کے ایک ماہ بعد کسی جانور نے عاص
کے برہنہ کاٹا جس سے پیرا اس قدر پھولا کہ اونٹ کی گردن کے برابر ہو گیا۔ اس میں عاص
کا خاتمہ ہو گیا۔ (۳)

بنیہ و بنہ لیسران حجاج : بنیہ اور بنہ بھی آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے جب

(۱) لقمان، آیت: ۶۔ (۲) ابن اثیر ج ۲، ص: ۲۷۷ (۳) ابن اثیر ج ۲، ص: ۲۷۷

کبھی آپ کو دیکھتے تو یہ کہتے کہ کیا خدا کو ان کے سوا اور کوئی پیغمبر بنانے کے لیے نہیں ملا تھا دوزل
جنگ بدر میں مارے گئے۔ (۱)

اسود بن مطلب: اسود بن مطلب اور اس کے ساتھی جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ کے صحابہ کو دیکھتے تو انہیں شکاتے اور یہ کہتے کہ یہی ہیں وہ لوگ جو رستے زمین کے
بادشاہ ہوں گے اور قیصر و کسریٰ کے خرافوں پر قبضہ کریں گے یہ کہہ کر سنیں اور تالیان بجاتے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدھا فرمائی کہ اے اللہ اس کو نابینا فرما تاکہ آنکھ مارنے کے قابل
ہی نہ رہے) اور اس کے بیٹے کو ہلاک فرما۔ چنانچہ اسود تو اسی وقت نابینا ہو گیا اور میٹا جنگ بدر
میں مارا گیا۔ قریش جس وقت جنگ احد کی تیاری کر رہے تھے اسود اس وقت مریض تھا
لوگوں کو آپ کے مقابلہ کے لیے آمادہ کر رہا تھا۔ جنگ احد سے پہلے ہی انتقال کر گیا (۲)

اسود بن عبدغوث: اسود بن عبدغوث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں کا
بیٹا تھا جس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ اسود بن عبدغوث بن وہب بن مناف بن زہرہ یہ
بھی آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا جب فخر مسلمین کو دیکھتا تو یہ کہتا ہی رستے زمین
کے بادشاہ بننے والے ہیں جو کسریٰ کی سلطنت کے وارث ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھتا تو یہ کہتا آج آسمان سے کوئی بات نہیں ہوئی اور اس قسم کے یہودہ کلمات کہتا (۳)
حارث بن قیس سہمی: جس کو حارث بن عیطلہ بھی کہا جاتا ہے عیطلہ ماں کا نام
ہے قیس باپ کا نام تھا۔ یہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھا کہ جو آپ کے اصحاب کے ساتھ استہزار
اور مسخر کیا کرتے تھے اور یہ کہہ کرتے تھے کہ محمد نے اپنے اصحاب کو یہ سمجھا کر دھوکہ دے رکھا
ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے

وَاللّٰهُ مَا يَهْدِيْكُمْ اِلَّا الدَّهْرُ (۴) خدا کی قسم ہم کو زمانہ ہی ہلاک اور برباد کرتا ہے۔

(۱) ابن اثیر ج ۲، ص : ۲۶ (۲) ابن اثیر ج ۲، ص : ۲۷

(۳) ابن اثیر ج ۲، ص : ۲۶ (۴) البخاری - آیۃ : ۲۴

جب ان لوگوں کا استہزاء اور فرخندے گزر گیا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ۚ
اَعْرِضْ عَنِ الْمُمَشِّرِ كَيْنَ
اِنَّا كَفَيْنَاكَ
المُسْتَهْزِئِينَ (الحجر، ۹۴)

جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسکو علی الاطلاق
بیان کریں اور مشرکین اگر نہ مانیں تو ان سے
اعراض فرمائیں اور جو لوگ آپ کی ہنسی اور مذاق
اڑاتے ہیں ان کے لیے ہم کافی ہیں۔

زیادہ ہنسی اور مذاق اڑانے والے یہ پانچ شخص تھے۔

اسود بن عبدغوث۔ ولید بن مغیرہ۔ اسود بن عبدالمطلب۔ عاص بن وائل۔ حارث بن قیس
ایک بار آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ جبریل امین آگئے۔ آپ نے جبریل امین
سے ان لوگوں کے استہزاء اور تمخر کی شکایت کی اتنے میں ولید سامنے سے گذرا آپ نے بتلایا کہ
یہ ولید ہے۔ جبریل نے ولید کی شرہ رگ کی طرف اشارہ کیا آپ نے دریافت کیا یہ کیا کیا ہے
جبریل نے کہا آپ ولید سے کفایت کیے گئے۔ اس کے بعد اسود بن مطلب گذرا آپ نے بتلایا
کہ یہ اسود بن مطلب ہے۔ جبریل نے آنکھوں کی طرف اشارہ کیا آپ نے دریافت کیا کہ اسے
جبریل کیا کیا جبریل نے کہا تم اسود بن مطلب سے کفایت کیے گئے اس کے بعد اسود بن
عبدغوث ادھر سے گذرا جبریل نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور حسب سابق آپ کے
سوال پر جواب دیا کہ آپ کفایت کیے گئے اس کے بعد حارث گذرا جبریل نے اس کے پیٹ
کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ آپ اس سے کفایت کیے گئے اس کے بعد عاص بن وائل
ادھر سے گذرا جبریل نے اس کے پیر کے تلوے کی طرف کچھ اشارہ کیا اور کہا کہ آپ اس سے

مٹے۔ ملاحظہ فرمائیے معافی چاہیے سے کی گئی ہے لیکن بیت اللہ کے طواف کرنے کا دوا

ہاں۔ حوالہ نہایت سے لیا گیا جس کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں آیت مذکورہ

کے تحت درج کیا ہے ۱۲۔

کفایت کیے گئے چنانچہ ولید کا قصہ یہ ہوا کہ ولید ایک مرتبہ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص پر گزرا جو تیر بار ہاتھ اتناق سے اس کے کسی تیر پر ولید کا پیر ڈگیا جس سے خفیف مارخم پڑ گیا۔ اس زخم کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ زخم جاری ہو گیا اور اسی میں مر گیا۔ اسود بن عبد المطلب کا یہ قصہ ہوا کہ ایک لکیر کے درخت کے نیچے جا کر بیٹھ ہی تھا کہ اپنے لڑکوں کو آواز دی مجھ کو بچاؤ مجھ کو بچاؤ میری آنکھوں میں کوئی شخص کاٹنے چھا رہا ہے لڑکوں نے کہا ہمیں کوئی نظر نہیں آتا اسی طرح کہتے کہتے اندھا ہو گیا۔ اسود بن عبد غوث کا قصہ یہ ہوا کہ جبریل امین کا اس کے سر کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ تمام سر میں بھوڑے او بھنسیاں نکل پڑے اور اسی تکلیف میں مر گیا۔ حادث کے پیٹ میں دفعتاً ایسی بیماری پیدا ہوئی کہ منہ سے پیتھانے لگا اور اسی میں مر گیا۔ عاص بن دائل کا یہ حشر ہوا کہ گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا راستہ میں گدھے سے گرا اور کسی خار دار گھاس پر جا کر گرا جس سے پیر میں ایک معمولی سا کانٹا لگا مگر اس معمولی کانٹے کا زخم اس قدر شدید ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا اور اسی میں مر گیا مگر ابو الطیرانی فی الاوسط والبیہقی وابونیم کلاہانی الدلائل وابن مردودہ بسند حسن۔

ناظرین کرام ان واقعات سے اندازہ لگائیں کہ اسلام کی دعوت اور اشاعت میں جہاد اکراہ سے کام لیا گیا اس کے دبانے اور مٹانے میں جہاد تعدی سے کام لیا گیا۔

تغذیبِ مسلمین

رَابَطْنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ؛

جس قدر اسلام پھیلتا جاتا تھا اور مسلمان زیادہ ہوتے جاتے اسی قدر شکنجہ کیس کا

ملہ جیسا کہ طوسی کے متعلق مشہور ہے کہ آخر میں منہ سے پیتھانے لگا۔ اس پیکار میں ایرانی نے فتنایا

کہ ایں آں بدست کہ در آخر جزیرہ خوردہ ۱۲۰۰ھ یہ روایت خصائص میں ہے ص ۱۲۱ میں اور تفسیر ابن کثیر

سورۃ الحجر ص ۲۳۶ طبع قدیم میں مذکور ہے مگر سند کا تحسین مذکور نہیں وہ صرف روح المعانی

میں مذکور ہے ص ۱۲۱ ۱۲۰۰ھ منہ عفا اللہ عنہ۔

غیظ غضب زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ جن مسلمانوں کا کوئی حامی اور مددگار تھا ان پر تو کفار کہہ کا کچھ زیادہ بس دھلتا تھا۔ ہاں جو بیچارے بے سہارے مسلمان تھے جن کی کوئی پشت پناہ نہ تھی وہ قریش مکہ کے جو دم کے تحوۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ کسی کو مارتے اور کسی کو تنگ و تنابیک کو ٹھڑی میں بند رکھتے۔ اب ہم چند واقعات ذکر کرتے ہیں جس سے مشرکین مکہ کے جو دم اور صحابہ کے صبر و تحمل کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

امام المؤمنین بالصلاۃ والصلاح سیدنا و مولانا بلالؓ بن رباح رضی اللہ عنہ
آپ حبشی النسل تھے امتیہ بن غلام تھے۔ ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ دھوپ
تیز ہو جاتی اور پتھر آگ کی طرح پھینکے تو غلاموں کو حکم دیا کہ بلال کو پتے ہوئے پتھروں
پر لٹا کر سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا جائے تاکہ جنبش نہ کر سکیں اور پھر کتا تو اسی طرح
مر جائے گا۔ اگر نجات چاہتا ہے تو حجر کا انکار کر اور لات و عزی کی پرستش کر لیکن بلالؓ
کی زبان سے اس وقت بھی اُحد اُحد ہی نکلتا۔ (۱)

مود چہ بر پاتے ریزی ز کُشش چہ فولاد ہندی نہی بر کُشش
امید و ہر اکش نباشد ز کُشش ہمیں است بنیاد توحید و بس
اور کبھی گائے کی کھال میں لیٹا اور کبھی لوسچے کی زرہ پہنا کر تیز دھوپ میں بٹھلاتا اس
تعلیمت کی شدت میں بھی زبان مبارک سے اُحد اُحد نکلتا (۲) امتیہ نے جب یہ دیکھا کہ بلالؓ کے
عزم استقلال میں کوئی تزلزل ہی نہیں آتا۔ گلے میں رسی ڈال کر لوگوں کے حوالے کیا کہ تمام
شہر میں گھیسٹے پھرں مگر بلالؓ کی زبان سے اُحد اُحد ہی نکلتا تھا (۳) وقال الحاکم صلی اللہ علیہ
لم یخرجہ واقرة الذہبی (۴)

حسب معمول حضرت بلالؓ اسی جو دم کے تحوۂ مشق بنائے جا رہے تھے کہ حضرت ابو بکر
علیہ الصلوٰۃ و السلام آپ کے والد کا نام تھا اور حمادؓ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام تھا۔ ۱۲۔ (۱) سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص: ۱۹

(۲) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص: ۲۶، ۲۷ (۳) مستدرک ج ۳، ص: ۲۸۳

اس طرف سے گزرے یہ منظر دیکھ کر دل بھر آیا اور امیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

الاتقی الله في هذا المسكين قاسمیں کے بائے میں خدا سے نہیں ڈتا
حتی متی انت آخرِ ظلم و تم کب تک۔

امیہ نے کہا کہ تم ہی نے تو اس کو غراب کیا ہے اب تم ہی اس کو چھڑاؤ۔ ابو بکرؓ نے کہا
بہتر ہے میرے پاس ایک غلام ہے جو نہایت قوی ہے اور تیرے دین پر نہایت قوت اور
مضبوطی کے ساتھ قائم ہے۔ اس کو لےو اور اس کے معاوضہ میں بلال کو میرے حوالے کر دو۔
امیہ نے کہا میں نے قبول کیا ابو بکرؓ نے امیہ سے بلال رضی اللہ عنہ کو لیکر آزاد فرمایا (۱)

احسن الداعین الی اللہ اکبیر المتعال سیدنا و مولانا بلال رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک
مشرکین کے جوہر و تم نے نشان اور داغ ڈال دیے تھے چنانچہ حضرت بلال جب کبھی پیش
پشت ہوتے تو داغ اور نشان نظر آتے۔

لا قی بلالٌ بلاءاً من امیة قد احله الصبر فيه اكرم النزل
اذ جهد وہ بضئک الامر و هو علی شدائد الازل ثبت الازل و لیزل
القوة بطحاء برضاء للبطاح وقد عالوا علیه صخوراً جمّة الشقل
فوجد الله اخلاصاً وقد ظهرت بظهره کدوب الطل في الطلل
ان قدّ ظهرو لی الله من دبر قد قد قلب عدو الله من قبل
(مکذافی المواہب)

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ :

عمار بن یاسر صل میں قحطانی الاصل ہیں آپ کے والد یاثر اپنے ایک مفقود الخیر
بھائی کی تلاش میں مکہ مکرمہ آئے اور دو بھائی حارث اور مالک آپ کے ہمراہ تھے۔ حارث
اور مالک تو یمن واپس ہو گئے اور یاثر مکہ ہی میں رہ گئے اور ابو حذیفہ مخزومی سے خلیفانہ

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱، ص: ۱۰۹

تعلقات پیدا کر لیے ابو حذیفہ نے اپنی کینہ بزمیہ بنت خیاط سے آپؐ کی شادی کر دی جس سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ یا سراود عمار ابو حذیفہ کے مرنے تک ابو حذیفہ ہی کے ساتھ رہے اس کے بعد اللہ نے اسلام ظاہر فرمایا یا سراود رسمیت اور عمار اور ان کے بھائی عبداللہ بن یاسر کے سب مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمار کے ایک بھائی اور بھی تھے جو عمر میں حضرت عمار سے بڑے تھے۔ حریش بن یاسر ان کا نام تھا زمانہ جاہلیت میں بنو الدیل کے ہاتوں مقتول ہوئے (۱) مکہ میں عمار بن یاسر کا چونکہ کوئی قبیلہ اور کنبہ نہ تھا جو ان کا حامی اور مددگار ہوتا۔ اس لیے قریش نے ان کو بہت سخت سخت تکلیفیں دیں عین دوپہر کے وقت تپتی ہوئی زمین پر ان کو نالتے اور اس قدر مارنے کے بیہوش ہو جاتے کبھی پانی میں غوطے دیتے اور کبھی انگاروں پر لٹاتے۔ اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عمار پر گذرتے تو سر پر ہاتھ پھیرتے اور یہ فرماتے۔

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَاكِنًا
عَلَى عَمَارٍ كَمَا كُنْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ - (۱)

اے آگ تو عمار کے حق میں برود سلام بن جا جس طرح ابراہیم علیہ السلام برود سلام ہو گئی تھی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار اور ان کے والد یا سراود ان کی والدہ سمیہ کو بتلاتے مصیبت دیکھتے تو یہ فرماتے۔ اے آل یاسر صبر کرو۔ کبھی یہ فرماتے اے اللہ تو آل یاسر کی مغفرت فرما اور کبھی یہ فرماتے تم کو بشارت ہو جنت تمہاری مشتاق ہے۔ طبقات ابن سعد قسم اول واستیعاب لابن عبد البر ذکرہ عمارؓ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ عمار سر پہ بیر تک ایمان سے بھرا ہوا ہے یہ حدیث جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں ہے سند اس کی حسن ہے (۲) واخرجه البزار من حدیث عائشہ۔ واسنادہ صحیح ورواہ النسائی

(۱) طبقات ابن سعد: ج ۳: ص ۱۷۶ (۲) الاصابہ ج ۲: ص ۵۱۲

ایضاً واسنادہ ایضاً صحیح (۱) باب مناقب عمار حضرت عمارؓ نے ایک باقیص مبارک اتارا تو پشت مبارک پر لوگوں کو سیاہ داغ نظر آئے سبب دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ قریش کہ مجھ کو پتے ہوئے سنگریزوں پر لٹا کر تے تھے۔ یہ داغ اس کے ہیں (۲) قسم اول اور دہی ملک آپ کے والد حضرت یاسر اور والدہ ہمتیہ کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ساتھ شخصوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر صدیقؓ۔ بلالؓ۔ جنابؓ۔ صہیبؓ۔ عمارؓ۔ سہیلہؓ۔ خاندانی وجاہت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ پر تو مشرکین مکہ کا پورا بس نہ چل سکا۔ بلالؓ اور جنابؓ اور صہیبؓ اور عمارؓ اور سہیلہؓ کو اپنے جو در و تم کا تحفہ مشق بلیا میں دوپہر کے وقت ان حضرات کو لوہے کی زر میں پنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے۔ ایک روز سامنے سے ابو جہل آگیا اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ میں ایک برہمی ماری جس سے وہ شہید ہو گئیں آخر ابوبکر بن ابی شیبہ عن مجاہد و ہوسل صحیح السند (۳) ترجمہ سہیلہ طبقات ابن سعد میں بسند صحیح مجاہد سے منقول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی شہید حضرت سہیلہؓ ہیں جو بہت بڑھی اور ضعیف تھیں؛ ابو جہل جب جنگ بدر میں مارا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔

قتل اللہ متاثل امک اللہ نے تیری ماں کے قاتل کو ہلاک کیا۔

اور حضرت یاسرؓ نے انہی مصائب اور شائد میں حضرت سہیلہؓ سے پہلے انتقال فرمایا (۴) **صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ**

صہیبؓ اصل میں اطراف موصل کے رہنے والے تھے آپ کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے اُبُلہ کے حاکم تھے ایک بار رومیوں نے اس فواج پر حملہ کیا صہیب اس وقت کرم کن

(۱) فتح الباری ج: ۴، ص: ۷۲ (۲) طبقات ابن سعد ج: ۳، ص: ۷۷

(۳) الاصابہ ج: ۴، ص: ۲۳۵ (۴) فتح الباری ج: ۷، ص: ۱۷

بچے تھے لیٹ مار میں رومی ان کو کچڑ کر لے گئے۔ وہیں جوان ہوتے اس لیے صہیب رومی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ بنی کلب میں ایک شخص صہیب کو رومیوں سے خرید کر مکہ میں لایا۔ مکہ میں عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام شروع فرمائی تو حضرت صہیب اور حضرت عمار ایک ہی وقت میں دارالقم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمار کی طرح مشرکین مکہ نے حضرت صہیب کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو قریش مکہ نے یہ کہا کہ اگر تم اپنا سارا مال و متاع یہاں چھوڑ جاؤ تو ہجرت کر سکتے ہو ورنہ نہیں۔ حضرت صہیبؓ نے منظور کیا اور حطام دنیا پر لات مار کر ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ پہنچے اور آپ کی خدمت میں یہ تمام واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے یہ فرمایا۔

ربیع البیع صہیبؓ نے اس بیع میں خوب نفع کمایا

کوفائی کو چھوڑ کر باقی کو اختیار کیا اور حق جل شانہ نے اس بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي
نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْحَاتٍ
اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ (۱)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اپنی جان کو فروخت کر دیتے ہیں محض اللہ کی رضامندی کی طلب میں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے بار بار یہ فرمایا۔

ربیع صہیبؓ ربیع صہیبؓ نے خوب نفع کمایا۔ صہیبؓ نے خوب نفع کمایا۔

عمر بن حکم سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ حضرت صہیبؓ اور عمار اور ابوفاطمہ اور عامر بن نفیرہ وغیرہم کو اس قدر تکلیفیں دیتے کہ بخود اور بیہوش ہو جاتے تھے اور بخود ہی کا یہ عالم تھا کہ یہ بھی خبر نہ رہتی تھی کہ ہماری زبانوں سے کیا نکل رہا ہے۔ اس پر یہ آیت شریفہ

(۱) البقرہ، آیت: ۲۵۔

نازل ہوئی۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنَّا
بَعْدَ مَا قُتِلُوا أَشْرَجًا هَدُوءًا
وَصَبْرًا إِنَّ رَبَّكَ مِن
بَعْدِهَا لَعَفُوذٌ رَحِيمٌ

تحقیق تیرا پروردگار۔ ان لوگوں کے لیے کہ
جنہوں نے طرح طرح کے مصائب و فتنوں
کے بعد ہجرت کی اور پھر جہاد کیا اور صبر کیا ان
باقوں کے بعد تیرا رب ان کی مغفرت کرنے والا
اور ان پر رحمت کرنے والا ہے۔

(۱)

یہ آیت انہیں حضرات کے بارے میں نازل فرمائی۔ ۱۲ - (۲)

خَبَاب بن الارت رضی اللہ عنہ

خَبَاب بن الارت رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں کہا جاتا ہے کہ چھٹے
مسلمان ہیں دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مشرف باسلام ہوئے ام المار کے غلام تھے
جب آپ اسلام لائے تو ام المار نے آپ کو سخت ایذا میں پہنچائیں۔ اصحاب ص ۴۱
ایک مرتبہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کو اپنی
مسند پر بٹھایا یہ فرمایا کہ اس مسند کا تم سے زائد کوئی مستحق نہیں مگر بلالؓ اس پر خباب نے عرض
کیا کہ اے امیر المؤمنین بلال بھی مجھ سے زیادہ مستحق نہیں اس لیے کہ اُن شہداء و مصائب میں
بعض مشرکین کہ بلال کے تو حامی اور ہمدرد تھے مگر میرا کوئی بھی حامی نہ تھا۔ ایک روز مشرکین
کو نے مجھ کو دھکے ہوئے انگاروں پر چیت لگایا اور ایک شخص نے میرے سینہ پر اپنا پیر رکھ دیا
تاکہ جنبش نہ کر سکوں اور پھر کرتا اٹھا کر پشت پر برص کے داغ دکھلائے (۳)

خَبَاب بن الارت فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہا تھا۔ تلواریں بنایا کرتا تھا ایک
بار عاص بن وائل کے لیے تلوار بنائی جب قیمت کے تقاضے کے لیے آیا تو عاص بن وائل

(۱) النحل، آیت ۱۱۰ (۲) الاصابہ - ج ۲ - ص: ۱۹۵، لطائف ابن سعد - ج ۳، ص: ۱۰۱

(۳) لطائف ابن سعد - ج ۳، ص: ۱۱۷

نے یہ کہا کہ میں تم کو ایک کوڑی مزدوں گا۔ جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرو و جب
نے کہا اگر تو مر بھی جائے اور پھر زندہ ہو تب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کروں گا۔ عاص نے
کہا کہ کیا میں مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ خیابٹ نے فرمایا: ہاں عاص نے کہا جب خدا
مجھ کو موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کریگا اور اسی طرح مال اور اولاد میرے ساتھ ہوگا
تو اس وقت تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا
وَقَالَ لَا نُؤْمِنُ بِمَا لَاؤُ وَكَلَدًا
اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمَّا تَخَذَ عِنْدَ
الرَّحْمٰنِ عَهْدًا اَكَلَا سَكَنُتُ
مَا يَقُولُ وَنُصَدِّقُهُ مِنْ
الْعَذَابِ مَدًا وَنَسْرِتُهُ مَا
يَقُولُ وَيَا تَيْسَنَا فَرَدًا
ر صبح بخاری ص ۶۹۱ تفسیر
سورۃ مريم وفتح الباری ص ۳۲۸ ج ۸
اس سب کے ہم وارث ہوں گے اور وہ
ہمارے پاس مال اور اولاد سے خالی ہفتہ آئے گا۔

ابو فکیہہ حبشی رضی اللہ عنہ:

ابو فکیہہ کنیت ہے یہاں نام ہے کنیت ہی زیادہ مشہور ہیں۔ صفوان بن امیہ کے غلام
تھے امیہ بن خلف کبھی آپ کے پیر میں رسی باندھوا گر گھسٹا نا اور کبھی لوہے کی پیریاں ڈال کر
جلتی ہوئی زمین پر اٹاتا اور پشت پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھوا دیتا حتیٰ کہ آپ بیہوش ہو جاتے

اور کبھی آپ کا گلا گھونٹا۔

ایک روز امیہ بن خلف جلتی ہوئی زمین پر لٹ کر آپ کا گلا گھونٹ رہا تھا کہ سامنے سے امیہ بن خلف کا بھائی ابی بن خلف آگیا۔ بھائے اس کے وہ سنگل کچھ کھانا کھنے لگا۔ اس کا گلا اور زور سے گھونٹو۔ چنانچہ اس زور سے گلا گھونٹا کہ لوگ یہ سمجھ کر دم نکل گیا جس انفاق سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ادرھرا سیکھے اور ابونکبہ رضی اللہ عنہ کو ضرب کر آزاد فرمایا۔ (۴)

زئیرہ رضی اللہ عنہا:

حضرت زئیرہ رضی اللہ عنہا باغات اسلام میں سے ہیں حضرت عمرؓ کی کیز تھیں۔ عمر ان کو اس قدر مارتے کہ تھک جاتے۔ ابو جہل بھی ان کو ستایا کرتا تھا۔ ابو جہل اور دیگر سرداران مکہ حضرت زئیرہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ اگر اسلام کوئی عمدہ اور سبلی شے ہوتی تو زئیرہ ہم سے سبقت نہ کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لِلَّذِينَ آمَنُوا
لَوْ كَانَ خَيْرًا
مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ

کافروں نے اہل ایمان سے یہ کہا کہ اگر یہ دین کئی
اچھی چیز ہوتی تو یہ لوگ ہم سے سبقت نہ کرتے
اور یہ نہ سمجھے کہ اگر ان میں کوئی خیر کا مادہ ہوتا تو یہ
خیال دین جی کی طرف سبقت کرتے اور حق سے پہلے

نہ پہتے اور یہ نہ سمجھے۔

(۲)

کہ امراء اور رؤسا کا انبیاء اللہ کی ہدایت اور نصیحت سے روگرداں ہونا اور ان درویشوں کا کہ جن کے قلوب حب جاہ اور حب مال سے پاک اور منزہ ہیں انبیاء اللہ کی تعلیم و تلقین کو قبول کرنا حاشا یہ حق کے باطل ہونے کی دلیل نہیں بلکہ امراض کرنے والوں کی نخوت اور غرور و اعجاب اور استکبار کی تین دلیل ہے ضعف اور غرور کے حق قبول کر لینے سے حق کی توحید نہیں بلکہ ضعف اور غرور کے حق قبول کر لینے کی وجہ سے پستی سے نکل کر اوج رفعت پر پہنچ جاتے ہیں اور لہذا اور

(۱) الاستیعاب ج: ۳، ص: ۱۵۷ (۲) احقاف، آیت: ۱۱

رومارہی ہے اعراض کرنے کی وجہ سے اہل بصیرت کی نظر میں ذلیل اور رسوا ہو جاتے ہیں
ہاں اگر امیر ہو کر حق کے قبول کرنے میں پس پیش نہ کرے جیسے ابوبکر صدیقؓ اور عثمان غنیؓ
اور عبدالرحمن بن عوفؓ تو اس کی عزت اور سر بلندی میں اور چار چاند لگ جاتے ہیں۔
انہیں علامۃ اور مصائب میں حضرت زبیرہ کی مینائی جاتی رہی۔ مشرکین مکہ نے کہا
لات اور عزیٰ نے اس کو اندھا کر دیا۔ زبیرہؓ نے مشرکین مکہ کے جواب میں یہ فرمایا کہ لات
عزیٰ کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ کون ان کی پرستش کرتا ہے یہ تو عرض اللہ کی طرف سے ہے خدا اگر چاہا
تو پھر میری مینائی خود واپس فرما سکتا ہے۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ اسی شب کی صبح
کو مینا اٹھیں۔ مشرکین مکہ نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سحر کر دیا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ
عنه نے خرید کر آزاد فرمایا۔ (۱)

اسی طرح ابوبکر صدیقؓ نے اور بہت سے غلاموں اور کنیزوں کو خرید کر آزاد فرمایا اور
مظلوموں کی جان بچائی۔ بلال۔ البرککھہ۔ عامر بن فہیرہ۔ زبیرہ۔ نہدیہ اور نہدیہ کی بیٹی اور
لبیدہ اور مویطہ اور ام عباس ان سب کو ابوبکر ہی نے خرید کر آزاد کیا۔ (۲)
صدیق اکبرؓ کے والد ابو قحافہ ہند مشرف باسلام نہ ہوتے تھے ایک روز ابوبکرؓ سے
کہنے لگے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم چن چن کر ضعیفوں اور ناتواؤں کو خرید کر آزاد کرتے ہو اگر
قوی اور جواؤں کو خرید کر آزاد کرو تو تمہارے کام آئیں۔ ابوبکرؓ نے کہا جس لیے میں ان کو
آزاد کرتا ہوں وہ غرض میرے دل میں ہے۔ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل
فرمائی۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اَتَّقٰی وَ صَدَّقَ
بِالْحُسْنٰی فَسَيَسِّرُہٗ لِّلْیُسْرِہٖ
وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَفْنٰی وَ

پس جس نے خدا کی راہ میں دیا اور اللہ سے ڈرا
اور اچھی بات یعنی ملت اسلام کی تصدیق
کی پس رفیق دیں گے ہم اس کو اعمال جنت

كَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِيْسِرُهُ
لِلْعُسْرَىٰ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ
إِذَا تَرَدَّدَىٰ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ
وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ
فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى لَا يَصْلَاهَا إِلَّا
الْأَشْقَى الَّذِي كَذَّبَ
وَتَوَلَّىٰ وَسَيَجُنَّبُهَا
إِلَّا ثَمَمُ الَّذِي
يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ
وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ
مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ
إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ
إِلَّا عَلَىٰ وَلَسَوْفَ
يُنْزَلُ (۱) اخرجہ الحاکم
عن عبد الله بن الزبير۔

کی اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا اور
طعت نیک کی تکذیب کی اس کے لیے عذاب
کو آسان کر دیں گے اور بادی کے وقت لکھ مال
دولت کوئی نفع نہ دے گا اور ہمارے ہی قبضہ
میں ہدایت ہے اور ہم ہی دنیا اور آخرت کے
مالک ہیں۔ پس میں تم کو دکھتی ہوئی آگ سے
ڈراتا ہوں اس میں ہمیشہ کے لیے وہی شخص ماضی
ہو گا جو سب سے زیادہ بد بخت ہو گا کہ جس نے
دین حق کی تکذیب کی اور اس سے روگردانی کی
اور اس آگ سے وہ شخص بالکل محفوظ ہے گا جو
سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے اور اپنا مال
پاک ہونے کے لیے خدا کی راہ میں دیتا ہے
اس کے ذکر کسی کا احسان نہیں کہ اس کا ہمارا
دینا ہو محض خداوند تعالیٰ کی رضا مندی اور
خوشنودی مقصود ہے اس شخص کو آخرت میں
ہم ایسی نعمتیں عطا فرمائیں گے جن کو دیکھ کر
یہ ضرور راضی اور خوش ہو گا۔

زرقانی ج ۱ ص ۶۹ اوعین الارض ج ۱ والبدیۃ والنبیۃ ص ۵۵

یہ آیات بالا جماع ابوبکر صدیق کے بارہ میں اتری ہیں جس میں ابوبکر صدیق کو
اتقی کہا گیا۔ یعنی سب سے بڑا پرہیزگار اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا۔ اور
سورہ حجرات میں ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ
تحقیق تم میں سے سب زیادہ خدا کے نزدیک
کرم اور بزرگ ترین وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار
اور خدا سے ڈرنے والا ہو۔ (۱)

معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں بزرگ
ترین ہستی ابوبکر صدیق کی تھی اور حضورؐ پروردگار کے بعد وہی سب سے افضل تھے جنہوں نے ابتدائی
اسلام کی جان و مال سے مدد کی اور غلاموں کو خرید کر آزاد کیا۔ ابوبکر صدیق نے چالیس ہزار
درہم کا سرمایہ تین سال میں اسلام اور مسلمانوں پر خرچ کر ڈالا اور جو بچا وہ سفر ہجرت اور مسجد نبوی
کی زمین کی خریداری پر صرف ہو گیا جب کہ پڑا نہ مٹا تو ابوبکر کبیل اڑھار دربار نبوت میں حاضر
ہوتے اور عرض کیا کہ میں اپنے پروردگار سے بے حد راضی ہوں۔

بعض شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سورت حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ اس
سورت کے تمام الفاظ اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ سورت اُس شخص کے بارے میں نازل ہوئی
کہ جس نے اپنا مال و دولت محض خدا کی خوشنودی اور رضامندی کے لیے خدا کی راہ میں لٹا دیا اور
ساری دنیا کو معلوم ہے کہ حضرت علی اس وقت صغیر السن تھے۔ ابوطالب کی ناداری کی وجہ سے
آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور کفالت میں تھے۔ ان میں مالی طاقت تھی اور نہ بدنی جو
اسلام کو مدد پہنچا سکتے تھے وہ کیسے ان آیات کا مصداق بن سکتے ہیں۔ نیز ابوبکر صدیق نے
اسلام کی جان و مال سے اس وقت مدد کی کہ جب اسلام بے کس و بے یار و مددگار تھا ایسے
وقت میں مدد موجب حد فضیلت ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ
ابراہیم ہیں تم میں سے وہ لوگ کہ جنہوں
أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
نے خرچ کیا اور جہاد کیا فتح مکہ سے پہلے بلکہ
وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَكْثَرُ
یہ لوگ درجہ اور مرتبہ میں ان لوگوں سے بہت

دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ
 أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا
 وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ) ہر ایک سے کیا ہے۔

فتح مکہ کے بعد اسلام غنی ہو گیا اس وقت نصرت و اعانت کی ضرورت نہ رہی اسی وجہ سے نبی کریم کے بعد تمام امت میں ابوبکر صدیق سے افضل میں اس لیے کہ گذشتہ آیات کی بناء پر ان کا اُنتیٰ ہونا معلوم ہوا جو ان کے اکرم عند اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

اور دوسری آیت سے ان کا اعظم درجہ ہونا معلوم ہوا اس لیے کہ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی مدد کی اور خدا کی راہ میں جان و مال سے اسلام کی مدد کی۔

اور ابوبکر صدیق کی اسلام میں سبقت پہلے گزر چکی اور سفر ہجرت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراقت اور غار میں آپ کی معیت اور مرض الوفات میں امامت کا بیان انشاء تعالیٰ آئندہ آئے گا۔ یہ تمام امور ابوبکر صدیق کے انصیلت کے دلائل ہیں۔

الغرض قریش نے مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ دوختوں پر بھی لکایا پیروں میں ریاں باندھ کر بھی گھسیٹا۔ پیٹ اور پیٹھ پر پتی ہوتی سلیں بھی رکھیں سب ہی کچھ کیا مگر دین حق سے کسی ایک کا بھی قدم نہ ڈگ گیا۔ سختیاں اور صعوبتیں جیتے ہوئے مر گئے۔ مگر اسلام سے منحرف نہیں ہوئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ،

یہ تو ان لوگوں کا ذکر تھا کہ جو کسی کے غلام یا غریب الوطن تھے۔ مشرکین کے دست ستم سے وہ لوگ بھی محفوظ نہ رہے کہ جن کو خاندانی عزت اور وجاہت بھی حاصل تھی۔

۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو ان کے چچا حاکم بن ابی العاص نے ان کو دسی میں باندھ دیا اور یہ کہا کہ کیا تو نے آباد اجلاد کا مذہب چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر لیا خدا کی قسم میں اس دین کو کبھی نہیں چھوڑوں گا اور نہ کبھی اس سے علیحدہ ہوں گا۔ حکم نے جب یہ دیکھا کہ یہ اس دین پر اس قدر محکم اور پختہ ہیں تو چھوڑ دیا۔ (۷)

۲- حضرت زبیر بن عوف جب اسلام لائے تو ان کے چچا ان کو ایک بدعتی میں لپیٹ کر دھواں دیتے تاکہ وہ پھر کفر کی طرف لوٹ آئیں مگر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے۔
لَا أَكْفُرَ أَبَدًا میں کبھی بھی کفر نہ کروں گا۔ (۱)

۳- حضرت عمر کے بہنوئی ادیچازاد بھائی سعید بن زید جب اسلام لائے تو حضرت عمر نے ان کو رسیوں سے باندھا (صحیح بخاری باب اسلام سعید بن زید)

۴- خالد بن سعید بن العاص جب اسلام لائے تو باپ نے اس قدر مارا کہ سر زخمی ہو گیا اور کھانا پینا بند کر دیا مفصل واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

۵- حضرت ابوبکر صدیق اہ حضرت طلحہ جب اسلام لائے تو زوقل بن غیلہ نے جو قریش کے شیر کلاتے تھے۔ دونوں کو پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا۔ اسی وجہ سے ابوبکر اہ طلحہ قرنین (یعنی دونوں ایک قرن یعنی ایک رسی میں بندھے ہوئے) کہلاتے ہیں (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۷۷)
۶- ولید بن ولید اور عیاش بن ابی ریحہ اور سلمہ بن ہشام جب اسلام لائے تو کفار مکہ نے اس قدر اذیتیں پہنچائیں کہ ہجرت بھی نہ کرنے دی کہ ہجرت ہی سے ان مصائب کا خاتمہ ہو جائے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ان لوگوں کی مشرکین مکہ سے خلاصی اور رفاہی کے لیے نام بنام صبح کی نماز میں دعا فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ تو ولید بن ولید اور عیاش بن ابی ریحہ اور سلمہ بن ہشام کو مشرکین کے سب سے زیادہ ظلم سے نجات دے (صحیح بخاری)

۷- ابوذر غفاریؓ جب اسلام لائے اور مسجد حرام میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو مشرکین مکہ نے اتنا مارا کہ زمین پر لٹا دیا۔ حضرت عباسؓ نے آکر پیایا۔ صحیح بخاری باب اسلام ابی ذرؓ

معجزة شق القمر

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال پہلے ایک مرتبہ مشرکین مکہ حضور کے پاس جمع ہو کر آئے

(۱) الاصابہ ج ۱، ص ۵۴۵: ۵۴۶ کے کزانی روح المعانی تفسیر سورۃ القمر ۱۲ من عند اللہ عنہ۔

جن میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبدغوث، اسود بن مطلب، زمعہ بن الاسود، نضر بن حارث وغیرہ وغیرہ بھی تھے۔ آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ۔ رات کا وقت تھا اور چودھویں رات کا چاند طلوع کیے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان بھی لے آؤ گے لوگوں نے کہا ہاں ہم ایمان لے آئیں گے۔ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حق جل شانہ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا، اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا جبل ابی قیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر تھا دیر تک لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے اور حضور اس وقت یہ فرما رہے تھے۔ اشدوا، اشدوا۔ اے لوگو گواہ رہو۔ اے لوگو گواہ رہو۔ عصر اور مغرب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے اتنی دیر چاند اسی طرح رہا اور اس کے بعد پھر ویسا ہی ہو گیا۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ مجھ تو نے جادو کر دیا ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد تمام لوگوں پر جادو کر دیں اگر وہ بھی اسی طرح اپنا مشاہد بیان کریں تو سچ ہے اور اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمد نے تم پر سحر کیا ہے۔ چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا۔ ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہد بیان کیا کہ ہم نے شن قر دیکھا ہے مگر ان شہادوں کے بلجوبھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر مستر ہے یعنی غریب اس کا اثر زائل ہو جاتے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِقْتَوْبِتِ السَّاعَةَ وَالْاٰتِیَّ الْقَمَرُ وَاِنْ یَسْرِوْا اٰیۃٌ یُّعْرِضُوْنَ اَوْ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔

معجزہ شن قر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہوا قرآن کریم اور احادیث متواترہ اور اسانید صحیحہ اور جیدہ سے ثابت ہے اور اسی پر تمام سلف اور خلف کا اجماع ہے

اور کسی شاذ و نادر نے جانشق القمر لصغیر ماضی کو معنی ششق القمر لیا ہے وہ سراسر ظاہر قرآن اور احادیث صریحہ اور صحیحہ اور تصریحات سلف و خلف کے خلاف ہے قابل اعتبار نہیں۔

واقعہ ششق القمر کی جو تفصیل ہم نے ذکر کی ہے وہ البدایہ والنہایہ للمحافظ ابن کثیر اور فتح الباری (۱) باب انشاق القمر سے لی ہے حضرات اہل علم اصل کی مراجعت فرمائیں مخالفین اسلام اس معجزہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اول تو یہ بات محال اور ناممکن الوقوع ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے بچ جائیں دوسرے یہ کہ اس واقعہ کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں۔ جواب یہ ہے کہ آج تک کسی دلیل عقلی سے اس قسم کے واقعہ کا محال اور ناممکن ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس طرح اجسام سفلیہ میں کون و فساد عقلاً محال اور ناممکن نہیں اسی طرح اللہ کی قدرت اور مشیت سے اجسام علیہ میں بھی کون و فساد محال نہیں۔ خداوند ذوالجلال کی قدرت کے اعتبار سے آسمان اور زمین شمس اور قمر شجر اور حجر سب برابر ہیں جس خدا نے شمس و قمر کو بنا لیا ہے وہ خدا ان کو توڑ بھی سکتا ہے اور جوڑ بھی سکتا ہے۔ بہر حال اس قسم کے خوارق کا ظہور قطعاً محال نہیں۔ ہاں مستبعد اور مستغرب ضرور ہے اور ہر معجزہ کے لیے مستبعد ہونا ضروری ہے جو لوگ محض استبعاد کے بنا پر محال قرار دیتے ان کو محال اور مستبعد کا فرق بھی معلوم نہیں۔ رایہ ام کہ اس واقعہ کا ذکر تاریخوں میں نہیں تو صد ہا اور ہزار ہا ایسے عجیب و غریب واقعات ہیں کہ جو وقوع میں آئے مگر تاریخوں میں ان کا ذکر نہیں۔ تو ریت اور انجیل میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کا کسی تاریخ میں کہیں نام و نشان نہیں۔ نیز ششق قمر کا واقعہ رات کا واقعہ ہے جو عموماً لوگوں کے آرام کا وقت ہے جو صرف تھوڑی دیر کے لیے رہا۔ اس لیے اگر عام طور پر لوگوں کو اس کا علم نہ ہو تو تعجب نہیں۔ بسا اوقات چاند اور سورج گہن ہوتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو علم ہی نہیں ہوتا۔ نیز اختلاف مطالع کی وجہ سے بہت سے مقامات پر اس وقت دن ہو گا اور کسی جگہ آدھی رات ہو گی عموماً لوگ سوتے

(۱) البدایہ والنہایہ ج: ۳ ص: ۱۱۸-۱۲۰ فتح الباری ج: ۷ ص: ۱۳۸

ہوں گے نیز اس معجزہ سے مقصود فقط اہل مکہ کو دکھانا اور ان پر حجت تمام کرنا تھا وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ تمام عالم کو دکھانا مقصود بھی نہ تھا۔ نیز کسی شے کا دیکھنا اللہ کے دکھانے پر موقوف ہے۔ اگر کوئی شے نظروں کے سامنے بھی ہو اور اللہ تعالیٰ نہ دکھانا چاہیں تب بھی وہ شے نظر نہیں آتی۔

معجزہ رد شمس

حضور کے مشہور معجزات میں سے معجزہ رد شمس بھی ہے یعنی آفتاب کا غروب ہو کر پھر نکل آنا۔ اسماء بنت عیسٰی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور خیر کے قریب مقام صہبا میں تھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا اور ہنزہ حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضور نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی۔ عرض کیا نہیں۔ حضور اسی وقت دست بدعا ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ علی تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ آفتاب کو واپس بھیج دے تاکہ نماز عصر اپنے وقت پر ادا کر سکے۔ اسماء بنت عیسٰی کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعاں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں۔ امام محمد اوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضع اور بے اہل بتلایا ہے اور فیح جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس کا نام کشف اللبس عن حدیث رد شمس رکھا جس میں اس حدیث کے طرق اور اسناد پر کلام فرمایا اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا اور علامہ زرقانی نے بھی شرح مواہب میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا (۱۷)

علم یہ معجزہ اگرچہ ہجرت کے بعد شمس میں خیر سے واپسی میں مقام صہبا میں ظاہر ہوا لیکن فقہاء کرام نے اس مقام پر ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔ ۱۲ منہ عنہا اللہ عنہ۔

(۱) انیس المراض شرح لطفاً قاضی دین ج ۳، ص: ۱۰-۱۳ نہ قانی ج: ۵، ص: ۱۱۳-۱۱۶۔

معجزہ مجلس شمس :

بعض ضعیف روایتوں میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور کے لیے تھوڑی دیر کے واسطے آفتاب کی حرکت روک دی گئی یہ روایت محدثین کے نزدیک معتبر نہیں زرقانی ص ۱۵۸ و نسیم الریاض ص ۱۳۸ و شرح شفا للعلامة القاری ص ۵۹۱ ج ۱۔

چونکہ شمس قرارہ رو شمس اور مجلس شمس یہ تینوں معجزے متعارف تھے اس لیے ہم نے ان تینوں کو ایک ہی سلسلہ میں ذکر کر دیا۔

یہ معجزہ مکہ مکرمہ میں واقع ہوا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے اور قریش کے سامنے اسرار و معراج کی کیفیت بیان کی قریش نے بیت المقدس کی علامتیں دریافت کیں اور آپ نے ایک قافلہ کا حال پوچھا کہ جو بغرض تجارت خاں کی طرف گیا ہوا تھا کہ وہ قافلہ کب واپس آئے گا آپ نے فرمایا کہ وہ قافلہ بدھ کے روز مکہ میں داخل ہوگا جب بدھ کا دن اخیر ہونے لگا اور شام ہونے لگی تو کفار نے شور مچایا اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو اسی جگہ ٹھہرا دیا جہاں تھا یہاں تک کہ قافلہ آگیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق ظاہر کی۔

ہجرت اولیٰ بجانب حبشہ

مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھا کہ دن بدن لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے جاتے ہیں اور روز بروز اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے تو متفقہ طور پر مسلمانوں کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو گئے اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تاکہ کسی طرح دین اسلام سے برگشتہ ہو جائیں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تفرقوا فی الارض فان الله یجمعکم تم اللہ کی زمین پر کہیں چلے جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ قالوا الی این نذهب قال تم سب کو عنقریب جمع کرے گا صحابہ نے عرض کیا

المہتا و اشارہ بیدہ کیا کہاں جاتیں اپنے ملک حبش کی طرف
 اِلٰی ارض الحبشہ - اشارہ فرمایا - رواہ عبد الرزاق عن معمر بن الزہری (۱)
 اور یہ بھی فرمایا کہ دہل ایک بادشاہ ہے کہ جس کی قلمرو میں کوئی کسی ظلم نہیں کر سکتا اس
 وقت حضرات صحابہ ظاہری اور جہانی شدائد و مصائب سے آگاہ نہیں بلکہ کفر و شرک کے
 فتنے سے گھبرا کر اپنے دین کو ایمان کے رہزوں کی دست برد سے بچانے کے لیے اللہ کی طرف بھاگے
 تاکہ ایمان کے ساتھ اپنے اللہ کا نام لے سکیں چنانچہ ماہ رجب ۱۰ھ نبوی میں حضرات ذیل
 نے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

عورتیں	مرد
(۱) حضرت رقیہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمان کی زوجہ محترمہ	(۱) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
(۲) سہل بنت سہیل ابو حذیفہ کی بیوی	(۲) عبدالرحمن بن عوفؓ
(۳) ام سلمہ بنت ابی ہریرہؓ کی بیوی جو ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں شرف ہو کر ام المؤمنین کے لقب سے ملقب ہوئیں۔	(۳) زبیر بن عوامؓ (۴) ابو حذیفہ بن عتبہؓ (۵) مصعب بن عمیرؓ (۶) ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ
	(۷) عثمان بن مظعونؓ

عورتیں	مرد
(۴) لیلیٰ بنت ابی حمزہ عامر بن ربیعہ کی بیوی فتح الباری ص ۱۴ ج ۱، باب ہجرت الحبشہ۔	(۸) عامر بن ربیعہؓ
(۵) ام کلثوم بنت سہیل بن عمرؓ۔ ابوسرقہ کی بیوی (عیون الاثر)	(۹) سہیل بن بیضاءؓ
	(۱۰) ابوسرقہ بن ابی رہم عامری فتح الباری ص ۱۴ ج ۱
	(۱۱) حاطب بن عمروؓ (عیون الاثر ص ۱۵ ج ۱)

مجاہدین حبشہ کی فہرست میں محمد بن اسحاق نے حاطب بن عمروؓ اور ام کلثوم کا نام ذکر نہیں کیا یہ نام حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں ذکر کیے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ عبداللہؐ نے حبشہ سے واپس آئے ہوئے تھے بلکہ دوسری ہجرت میں شریک تھے جبکہ دوسری ہجرت میں شریک تھے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے اور محمد بن اسحاق بھی یہی فرماتے ہیں کہ عبداللہؐ بن سعد حبشہ کی پہلی ہجرت میں شریک نہ تھے بلکہ دوسری ہجرت میں تھے اور مسند احمد کی ایک حسن الاسناد روایت سے بھی یہی معلوم ہے ۱۲- (۱)

یہ گیارہ مرد اور پانچ عورتیں چھپ کر روانہ ہوئے بعض سوار تھے اور بعض پیادہ حسن اتفاق سے جب بند گاہ پر پہنچے تو دو تجارتی کشتیاں حبشہ جانوالی تیار تھیں پانچ درہم لیکر ان سب کو سوار کر لیا۔ ترکین مکہ کو جب خبر ہوئی تو آدمی دوڑا کہ جب یہ بند گاہ پہنچے ترک کشتیاں پہلے ہی روانہ ہو چکی تھیں عیون الاثر ص ۱۶ ج ۱ حافظ عقیلی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات جدہ کے ساحل سے سوار ہوئے فتح الباری ص ۱۵ ج ۱ (۱۱) جب سے لیکر شمال تک حبشہ میں مقیم رہے شمال میں یہ خبر سن کر کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے حبشہ سے مکہ واپس آ گئے۔ مکہ کے قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے اب یہ لوگ سخت کشمکش میں پڑے لہذا کوئی چھپ کر اور کوئی کسی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہوا۔

ہجرت ثانیہ بجانب حبشہ

اب مشرکین مکنے پہلے سے زیادہ ستاؤ شروع کیا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی۔ اس وقت حضرات ذیل نے ہجرت فرمائی۔

عورتیں	مرد
(۱) مع رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	(۱) عثمان بن عفانؓ
(۲) اسماء بنت عیسٰیؓ حضرتہ حضرتہ جعفر کی بیوی جن کے بطریق محمد اللہ بن جعفر حبشہ میں جا کر پیدا ہوئے۔	(۲) جعفر بن ابی طالبؓ
(۳) فاطمہ بنت صفوانؓ زوجہ عمر بن سعیدؓ۔	(۳) عمرو بن سعید بن العاصؓ
(۴) امیہ بنت خلفؓ زوجہ خالدؓ۔	(۴) خالد بن سعید بن العاصؓ۔ عمرو بن سعید کے بھائی۔
(۵) ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ زوجہ عبد اللہؓ بعد وفات عبد اللہ بن جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔	(۵) عبد اللہ بن جحشؓ
(۶) بکۃ بنت یسارؓ زوجہ قیسؓ	(۶) عبید اللہ بن جحشؓ جو حبشہ جا کر نصرانی ہو گئے اور نصرانیت ہی پر مرے۔
	(۷) قیس بن عبد اللہؓ
	(۸) معیتیب بن ابی فاطمہ دوسیؓ
	(۹) عقیبہ بن غزوہؓ
	(۱۰) زبیر بن العولمؓ
	(۱۱) ابو حذیفہ بن یتیمؓ
	(۱۲) اسود بن زفلؓ
	(۱۳) یزید بن زحرہؓ

عورتیں	مرد
	(۱۴) عمرو بن اسیدؓ
	(۱۵) طلیب بن عمیرؓ
	(۱۶) مصعب بن عمیرؓ
	(۱۷) سویط بن سعدؓ
(۷) مع زوجہ ام حارث بنت عبد اللہؓ	(۱۸) جہم بن قیسؓ
	(۱۹) عمرو بن جہم یعنی جہم بن قیس کے بیٹے
	(۲۰) خزیمہ بن جہم یعنی جہم کے دوسرے بیٹے
	(۲۱) ابو الرزم بن عمیر بنی مصعب عمیر کے بھائی
	(۲۲) فراس بن النضرؓ
	(۲۳) عبد الرحمن بن عوفؓ
	(۲۴) عامر بن ابی وقاصؓ
(۸) مع بیوی۔ رطلہ بنت عوفؓ	(۲۵) مطلب بن ازہرؓ
	(۲۶) عبد اللہ بن مسعودؓ
	(۲۷) عتبہ بن ثعلوبہ بنی عبد شمس کے بھائی
	(۲۸) مقداد بن عمروؓ
(۹) مع بیوی رطلہ بنت حارث بن عبد بنی ارض	(۲۹) حارث بن خالدؓ
حبشہ میں ہوئی اور عایشہ اور زینبؓ فاطمہؓ میرا ہوئے	
	(۳۰) عمرو بن عثمانؓ
(۱۰) مع زوجہ سلمہ بنت جہشؓ میں زینب پیدا	(۳۱) ابوسلمہ بن عبد اللہؓ
ہوئیں جو ابوسلمہ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیمہ بن گئیں۔	

عورتیں	مرد
	(۳۲) شمس بن جبریل کو عثمان بن عبدالمطلب کہتے ہیں
	(۳۳) حباب بن سخیان بن عبدالاسدؓ
	(۳۴) عبداللہ بن سخیانؓ حباب کے بھائی
	(۳۵) ہشام بن ابی حذیفہؓ
	(۳۶) سلمہ بن ہشامؓ
	(۳۷) عیاش بن ابی ربیعہؓ
	(۳۸) معتب بن عوفؓ
	(۳۹) عثمان بن مظعونؓ
	(۴۰) سائب بن عثمانؓ
	(۴۱) قدامہ بن مظعونؓ
	(۴۲) عبداللہ بن مظعونؓ۔ قدامہ اور عبداللہؓ
	یہ دونوں سائب کے چچا ہیں
(۱۲) مع یحییٰ فاطمہ بنت مہملہؓ	(۴۳) حاطب بن الحارثؓ
	(۴۴) محمد بن حاطبؓ
	(۴۵) حارث بن حطابؓ یعنی حاطب کے دونوں بیٹے
(۱۳) مع یحییٰ فیکہہ بنت یسارہؓ	(۴۶) خطاب بن الحارثؓ یعنی حاطب بن الحارث کے بھائی
	(۴۷) سفیان بن عمروؓ
(۱۴) مع یحییٰ حسہؓ	(۴۸) جابر بن سفیانؓ
	(۴۹) جنادہ بن سفیانؓ یعنی سفیان کے بیٹے حسہ کے بطن سے۔

عورتیں	مرد
	(۵۰) شرجیل بن حسنہؓ یعنی جابرہ سفیان کے اخیانی بھائی۔
	(۵۱) عثمان بن ربیعہؓ
	(۵۲) خنیس بن حذافہؓ
	(۵۳) قیس بن حذافہؓ
	(۵۴) عبداللہ بن حذافہؓ تینوں بھائی ہیں
	(۵۵) عبداللہ بن الحارثؓ
	(۵۶) ہشام بن العاصؓ
	(۵۷) ابرقیس بن الحارثؓ
	(۵۸) حارث بن الحارثؓ بن قیسؓ
	(۵۹) معمر بن الحارثؓ
	(۶۰) بشر بن الحارثؓ
	(۶۱) سعید بن عمروؓ بن بشر بن الحارثؓ کے اخیانی بھائی
	(۶۲) سعید بن الحارثؓ
	(۶۳) سائب بن الحارثؓ
	(۶۴) عیمر بن ثبابؓ
	(۶۵) عقیقہ بن جدرہؓ
	(۶۶) معمر بن عبداللہؓ
	(۶۷) عروہ بن عبد العزیؓ
	(۶۸) عدی بن نضلہؓ

عورتیں	مرد
	(۶۹) نغان بن عدی بن عدی بن نضله کے بیٹے
	(۷۰) عامر بن ربیعہؓ
(۱۵) مع یبری ام کلثوم بنت سہیلؓ	(۷۱) ابوسبرہ بن ابی رہمؓ
	(۷۲) عبداللہ بن محزمہؓ
	(۷۳) عبداللہ بن سہیل بن عمروؓ
	(۷۴) سلیط بن عمروؓ
(۱۶) مع یبری سوہہ بنت زمعہؓ	(۷۵) سکران بن عمروؓ یعنی سلیط کے بھائی
(۱۷) مع یبری عمرہ بنت سعدیؓ	(۷۶) مالک بن ربیعہؓ
	(۷۷) ابو حاطب بن عمروؓ
	(۷۸) سعد بن خولہؓ
	(۷۹) ابو عیینہ عامر بن الجراحؓ
	(۸۰) سہیل بن میضامہؓ
	(۸۱) عمرو بن ابی سرحؓ
	(۸۲) عیاض بن زھیرؓ
	(۸۳) عمرو بن الحارث بن زھیرؓ
	(۸۴) عثمان بن عبدغنمؓ
	(۸۵) سعد بن عبدقیسؓ
	(۸۶) حارث بن عبدقیسؓ

سیرۃ ابن ہشام ص ۱۱۱ تا ص ۱۱۴ (وعیون الاثر) ص ۱۶

ابن ہشام نے مہاجرین حبشہ کے اسمائے گرامی مع انہی کے قبائل خناتہ تفصیل سے

ذکر کیے ہیں اور حافظ ابن سیداناس نے عیون الاثر میں اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہیں۔
 عمار بن یاسر کے بارے میں علماء یرک کا اختلاف ہے کہ وہ مہاجرین حبشہ میں تھے یا نہیں،
 محمد بن اسحاق نے مہاجرین حبش میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک بھی ذکر کیا ہے
 وادی اور دیگر علماء اس کے منکر ہیں۔ بعض علماء نے یہاں تک کہہ دیا کہ محمد بن اسحاق جیسے
 امام پر اس کا معنی رہنا نہایت مستبعد ہے حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ حقیقت حال یہ
 ہے کہ ابو موسیٰ اشعری مین کے رہنے والے ہیں۔ ابتدائے بعثت میں مکہ مکرمہ حاضر ہو کر
 مشرف باسلام ہوئے اور پھر مین واپس ہو گئے اور جب حضرت جعفر اور دیگر صحابہ ہجرت
 کر کے حبشہ آئے تو معلوم ہوا کہ حبشہ مین سے قریب تھا اس لیے ابو موسیٰ مین سے ہجرت فرما
 کر حبشہ چلے آئے اور وہیں مقیم رہے اور پھر حضرت جعفر کے ساتھ شہ میں ہجرت
 کر کے مدینہ منورہ آ گئے چونکہ ابو موسیٰ اشعری نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اگرچہ وہ
 ہجرت مکہ سے نہ تھی بلکہ مین سے تھی اس لیے محمد بن اسحاق نے ابو موسیٰ اشعری کو بایں معنی
 مہاجرین حبشہ کی فہرست میں ذکر کر دیا کہ جن لوگوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور خواہ
 وہ کسے ہو یا مین سے یا اور کسی مقام سے ان میں ابو موسیٰ اشعری بھی شامل ہیں ہاں اگر
 محمد بن اسحاق یہ فرماتے کہ ابو موسیٰ اشعری نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو بے شک
 قابل رشک انکار تھا (۱)

قریش نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ کرام حبشہ میں جا کر مطمئن ہو گئے اور اطمینان کے ساتھ
 ارکان اسلام بجالانے لگے۔ تو مشورہ کر کے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بخاشی
 اور اس کے تمام ندماؤں اور مقربین کے لیے تحائف اور ہدایا دیکر اپنا ہم خیال بنالینا چنانچہ
 عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ یہ دونوں حبشہ پہنچے اول تعلیم ندماؤں اور مصاحبین
 کو نذرین پیش کیں اور یہ بیان کیا کہ ہمارے شہر کے چند سفید اور نادان اپنا آبائی دین چھوڑ کر

تمہارے شہر میں پناہ گزین ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر تمہارا دین بھی اختیار نہیں کیا یعنی عیسائی بھی نہیں ہو گئے بلکہ ایک نیا دین اختیار کیا ہے جس سے نہ ہم اور نہ آپ کو کئی بھی واقعہ نہیں۔ ہماری قوم کے اشراف اور سربراہ اور وہ لوگوں نے ہم کو بادشاہ کی حد میں اس لیے بھیجا ہے کہ یہ لوگ ہمارے حوالے کر دیئے جائیں۔ آپ حضرات بادشاہ سے سفارش کیجئے کہ ان لوگوں کو بغیر کسی مکالمہ اور گفتگو کے ہمارے سپرد کر دے۔ چنانچہ جب یہ لوگ باریاب ہوئے اور تحائف اور ہلہ یا کی نذر پیش کر کے اپنے مدعا کو پیش کیا تو مقررین اور مصاحبین نے پوری تائید کی۔ عمروں العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو یہ بہت شاق اور گراں تھا کہ شاہ حبشہ صحابہ کرام کو بلا کر ان سے کچھ دریافت کرے یا ان کی کسی بات کو سنے۔

ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ شاہ حبشہ کا صحابہ سے کسی کا سوال یا گفتگو کرنا کیوں شاق اور گراں تھا اور یہ کیوں چاہتے تھے کہ بادشاہ بغیر کسی مکالمے اور گفتگو کے ان لوگوں کو ہمارے سپرد کر دے۔ وجہ ظاہر ہے وہ یہ کہ خوب سمجھتے تھے کہ حق ان لوگوں کی زبان سے نکلا۔ اور دُھر دل میں اتنا غرض یہ کہ ان لوگوں نے بادشاہ کے سامنے اپنا مدعا پیش کیا اور درباریوں نے پوری تائید کی کہ یہ لوگ اس وفد کے حوالے کر دیئے جائیں جس چیز کا اندیشہ تھا وہی سامنے آئی نجاشی کو غصہ آگیا اور صاف کہہ دیا کہ میں بغیر دریافت حال اور بدول گفتگو کے تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو لوگ اپنا وطن چھوڑ کر میرے قلمرو میں آٹھبڑے ہیں ان کو بغیر کسی تحقیق اور تفتیش کے ان کے مخالفوں کے حوالے کر دوں اور ایک آدمی صحابہ کے بلانے کے لیے روانہ کیا۔ قاصد صحابہ کے پاس پہنچا اور بادشاہ کا پیام پہنچایا۔ اس وقت صحابہ میں سے کسی نے یہ کہا کہ دربار میں پہنچ کر کیا کہو گے (یعنی بادشاہ تو عیسائی ہے اور ہم مسلمان ہیں بہت سے عقائد میں اس کے خلاف ہیں) صحابہ نے یہ کہا کہ ہم دربار میں وہی کہیں گے جو ہمارے نبی نے ہم کو سکھایا اور بتایا ہے جو کچھ بھی ہوا اس سے سرو تجاو نہ کریں گے دربار میں پہنچنے اور صرف سلام پڑا کھائیا۔ بادشاہ کو سجدہ کسی نے نہ کیا۔ شاہی مقررین کو مسلمانوں

کایہ طرز عمل بہت گراں گذرا چنانچہ اسی وقت نہ مارا اور صاحبین مسلمانوں سے سوال کر بیٹھے کہ آپ لوگوں نے شاہ ذی جاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا اور ایک روایت میں ہے بادشاہ نے خود بھی سوال کیا کہ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ جعفر نے کہا ہم سوائے اللہ کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا اُس نے ہم کو یہی حکم دیا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح سلام کرتے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو اسی طرح سلام کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے کہ اہل جنت بھی اسی طرح ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ رہا سجدہ تو اللہ کی پناہ کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کریں اور تم کو اللہ کے برابر گردانیں نجاشی نے صحابہ سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ عیسائیت اور بت پرستی کے سوا وہ کون سا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے۔ صحابہ کی جماعت میں سے حضرت جعفر بادشاہ کے جواب کے لیے اُٹھے۔

دربار نجاشی میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر دل پذیر اور نجاشی پر اس کا اثر

ایسہا الملک لے بادشاہ۔ ہم سب جاہل اور نادان تھے۔ بتوں کو پوجنے اور مردار کو کھاتے تھے قسم قسم کی بے حیائیوں میں مبتلا تھے۔ قرأتوں کو قطع کرتے پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے۔ ہم میں جو زبردست ہوتا وہ یہ چاہتا کہ کمزور کو کھا جائے۔ اسی حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا ہم میں سے اپنا ایک پیغمبر بھیجا جس کے حسب نسب اور صدق اور امانت اور پاکدامنی اور عفت کو ہم خوب پہچانتے ہیں اس نے ہم کو اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اس کو ایک مانیں اور ایک جانیں اور ایک سمجھیں صرف اسی کی عبادت اور بندگی کریں اور جن بتوں اور پتھروں کی ہم اور ہمارے آباؤ اجداد پرش

کرتے تھے اُن سب کو یک لخت چھوڑ دیں۔ سچائی اور امانت اور صلہ رحمی اور پڑوسیوں سے محبت سلوک اور خیریزی اور عوام باتوں سے بچنے کا حکم دیا اور تمام بے حیائیوں سے اور باطل اور ناحق کہنے سے اور تمیم کا مال کھانے سے اور کسی پاک دامن پر تہمت لگانے سے ہم کو منع کیا اور یہ حکم دیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں کسی کو اس کا شریک نہ کریں۔ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور روزہ رکھیں غرض یہ کہ جان اور مال سے خدا کی راہ میں دریغ نہ کریں۔“

حضرت جعفر نے اس کے علاوہ اور بھی تعلیمات اسلام کا ذکر کر کے فرمایا پس ہم نے اُن کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور جو کچھ وہ منجانب اللہ کے کرتے اس کا اتباع اور پیروی کی۔ چنانچہ ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ حلال چیزوں کو کرتے ہیں اور حرام چیزوں سے بچتے ہیں محض اس پر ہماری قوم نے ہم کو طرح طرح سے ستایا اور قسم قسم کی اذیتیں پہونچائیں تاکہ ہم ایک اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر گزشتہ بے حیائیوں میں پھر مبتلا ہو جائیں جب ہم ان کے مظالم سے تنگ آ گئے اور اپنے دین پر چلنا اور ایک خدا کی عبادت اور بندگی کرنا دشوار ہو گیا تب ہم نے اپنا وطن چھوڑا اور اس امید پر کہ آپ ظلم نہ کریں گے۔ آپ کی ہمسائیگی کو سب پر ترجیح دی۔ نجاشی نے کہا کیا تم کو اس کلام میں سے کچھ یاد ہے جو تمہارے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ حضرت جعفر نے فرمایا ہاں نجاشی نے کہا اچھا اس میں سے کچھ پڑھ کر مجھ کو سناؤ۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا۔ بادشاہ اور تمام درباریوں کے آنسو نکل آتے روتے روتے بادشاہ کی ڈاٹھی تر ہو گئی (معلوم ہوا کہ بادشاہ ڈاٹھی رکھتا تھا اور یہی تمام انبیاء کا طریق رہا۔ معاذ اللہ کسی پیغمبر نے کبھی ڈاٹھی نہیں منڈوائی۔ ڈاٹھی رکھنا خاص حضرات انبیاء و مرسلین کا طریق رہا۔ جب حضرت جعفر تلاوت ختم فرما چکے تو نجاشی نے کہا یہ کلام اور وہ کلام جو علیؑ علیہ السلام لیکر علیہ دلائل الیہم ص ۱۱ میں ہے فقرا علیہم جعفر سورہ مریم فلا سمعنا عرفنا الحق حضرت جعفر نے سورہ مریم کی تلاوت فرمائی نجاشی نے سنتے ہی پہچان لیا کہ یہ حق ہے اور حضرت جعفر سے یہ کہا نہ دامن نبرا الکلام الطیب بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

آئے دو دنوں ایک ہی شمع دان سے نکلے ہوئے ہیں اور قریش کے وفد سے صاف طور پر کہہ دیا کہ میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے پروردگاروں کا اور نہ اس کا کوئی امکان ہے۔ جب عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ اس طرح بادشاہ کے دربار سے بنے نیل مرام باہر نکلے تو عمرو بن العاص نے کہا کہ میں کل بادشاہ کے سامنے ایسی بات کہوں گا جس سے وہ ان لوگوں کو بالکل نیست نابود ہی کر دے گا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کہا ایسا ہرگز نہ کرنا ان لوگوں سے ہماری قرابتیں ہیں یہ ہمارے عزیز اور رشتہ دار ہیں اگرچہ مذہباً ہمارے مخالف ہیں مگر عمرو بن العاص نے ایک نہ سنی۔ اگلا روز ہوا کہ عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بہت ہی سخت بات کہتے ہیں۔ نجاشی نے صحابہ کو بلا بھیجا۔ اس وقت صحابہ کو بہت تشویش ہوئی۔ جماعت میں سے کسی نے کہا کہ بادشاہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہو گے۔ اس پر سب نے متفقہ طور پر کہا کہ خدا کی قسم ہم وہی کہیں گے جو اللہ نے اور اس کے رسول نے کہا ہے۔ جو کچھ بھی ہو ذرہ برابر اس کے خلاف نہ کہیں گے۔

دربار میں پہنچے نجاشی نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ حضرت جعفر نے فرمایا ہم ان کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندے اور اس کے رسول تھے اور خدا کی خاص روح اور خدا کا خاص کلمہ تھے۔ نجاشی نے زمین پر سے ایک ٹکڑا اٹھا کر یہ کہا۔ خدا کی قسم مسلمانوں نے جو کہا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک ٹکڑے کی مقدار بھی زائد نہیں۔ اس پر درباریوں نے بہت ناک بھول چڑھائے۔

اے جعفر اس پاکیزہ کلام میں سے کچھ اور نہاد حضرت جعفر نے ایک دوسری سورۃ پڑھ کر سنائی۔ نجاشی نے سنتے ہی کہا بے شک حق ہے۔ تم نے سچ کہا اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سچ کہا اور خدا کی قسم تم سب راست باز ہو۔ اللہ کے نام پر یہاں امن و امان کے ساتھ رہو۔ ۱۲

مگو نجاشی نے ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور صاف کہہ دیا کہ تم کتنا ہی ناک بھوں چڑھاؤ مگر حقیقت یہی ہے اور مسلمانوں سے کہا کہ تم امن سے رہو ایک سونے کا پہاڑ لے کر بھی تم کو ستا پسند نہیں کرتا۔ اور حکم دیا کہ قریش کے تمام تحائف اور ہدایا واپس کر دیتے جاتیں۔ مجھ کو ان کے نذرانوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ واللہ خدا نے میرا ملک اور میری سلطنت بغیر رشوت کے مجھ کو دلائی۔ لہذا میں تم سے رشوت لے کر ان لوگوں کو ہرگز تمہارے سپرد نہ کر دوں گا۔ دربار ختم ہوا اور مسلمان ہمتا شادان و فرحان اور قریش کا وفد سنایت ذلت و ندامت کے ساتھ باہر نکلا۔ مسند احمد بن حنبل ص ۲۱ (حدیث جعفر بن ابی طالب فی الهجرة) قال الحافظ الشیخی رواہ احمد و رجالہ رجال الصصح غیر محمد بن اسحاق وقد صرح بالسماع بمع الزوائد ص ۱۶۶۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۱۵

یہ تمام تفصیل مسند احمد اور سیرۃ ابن ہشام میں مذکور ہے صرف دربار میں صحابہ کے مجاہدہ کرنے کا واقعہ عیون الاثر ص ۱۱۹ میں اجمالاً اور دلائل ابی نعیم ص ۱۹۱ میں تفصیلاً مذکور ہے اور مجمع الزوائد باب الهجرة الی الحبشہ میں متعدد روایتیں اسی مضمون کی مراحطہ موجود ہیں ص ۲۶۳ سے ص ۲۶۷ تک مراجعت کریں۔ زہری فرماتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ کی یہ مفصل حدیث عروۃ بن الزبیر سے ذکر کی تو عروۃ نے مجھ سے یہ کہا کہ تم کو معلوم بھی ہے کہ نجاشی کے اس قول کا کہ اللہ نے مجھ کو بغیر رشوت کے میرا ملک مجھے واپس فرمایا کیا مطلب ہے میں نے کہا نہیں۔ عروۃ نے کہا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ نجاشی کا باپ حبشہ کا بادشاہ تھا نجاشی کے سوا اس کا کوئی اور بیٹا نہ تھا۔ بادشاہ کے بجائی یعنی نجاشی کے چچا کے بارہ لڑکے تھے۔

علہ الاموی شمری کی روایت میں ہے کہ اس کے بعد کجائی لے کر اس کا چچا حکم دیا کہ اس کو لے کر اس کو حبشہ کے پاس سے آجائے ہوں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور تحقیق وہی پیغمبر ہیں جن کی حضرت عیسیٰ نے بذات دی ہے اور اگر سلطنت کا کام نہ ہوتا تو ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے جوتوں کو بوسہ دیتا اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ جب تک چاہو میری زمین میں رہاؤ اور کھانے اور کپڑے کا بھی ہمارے لیے حکم دیا۔ رواہ الطبرانی و رجالہ رجال الصصح بمع الزوائد ص ۲۱۶ باب الهجرة الی الحبشہ

ایک مرتبہ اہل حبشہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ نجاشی تو اپنے باپ کا ایک ہی بیٹا ہے اور بادشاہ کا بھائی
 کثیر الادلاد ہے اس لیے بادشاہ کو قتل کر کے بادشاہ کے بھائی یعنی نجاشی کے چچا کو بادشاہ
 بنالینا چاہیے تاکہ زمانہ دراز تک اسی خاندان میں بادشاہت کا سلسلہ قائم رہے چنانچہ بادشاہ
 کو قتل کر کے بادشاہ کے بھائی کو بادشاہ بنالیا اور نجاشی اپنے چچا کی تربیت میں آگیا۔ نجاشی
 نہایت ہوشیار اور سمجھدار تھا۔ اسی وجہ سے چچا کی نظر میں جو نجاشی کی وقعت تھی وہ کسی کی
 نہ تھی نہ امتیاز نہ تھی یہاں تک کہ پہنچ کر بادشاہ کے ہر کام میں نجاشی ہی ذخیل نظر آنے لگا۔ اہل حبشہ کو
 اس کی ہوشیاری سے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اپنے باپ کا انتقام نہ لے اس لیے بادشاہ نے خواست
 کی کہ اس کو قتل کرادے۔ بادشاہ نے کہا کہ کل قوم نے اس کے باپ کو قتل کیا اور آج اس کے
 بیٹے کو قتل کرنا چاہتے ہو مجھ سے یہ ناممکن ہے بہت سے بہت یہ ہو سکتا ہے کہ میں اس کو
 یہاں سے علیحدہ کر دوں لوگوں نے اس کو منظور کیا اور نجاشی کو بادشاہ سے لیکر ایک تاجر
 کے ہاتھ چھ سود درہم میں فروخت کر ڈالا۔ تاجر نجاشی کو لے کر روانہ ہوا۔ شام ہی کو یہ واقعہ پیش
 آیا کہ بادشاہ پر بجلی گری۔ بادشاہ قریحی گرتے ہی مر گیا۔ اب لوگوں میں ہلچل مچ پڑی کہ کس کا بادشاہ بنائیں
 بارہ میٹوں میں سے کوئی بھی تخت نشینی کے قابل نظر نہ آیا۔ بارہ کے بارہ اول سے آخر تک
 سب احمق اور نادان تھے۔ اس وقت لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ اگر اپنے ملک کی فلاح و بہبود
 چاہتے ہو تو نجاشی کو واپس لا کر تخت نشین کر دو۔ لوگ نجاشی کی خاطر اس تاجر کی تلاش میں
 ہر طرف دوڑ پڑے۔ اس تاجر سے نجاشی کو واپس لا کر تخت نشین کیا۔ تخت نشینی کے بعد وہ
 تاجر آیا اور زرخن کا مطالبہ کیا۔ نجاشی نے اس کے چھ سود درہم واپس دیے۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی کا قریش کے دند کو مخاطب بنا کر یہ
 کہنا کہ اللہ نے بغیر شہوت کے میرا ملک واپس کیا۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا (۱) نجاشی کے
 اس اعلان کے بعد ماجرین اطمینان کے ساتھ حبش میں مقیم رہے۔

جب رسول اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اکثر لوگ تو خبر سنتے ہی حبشہ سے مدینہ واپس آگئے جن میں جوہیں آدمی عروہ بدر میں شریک ہوئے باقی ماندہ لوگ حضرت جعفرؓ کی معیت میں حبشہ فتح خیبر کے وقت حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچے (عیون الاثر) فتح الباری باب ہجرت البیہی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ الی المدینہ۔

وفد قریش سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے تین سوال

عروہ بن الزبیر راوی ہیں کہ حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا کہ میں ان لوگوں سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں آپ ان سے جواب طلب فرمائیں۔

(۱) کیا ہم کسی کے غلام ہیں جو اپنے آقاؤں سے بھاگ کر آئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو بیشک ہم لائق واپسی ہیں۔

نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا یہ لوگ کسی کے غلام ہیں۔ عمرو بن العاص نے کہا بَلْ اٰخَرًاؤْ كِرَامٌ۔ غلام نہیں بلکہ آزاد اور شریف ہیں۔

(۲) حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا آپ ان سے یہ بھی دریافت کریں کہ کیا ہم کسی کا خون کوکے آئے ہیں۔ اگر ہم کسی کا ناحق خون کوکے آئے ہیں تو آپ بلا تامل ہم کو ادبیا متقتول کے حوالے کر دیجئے۔

نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا۔

هل اهرقوا دما بغير حق۔ کیا یہ لوگ کوئی ناحق خون کر کے آئے ہیں۔

عمرو بن العاص نے کہا

لا قطرة من دم۔ خون کا ایک قطرہ بھی نہیں۔

(۳) حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا آپ ان سے یہ بھی دریافت کریں کیا ہم کسی کا کچھ مال لیکر بھاگے ہیں اگر بالفرض ہم کسی کا مال لے کر آئے ہیں تو میں اس کو ادا کرنے کے لیے تیار ہیں

نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر یہ لوگ کسی کا مال لے کر آتے ہیں تو میں اس کا فیل اور ضامن اور اس کے تاوان کا ذمہ دار ہوں۔

عمرو بن العاص نے کہا:-

ولا تدرأ
یہ لوگ کسی کا ایک قیرا یعنی ایک مسہ بھی لیکر نہیں آتے۔

نجاشی نے وفد قریش سے مخاطب ہو کر کہا پھر کس چیز کا مطالبہ ہے

عمرو بن العاص نے کہا ہم اور یہ ایک دین پر تھے ہم اسی دین پر قائم رہے اور ان لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور ایک نیا دین اختیار کر لیا۔

نجاشی نے صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا جس دین کو تم نے چھوڑا اور جس دین کو تم نے اختیار کیا وہ کیا دین ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

اما الذی کنا علیہ فذین الشیطان وامر الشیطان نکفر بالله ونعبد الحجره واما الذی نحن علیہ فذین الله عزوجل نخبرك ان الله بعث الینا رسولا کما بعث الی الذین من قبلنا فاتانا بالصدق والبرو هما ناعن عبادة الاوثان فصدقاہ وامناہ واتبعناہ۔ فلما فعلنا ذلك عادانا قومنا و ارادوا قتل النبی الصادق وردنا فی عبادة الاوثان ففررنا

جس دین پر ہم پہلے قائم تھے وہ شیطان کا دین تھا اور شیطان کا حکم تھا وہ دین یہ تھا کہ ہم اللہ کے منکر تھے پتھروں کی عبادت کرتے تھے اور اب جس دین پر قائم ہیں وہ اللہ جل شانہ کا دین ہے اللہ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جیسا کہ ہم سے پہلے امتوں کی طرف نبی اور رسول بھیجے ہیں وہ رسول سچائی اور نیکی کو لیکر آتے اور ہم کو بتوں کی پرستش سے منع کیا ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے ان کے پیرو ہو گئے اس ہمارے قوم ہماری دشمن ہو گئی اور اس سچے نبی کے قتل پر تل گئی اور یہ ارادہ کر لیا کہ ہم کو پھر بت پرستی

ایک بدیننا و میں لڑا دیں۔ پس ہم اپنا ایمان اور اپنی جان
 دماٹنا و لواقرنا لے کر آپ کی طرف بھاگ آئے اگر ہماری
 قوم بنا لا ستقرنا فذلک قوم ہم کو وطن میں رہنے دیتی تو ہم نہ نکلتے یہ
 خبرنا۔ ہمارا قصہ (۱)

حضرت جعفر اور ان کے رفقاء نے جب حبشہ سے مدینہ منورہ کا قصد کیا تو نجاشی نے
 سب کا سفر خرچ اور زاد راہ دیا اور مزید برآں کچھ ہایا اور تحائف بھی دیئے اور ایک قاصد
 ہمراہ کیا اور یہ کہا کہ میں نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا ہے اس کی اطلاع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے کر دینا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی
 گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ
 میرے لیے استغفار یعنی دُعا مغفرت فرمائیں۔

حضرت جعفر فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ سے روانہ ہوئے اور آپ کی خدمت میں پہنچے
 آپ نے مجھ کو گلے لگایا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میں فتح خیبر سے زیادہ سرور ہل یا جعفر
 کے آنے سے پھر آپ بیٹھ گئے نجاشی کے قاصد نے کھڑے ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہ)
 یہ جعفر آپ کے سامنے موجود ہیں آپ ان سے دریافت فرمائیں کہ ہمارے بادشاہ نے ان
 کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ حضرت جعفر نے کہا بے شک نجاشی نے ہمارے ساتھ ایسا
 اور ایسا معاملہ کیا۔ یہاں تک چلتے وقت ہم کو سواری دی اور توشہ دیا اور ہماری امداد
 کی اور گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی بھی گواہی دی کہ آپ یقیناً
 اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ آپ مجھ کے لیے دُعا مغفرت فرمائیں
 آپ اسی وقت اٹھے اور وضو کیا اور تین بار یہ دُعا فرمائی

اللھم اغفر للنجاشی اے اللہ تو نجاشی کی مغفرت فرما۔

(۱) دلائل ابی نعیم۔ ج ۱: ص ۸۰

اور سب مسلمانوں نے آمین کہا۔ حضرت جعفر کہتے ہیں میں نے قاصد سے کہہ دیا کہ جب تم واپس جاؤ تو جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے دیکھا ہے وہ جا کر بادشاہ سے بیان کر دینا۔ رولہ الطبرانی من طریق اسد بن عمرو عن مجالد وکلاهما ضعیف وقد وثقا
لجمع الزوائد ص ۲۶۲ باب الهجرة الى الحبشة ۱۲۔

اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سلمہ نبوی

حضرت عمرؓ کے اسلام کا اصلی اور حقیقی سبب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔
یہی عاشق خود نباشد وصل جو کہ زمشوقش بود جو یا سنے او
میل مشرقاں نہانت دستیر میل عاشق باد و صد طبل و نفیر
اقل آپ نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ یعنی درپردہ ابوجل اور عمر الخطاب میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اسی سے اسلام کو عزت دے (رواہ احمد و الترمذی قال حدیث حسن صحیح) ابن عساکر فرماتے ہیں بعد ازاں بذریعہ وحی آپ پر مکشف ہوا کہ ابوجل اسلام لائے گا تو اس وقت آپؐ نے خاص حضرت عمرؓ کے لیے یہ دعا فرمائی۔
اللہم اید الاسلام بعمرین اے اللہ خاص عمر بن الخطاب سے اسلام الخطاب خاصۃ۔ کو قوت دے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے بھی حاکم کی موافقت فرمائی۔
غرض یہ کہ حضرت عمرؓ کے اسلام کا اصلی اور حقیقی سبب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا جاؤ یا نہ ہے۔ باقی سبب ظاہری یہ ہے کہ جو حضرت عمرؓ سے منقول ہے۔ وہ ہوا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف اور

مٹے حضرت عمرؓ کی ہجرت اولیٰ کے بعد اور ہجرت ثانیہ سے قبل عشرہ میں مشرف باسلام ہوئے اور

بعض لکھتے ہیں کہ عشرہ میں اسلام لائے۔ نزد قاتی ص ۲۶۱ ج ۱۔ اسلام فاروق رض ۱۲۔

اسلام سے سخت متنفر اور بیزار تھا۔

بُذَعر نام ایں جابت پرست لیک مومن بود نامش در اَبَست
ابو جہل نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالے اس کے لیے
میں تنواؤنٹ کا فیصل اور ضامن ہوں۔ عمر کہتے ہیں کہ میں نے بالمشافہ ابو جہل سے دریافت
کیا کہ تمہاری جانب سے کیا یہ کفالت اور ضمانت صحیح ہے۔ ابو جہل نے کہا ہاں۔ عمر کہتے ہیں
کہ میں آپ کے قتل کے ارادہ سے تلوار لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بچھڑا نظر پڑا
جسے لوگ ذبیح کرنے کا ارادہ کر رہے تھے میں بھی دیکھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ یہ ایک
دیکھتا کیا ہوں کہ کوئی پکارنے والا بچھڑے کے پیٹ میں سے پکار کر یہ کہہ رہا ہے۔
یا آل ذریع۔ اَمْرٌ نَجِیح۔ رَجُلٌ اے آل ذریع ایک کامیاب امر ہے ایک
یَصِیح بلسان فصیح یدعو الی شہادۃ مرد ہے جو فصیح زبان کے ساتھ جحجہ راہ ہے
ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله لوگوں کو شہادۃ ان لا اله الا الله وان محمد
رسول الله کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ یہ آواز سنتے ہی معاویہ سے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھ کو ہی یہ آواز
دی جا رہی ہے اور میں ہی اس آواز کا مخاطب ہوں (رداء ابو نعیم عن طلحہ وعائشہ عن عمرؓ)
اور بچھڑے میں سے آواز سنائی دینے کا واقعہ صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے (صحیح بخاری
باب اسلام عمرؓ)

لیکن عمر میر بھی اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور آگے بڑھے۔ کچھ قدم چل کر نعیم
بن عبد اللہ نہ خاتم ملے اور پوچھا کہ اے عمر اس دوپہر میں کس ارادہ سے جا رہے ہو عمر
نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ ہے۔ نعیم نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کو قتل کر کے بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بیچ سکو گے۔ عمر نے کہا میں گمان کرتا ہوں

(۱) فتح الباری ج ۲ ص ۱۳۸

کہ تو بھی صابی (بد دین) ہو گیا ہے اور اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھا ہے نعيم نے کہا آپ مجھ سے کیا کہتے ہیں آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور آپ کے بہنوئی سعید بن زید دونوں صابی ہو چکے ہیں اور تمہارا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔

عمر یہ سنتے ہی غصہ میں بھرے ہوئے بہن کے گھر پہنچے۔ حضرت خباب جو ان کی بہن اور بہنوئی کو تعلیم دے رہے تھے وہ حضرت عمر کی آہٹ سنتے ہی چھپ گئے۔ عمر گھر میں داخل ہوتے اور بہن اور بہنوئی سے کہا شاید تم دونوں صابی ہو گئے ہو۔ بہنوئی نے کہا اے عمر اگر تمہارا دین حق نہ ہو بلکہ اس کے سوا کوئی دوسرا دین حق ہو تو بتلاؤ کیا کرنا چاہیے۔ بہنوئی کا یہ جواب دینا تھا کہ عمران پل پڑے بہن شوہر کے چھڑانے کے لیے آئیں تو ان کو اس قدر مارا کہ چھوہ خون آلود ہو گیا۔ اس وقت بہن نے یہ کمالے خطاب کے بیٹے تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کر لے ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ اے اللہ کے دشمن تو ہم کو منحس اس لیے مارتا ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں۔ خوب سمجھ لے کہ ہم اسلام لا چکے ہیں اگرچہ تیری ناک خون آلود ہو۔

حضرت عمر یہ سن کر کچھ شرماتے اور کہا کہ اچھا وہ کتاب جو تم پڑھ رہے تھے مجھ کو بتلاؤ۔ یہ سنتے ہی حضرت خباب جو مکان کے کسی گوشہ میں چھپے ہوئے تھے فوراً بائبل نکل آئے۔ بہن نے کہا:-

انک رجس وانہ لایمسہ
الا المطہرون فقو فتوضا
تو ناپاک ہے اور قرآن پاک کو پاک ہی
لوگ چھو سکتے ہیں جاؤ وضو کر کے آؤ
عمر اٹھے اور وضو یا غسل کیا اور صحیفہ مطہرہ کو ہاتھ میں لیا جس میں سورہ لفظ
لکھی ہوئی تھی پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے۔

۱۰۰ اشارۃ الی اختلاف الروایات فی ذلک

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَأَعْبُدْنِي ۚ
وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۚ
میں ہی معبود برحق ہوں میرے سوا کوئی معبود
برحق نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو اور نماز

کو میری یاد کے لیے قائم کرو

(۱)

بے ساختہ بول اٹھے ما احسن هذا الكلام واکو صد کیا ہی اچھا اور بزرگ کلام ہے۔
حضرت خباب نے عمر سے یہ سن کر کہا کہ اے عمر تم کو بشارت ہو۔ میں امید کرتا ہوں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا تمہارے حق میں قبول ہوئی۔ عمر نے کہا اے خباب مجھے
آپ کے پاس لے چلو۔

حضرت خباب عمر کو ساتھ لے کر دار ارقم کی طرف چلے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور صحابہ کرام جمع ہو کر تہمت تھے۔ دروازہ بند تھا۔ دستک دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی
یہ معلوم کر کے کمتر اندر آنا چاہتے ہیں کوئی شخص دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ حضرت حمزہؓ
نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اندر آنے دو اگر اللہ نے عمر کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمایا
ہے تو اللہ اسکو ہدایت دے گا اور اسلام لے آئے گا اور اللہ کے رسول کا اتباع کرے گا
ورنہم اللہ کے حکم سے اس کے شر سے محفوظ اور مامون ہو گے، اور بحمد اللہ عمر کا قتل کر دینا ہم
پر کچھ دشوار نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ اگر عمر خیر کے ارادہ
سے آ رہا ہے تو ہم بھی اس کے ساتھ خیر کا معاملہ کریں گے اور اگر شر کے ارادہ سے آ رہا ہے
تو اسی کی تلوار سے اسے قتل کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دروازہ کھولنے
کی اجازت دی۔ دروازہ کھول دیا گیا اور دو شخصوں نے میرے دونوں بازو پکڑے اور
آپ کے سامنے لا کر مجھ کو کھڑا کیا آپ نے ان سے فرمایا کہ چھوڑ دو اور میرا کرتہ پکڑ کر اپنی طرف
کھینچنا اور کہا اے خطاب کے بیٹے اسلام لا اور یہ دُعا فرمائی۔

اے اللہ اس کو ہدایت دے۔

اللہم اهدہ -

(۱) طہ - آیہ : ۱۴

اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا۔

اللہم هذا عمر بن الخطاب
اللہم اعز الدین بعمر بن الخطاب اس سے اپنے دین کو عزت دے۔
اور عمر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عمر کیا تو اس وقت تک باز نہ آئے گا جب تک
خدا سے عزوجل تجھ پر کوئی رسوا کن عذاب نازل نہ فرمائے۔

عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اسی لیے حاضر ہوں کہ ایمان لاؤں اللہ پر اور اس کے
رسول پر اور جو کچھ اللہ کے پاس سے نازل ہوا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ
رَسُولُ اللّٰهِ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط سرت سے آواز بلند تکبیر کہی جس سے تمام اہل دار
نے بچان لیا کہ مسلمان ہو گئے۔ یہ تمام تفصیل سیرۃ ابن ہشام اور عیون الاثر میں مذکور ہے۔
علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے اسلام کا یہ مفصل واقعہ مسند بزار اور معجم طبرانی
اور دارقطنی میں حضرت انس رضی سے اور دلائل بیہقی میں ابن عباس رضی سے اور دلائل ابی نعیم
میں حضرت طلحہ اور حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے۔ (۱)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو جبریل امین نازل ہوئے اور یہ
فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل آسمان حضرت عمر کے اسلام سے مسرور و خوش
ہوئے (رواہ ابن ماجہ والحاکم وصحیح) وقال الذہبی فی عبد اللہ بن خراش ضعف الدارقطنی (۲)
حضرت عمر اسلام لائے اور اسی وقت سے دین کی عزت اور اسلام کا ظہور اور
غلبہ شروع ہو گیا۔ علی الاعلان حرم میں نہ رڑ پڑھنے لگے۔ علانیہ طور پر اسلام کی دعوت و
تبلیغ شروع ہو گئی۔ اسی روز سے حق اور باطل کا فرق واضح اور ظاہر ہوا اور رسول اللہ

(۱) زرقانی ج: ۱، ص: ۲۶۶ - (۲) عیون الاثر ج: ۱، ص: ۱۲۶

طبقات ابن سعد ج: ۳، ص: ۱۹۳

صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام فاروق رکھا۔ (۱)

چل عمر شیعہ لائے آن مشوق شد حق و باطل را چو دل فاروق شد
زبان نشد فاروق راز ہرے گزند کہ بدان تریاق فاروقش قسمت

حضرت عمر جب اسلام لے آئے تو یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے اسلام کی ایسے شخص کو اطلاع دوں کہ جو بات کے مشورہ کرنے میں خوب ماہر ہوتا کہ سب کو میرے اسلام کی اطلاع ہو جائے چنانچہ میں جبل بن عمر کے پاس گیا جو اس بات میں مشورہ تھا اور کہا اے جبل تجھ کو معلوم بھی ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو گیا ہوں۔ جبل یہ بات سنتے ہی اسی حالت میں اپنی چادر کھینچتا ہوا مسجد حرام کی طرف بھاگا۔ جہاں سرداران قریش جمع تھے وہاں پہنچ کر باؤز بلند یہ کہا۔ اے لوگو عمر صابی ہو گیا ہے۔ عمر فرماتے ہیں میں بھی پیچھے پیچھے پہنچا اور کہا کہ یہ غلط کتا ہے میں صابی نہیں ہوا میں تو اسلام لایا ہوں اور یہ گواہی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سننا تھا کہ لوگ عمر پر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کیا اسی میں دن چڑھ گیا۔ اتفاق سے عاص بن وائل سمی ادھر آئے۔ عاص نے دریافت کیا کہ کیا واقعہ ہے لوگوں نے کہا عمر صابی ہو گیا ہے۔ عاص نے کہا تو پھر کیا ہوا۔ ایک شخص نے اپنے لیے ایک امر (دین) کو اختیار کر لیا ہے یعنی پھر تم کیوں مزاحم ہوتے ہو کیا تمہارا لگان ہے کہ بنی ہدی اپنے آدمی (یعنی حضرت عمر) کو یوں ہی چھوڑ دیں گے جاؤ میں نے عمر کو پناہ دی ہے۔ عاص کا پناہ دینا تھا کہ تمام مجمع منتشر ہو گیا۔ ابن ہشام ص ۱۲۱ وقال ابن کثیر لولا اسناد جدید قوی۔ کمافی اربابہ و النہایہ ص ۲۴۸ اور عاص بن وائل کی پناہ دینے کا واقعہ مختصر الصحیح بخاری میں بھی ہے فتح الباری ص ۱۳۵ ج ۲ باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲)

(۱) طبقات ابن سعد - ج : ۳ ، ص : ۱۹۴

(۲) فتح الباری ج : ۴ ، ص : ۱۳۵

مقاطعہ بنی ہاشم اور صحیفہ ظالمہ کی کتابتِ غیہ محرم الحرام سہ نبوی

جب قریش کی سفارت حبشہ سے ناکام واپسی ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ نجاشی نے حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کا بہت اکرام کیا۔ ادھر حضرت حمزہ اور حضرت عمر اسلام لے آئے جس سے کافروں کا زور ٹوٹ گیا اور پھر یہ کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور کوئی عربہ دین حق کے دبانے میں کارگر نہیں ہوتا تب تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر ایک تحریری معاہدہ لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم اور ان کے تمام حامیوں سے یک لخت تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں کہ نہ کوئی شخص بنی ہاشم سے نکاح کرے اور نہ ان سے میل جول رکھے جب تک کہ بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لیے ہمارے حوالے نہ کر دیں۔

اور اسی مضمون کی ایک تحریر لکھ کر اندرونِ کعبہ آویزاں کر دی گئی۔ منصور بن عکرمہ جس نے اس ظالمانہ اور سفاکانہ معاہدہ کو لکھا اس کو تو اسی وقت من جانب اللہ اس کی سزا مل گئی کہ اس کی انگلیاں شل ہو گئیں اور ہمیشہ کے لیے ہاتھ کتابت سے بیکار ہو گیا ابوطالب نے مجبور ہو کر مع خاندان کے شعب ابی طالب میں پناہ لی بنو ہاشم اور بنو المطلب مومن اور کافر سب نے آپ کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں نے دین کی وجہ سے دیا اور کافروں نے خاندانی اور بنی تعلق کی وجہ سے بنو ہاشم میں سے صرف ابوہلب قریش کا شریک رہا تین سال مسلسل اسی حصّہ میں سخت تکلیف کے ساتھ گزارے یہاں تک کہ بھوک سے بچوں کے بلبلانے کی آواز باہر سے سنائی دینے لگی۔ سنگدل سُن کر خوش ہوتے لیکن جوان میں سے رحم دل تھے ان کو ناگوار گذرا اور صاف کہا کہ تم کو نظر نہیں آتا کہ منصور بن عکرمہ پر کیا

سہ کہا جاتا ہے کہ اس جلد کی ابتداء سہ نبوی محرم میں ہوئی۔ فتح الباری ص ۱۴ ج ۷۔

آفت آئی (۱)

اس حد میں مسلمانوں نے لیکر کے پتے لکھا کہ زندگی بسر کی۔ سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں بھوکا تھا۔ اتفاق سے شب میں میرا پیر کسی ترجیز پر پڑا خدا زبان پر رکھ کر نگل گیا اب تک معلوم نہیں کہ وہ کیا شے تھی۔ سعد بن ابی وقاص اپنا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شب کو پیشاب کے لیے نکلا راستہ میں ایک اونٹ کی کھال کا سوکھا ہوا پھڑا ہوا تھکا۔ پانی سے دھو کر اس کو جلایا اور کوٹ چھان کر اس کا سفوف بنایا اور پانی سے اس کو پنی لیا۔ تین راتیں اسی سہارے پر بسر کیں۔ نسبت یہاں تک پہنچی کہ جب کئی تجارتی قافلہ مکہ آتا تو بولسب اٹھتا اور یہ اعلان کرتا پھر جاناکوئی تاجر اس صاحب محمد کو کوئی چیز عام نرخوں پر نہ فروخت کرے بلکہ ان سے اصنافا مضاعفہ قیمت لے اور اگر کوئی نقصان یا خسارہ ہو تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ صحابہ خریدنے کے لیے آتے مگر نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر خالی ہاتھ واپس ہو جاتے۔ الغرض ایک طرف اپنی تہمتی اور دشمنوں کی یہ چیرہ دستی تھی اور دوسری طرف بچوں کا بھوک سے ترپنا اور بلبلانا تھا (۲)

بعض لوگوں کو اپنے عزیزوں کی اس تکلیف کو دیکھ کر دل دکھتا تھا پوشیدہ طور پر ان کے کچھ کھانے پینے کا سامان بھیجتے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حکیم بن حزام اپنی چھوٹی حضرت خدیجہ کے لیے غلام کو ہمراہ لیکر کچھ غلہ لے جا رہے تھے۔ جاتے ہوئے ابو جہل نے دیکھ لیا اور کہا کیا تم بنو ہاشم کے لیے غلہ لے جاتے ہو۔ میں تم کو ہرگز غلہ نہ لے جانے دوں گا اور سب میں تم کو دھوکا کر دوں گا۔

اتفاق سے ابو جہری سامنے سے آگیا۔ واقعہ معلوم کر کے ابو جہل سے کہنے لگا ایک شخص

(۱) طبقات ابن سعد، ج: ۱، ص: ۱۳۹، میروں لاف، سیرۃ ابن ہشام، ج: ۱، ص: ۱۳۲، زاد المعاد۔

ج: ۱، ص: ۲۶، فتح الباری، ج: ۱، ص: ۱۴۶، (۲) روضہ الاف، ج: ۱، ص: ۲۳۲۔

تبہ طبعہ اولیٰ مصر

اپنی چھوٹی کے لیے غلہ بھیجتا ہے تم اس میں کیوں مزاحمت کرتے ہو۔ ابو جہل کو غصہ آ گیا اور سخت سُت کہنے لگا۔ ابو الجحزی نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر ابو جہل کے سر پر اس زور سے ماری کہ مرنے لگی ہو گیا۔ مار کھانے سے زیادہ ابو جہل کو اس کی تکلیف پہنچی کہ حضرت حمزہؓ کھڑے ہوئے شعب ابی طالب میں یہ واقعہ دیکھ رہے تھے (سیرۃ ابن ہشام ص ۱۲۳)۔

انہیں تکلیف اور مصائب کی بنا پر بعض رحم دلوں کو اس عہد کو توڑنے کا خیال پیدا ہوا۔ سب سے پہلے ہشام بن عمرو کو خیال آیا کہ افسوس ہم تو کھاتیں پیئیں اور ہمارے خویش و اقارب دانہ دانہ سے ترسیں اور فاقے پر فاقے کھینچیں۔ جب رات ہوتی تو ایک اونٹ غلہ کا شعب ابی طالب میں لے جا کر چھوڑ دیتے۔

ایک روز ہشام بن عمرو یہی خیال لے کر زہیر بن امیہ کے پاس گئے جو عبد المطلب کے نواسے اور عاکب بنت عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی کے بیٹے تھے۔ جا کر یہ کہا اے زہیر کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم جو چاہو کھاؤ اور پیو اور نکاح کرو اور تمہارے ماموں ایک ایک دانہ کو ترسیں۔ خدا کی قسم اگر ابو جہل کے ماموں اور نامیہال کے لوگ اس حال میں ہوتے تو ابو جہل ہرگز ہرگز ایسے عہد نامہ کی پر دانہ کرتا۔ زہیر نے کہا افسوس میں تنہا ہوں تنہا کیا کر سکتا ہوں۔ کاش ایک ہم خیال اور بل جلتے تو پھر میں اس کام کیلئے کھڑا ہوں۔ ہشام بن عمرو وہاں سے اٹھے اور مطعم بن عدی کے پاس گئے اور ان کو ہم خیال بنایا مطعم نے بھی

حاشہ: نذہ صفی علیہ السلام ابی حزام زمانہ جاہلیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست تھے بشت کے بعد بھی آپؐ محبت رکھتے تھے فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ احسان اور صلہ رحمی آپ کا فطری اور جبلی ارتقا حکیم نے جب دلائل اندہ کہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ ایک گودہ ہم میں فروخت کیا تو عبداللہ بن زبیر نے طاعت کی تو حکیم نے جواب دیا میں نے بیعت میں نے اس کے عوض جنت میں ایک ٹھکانہ لیا ہے اور وہ ایک لاکھ درہم کل کے کل قرار پر تقسیم کر ایسے حکیم نے ایک سو میں مال کی عمر میں یہ مال عشرہ میں دانات پائی ۱۲ اصابہ ص ۲۴۹ ۱۲ ۱۲ ہشام بن عمرو بشیخ فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے اصابہ ص ۲۴۹ ۱۲ ۱۲

یہی کہا کہ ایک آدمی اور اپنا ہم خیال بنالینا چاہیے۔

ہشام وہاں سے روانہ ہوئے اور ابو البختری اور بعد ازاں زمر بن الاسود کو اپنا ہم خیال

بنایا۔

جب یہ پانچ آدمی اس عہد کے توڑنے پر آمادہ ہو گئے تو سب سے ایک زبان ہو کر یہ کہا
کہ کل جب سب جمع ہوں اس وقت اس کا ذکر اٹھایا جائے۔ زہیر نے کہا ابتداء میں کروں
گا۔ صبح ہوئی اور لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ زہیر اُٹھے اور کہا اے اہل مکہ بڑے افسوس اور
غیرت کی بات ہے کہ ہم تو کھائیں اور پیئیں اور پینیں اور نکاح اور سیاہ کریں اور بنو ہاشم
فاقہ سے مریں خدا کی قسم جب تک یہ صحیفہ قاطعہ اور ظالمہ چاک نہ کیا جائے گا میں اس وقت
تک نہ بیٹھوں گا۔ ابو جہل نے کہا خدا کا یہ عہد نامہ کبھی نہیں بھاڑا جاسکتا۔

زمر بن الاسود نے کہا خدا کی قسم ضرور ہمارا اُجائے گا جس وقت یہ عہد نامہ لکھا گیا تھا
ہم اسی وقت راضی نہ تھے۔ ابو البختری نے کہا کہ زمر سے کچھ کہتا ہے ہم بھی راضی نہ تھے۔ مطعم نے
کہا بے شک یہ دونوں سچ کہتے ہیں۔ ہشام بن عمرو نے پھر اس کی تائید کی ابو جہل مجلس کا یہ
رنگ دیکھ کر حیران رہ گیا اور یہ کہا کہ یہ قورات کا طے کیا ہوا معاملہ معلوم ہوتا ہے (۱)

اسی اشارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو یہ خبر دی کہ اس عہد نامہ
کو باشتناسا مارا لہی کیڑوں نے کھا لیا ہے اور باسک اللہم کے علاوہ جو بطور عنوان ہر
تحریر کے شروع میں لکھا جاتا تھا تمام حروف کو کیڑے چاٹ گئے ہیں۔

ابوطالب نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا اور کہا میرے بھتیجے نے آج ایسی خبر
دی ہے اور میرے بھتیجے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ان کی کوئی بات آج تک غلط ثابت
ہوئی۔ آؤ بس اسی پر فیصلہ ہے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر صحیح اور سچ نکلے تو تم اس جرہ و تم
سے باز آؤ اور اگر غلط نکلے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے حوالے کرنے کے لیے باطل تیار

(۱) تاریخ طبری ج ۲، ص: ۲۲۸، سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص: ۱۳۰۔

ہوں چاہے تم ان کو قتل کرنا اور چاہے زندہ چھوڑنا۔ لوگوں نے کہا اے ابوطالب آپ نے بیشک انصاف کی بات کہی اور اسی وقت عہد نامہ منکیا گیا۔ دیکھا تو واقعی سوائے خدا کے نام کے تمام حروف کو کیڑوں نے کھالیا تھا۔ دیکھتے ہی مذامت اور شرمندگی سے سب کی گردنیں جھک گئیں۔ اس طرح اس ظالم عہد نامہ کا خاتمہ ہوا مسئلہ نبوی میں ابوطالب اور آپ کے تمام رفقاء اُس دن سے باہر آئے۔ بعد ازاں ابوطالب حرم میں پہنچے اور بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر ابوطالب اور ان کے رفقاء نے یہ دعا مانگی اے اللہ جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہماری قرابتوں کو قطع کیا اور ہماری آبروؤں کو حلال سمجھا ان سے ہمارا بدلہ اور انتقام لے۔

یہ روایت طبقات ابن سعد میں ابن عباس اور عاصم بن عمر بن قتادہ اور ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث اور عثمان بن ابی سلیمان اور عکرمہ اور محمد بن علی سے مروی ہے طبقات ابن سعد ص ۱۳۹ تا ص ۱۴۱ و تاریخ طبری ص ۲۲۹۔

ابوطالب نے اس بارے میں ایک قصیدہ بھی پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔
 العیاءُ تَنکُھُ اَنَّ الصَّحِیفَةَ مُمَرِّقَتْ وَاِنْ کُلُّ مَالٍ عَرِضَ لَہُ اللّٰہُ یَفْسُدُ
 کیا تم کو خبر نہیں کہ وہ عہد نامہ چاک کیا گیا اور جو چیز خدا کے نزدیک ناپسند ہوتی ہے وہ اسی طرح سے خراب اور برباد ہوتی ہے۔ خصائص کبریٰ ص ۱۵۱ ا

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اسی عرصہ میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ ابوطالب نے وہ قصیدہ لایمہ لکھا کہ جو مشہور ہے۔ کذا فی البیاء والنہایہ ص ۱۳۷
 اس طرح تین سال کی مسلسل مصیبت کا خاتمہ ہوا اور مسئلہ نبوی میں یعنی ہجرت تین سال پیشتر شعب ابی طالب سے باہر نکلے۔ فتح الباری ص ۱۴۲ باب تقاسم المشرکین علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی عرصہ میں کہ جب مکہ ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے ابوبکر حبشہ کی ہجرت کی

ملہ فتح الباری ص ۱۳۷ و کذا فی البیاء والنہایہ ص ۱۵۱

کی نیت سے نکلتا کہ مہاجرین حبشہ سے جا ملیں) جب مقام بڑک الغلو پر پہنچے تو قیدہ مکارہ کے سردار ابن الدغنے سے ملاقات ہوئی۔

ابن الدغنے نے پوچھا اے ابوبکر کہاں کا قصد ہے۔ ابوبکر نے کہا میری قوم نے مجھ کو نکال دیا ہے یہ چاہتا ہوں کہ خدا کی زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔

ابن الدغنے نے کہا اے ابوبکر تم جیسا آدمی نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے تم ناداروں کے لیے سامان مہیا کرتے ہو وصلہ رحمی کرتے ہو لوگوں کے بوجھ (قرضہ و نادان) اٹھاتے ہو مہمان نواز ہو۔ حق کے معین اور مددگار ہو۔ میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ تم لوٹ جاؤ۔ سردار قریش کی موجودگی میں بیت اللہ کا طواف کیا اور سرداران قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہیں نکلتا اور نہیں نکالا جاتا کیا ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ناداروں کے لیے سامان مہیا کرتا ہے اور وصلہ رحمی کرتا ہے لوگوں کے بوجھ اٹھاتا ہے۔ مہمان نواز ہے۔ حق کا معین اور مددگار ہے۔ میں نے ان کو پناہ دی ہے۔

قریش نے ابن الدغنے کی پناہ کو تسلیم کیا اور یہ کہا کہ آپ ابوبکر سے یہ کہہ دیں کہ اپنے گھر میں خدا کی عبادت کریں نمازیں پڑھیں قرآن کی تلاوت کریں لیکن اعلان نہ کریں۔ علاوہ طور پر نواز نہ پڑھیں۔ باوازا بلند قرآن کی تلاوت نہ کریں اس سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے کہیں اسلام پر مشغول نہ ہو جائیں۔ ابن الدغنے ابوبکر سے یہ کہہ کر لوٹ گئے۔ ابوبکر صرف اپنے گھر میں خدا کی عبادت کرنے لگے۔ بعد چندے ابوبکر نے اپنے مکان کے صحن میں ایک مسجد بنائی کہ اس میں نماز پڑھتے اور قرآن تلاوت کرتے۔

قریش کے بچے اور عورتیں لوٹ پڑتے اور تعجب لگاتار ٹھکلی یا بندھے ہوئے ابوبکر کو دیکھتے رہتے۔ جس کو دیکھتے اس کی نظر کا منہ ہی اور غایت ابوبکر تھے ابوبکر خدا کے خوف سے

دلہ بین العوسین عبادت روایت کا جز نہیں یہ تشریحی جملہ ہے جو فتح الباری سے لیا گیا ہے۔

فتح الباری ص ۱۸۶ و زرقانی ص ۲۸۸ ج ۱۔ (۲) بخاری شریف: ج ۱، ص ۳۴، ص ۵۵۲

فتح الباری ج ۱، ص ۸۱

بہت رونے والے مرد تھے مگر باوجود مرد ہونے کے تلاوت قرآن کے وقت اپنی آنکھوں کے مالک نہیں رہتے تھے ہزار کوشش بھی کریں تو اپنی آنکھوں کو تنہا نہیں سکتے تھے۔ (اسی وجہ سے سامعین سننے والے اپنے دلوں کے مالک نہیں رہتے تھے ہزار کوشش بھی کریں مگر ابوبکر کی تلاوت کے وقت دلوں کو تنہا نہیں سکتے تھے۔)

سرداران قریش نے جب یہ حال دیکھا تو گھبرا گئے اور فوراً ہی ابن الدغنے کو بلا بھیجا اور ابن الدغنے سے یہ شکایت کی ہم نے ابوبکر کو آپ کے کہنے سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں غفی اور پوشیدہ طور پر خدا کی عبادت اور بندگی کریں۔ علانیہ طور پر خدا کی عبادت اور بندگی نہ کریں اور علانیہ طور پر نماز اور قرآن نہ پڑھیں۔ اب ابوبکر نے خلاف شرط علی الاعلان نماز اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا ہے جس سے ہم کو اپنے بچوں اور عورتوں کے گھٹ جانے (یا سنہ جانے) کا اندیشہ ہے آپ ابوبکر سے کہہ دیجیے کہ اپنی شرط پر قائم رہیں یا آپ کے امان اور پناہ کو واپس کر دیں ہم آپ کی پناہ کو توڑنا نہیں چاہتے۔ ابوبکر نے کہا کہ میں تمہارے امان اور پناہ کو واپس کرتا ہوں اور صرف اللہ عز و جل کے امان اور پناہ پر راضی ہوں۔ (۱)

فائدہ جلیلہ :

ابن الدغنے نے ابوبکرؓ کے جو اوصاف بیان کیے ہیں وہ بعینہ وہ اوصاف ہیں کہ جو حضرت خدیجہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شمار کیے تھے (جیسا کہ بعثت نبوی کے بیان میں گزر چکے ہیں) جس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فضل و کمال اور مقام صدیقیت کا مقام نبوت سے قرب اور اتصال کا پتہ چلتا ہے۔

عارفین محققین کے نزدیک مقام صدیقیت اور مقام نبوت کے مابین کوئی اور مقام ملے بخاری کے لفظ میں یعون مزہو منظر وان ایہ کلام عرب میں کلام الی انتہا غایت کے لیے آتا ہے ہم نے اس عبارت میں کلام الی کے ترجمہ اور مدلول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نہیں مقام صدیقیت کی نہایت مقام نبوت کی ہدایت سے جا کر ملتی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

عام الحزن والملاہ

ابوطالب اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما کا انتقال

شعب ابی طالب سے نکلنے کے چند روز ہی بعد ماہ رمضان یا شوال سنہ ہجری میں ابوطالب نے انتقال کیا اور پھر تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انتقال کیا (۱)

مسند احمد اور بخاری اور مسلم اور نسائی میں ہے کہ جب ابوطالب مرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئے ابوہریر اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی وہاں موجود تھے آپ نے فرمایا اے چچا تم ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لو تاکہ خدا کے سامنے تمہاری شفاعت اور سفارش کے لیے مجھ کو ایک حجت اور دلیل مل جائے۔

ابوہریر اور عبداللہ بن امیہ نے کہا اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کی ملت کو چھوڑتے ہو۔ ابوطالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا اور آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا علیؑ عبدالمطلب یعنی عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔

ابوطالب تو یہ کہہ کر مر گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں برابر ابوطالب کے لیے استغفار یعنی دعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔ جب تک خدا کی طرف سے میں منع نہ کیا جاؤں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَّا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَئِ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

پیغمبر اور مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے دعا و مغفرت کریں اگرچہ ان کے رشتہ داری کیوں نہ ہوں جبکہ یہ ظاہر ہو گیا کہ

کہہ انہم اصحاب الجحیم (تہ، ۱۱۲) یہ لوگ دوزخی ہیں یعنی کفر پر مے ہیں۔
اور یہ آیت بھی نازل ہوئی۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَئِنَّ اللَّهَ
يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (قصص، ۵۶) اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ اپنے چچا کے کیا کلام آتے وہ آپ کے
حالی اور مددگار تھے۔ آپ نے فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے۔ اگر میں شفاعت رکنت تو جہنم کی تر
میں ہوتے (بخاری شریف باب قصۃ ابی طالب)

علامہ سیبلی رضی اللہ عنہ میں اور حافظ ابن سید الناس عیون الاثر ص ۱۳۳ میں اور حافظ عسقلانی فتح الباری
ج ۱۴ ص ۱۴۳ میں کہ حضرت عباسؓ کا یہ سوال اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ روایت جوامان ابی طالب کے بارے میں
حضرت عباسؓ کی طرف سے صحیح وہ صحیح نہیں وہ روایت یہ ہے کہ مرتبہ وقت ابوطالب کے ہونے پہلے رہے تھے حضرت
عباسؓ نے کان لگا کر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ نے جس کلمہ کے لیے کہا تھا ابوطالب نے وہی کلمہ کہا ہے آپ
نے فرمایا میں نے نہیں سنا ۱۷۔ اس لیے کہ اگر حضرت عباسؓ نے ابوطالب کو کلمہ شہادت کہتے سنا تھا تو پھر اس سوال
کے کیا معنی اور بالفرض اگر وہ روایت صحیح بھی ہو تو آیات قرآنیہ اور بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحاح کی مشہور و معروف
احادیث اور روایات مستندہ کے مقابل میں جنت نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وہ روایت ضعیف اور منقطع بھی ہو علامہ شبلی
ابن اسحاق کی اس ضعیف اور منقطع روایت سے بخاری اور مسلم اور صحاح ستہ کی تمام روایات صحیحہ کو روکر کے ابوطالب
کا ایمان ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ کے نزدیک ایوان کسری کے زلزلہ کی روایت اس لیے ناقابل اعتبار تھی کہ
صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحاح ستہ میں کہیں اس کو پتہ نہیں نکالیں کسری کی حدیث کا اگر صحاح ستہ میں کہیں پتہ نہیں
تھا تو صحاح ستہ میں اس کے خلاف بھی کوئی ایک حرف نہ تھا اور ابن اسحاق کی اس روایت کے خلاف صحاح ستہ میں
صحیح اور صحیح روایتیں موجود ہیں۔ نیز علامہ کی تحقیق یہ ہے کہ محمد بن اسحاق اس لیے مجروح ہیں کہ وہ یہود اور نصاریٰ
سے روایت کرتے تھے اور ان کو ثقہ سمجھتے تھے پس معلوم کہ ایسے شخص کی روایت سے صحیحین اور صحاح ستہ کی روایات کو روکنے کے لیے
علامہ کیسے آمادہ ہو گئے نیز ایمان ابوطالب کے بارے میں جس قدر بھی روایتیں ہیں تقریباً کل کی کل وہ ایسے ہی حضرت سے
مروی ہیں کہ جو معاذ اللہ ابوبکرؓ اور عمرؓ رضی اللہ عنہما کے کفر زوی ہیں۔ حافظ عسقلانی نے اسباب ص ۱۱۶ ذکر ابی طالب میں
اس پر مفصل کلام کیا ہے حضرت اہل علم اصحاب کے علاوہ ابلیس و انبیاء ص ۱۲۲ تا ص ۱۲۶ میں کہ اور زرقانی شرح مہلب
ص ۲۹۱ کی بھی مراجعت کریں۔

نکتہ : علامہ سیلّی فرماتے ہیں۔ ابوطالب مرے پر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں غرق تھے۔ صرف قدم بجاتے اسلام کے ملے عبد المطلب پر تھیں اس لیے عذاب قدموں پر مسلط کیا گیا۔ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَسْكِنْتَ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب ابوطالب مر گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا گراہ چما کر گیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ دفن کر آؤ۔ میں نے عرض کیا کہ وہ تو مشرک مرے آپ نے فرمایا کہ ہاں دفن کر آؤ۔ یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی میں ہے۔ (۱) حافظ عقیلانی اصحاب میں فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علی ابوطالب کے دفن سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اِفْشِلْ بَعْضُكَ لِرَبِّهِ۔ اسی بنا پر فقہار اور علماء کا یہ قول ہے کہ کافر و مشرک کی تجسیر و تکفین کے بعد غسل کرنا مقبہ ہے جیسا کہ اور احادیث میں بھی آیا ہے۔

حافظ تورنشیؒ فرماتے ہیں کہ اسی حدیث سے ائمہ مجتہدین اور خصوصاً امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے دفن کافر کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ نیز اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اس لیے کہ ابوطالب کے چار بیٹے تھے۔ طالبؒ، عقیلؒ، جعفرؒ، محمدؒ ابوطالب کی میراث فقط طالب اور عقیل کو ملی جو باپ کے طریقہ پر تھے اور علیؒ اور جعفرؒ کو نہیں ملی کہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ کذا فی المعتقد۔

(۱) فتح الباری ج : ۷، ۱۲۸

(۲) عیون الاثر - ج : ۱، ص : ۱۳۲

تنبیہ: اہل سنت والجماعت سلحہ متفقہ عقیدہ یہی ہے کہ ابوطالب کفر ہی پر مرے جیسا کہ آیات اور احادیث سے واضح ہو چکا ہے۔ حافظ قریشی لکھتے ہیں کہ ابوطالب کا کفر حد تو ان کے پہنچ چکا ہے اور علماء سلف اور ائمہ دین کا یہی مسلک ہے۔ روافض کا تسلک ہے۔ کہ ابوطالب ایمان پر مرے اور ابو بکر کفر پر مرے جانا چاہیے کہ ایمان کے لیے محبت اور جان شاری کافی نہیں نبوت و رسالت کی تصدیق و شہادت کے بغیر تو میں نہیں ہو سکتا۔ فافہم ذالک واستقم۔

دعوت اسلام کے لیے طائف کا سفر

ابوطالب کے بعد آپ کا کوئی حامی اور مددگار نہ رہا اور حضرت خدیجہؓ کے شخصیت ہو جانے سے کوئی تسلی دینے والا اور غلگلا نہ رہا اس لیے آپ نے قریش مکہ کی چہرہ و ستیوں سے مجبور ہو کر اخیر شمال سلسلہ نبوی میں طائف کا قصد فرمایا کہ شاید یہ لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول کریں اور اس کے دین کے حامی اور مددگار ہوں۔ زید بن حارثہ کو ہمراہ لیکر طائف تشریف لے گئے عبد مال۔ مسعود۔ حبیب ان تینوں بھائیوں پر جو دہاں کے سرداروں میں سے تھے اسلام پیش کیا۔ بجائے اس کے کہ کلمہ حق کو سننے نہایت سختی سے آپ کو جواب دے دیا ایک نے کہا کیا خدا نے کعبہ کا پردہ چاک کرنے کے لیے تجھ کو نبی بنا کر بھیجا ہے ایک نے کہا کیا خدا کو اپنی پیغمبری کے لیے تمہارے سوا اور کوئی نہیں ملا۔ ایک نے کہا خدا کی قسم میں تم سے ہی کلام نہ کروں گا۔ اگر واقع میں اللہ نے تجھ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تو تیرے کلام کا رد کرنا سخت خطرناک ہے (مگر اس نادان نے یہ نہ سمجھا کہ اللہ کے پیغمبر کے ساتھ استہزاء اور

اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے لہذا علامہ شبلی کا سیوا لہی ص ۱۸۱ القطیع کلاں میں یہ لکھنا کہ ابوطالب

کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے چھٹی تیس ہے اور دھوکہ ہے۔ اہل سنت میں ان کے کفر کے متعلق کوئی اختلاف نہیں البتہ روافض ابوطالب کے ایمان کے قائل ہیں اور ظاہر ہے کہ روافض کا اختلاف قابل اعتبار نہیں جو فرقہ ابو بکر و عمر کو بلکہ کل صحابہ کو کافر و منافق سمجھتا ہے اس کا اختلاف کب قابل اعتبار و التفات ہو سکتا ہے۔ ۱۲۔

تھوڑا سا سہ بھی زیادہ سخت ہے) اور اگر تم اللہ کے رسول نہیں تو پھر قابلِ خطاب اور لائقِ التفات نہیں اور بعد ازاں اوباش اور بازی رکوں کو اکسا دیا کہ وہ آپ پر پتھر برسائیں اور آپ کی ہنسی اڑائیں۔ ظالموں نے اس قدر پتھر برسائے کہ آپ زخمی ہو گئے جب آپ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو یہ بد نصیب آپ کے بازو پکڑ کر دوبارہ پتھر برسانے کے لیے کھڑا کر دیتے اور ہنستے

زید بن حارثہ جو اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے وہ آپ کو بچاتے اور یہ کوشش کرتے کہ جو پتھر بھی آئے وہ بچاتے آپ کے مجھ پر گرے۔ اسی میں زید بن حارثہ کا تمام سر زخمی ہو گیا اور آپ کے پاؤں میں اس قدر زخمی ہو گئے کہ ان سے خون بہنے لگا۔

طائف سے واپسی میں عقبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کا باغ پڑتا تھا وہاں ایک درخت کے سایہ میں دم لینے کے لیے آپ بیٹھ گئے اور یہ دعا مانگی۔

اللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَشْكُوْكَ مُصْعَفٌ قَوِيٌّ	اے اللہ میں تجھ سے اپنی کمزوری اور تدبیر
وَقَلَّةٌ حِيلَتِيْ وَهُوَ اِنِّىْ عَلَى النَّاسِ	کی کمی اور لوگوں کی بے توقیری کی شکایت کرتا
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَغْفِيْنَ	ہوں اے ارحم الراحمین تو کمزوروں کا بھلا
اِلَى مَنْ تَكَلَّمْتُ اِلَى عَدُوٍّ وَبَعِيْدٍ	طو پر مری اور مدگار ہے تو مجھے کس کے
يَتَجَمَّعُنِيْ اِمَّ اِلَى صَدِيْقٍ قَرِيْبٍ	سپر دہ کے گا کسی غضبناک اور ترش رو
مَلِكَةٍ اَمْرِيْ اِنْ لَوْ تَكُنْ	دشمن کی طرف یا کسی دوست کی طرف
غَضَبًا نَا عَلٰى فَلَا اِيَّالِيْ غَيْرَ اِنْ	کہ جس کو تو میرے امر کا مالک بنائے۔ اگر
عَافَيْتَكَ اَوْ سَعِ لِيْ اَعُوْذُ بِنُورِ	مجھ سے ناراض نہ ہوں تو پھر مجھے کہیں کی
وَجْهَتِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهٗ	بھی پروا نہیں مگر تیری عافیت اور
الظُّلُمَاتِ وَصَلِّحْ عَلَيَّ اَمْرَ	سلاحتی میرے لیے باعثِ صلہ سہولت ہے
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَنْ تَنْزِلُ	میں پناہ مانگتا ہوں۔ تیری بزرگ ذات کے

ب غضبك اويحل
 بي سخطك ولك العتبى
 حق ترضى ولا حول
 ولا قوة الا بك -
 (اخرجه ابن اسحاق
 والطبراني)

دیلے سے جس سے تمام ظلمتیں منور ہوئیں اور
 اسی زر سے دنیا اور آخرت کا کارخانہ چل رہا ہے
 میں اس پہلہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب اللہ ناری بخیر
 اترے وکیل مقصد تجھ ہی کو سنانا اور راضی کر لیا ہے
 بندہ میں کسی شر سے پھرنے اندیشہ کرنے کی قدرت نہیں
 مگر جتنی تیری بارگاہ سے عطا ہو جاتے۔

اجابت دُعا کے لیے تو نبوت و رسالت ہی کا وصف کافی تھا۔ کیونکہ ہر نبی مستجاب
 الدعوات ہوتا ہے لیکن اس وقت وصف نبوت کے علاوہ اضطراب و مظلومیت غربت
 اور مسافرت کا بھی اضافہ ہو گیا۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے اَمَّنْ يُعِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا
 دَعَا وَيَكْشِفُ السُّوءَ

پھر یہ کہ مظلوم اور مسافر ہر ایک کے بارہ میں جداگانہ حدیث میں آیا ہے کہ مظلوم
 اور مسافر کی دعا بلاشبہ قبول ہوتی ہے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگامِ ماکردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید
 پس ایسی ذات ستودہ صفات کی دعا کا کیا پوچھنا کہ جو نبی اور رسول بھی ہو مضطر بھی
 ہو مظلوم بھی ہو غریب اور مسافر بھی ہو۔ ایسی دعا کا زبان سے نکلتا تھا کہ اجابت کے دروازے
 کھل گئے۔ وہی عبتہ اور شیتہ کہ جن کا دل اب تک پتھر سے زیادہ سخت تھا۔ آپ کی اس
 بے کسی اور مظلومیت کو باغ کے اندر میٹھے دیکھ رہے تھے۔ دیکھ کچھ زمانے اور خونِ قرابت
 اور رگِ حمیت جوش میں آئی۔ اپنے عداس کو ہلا کر کہا کہ ایک طبق میں انگوٹھ رکھ کر اس شخص کے
 پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ اس میں سے تھوڑا بہت کچھ ضرور کھائیں۔ عداس نے آپ
 کے سامنے وہ طبق لا کر رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا عداس
 ملے اشدہ اس طرف ہے کہ آئندہ چونکہ اسلام کو ترقی نصیب ہوئی اس کا مبارک یہی دُعا ہے۔ ۱۲

نے کہا خدا کی قسم اس شہر میں تو کوئی شخص بھی اس کلام کا کہنے والا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداس سے فرمایا کہ تم کس شہر کے باشندے ہو اور تمہارا دین اور مذہب کیا ہے عداس نے کہا میں شہر ینوی کا باشندہ ہوں اور مذہباً نصرانی ہوں آپ نے فرمایا اُسی ینوی کے جہاں اللہ کے نیک بندے یونس بن مثنیٰ رہتے تھے۔ عداس نے کہا آپ کو یونس بن مثنیٰ کا کیا علم؟

آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی تبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس نے آپ کی پیشانی اور ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور یہ کہا اَشْهَدُ اَنْتَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ جب عداس آپ کے پاس سے واپس آیا تو عقبہ اور شیبہ نے کہا کہ تو اس شخص کے ہاتھ اور پیروں کو کیوں بوسہ دیتا تھا۔ یہ شخص کہیں تجھ کو ترے دین سے نہ ہٹا دے۔ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے ۱۲- (۳)

حکیم ابن حزام سے مروی ہے کہ جب عقبہ اور شیبہ قریش مکہ کے ساتھ ہر کر جنگ بدر کے لیے تیار ہوئے تو عداس نے عقبہ اور شیبہ کے پیروں پر ایسے اور یہ کہا اللہ کی قسم وہ اللہ کے رسول ہیں یہ لوگ اپنی مقتل کی طرف کھینچے جا رہے ہیں۔

عداس بیٹھ رو رہے تھے کہ عاص بن شیبہ وہاں سے گذرا۔ عداس سے پوچھا کیوں روتے ہو۔ عداس نے کہا اپنے ان دونوں سرداروں کی وجہ سے رو رہا ہوں یہ اس وقت اللہ کے رسول کے مقابلہ میں جا رہے ہیں۔ عاص بن شیبہ نے کہا واقعہ میں اللہ کے رسول ہیں۔ عداس نے کہا ہاں خدا کی قسم بلاشبہ تمام دنیا کی طرف اللہ کے رسول ہر کر آئے ہیں (۴)

۱۲ ینوی رسول کے علاقہ میں ایک شہر ہے زرقانی ص ۳۹ ج ۱ ص ۱۲۰ ع ۱۲ تمام واقعہ ہم نے عیون الاثر سے نقل کیا ہے صرف اشد انک عبد اللہ و رسول عداس کی شہادت حافظ عقیلائی نے بحوالہ سیرۃ سلیمان نبی لہذا ص ۳۶ ترجمہ عداس میں اس شہادت کا ذکر کیا ہے (۳) عیون الاثر ج ۱ ص ۱۳۴ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۳۵ (۴) اصیاء ج ۲ ص ۲۶۷ -

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر کیا اُحد سے بھی زیادہ سخت دن گذرا ہے۔ آپ نے فرمایا تیری قوم سے جو تکلیفیں پہنچی سو پہنچی لیکن سب سے زیادہ سخت وہی گذرا کہ جس دن میں نے اپنے آپ کو عبیدائیل کے بیٹے پر پیش کیا اس نے میری بات کو قبول نہیں کیا۔ میں وہاں سے نہایت غمگین اور رنجیدہ واپس ہوا۔ مقام قرن الثعالب میں پہنچ کر کچھ افاقہ ہوا۔ یکایک جو سرائٹھایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک ابر مجھ پر سایہ کیسے ہوئے ہے اور اس میں جبریل امین موجود ہیں۔ جبریل نے وہیں سے مجھ کو آواز دی کہ آپ کی قوم نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ اللہ نے سن لیا ہے۔ اس وقت اللہ نے آپ کے پاس ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتے) کو بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو جو چاہیں وہ حکم دیں۔

اتنے میں ملک الجبال پہاڑوں کے فرشتے نے مجھ کو آواز دی اور مجھ کو سلام کیا اور یہ کہا اے محمد اللہ نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے میں ملک الجبال ہوں (پہاڑوں کا فرشتہ ہوں) آگاہ پہلے میرے طرف میں ہوں۔ آپ جو چاہیں مجھ کو حکم دیں اگر آپ حکم دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو رجن کے مابین اہل مکہ اور اہل طائف رہتے ہیں (ملا دوں جس سے تمام لوگ پس جائیں) آپ نے فرمایا نہیں۔ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اس وعدہ لاشریک لہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شک نہ کریں گے۔

یہ تمام روایت صحیح بخاری باب ذکر الملائکہ میں ہے صرف خط کشیدہ مجملے طبرانی کی روایت کا ترجمہ ہیں ۱۲- (۱)
ایک ضروری تنبیہ:

بلوچوں سخت سے سخت ایذاؤں کے اُس رحمتِ عالم، رافتِ محکم نبی ماکرم صلی اللہ علیہ وسلم

و شوق و کرم نے ان لوگوں کی ہلاکت اور بربادی کی اس لیے دعائیں مانگی کہ یہ لوگ اگرچہ ایمان نہیں لائے مگر ان کی نسل میں سے خدا کے مطیع اور فرمانبردار اور مخلصین اور جہاں نثار پیدا ہوں گے۔

بہ خلافت سیدنا فتح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مری جان اور روح ان پر فدا ہو) جب ان کو یہ امید منقطع ہو گئی اور وحی الہی سے یہ معلوم کر لیا گیا کہ جن کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لا چکے باقی ماندہ لوگ نہ خود ایمان لائیں گے اور نہ ان کی اولاد میں سے کوئی خدا کا ماننے والا بنوے گا۔ تب سیدنا فتح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی ہلاکت اور بربادی کی دعا فرمائی کہ: **قَالَ تَعْلَىٰ - وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِرَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ (۱۱)** اور نوح کے پاس وحی بھی گئی کہ اب آپ کی قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا مگر جو پہلے لا چکا ہے پس آپ ان کے افعال کی وجہ سے غلگین نہ ہوں۔

اس کے بعد نوح علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی :-

رَبِّ لَا تَذَرْنِي الْآفِرِينَ اے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک **مِنَ الْكَافِرِينَ ذِيَّارَاهِ إِنَّكَ إِن تَذَرْنَهُمْ يَفْسِدُوا عِبَادَكَ** بسنے والا بھی نہ چھوڑ۔ اگر آپ ان کو چھوڑ دیں گے تو ترے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور **لَا يَلِدُوا إِلَّا فَاكِهًا كَفَّارًا ۝ (۱۲)** کافروں کا جو کہ کسی کو نہیں جنمیں گے۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی کے معلوم ہو چکا تھا کہ نہ یہ ایمان لائیں گے اور نہ ان کی نسل میں سے ایمان لائے گا۔ آئندہ جو بھی پیدا ہوگا وہ کافر و فاجر اور خداوند خداوند الجلال کا نافرمان ہی پیدا ہوگا۔ اس لیے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ اب اپنے کسی منکر اور کدے تک زمین پر باقی مت چھوڑ۔ یہ لوگ زندہ رہیں گے تو کبھی تیرے نافرمان ہوں گے اور ان کی ذریت اور اولاد بھی تیری نافرمان ہوگی۔ جب ایمان ہی نہ آئیدی ہو گئی تو اب شفقت و رحمت

کا کوئی محل ہی باقی نہ رہا۔ یہ کارخانہ عالم بھی اسی وقت تک قائم ہے کہ جب تک کوئی اس خداوند ذوالجلال کا نام لیرا باقی ہے۔ جب زمین پر کوئی خداوند ذوالجلال کا نام لینے والا نہ رہے گا۔ اسی وقت یہ تمام کارخانہ درہم و برہم کر دیا جائے گا۔

طائف واپسی اور جنات کی حاضری

واپسی میں آپ نے چند روز مقامِ خلد میں قیام کیا۔ ایک رات آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ نصیبین کے سات جن اس طرف سے گزرے اور کھڑے ہو کر آپ کا قرآن سنا اور چلے گئے آپ کران کی آمد کا بالکل علم نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ
الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا
حَضَرُوهُ قَالُوا أَنُصَلُّوْا فَلَئِمَّا
قُصِّيَ وَكُذِّبُوا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّضِنِّينَ
قَالُوا لَيْقَوْمًا إِنَّا سَمِعْنَا كُتُبًا أَنْزَلَ
مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى
طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ هَٰ يُقَوْمَتَنَا
أَجِيبُوهُ إِذَا دَعَىٰ اللَّهَ وَامْسُوا
بِهِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ
وَيُجِرْ كَوْمًا مِّنْ عَذَابِ أَلِيمٍ هَٰ
وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ
بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنَ دُونِهِ

اور اس وقت کو یاد کیجیے کہ جب ہم نے جنات
کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا تا کہ آپ کا
قرآن سنیں پس جب وہ حاضر ہو گئے تو آپس
میں کہنے لگے کہ خاموش رہو یعنی اس کلام کو سنو
پس جب قرآن پڑھا جا چکا یعنی آپ کی
نماز ختم ہو گئی تو یہ لوگ اپنی قوم کی طرف واپس
ہوتے تاکران کو اکاوا کریں بجا کر یہ بیان کیا ہم
عجیب کتاب سنکراتے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام
کے بعد نازل ہوئی جو پہلی کتاب کی تصدیق
کرتی ہے اور حق راہ راست کی رہنمائی
کرتی ہے۔ اے ہمارے بھائیو! اللہ
کے داعی کی دعوت قبول کرو اور اس پر
ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں

اَوَّلِيَّائِهِ اُولَٰئِكَ رَفِئَةٌ
صَلِّ مَبِينًا ۝ (۱)
(ابداً و انتہائے
۱۳۷ ج ۳)
کو معاف کرے گا اور جو اللہ کے داعی کی
دعوت کو قبول نہ کرے تو وہ رفتے زمین
میں چھوٹ کر کہیں نکل نہیں سکتا اور نہ اس کا کوئی حامی
ہوگا ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

جب مکہ کے قریب پہنچے تو زید بن حارثہؓ نے عرض کیا کہ مکہ میں کس طرح داخل ہوں
گے۔ مکہ ہی والوں نے تو آپ کو نکالا ہے۔ آپ نے فرمایا اے زید اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے
رہائی کی کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا اور اللہ ہی اپنے دین کا حامی اور مددگار ہے اور یقیناً
وہ اپنے نبی کو سب پر غالب کرے گا۔ پھر آپ نے غار حرا پر پہنچ کر اخنس بن شریق کے پاس
پیام بھیجا کہ کیا میں آپ کی پناہ میں مکہ آسکتا ہوں؟ اخنس نے کہا میں قریش کا حلیف ہوں
اس لیے میں پناہ نہیں دے سکتا۔ بعد ازاں نے یہی پیام سہیل بن عمرو کے پاس بھیجا سہیل
نے کہا کہ بنو عامر بنو کعب کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتے۔ بعد ازاں آپ نے مطعم بن
عديجہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ کیا میں آپ کی پناہ میں مکہ آسکتا ہوں؟ مطعم نے آپ کی فرمائش
قبول کی اپنے بیٹوں اور قوم کے لوگوں کو بلا کر حکم دیا کہ ہتھیار لگا کر حرم کے دروازے پر
کھڑے رہیں۔ میں نے محمد کو پناہ دی ہے اور خود بھی اونٹ پر سوار ہو کر حرم کے پاس آکر کھڑا
ہوا اور پکار کر کہا اے گروہ قریش! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی ہے کوئی ان سے
تعرض نہ کرے۔

آپ حرم میں تشریف لائے اور حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف کر کے ایک دو گانا ندا
فرمایا اور مکان واپس تشریف لے گئے۔ مطعم اور اس کے بیٹے آپ کو حلقہ میں لیے ہوئے تھے (۳)

(۱) سورہ احقاف: ۲۹-۳۴

عَلَيْهِ اَصْلُ الْفَاذِ يَهْرُجُ يَزِيدُ اِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ لِّمَنْزُومٍ فَرَجًا وَمُخْجَاوًا اِنَّ اللّٰهَ تَاصِرٌ
دِينَہ و مظهر نبیہ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۲ (۳) طبقات ابن سعد ۱۱

ص: ۱۴۲، زاد المعاد ج ۲، ص: ۴۷۔

مطمع کے اسی احسان کی بنا پر، بدر کے دن اسیران بدر کی بابت آپؐ نے ارشاد فرمایا:-
لو كان المطعم بن عدی اگر آج مطمع بن عدی زندہ ہوتا اور پھر مجھ سے
حیا و کتمان فی ہولاء السنۃ لکنہم لہ ان گندول کے بارے میں کچھ کلام کرتا تو میں
اس کی رعایت سے ان سب کو کی غنت چھوڑ دیتا۔
(عروۃ الاثر ص ۱۱ ج ۱)

اسلام طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی عرصہ میں طفیل عمرو دوسی، مکہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معروف تبلیغ تھے
طفیل شریعت النبی ہونے کے علاوہ بہت بڑے شاعر اور بہت بڑے زریک اور فہیم اور
مہمان نواز تھے۔ قریش سے حلیفانہ تعلقات رکھتے تھے۔

جب آپؐ مکہ آئے تو قریش کے کچھ آدمی آپؐ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر
ہوا ہے جس نے تمام قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے اس کا کلام مثل سحر اور جادو کے ہے کہ باپ اور
بیٹے اور بھائی بھائی اور میاں بیوی کے مابین جدائی ڈالتا ہے۔ آپؐ اس سے بچتے رہیں ہیں
اور فریضہ ہے کہ آپؐ اور آپؐ کی قوم کہیں اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے۔ جہاں تک ممکن ہو
آپؐ اس کی کوئی بات نہ سنیں۔ قریش نے انکو اس قدر ڈرایا کہ انھوں نے اپنے کانوں میں
کپڑے ٹھونس لیے کہ میں اتفاقی طور پر اس شخص کا کلام کان میں نہ پڑ جائے۔ یہاں تک کہ
لوگ مجھ کو ذوالصفین کہنے لگے۔ اتفاقاً ایک روز مسجد حرام کی طرف گیا۔ دیکھنا کیا ہوں
کہ آپؐ کھڑے ہوئے بیت اللہ کے سامنے نماز پڑھ رہے ہیں۔

طفیل کہتے ہیں کہ میں آپؐ کے قریب جا کر کھڑا ہوا۔ میں اگرچہ یہ چاہتا تھا کہ آپؐ کا
کلام سنوں مگر خداوند الجلال یہ چاہتا تھا کہ اپنا کچھ کلام مجھ کو سنائے۔ چنانچہ بلا احتیاج
یہ کلام میں نے سُن پایا۔ نہایت اچھا اور بجلا معلوم ہوا۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں
یہ کہا کہ میں نہرو عاقل اور بڑا شاعر ہوں مجھ پر کسی کلام چہن اور فہم مخفی نہیں رہ سکتا۔

میں یہ کلام ضرور سنوں گا اگر عمدہ اور مستحسن ہے تو قبول کر دوں گا اور اگر قبیح اور نازیبا ہے تو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب آپ حرم سے واپس ہوئے تو میں آپ کے پیچھے ہولیا۔ جب آپ دولت کوہ پر پہنچے تو آپ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے مجھے آپ کا کلام سننے سے اس قدر ڈرایا کہ کانوں میں کپڑے ٹھونس لیے تاکہ آپ کا کلام نہ سُن سکوں۔ مگر خدا کی شہادت نے انکار کیا کہ میں آپ کا کلام نہ سنوں۔ آپ کا کلام جو کائنات میں پڑا تو بہت بھلا معلوم ہوا۔ آپ اپنا دین مجھ پر پیش کیجیے۔ آپ نے سلام پیش کیا اور میرے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ سودہ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت فرمائی۔ خدا کی قسم میں نے قرآن کریم سے بہتر کبھی کوئی کلام سنا ہی نہیں اور اسلام سے زیادہ معتدل اور متوسط کسی دین کو نہیں پایا اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

اور آپ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں اپنی قوم کا سردار ہوں یہ ارادہ ہے کہ واپسی کے بعد اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی نشانی عطا فرمائے کہ جو اس بابے میں میری معین اور مددگار ہو۔ آپ نے دعا فرمائی۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّہٖ اٰیۃً لِّی اللّٰہ اس کے لیے کوئی نشانی پیدا فرما۔

یہ اسلام کا ایک خاص طرہ امتیاز ہے کہ اس کا ہر حکم متعلّق اللہ پر مشتمل ہے افراط اور تفريط سے پاک ہے ہر حکم میں متوسط الاعتدال اور میعاد دی ہے مثلاً اسلام نے نہ دشمنوں کا انتقام کو واجب کیا اور نہ غصہ کو لازم کر دیا بلکہ انتقام کی اجازت دی اور دشمنوں کو صلح کرنے کی ترغیب دی اور غصہ کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے نیاہہ قریب بتلایا۔ اسلام نے علم کے لیے اسراف اور بخل دونوں کو منع فرمایا نہ سونے اور فضول خرچہ غیر اللہ پر بھروسہ بلکہ میں میں ہر اور چیز کو لگنے کے قلوب کو لالچ اور فحاشی سے ایسے بڑے ہلکے مال کا دھواں و عدم ان کی نفروں میں برابر ہر چکا ہے ایسے حضرات کو اسلام نے اجازت دی ہے کہ وہ اپنا پورا مال خدا کی راہ میں خیرات کریں۔ فحش ملے نہا۔

چنانچہ جب میں اپنی بستی کے قریب پہنچا تو میری آنکھوں کے مابین چراغ کے مانند ایک نور پیدا ہو گیا میں نے اللہ سے دعا کی اے اللہ اس نور کو بجائے چہرے کے کسی اور جگہ منتقل فرما۔ میری قوم کے لوگ کہیں اس کو مستند نہ سمجھیں اور یہ خیال نہ کریں کہ آباؤی مذہب چھوڑنے کی وجہ سے اس کی صورت بدل گئی۔ وہ نور اسی وقت میرے کوڑے کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ کوڑا مثل ایک قذیل اور لالٹین کے بن گیا۔

جب صبح ہوئی تو اول اپنے باپ کو اسلام کی دعوت دی اور پھر بیوی کو۔ دونوں نے کپڑے پاک کیے اور غسل کیا اور شرف باسلام ہوئے اور بیوی سے یہ کہا کہ اگر تجھ کو یہ خدشہ ہو کہ بتوں کے چھوڑنے سے کہیں بچوں کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ بعد ازاں قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر دوس نے اسلام قبول کرنے میں تامل کیا۔ میں دوبارہ مکہ مکرمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! دوس نے اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ آپ ان پر بڑے عاکیجیے آپ نے ہاتھ اٹھا کر یہ عافوئی۔ اللہم اھدو سواؤت اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور مسلمان بہو۔ بنا کر یہاں بھیج۔

اور طفیلؓ سے فرمایا جاؤ نرمی سے اسلام کی طرف بلاؤ۔ آپ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کو اسلام کی طرف بلاؤ۔ اسے سبھی تک شریا ائسی گھرانے اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے ان سب کو سب میں اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فتح مکہ کے بعد میں نے آپ سے درخواست کی کہ عمر بن حبیبہ کے بت دوا لکھیں کے جلانے کی اجازت دیجیے۔ آپ نے اجازت دی طفیل روانہ ہوئے اور پہنچ کر بت کو جلایا بت جلاتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔

علہ ہیت بدل جانے کو شدہ کہتے ہیں ۱۲ مہلہ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس وقت قوم میں سوائے ابو ہریرہ کے کوئی اسلام نہ لایا۔ ۱۲ اصحابہ مسج ۲۲۶۔

يَا ذَا الْكَفَيْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِكَ
قَدُمُ مِيلَادُنَا أَكْبَرُ مِنْ مِيلَادِكَ

اے ذوالکفین میں تیری پرستش کرنے والوں میں سے نہیں۔ میری پیدائش تیری پیدائش سے مقدم ہے۔

إِنِّي حَشَوْتُ النَّارَ فِي قُوَّادِكَ
أَنَا

میں نے تیرے اندر خوف آگ بھری ہے
نصف قبیلہ دوس تو پیٹے ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ باقی ماندہ نصف بھی اس بُت کے نجلانے سے شرک اور بت پرستی سے تائب ہو کر حلقہ اسلام میں آگیا۔

ایک روایت میں ہے کہ طفیل جب اپنی قوم میں پہنچے راندھیری رات تھی اور پانی برس رہا تھا راستہ نظر نہ آیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ نور پیدا فرمایا۔ لوگ دیکھ کر بہت متعجب ہوئے اور حضرت طفیل کو گھیر لیا اور کوڑے کو پکڑنے لگے۔ وہ نور لوگوں کی نگینوں سے چھننا تھا۔

جب راندھیری رات ہوتی تو یہ کوڑا اسی طرح روشن ہو جاتا۔ اسی وجہ سے حضرت طفیل ذی النور (نور والے) کے لقب سے مشہور ہوئے (۱)

فائدہ

اولیاء اللہ کی کرامتیں، انبیاء اللہ علیہم السلام صلوٰۃ اللہ کے معجزات کا نمونہ ہوتی ہیں۔ جس طرح علماء ربانین علم و حکمت میں انبیاء و مرسلین کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح علی حسب المدارج کرامات اور خوارق عادات میں بھی حضرات

(۱) الاستیعاب ج: ۲، ص: ۲۳۱

الاصابہ ج: ۳، ص: ۲۲۵

المختصر الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۳۶

انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

العلماء ورثة الانبياء علماء انبیاء کے (علمی) وارث ہیں۔
لہذا حضرت طفیلؓ کی یہ کرامت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ ید بیضا کا
کا ایک نمونہ معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

نیز سورہ تحریم میں حق جل شانہ صحابہ کے حق میں ارشاد فرماتے ہیں
يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ
يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ (۱)
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی کریم اور
ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رؤس
نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے سامنے
اور واپسے دوڑتا ہوگا۔

عجب نہیں کہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ نور اس نور کا نمونہ ہو کہ جو قیامت
کے دن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاص طور پر نہائی کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے طفیل سے طفیل کو یہ نور دنیا ہی میں دکھلا دیا گیا۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

(۱) التحریم، آیت، ۸۔

(۲) طبقات ابن سعد ج ۴، ص: ۱۷۵، سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۱۳۵، الخصاص الکبریٰ ص: ۱۱۵،

ص: ۱۳۵، دلائل ابی نعیم ج ۱، ص: ۱۷۸، الاصابہ ج ۲، ص: ۲۲۰

اسرار و معراج

طائف سے واپسی کے بعد حق جل و علا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد قضا سے سبع سموات تک اسی حجم اور روح کے ساتھ بجائے بیداری ایک ہی شب میں سیر کرائی جس کو اسرار و معراج کے نام موسوم کیا جاتا ہے جس کا مفصل بیان انشاء اللہ تعالیٰ معجزات کے بیان میں آئے گا۔ علامہ سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ کس سال آپ کو معراج ہوتی؟ علامہ کے اس بارے میں دس قول ہیں:

- (۱) ہجرت سے چھ ماہ قبل معراج ہوئی۔
- (۲) ہجرت سے آٹھ مہینہ پیشتر
- (۳) ہجرت سے گیارہ مہینہ پیشتر
- (۴) ہجرت سے ایک سال پیشتر
- (۵) ہجرت سے ایک سال اور دو ماہ پیشتر
- (۶) ہجرت سے ایک سال اور تین ماہ پیشتر
- (۷) ہجرت سے ایک سال اور پانچ ماہ پیشتر
- (۸) ہجرت سے ایک سال اور چھ ماہ پیشتر
- (۹) ہجرت سے تین سال پیشتر
- (۱۰) ہجرت سے پانچ سال پیشتر

یہ تمام اقوال تفصیل کے ساتھ فتح الباری باب المعراج میں مذکور ہیں۔ راجح قول

لے حافظ ابن قیم والعماد میں سفر طائف کا واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کے بعد آپ کو معراج ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن قیم کے نزدیک اسرار اور معراج کا واقعہ طائف سے دہس آنے کے بعد پیش آیا جس کا حاصل یہ ہوا کہ معراج سلسلہ نبوی میں ہوئی۔ ۱۲

یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اود بیعت عقبہ سے پہلے معراج ہوئی جیسا کہ اول کے آٹھ قول اس پر متفق ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد معراج ہوئی غرض یہ کہ کثرت اسی جانب ہے۔ نیز یہ امر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہؓ کو پانچ نازیں فرض ہونے سے پہلے ہی وفات پاگئیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت خدیجہؓ شعب ابی طالب میں آپ کے ہمراہ تھیں۔ شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد ان کا انتقال ہوا اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ اور آپ کے رفقاء شعب ابی طالب سے ششہ نبوی میں باہر نکلے۔ لہذا ان تمام مقدمات سے نتیجہ یہی نکلا کہ معراج ششہ نبوی کے بعد ششہ نبوی میں سفر طائف سے واپسی کے بعد کسی مہینہ میں ہوئی۔ رہا یہ امر کہ کس مہینہ میں ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ ربیع الاول یا ربیع الآخر یا رجب یا رمضان یا شوال میں ہوئی پانچ قول ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ رجب کی تاسیسویں شب میں ہوئی۔ ہذا ملاحظہ فرمائیے بعد مراجعت شرح المواہب مع ۳ ج ۱ والہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

نکتہ :

ششہ نبوی گزر گیا۔ ابتلا اور آزمائش کی سب منزلیں طے ہو چکیں ذلت اور سوائی کی کوئی نوع ایسی باقی نہ رہی کہ جو خداوند ذوالجلال کی راہ میں نہ برداشت کی گئی۔ ہر اور ظاہر ہے کہ خدا نے رب العزت کی راہ میں ذلت اور رسوائی کا انجمن سوائے عزت اور رفعت اور سوائے معراج اور ترقی کے کیا ہو سکتا ہے ؟

چنانچہ جب شعب ابی طالب اور سفر طائف سے ذلت انتہا کو پہنچ گئی تو خداوند ذوالجلال نے اسرارِ روم معراج کی عزت سے سرفراز فرمایا اور آپ کو اس قدر اونچا کیا کہ افضل الملائکۃ المقربین یعنی جبریل بھی نیچے اور نیچے رہ گئے اور ایسے مقام تک سیر کرائی

لہ اشارۃ الی ما خرجہ الطبرانی بسند ضعیف عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا احببکم بافضل الملائکۃ جبرائیل۔ کنانی روح المعانی ص ۳۰ ج ۱

کہ جو کائنات کا منتہی ہے یعنی عرشِ عظیم تک جس کے بعد اب اور کوئی مقام نہیں۔ اسی وجہ سے بعض ہادفین کا قول ہے کہ عرش تک سیر کرانے میں ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تمام کائنات عرش پر ختم ہو جاتی ہیں۔ کتاب و سنت سے عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام کمالات آپ پر ختم ہیں۔ فافہم ذلک واستقم۔

تفصیل واقعہ معراج

قال الله عز وجل سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْإِسْنَاءِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس سے اصل مقصود یہ تھا کہ آپ کو آسمان کی سیر کرائیں اور وہاں کی خاص خاص نشانیاں آپ کو دکھلائیں جن کا کچھ ذکر سورہ نجم میں فرمایا ہے کہ آپ سورہ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے اور وہاں جنت و جہنم و دیگر عجائبات قدرت کا مشاہدہ فرمایا۔ تحقیق اصلی سننے والا اور اصلی دیکھنے والا حق تعالیٰ ہے وہی جس کو چاہتا ہے اپنی قدرت کے نشانات دکھلاتا ہے اور پھر وہ بندہ اللہ کی تبصیر سے دیکھتا ہے اور اللہ کے اسرار سے سنتا ہے۔

اصطلاح علماء میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسرار کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے سورہ المنتہیٰ تک کی سیر کو معراج کہتے ہیں اور بسا اوقات اول سے آخر تک کی پوری سیر کو اسرار اور معراج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ معراج کو معراج اس لیے کہتے ہیں کہ معراج لے کما قال تعالیٰ: وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ عِنْدَ هَاجِئَةِ الْمَأْوَىٰ إِذْ يَخْفَى السِّدْرَةَ مَا يَفْغَىٰ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَفَىٰ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ

کے معنی میں ہے جس مسجد اقصیٰ سے برآمد ہونے کے بعد حضور کے لیے جنت سے ایک میڑھی لائی گئی جس کے ذریعہ حضور آسمان پر چڑھے جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس میڑھی کا ذکر آیا ہے (۱) قرآن کریم میں تو یہ واقعہ اسی قدر اجمالاً مذکور ہے البتہ احادیث میں اس کی تفصیل آئی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

ایک شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی کے مکان میں بیترا ستراحت پر پر آرام فرما رہے تھے نیم خوابی کی حالت تھی کہ یکایک چھت پھٹی اور چھت سے جبریل امین اترے اور آپ کے ہمراہ اور بھی فرشتے تھے آپ کو جگایا اور مسجد حرام کی طرف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ حطیم میں لیٹ گئے ملاو سو گئے۔ جبریل امین اور میکائیل نے آکر آپ کو جگایا اور آپ کو یرزم زم پر لے گئے اور لٹا کر آپ کے بید مبارک کو چاک کیا اور قلب مبارک کو نکال کر زم زم کے پانی سے دھویا اور ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اس ایمان اور حکمت کو آپ کے دل میں بھر کر سینہ کو ٹھیک کر دیا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نہایت لگائی گئی (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی حسی اور ظاہری علامت ہے) بعد ازاں براق لایا گیا۔ براق ایک بستی جاور کا نام ہے جو خچر سے کچھ چھوٹا اور حمار سے کچھ بڑا سفید رنگ برق رفت تھا جس کا ایک قدم مٹھلتے بصر پر پڑتا تھا جب اس پر سوار ہوئے تو شوخی کرنے لگا۔ جبریل امین نے کہا اسے براق یہ کیسی شوخی ہے تیری پشت پر آج تک حضور سے زیادہ کوئی اللہ کا مکرم اور مقرب بندہ سوار نہیں ہوا۔ براق شرم کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور حضور کو لے کر روانہ ہوا۔ جبریل و میکائیل آپ کے ہمراہ تھے۔ اس شان کے ساتھ حضور روانہ ہوئے۔

اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبریل امین نے حضور پر نور کو براق پر سوار کیا اور خود نبی کریم کے ردیف بنے یعنی آپ کے پیچھے براق پر سوار ہوئے (۳) دیکھو زندگانی

وخصائص کبریٰ۔ باب العراج۔

شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستہ میں ایسی زمین پر گزر ہوا کہ جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے جبریل امینؑ نے کہا یہاں اتر کر نماز نفل پڑھ لیجیے۔ میں نے اتر کر نماز پڑھی۔ جبریل امینؑ نے کہا آپ کو معلوم بھی ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ جبریل امینؑ نے کہا آپ نے شرب یعنی مدینہ طیبہ میں نماز پڑھی جہاں آپ ہجرت کریں گے۔ بعد ازاں روانہ ہوا اور ایک اور زمین پر پہنچے۔ جبریل امینؑ نے کہا یہاں بھی اتر کر نماز پڑھیے میں نے اتر کر نماز پڑھی۔ جبریل امینؑ نے کہا آپ نے وادی سینا میں غرہ موسیٰؑ کے قریب نماز پڑھی جہاں حضرت حق جل شانہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا پھر ایک اور زمین پر گزر ہوا جبریل نے کہا اتر کر نماز پڑھیے میں نے اتر کر نماز پڑھی جبریل امینؑ نے کہا آپ نے مدین میں نماز پڑھی جو شعیب علیہ السلام کا مکان تھا) وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک اور زمین پر پہنچے جبریل امینؑ نے کہا اتر کر نماز پڑھیے میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبریل امینؑ نے کہا یہ مقام بیت اللہ ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی افرجہ ابن ابی حاتم والبیہقی وحمزہ والبخاری والطبرانی عن شداد بن اوس۔ (۱)
و اما قصتنا الصلاة بطور سيناء حيث كلموا الله موسى عليه السلام
فقد اخرجها النسائي عن انس بن مالك رضي الله عنه كما في خصائص كبرى
ص ۱۵۳ ج ۱۔

نیز یہ تعلیم تفصیل زرقانی شرح مواہب کے ص ۳۹ ج ۶ پر مذکور ہے۔

عجائب سفر اور عالم مثال کی بے مثال اُٹم مثال

(۱) آپ براق پر سوار جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بڑھیا پر گزر ہوا۔ اس نے آپ کو آواز دی۔ حضرت جبریل نے کہا آگے چلئے اور اس کی طرف التفات نہ کیجیے آگے چل کر

(۲) الخصائص الکبریٰ ج ۱: ص ۱۵۸، فتح ابوری ج ۱: ص ۱۵۳

ایک بڑھا نظر آیا اس نے بھی آں حضرت کو آواز دی۔ حضرت جبریل نے کہا اگے چلیے۔ اگے چل کر آپ کا ایک جماعت پر گزرتھا۔ جنہوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام کیا۔

السلام علیک یا اول۔ السلام علیک یا اخر۔ السلام علیک یا حاضر۔ جبریل امین نے کہا کہ آپ ان کے سلام کا جواب دیجئے اور بعد ازاں بتلایا کہ وہ بڑھی عورت راستہ کے کنارے پر کھڑی تھی وہ دنیا تھی۔ دنیا کی عمر اتنی ہی قلیل باقی رہ گئی ہے جتنی اس عورت کی عمر باقی ہے اور وہ بڑھا مرد شیطان تھا۔ دونوں کا مقصد آپ کو اپنی طرف مائل کرنا تھا اور وہ جماعت جنہوں نے آپ کو سلام کیا وہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تھے۔ اخر جبریل حریر و البیتقی عن انسؓ (۱)

(۲) صحیح مسلم میں انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرا دیکھا کہ قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں (۲)

اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام اور دجال اور خازن نار یعنی داروغہ جہنم کو دیکھا جس کا نام مالک ہے۔ اخر الشیخان عن ابن عباس ولنیظر هل كانت هذه الرویة فی الامراض او فی السلا والله اعلم (۳)

(۳) نیز راستہ میں آپ کا ایک ایسی قوم پر گذر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ان ناخنوں سے پھیلتے تھے۔ آں حضرت نے جبریل امین سے دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ یہ لوگ وہ ہیں کہ جو آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی ان کی فیبت کرتے ہیں اور ان کی آبر و پر حرف گیری کرتے ہیں۔ اخر جہ احمد ابو داؤد عن انسؓ (۴)

(۴) نیز حضورؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہریں تیر رہا ہے اور پتھر کو لقمہ بنا بنا کر کھا رہا ہے۔

(۱) الخصائص الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۵۵، تفسیر ابن کثیر ج: ۶، ص: ۸۔ (۲) الخصائص الکبریٰ

ج: ۱، ص: ۱۵۶ (۳) الخصائص الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۶۰ (۴) الخصائص الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۵۶

آپ نے جبریل سے دریافت کیا تو یہ جواب دیا کہ یہ سود خوار ہے۔ آخر جابر بن مردویہ عن ہرقہ بن جندبؓ۔

(۵) نیز آپ کا ایک ایسی قوم پر گذر ہوا کہ جو ایک ہی دن میں تخم ریزی بھی کر لیتے ہیں اور ایک ہی دن میں کاٹ بھی لیتے ہیں اور کاٹنے کے بعد کھیتی پھردی ہی ہو جاتی ہے جیسے پہلے تھی۔ آپ نے جبریل امین سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ جبریل امین نے کہا کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں ان کی ایک نیکی سات سو نیکی سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ لوگ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔ پھر آپ کا ایک اور قوم پر گذر ہوا جن کے سر پتھروں سے پکڑے جا رہے ہیں کچلے جانے کے بعد پھر دیے ہی ہو جاتے ہیں جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح سلسلہ جاری ہے کبھی ختم نہیں ہوتا۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل نے کہا کہ یہ فرض نماز سے کاہلی کرنے والے لوگ ہیں۔ پھر ایک اور قوم پر گذر ہوا کہ جن کی فرسگاہ پر آگے اور پیچھے تھپڑے لٹے ہوتے ہیں اور اندھیل اور بیل کی طرح چرتے ہیں۔ خرچ اور زکوٰۃ عینی کا نثر اور جنم کے پتھر کھا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔ پھر آپ کا ایک ایسی قوم پر گذر ہوا کہ جن کے سامنے ایک ٹانڈی میں پکا ہوا گوشت اور ایک ٹانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے کہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں جبریل نے کہا کہ یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے کہ جس کے پاس حلال لہ طیب عورت موجود ہے مگر وہ ایک زانیہ اور فاجرہ کے ساتھ شب باشی کرتا ہے اور اور صبح تک اسی کے پاس رہتا ہے یا آپ کی امت کی وہ عورت ہے کہ جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار کے ساتھ رات گزارتی ہے۔ پھر آپ کا ایک ایسی لکڑی پر گذر ہوا کہ جو سراہ واقع ہے جو کپڑا اور شی بھی اس کے پاس سے گزرتا ہے

اس کو ہار ڈالتی ہے اور چاک کر دیتی ہے۔ آپ نے جبریل سے دریافت کیا جبریل نے کہا کہ یہ آپ کی امت میں ان لوگوں کی مثال ہے کہ جو راستہ پر پھپک کر بیٹھ جاتے ہیں اور راہ سے گزرنے والوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں پھر آپ کا ایک قوم پر گزر ہوا کہ جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا بھاری گٹھ جمع کر رکھا ہے اور اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا مگر لکڑیاں لالا کر اس میں اور زیادہ کتا رہتا ہے۔ اپنے بوجھ کو یہ کیا ہے جبریل نے کہا کہ یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے کہ جس پر حقوق اور امانتوں کا بار گرا ہے کہ جس کو وہ ادا نہیں کر سکتا اور بالیں ہمہ اور بوجھ اپنے اوپر لا دتا جاتا ہے پھر آپ کا ایک قوم پر گزر ہوا کہ جن کی زبانیں اور لبیں لوہے کی قیچیوں سے کاٹی جا رہی ہیں اور جب کٹ جاتی ہیں تو پھر پہلے کی طرح صحیح و سالم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح سلسلہ جاری ہے خم نہیں ہوتا اپنے بوجھ کو یہ کیا ہے جبریل امین نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب اور واعظ ہیں (جو یقولون مالا یفعلون کا مصداق ہیں) یعنی دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے (اخر ج ابن جریر والبخاری والبیہقی عن ابی ہریرہ (۱))

وحدیث قرص الشفا بمقاریض الحمید (اخر ج ابن مردودہ عن انس بن مالک) کہ آپ کا ایسے مقام پر گزر ہوا جہاں نہایت ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آ رہی تھی۔ جبریل نے کہا کہ جنت کی خوشبو ہے ازاں ایسے مقام پر گزر ہوا جہاں سے بدبو محسوس ہوتی جبریل نے کہا کہ جہنم کی بدبو ہے (۲)

تنبیہ:۔ بظاہر یہ کلام واقعات عروج سارے پہلے کے ہیں اس لیے کہ روایات میں ان واقعات کا ذکر براق پر سوار ہونے کے بعد متصلاً اور مسجد اقصیٰ میں پہنچنے سے پہلے آیا ہے اس لیے معلوم ہوا کہ یہ واقعات عروج سارے پہلے کے ہیں۔ (اشر اعلم۔)

(۱) الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص: ۱۷۲، زر قانی ج ۶، ص: ۳۱ (۲) الخصائص الکبریٰ

ج ۱، ص: ۱۷۲ (۵) الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص: ۱۷۷

نزول اقدس در بیت المقدس

الغرض اس شان سے حضور پر نور بیت المقدس پہنچے اور براق سے اتارے صحیح مسلم میں حضرت انس رضی عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے براق کو اس علت سے باندھ دیا کہ جس سے انبیا کرام اپنی سواروں کو باندھتے تھے اور بزار کی روایات میں ہے کہ جبریل امین نے ایک پتھر میں انگلی سے سوراخ کر کے اسی براق کو باندھ دیا۔ عجب نہیں کہ براق کچھ بڑھنے میں دو ذل حضرات شریک ہوں۔ ممکن ہے کہ مرد زمانہ کی وجہ سے وہ سوراخ بند ہو گیا ہو اس لیے جبریل امین نے اس کو انگلی سے کھول دیا ہو۔

بعد ازاں حضور مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے اور دو رکعت (تیمم المسجد) ادا فرمائی (رواہ مسلم عن انس) زرقانی ص ۴۵۱ ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور جبریل امین دو ذل مسجد میں داخل ہوئے اور ہم دو ذل نے دو رکعت نماز پڑھی (رواہ البیہقی) (۳)

اور آپ کے قدم مہمنت لزوم کی تقریب میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پہلے ہی سے حضور پر نور کے انتظار میں موجود تھے جن میں حضرت ابراہیم اور حضور مویٰ اور علیؑ علیہم الصلاۃ والسلام بھی تھے (۵)

ملہ فقہی حدیث انس عند النسائی ثم خلاصت بیت المقدس فجمع فی الانبیاء علیہم السلام تقدم فی جبریل علیہ السلام حتی اجتمعوا بن کثیر ۹

ملہ نزول اقدس میں ترکیب توصیفی اور ترکیب اضافی دو ذل ممکن ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک تلفظ دونوں کی نسبت کر لیا جائے۔ کہا ہو مذہب الشافعیہ یا دو تلفظ میں کہا ہو مذہب الخفیۃ البزازیہ ترکیب توصیفی میں اقدس کی اسناد نزول کی طرف اسناد مجازی ہوگی۔ قافم ذاک آتم ۱۲ عنہما انہما

ملہ بین القوسین عبارت مسلم کی روایت میں نہیں ۱۲۔

خصائص کبریٰ ص ۶۱ (۳) تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۰۲ (۴) زرقانی ج ۶ ص ۵۰۵

کچھ دیر نہ گزری کہ بہت سے حضرات مسجد اقصیٰ میں جمع ہو گئے پھر ایک توذن نے اذان دی اور پھر اقامت کہی۔ ہم صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی انتظار میں تھے کہ کون امامت کرے۔ جبریل امین نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں نماز سے فارغ ہو گیا۔ جبریل امین نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ اپنے کن لوگوں کو نماز پڑھائی۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ جبریل امین نے کہا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اخرج ابن ابی حاتم عن انس (۱)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی آمد پر فرشتے بھی آسمان سے نازل ہوئے اور حضور نے حضرات انبیاء اور ملائکہ سب کی امامت کرائی۔ جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبریل امین سے دریافت کیا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں۔ جبریل امین نے کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اخرج ابن جریر والنیزار والبیہقی والبیہقی عن ابی العباس عن ابی ہریرۃ اور ایک روایت میں ہے کہ جبریل نے کہا یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ ملائکہ نے پوچھا کہ کیا۔ ان کے پاس بلائے کا پیغام بھیجا گیا تھا۔ جبریل نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان کو زندہ سلامت رکھے بڑے اچھے بھائی اور بڑے اچھے خلیفہ ہیں یعنی ہمارے بھائی ہیں اور خدا کے خلیفہ ہیں (۲) بعد ازاں حضور نے ارواح انبیاء کرام سے ملاقات فرمائی سب نے اللہ کی حمد اور ثناء کی۔

تحمید ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان الفاظ میں اللہ کی حمد و ثناء کی

الحمد لله الذي اتخذني خليلا واعطاني ملكا عظيما وجعلني امّة قانتا يؤتمني وانفذني

له حديث كذا الفاظ اس طرح ہیں ثم سارحتي اتي بيت المقدس فنزل فربط فرسه الى الصخرة ثم دخل فصلى

مع الملائكة فلما قضيت الصلاة قالوا يا جبريل من هذا منك قال محمد صلي الله عليه وسلم

مِن النَّارِ وَجَعَلَهَا عَلَىٰ بَرٍّ دَاوُسًا -

ترجمہ :- حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو اپنا خلیل بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور امان اور شیوا بنایا اور آگ کو میرے حق میں برد و سلام بنایا۔

تَحْمِيدُ رَسُولِي عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَلَّمَنِي تَكْلِيمًا وَجَعَلَ هَلَاكَ آلِ فِرْعَوْنَ وَنَجَاةَ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَىٰ يَدَيَّ وَجَعَلَ مِنْ أُمَّتِي قَوْمًا يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ

ترجمہ :- حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا اور قوم فرعون کی ہلاکت اور تباہی اور بنی اسرائیل کی رست گاری میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری امت میں ایسی قوم بنائی کہ جو موجب حق - ہدایت اور انصاف کرتی ہیں۔

تَحْمِيدُ دَاوُدَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ لِي مَلَكًا عَظِيمًا وَعِلْمَنِي الزُّبُورَ وَلِي الْحَدِيدَ وَسَخَّرَ لِي الْجِبَالَ يُسَبِّحُنَ وَالطَّيْرَ وَأَعْطَانِي الْحِكْمَةَ وَفَصَلَ الْخُطَابَ

ترجمہ :- حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا کیا اور زبور سکھائی اور لوسہ کو میرے لیے نرم کیا اور پہاڑوں اور پرندوں کو میرے لیے مسخر کیا کہ میرے ساتھ تسبیح پڑھیں اور مجھ کو علم و حکمت اور تقریر و دل پذیر مجھ کو عطا کی

تَحْمِيدُ سُلَيْمَانِي عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

الْعَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي سَخَّرَ لِي الرِّيحَ وَسَخَّرَ لِي الشَّيَاطِينَ يَعْملُونَ مَا أُمَرْتُ مِنْ خَارِجٍ مُتَآثِلِينَ وَجَفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقَدَوْنَ رِاسِيَّاتٍ وَعِلْمَنِي مَنَاطِقَ الطَّيْرِ وَأَتَانِي مِنْ كُلِّ شَيْءٍ فَضْلًا وَسَخَّرَ لِي جُنُودَ الشَّيَاطِينِ وَالْأَنْسِ وَالطَّيْرِ وَفَضَّلَنِي عَلَىٰ كَثِيرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ وَأَتَانِي مَلَكًا عَظِيمًا لَا يُنْفَعِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي وَجَعَلَ لِي مَلَكًا طَيِّبًا لَيْسَ فِيهِ حِسَابٌ -

ترجمہ: حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے ہوا اور شیاطین اور جنات کو میرے سخر کیا میرے حکم پر چلیں اور پرندوں کی بولی مجھ کو سکھائی اور جن اور انس چرند اور پرند کا لشکر میرے لیے سخر کیا اور ایسی سلطنت عطا کی کہ میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہوگی اور نہ مجھ سے اس پر کوئی حساب و کتاب ہوگا۔

تحمید عیسوی علیہ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام

الحمد لله الذي جعلني كلمة وجعل مثلي مثل ادم خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون وعلمني الكتاب والحكمة والتوراة والا نجيل وجعلني اخلق من الطين كهنية الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله وجعلني ابرهني الاكلمه والا يرص واحي الموتى باذن الله ورفعني وظمه رف و اعاذني واحي من الشيطان الرجيم فلم يكن للشيطان علينا سبيل -

ترجمہ: حمد ہے اس ذات پاک کی کہ جس نے مجھ کو کلمہ بنایا اور حضرت آدم کی طرح مجھ کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور پرندوں کے بنانے اور مردوں کے زندہ کرنے اور کوڑھی اور مادیاد اندھے کے اچھا کرنے کا معجزہ مجھ کو دیا اور توریت اور انجیل کا علم دیا اور مجھ کو اور میری ماں کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھا اور مجھ کو آسمان پر اٹھایا اور کافروں کی صحبت سے پاک کیا۔

تحمید محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعالمين وكافته للناس بشيرا ونذيرا وانزل على الفرقان فيہ بيان لكل شئ وجعل امتي خیرامة افرجت للناس وجعل امتي هم الاولين والاخرين وشرح لي صدری ووضع عني وزري ورفع لي ذکری وجعلني فاتحا وخاتما۔

ترجمہ: حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا اور تمام عالم کے لیے بشیر و نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن کریم اتارا جس میں تمام امور دینیہ کا صراخہ یا

اشارہ بیان کیا ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا اور میری امت کو اولین اور آخرین بنایا یہی ظہور میں آخری امت اور مرتبہ میں اول بنایا اور میرے سینہ کو گھولا اور میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھ کو فاتح اور خاتم بنایا یعنی وجودِ لطفی اور روحانی میں سب سے اول اور بعثت اور ظہورِ جسمانی میں سب سے آخری نبی بنایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ تحمید سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیاء کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا بھذا افضلکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی انہی فضائل اور کمالات کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے بڑھ گئے (۱) جب آپ ﷺ فارغ ہو کر مسجد سے باہر شریف لاسے تو تین پیالے آپ کے سامنے پیش کیے گئے ایک پانی کا اور ایک دودھ کا اور ایک شراب کا آپ نے دودھ کا پیالہ اختیار کیا جبریل امین نے کہا آپ نے دینِ فطرت کو اختیار کیا ہے اگر آپ شراب کو اختیار کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اور اگر آپ پانی کو اختیار کرتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی۔ بعض روایات میں ہے کہ شہد کا پیالہ بھی پیش کیا گیا اور آپ نے اس میں سے بھی کچھ یاغرض یہ کہ تمام روایات کے جمع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چار پیالے پیش کیے گئے تفصیل کے لیے زرقانی کی مراجعت کی جائے (۲)

(۱) خصائص کبریٰ ج ۱، ص : ۱۷۳

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تین پیالے سدرۃ المنتہی کے بعد پیش کیے گئے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عجیب نہیں کہ یہ پیالے دو مرتبہ پیش کیے گئے ہوں ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی پر اور اختیارِ لعین کی تصریح کی تاکید یہ مقصود ہو واللہ اعلم زرقانی ص ۶ (۲) زرقانی ج ۱، ص : ۱۷۴

عروج سموات

اس کے بعد حضور نے جبریل امین اور دیگر ملائکہ مکرمین کی معیت میں آسمانوں کی طرف عروج و صعود فرمایا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور حسب سابق براق پر سوار ہو کر آسمان پر بلند ہوئے اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ اقطبی سے برآمد ہونے کے بعد جنت سے زمرہ اور زبرجد کی ایک سیڑھی کے ذریعہ آپ نے آسمان کی طرف صعود فرمایا اور سیڑھی کے دائیں بائیں جانب ملائکہ اللہ آپ کے جلو میں تھے۔

قال ابن اسحاق واخبرني من
لا يهمل عن ابي سعيد قال سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول لما فرغت مما كان في بيت
المقدس اتى بالمعراج ولموارشيد
قط احسن منه وهو الذي يمد
اليه ميتكوا عليه اذا حضر
فاصعد في فيه صاحبى حتى
استهى بي الى باب من ابواب السملو
يقال له باب الحفظة الحديث
كذا في البدايت والهمائيت
ص ۳ ج ۳ للحافظ ابن كشيرو
كذا في شرح المواهب اللدقاني

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ معتبر اور مستند یادوں
نے مجھ کو خبر دی کہ ابو سعید خدریؓ یہ کہتے تھے
کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب میں بیت المقدس
کے امور سے فارغ ہوا تو ایک سیڑھی لائی گئی
کہ اس سے بہتر میں نے کوئی سیڑھی نہیں
دیکھی یہ وہ سیڑھی تھی کہ جس پر سے بنی آدم
کی ارواح آسمان کی طرف چڑھتی ہیں اور
مرنے وقت میت اسی کی طرف نظر اٹھا کر
دیکھتا ہے میرے رفیق طریق جبریل امین
نے مجھ کو اس سیڑھی پر چڑھایا۔ یہاں تک
کہ میں آسمان کے ایک دروازے پر
پہنچا جس کو باب الحفظة کہتے ہیں

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضور پر نور بیت المقدس کے مشاغل سے فارغ ہونے کے بعد اسی سیرٹھی کے ذریعہ آسمان پر تشریف لے گئے اور براق بدستور مسجد اقصیٰ کے دروازے پر بندھا رہا حضور آسمان سے بیت المقدس میں آکر اترے اور پھر اسی براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۱۱۱ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور براق پر سوار ہو کر اسی سیرٹھی پر سے آسمان پر تشریف لے گئے ہوں جیسا کہ بعض علما کا قول ہے اس صورت میں تمام روایتیں متفق ہو جاتی ہیں اور نیز یہ صورت حضور کی نزید تکریم و تشریف کا موجب بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

سیر ملکوت اور آسمانوں میں انبیاء کرام سے ملاقات

اس طرح آپ آسمان اول پر پہنچے جبریل امین نے دروازہ کھلایا۔ آسمان دنیا کے دربان نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے جبریل نے کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرشتے نے دریافت کیا کہ کیا ان کے بلانے کا پیام بھیجا گیا ہے جبریل نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سن کر مر حبا کہا اور دروازہ کھول دیا۔ آپ آسمان میں داخل ہوئے اور ایک نہایت بزرگ آدمی کو دیکھا۔ جبریل نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے آپ نے سلام کیا۔ حضرت آدم نے سلام کا جواب دیا اور کہا مر حبا بالابن الصالح والنسب الصالح مر حبا ہو فرزند صالح اور نبی صالح کو اور آپ کے لیے دُعا غیری کی اور اس وقت آپ نے دیکھا کہ کچھ صورتیں حضرت آدم کی دائیں جانب میں اور کچھ صورتیں بائیں جانب میں۔ جب دائیں جانب نظر ڈالتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور

ملہ و عبادت کہنا۔ والمقصود انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما فرغ من امر بیت المقدس نصب المعراج و ہلالم فصعد فیہ الی السام و لم یکن الصعود علی البراق کما تبہ بعض الناس بل کان البراق مربوطاً علی باب بیت المقدس یرجع علی الی مکہ ۱۲ اور تفسیر ابن کثیر سورۃ اسرار ص ۲۸ میں ہے ثم نزل الی البیت المقدس فایا دہم (ای انبیاء) معہ و علی ہم ثم انزک البراق و ذکر راجع الی مکہ۔ واللہ اعلم ۱۲ انتہی کلام۔

عل قال النعمانی ما مانع من انہ صلی اللہ علیہ وسلم رقی المعراج فوق طہر البراق بظاہر الحدیث زندقانی ص ۳۳

ہستے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ حضرت جبریل نے بتلایا کہ دائیں جانب ان کی نیک اولاد کی صورتیں ہیں یہ اصحابِ یمن اور اہل جنت ہیں اور ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور بائیں جانب اولاد بد کی صورتیں ہیں۔ یہ اصحابِ شمال اور اہل نار ہیں ان کو دیکھ کر روتے ہیں یہ تمام مضمون صحیحین بخاری و مسلم کی روایتوں میں بھی درج ہے۔ ہزار میں ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت آدم کی دائیں جانب ایک دروازہ ہے جس میں سے نہایت عمدہ اور خوشبو آتی ہے اور ایک دروازہ بائیں جانب ہے جس سے نہایت سخت بدبو آتی ہے۔ جب دائیں جانب دیکھتے ہیں تو مسرور ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو غمگین ہوتے ہیں۔ زرقانی ص ۶۶

پھر دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی طرح جبریل نے دروازہ کھلوا یا جو وہاں کا دربان تھا اس نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ جبریل نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس فرشتہ نے کہا کیا بلائے گئے ہیں۔ جبریل نے کہا۔ ہاں فرشتہ نے کہا مرحبا نعم المجئى جابر جابہ ہو کیا اچھا آنا آئے۔ یہاں آپ نے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جبریل امین نے کہا کہ یہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں ان کو سلام کیجئے آپ نے سلام کیا۔ ان دونوں حضرات نے سلام کا جواب دیا اور مرحبا بالرخ الصالح وبالنبی الصالح کہا یعنی مرحبا ہو برادر صالح کو اور نبی صالح کو۔ بعد ازیں آپ میرے آسمان میں تشریف لے گئے اور جبریل امین نے اسی طرح دروازہ کھلوا یا۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور اسی طرح سلام و کلام ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا ایک بہت بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے۔ پھر چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے

وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور یہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم بیت معمور سے پشت لگاتے بیٹھے ہیں۔ بیت معمور قبلہ ملائکہ ہے جو ٹھیک خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ہے بالفرض وہ گرے تو خانہ کعبہ پر گرے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور ہجران کی نوبت نہیں آتی جبریل نے کہا یہ آپ کے باپ ہیں۔ ان کو سلام کیجئے آپ نے سلام کیا حضرت ابراہیم نے حجاب دیا اور مس حبا بالہ بن الصالح والنبی الصالح کہا۔

سدرۃ المنتہی:

بعد ازاں آپ کو سدرۃ المنتہی کی طرف بلند کیا گیا جو ساتویں آسمان پر ایک بیڑی کا تخت ہے زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہی پر جا کر منتہی ہو جاتی ہے اور پھر اوپر اٹھاتی جاتی ہے اور طارا علی سے جو چیز اترتی ہے وہ سدرۃ المنتہی پر آ کر ٹھہر جاتی ہے پھر نیچے اترتی ہے اس لیے اس کا نام سدرۃ المنتہی ہے (۱)

اسی مقام پر حضور نے جبریل امین کو اصلی صورت میں دیکھا اور حق جل شانہ کی عجیب و غریب الوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا اور بے شمار فرشتے اور سونے کے پتنگے اور پانے دیکھے جو سدرۃ المنتہی کو گھیرے ہوئے تھے۔

مشاہدہ جنت و جہنم:

جنت کیونکہ سدرۃ المنتہی کے قریب ہے جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ اس لیے ابو سعید خدی کی حدیث میں ہے کہ حضور بیت معمور میں نماز پڑھنے کے بعد سدرۃ المنتہی کی طرف بلند کیے گئے اور سدرۃ المنتہی کے بعد جنت کی طرف بلند کیے گئے اور جنت کی سیر کے بعد آپ پر جہنم پیش کی گئی یعنی آپ کو دکھلائی گئی۔ (۲)

(۱) زرقانی ج ۱۶ ص: ۱۸ (۲) الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص: ۱۶۹

اور صحیحین میں ابو ذر کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں سدرۃ المنتہی پر پہنچا
جہاں عجیب غریب الان اور رنگیں دیکھیں مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھیں۔ پھر میں جنت
میں داخل کیا گیا تو اس کے گنبد تویوں کے تھے اور مٹی اس کی مشک کی تھی۔

مقام صریف الاقلام:

بعد ازاں پھر آپ کو عروج ہوا اور ایسے بلند مقام پر پہنچے کہ جہاں صریف الاقلام کہ
مستے تھے۔ لکھنے کے وقت قلم کی جواوڑ پیدا ہوتی ہے اس کو صریف الاقلام کہتے ہیں
اس مقام پر قضا و قدر کے قلم مشغول کتابت تھے۔ ملائکہ اللہ امور الہیہ کی کتابت اور
احکام خداوندی کی لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے (۲)

تنبیہ: احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام سدرۃ المنتہی
کے بعد ہے اس لیے کہ احادیث میں مقام صریف الاقلام کا عروج سدرۃ المنتہی کے بعد
لفظ ثم سے ذکر کیا گیا ہے۔ نیز سدرۃ المنتہی کو اس لیے سدرۃ المنتہی کہتے ہیں کہ اوپر سے جو
احکام نازل ہوتے ہیں انکا منتہی یہی مقام ہے معلوم ہوا کہ سدرۃ المنتہی کے اوپر کوئی اور
مقام ہے کہ جہاں سے تدابیر عالم کے متعلق احکام مکنونیہ کا نزول ہوتا ہے وہ یہی مقام
صریف الاقلام ہے گویا کہ مقام صریف الاقلام تدابیر الہی و تعادیر خداوندی کا بلا تشبیہ
تفصیل مرکزی دفتر اور صدر مقام ہے۔ سدرۃ المنتہی اور جنت اور جہنم کے بعد حضور کو اس
مقام کا معائنہ کرایا گیا۔ نیز روایات حدیث میں نمازوں کی فرضیت اور مکالمہ خداوندی
کا ذکر صریف الاقلام کے بعد آیا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام
سدرۃ المنتہی کے بعد ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ملہ حضور کا صریف الاقلام پر پہنچنا بخاری اور مسلم میں ابن عباس اور ابو جہۃ انصاری سے مروی

ہے باقی صریف الاقلام کی شرح زرقانی سے ماخوذ ہے ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

دنواور تدلی، قرب اور تحلی

دیدار اور کلام اور عطائے احکام

مقام صرفین الاقلام سے چل کر حجابات طے کرتے ہوئے بارگاہ قدس میں پہنچے
کما جاتا ہے کہ آپ کی سواری کے لیے ایک رفوف (یعنی ایک سبز بخلی سند) آئی اس پر
سوار ہوئے اور بارگاہ دنی فتلیٰ فکان قاب تو سین اودائی میں پہنچے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا میں فرماتے ہیں۔

وقال ابن عباس هو اے قولہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ دنی فتلیٰ میں
تعالیٰ دنی فتدلی مقدم وموخر تفہیم و تاخیر اصل میں اس طرح ہے فتدلی
فاصلہ فتدلی فدنا اسی فتدلی فدنا۔ اور معنی یہ ہیں۔

علہ حافظ عسقلانی فتح الباری جلد ہفتم باب المعراج ص ۶۹ میں لکھتے ہیں (مکملہ) وقع فی غیر ذہ اللہ
زیادات رأی اہل الشرع علیہ ولم بعد سدرۃ المنتہیٰ لم تذکر فی ہذہ الروایۃ منہا ما تقدم فی الصلاۃ حتی ظہرت لستوی
اصح فیہ صرفین الاقلام ۱۲ اہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مقام صرفین الاقلام سدرۃ المنتہیٰ کے بعد
ہے۔ علامہ سنابلی فرماتے ہیں لما وصل صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ غشیہ سحاب فیہا من کل
لون فاخرجہ لہ فم عرج بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی وصل مستوی سمع فیہ صرفین الاقلام فدنا من الحضرة
الالہیۃ حتی کان قاب تو سین اودائی فی ادا قرب اسی بل اقرب من ذالک کذا فی شرح العقیدۃ السفینیۃ
ص ۲۴ اس عبارت سے بھی مقام صرفین الاقلام کا سدرۃ المنتہیٰ کے بعد ہونا صاف ظاہر ہے حافظ
عسقلانی فرماتے ہیں قال الترمذی وقیل تدلی الرفوف لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم حتی جلس علیہ فاجلس من ربہ
انتهی فتح الباری ص ۳۲ کتاب التوجید و زرقانی ص ۹۶ (فائدہ) قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ
میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا دونوں تدلی ایسا ہے کہ جیسا احادیث میں اللہ سبحانہ تعالیٰ اخیر شب میں بلا تشبیہ
و خیال کے نزول احوال کا ذکر آیا ہے فافہم ذالک واستقم نسیم الیاض ص ۳۲ ج ۲۔

الرَّفُوفُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لیے
 لَيْلَةُ الْمَعْرَاجِ فَجَلَسَ قرب معراج میں ایک رفوف اتری۔
 عَلَيْهِ شَمٌ رَفِيعٌ وَدَنَانٌ آپ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ بلند کیے گئے
 رَبِّهِ - یہاں تک اپنے پروردگار کے قریب
 پہنچ گئے۔ (۲)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے۔

وَفَتَحَ لِي بَابَ مِنَ الْبَوَابِ السَّمَاءِ میرے لیے آسمان کا ایک دروازہ کھولا
 فَرَأَيْتُ النُّورَ الْأَعْظَمَ وَإِذَا دُونَ گیا اور میں نے نور اعظم کو دیکھا اور پرہیز
 الْحِجَابِ رُفُوفٌ الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ سے موتیوں کی ایک رفوف (مسند)
 وَاجَى اللَّهُ إِلَيَّ مَا شَاءَ أَنْ يُوحِيَ کو دیکھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے جو کلام کرنا چاہا
 الْحَدِيثُ - وہ مجھ سے کلام فرمایا۔ (۳)

حضور پر نور جب مقام وفاقہ کی اور حرم قرب میں پہنچے تو بارگاہ بیہ نیاز میں
 سجدہ نیاز سمجھاتے فتح الباری ص ۱۹۹ باب المعراج اور نور السموات والارض کے جمال بمثال
 کو حجاب کبریائی کے پیچھے سے دیکھا اور بلا واسطہ کلام خداوندی اور وحی ایزدی سے مشرف

علہ ملاد شباب غفاجی فرماتے ہیں کہ رفوف کے معنی مطلق بساط کے ہیں یا بساط اخضر یا بساط و براج کے
 ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ رفوف اور ذرا بی ہشتر ایک ہی شے ہیں اور لفظ قرآن کریم میں بھی ایسے جگہیں ملتی ہیں
 خضر ص ۳۳۲ - نسیم الریاض نیز زرقانی ص ۹۶ کی بھی مراجعت کی جائے (تنبہ) رفوف کا ذکر صحیح احادیث
 سے ثابت نہیں۔ ضعیف اور منکر روایتوں میں اس کا ذکر آیا ہے اس لیے اس کو بالکل بے اصل بھی نہیں
 کہا جاسکتا واللہ اعلم ۱۲۔ من عفا اللہ عنہ۔ حافظ عثمانی فرماتے ہیں وعذاب ابن حاتم وابن حاتم وہاں
 عائد من طریق یزید بن ابی مالک عن انس ثم انطلق حتى انتهى الى شجرة فغشيته نسابة فيسما كل لون فافترج بين
 خروث ساجدا۔ فتح الباری ص ۱۹۹ اور زرقانی فرماتے ہیں۔ وہی روایت قزوی ربہ بجانہ محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم ساجدا۔ الحدیث زرقانی ص ۱۳۰ ج ۲ - (۲) نسیم الریاض ج ۵: ۲۰۲ ص: ۲۶۴ (۳) الخصائص الكبرى
 ج ۱: ۱۵۴

اور سرفراز ہوئے۔ فادحی الی عبدہ مادحی۔

اخرج الطبرانی فی السنۃ والحکم عن ابن
قال قتال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رايت الجنود للعظم
فاوحی اللہ اسکے ما شاء ان
یوحی (۱)

امام طبرانی اور حکیم ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے نور اعظم یعنی نور الہی کو دیکھا پھر اللہ نے میری طرف وحی بھیجی جو مجھے یہی مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے دناقتنی اور فادحی الی عبدہ مادحی کی تفسیر بھی ہو جاتی ہے کہ آیت میں دنا اور تدلی سے حق جل شانہ کا ایسا قرب خاص اور تام مراد ہے کہ جس کے ساتھ دیدار پر انوار اور مسرت الیام بھی ہو اور فادحی الی عبدہ مادحی سے بلا واسطہ مکالمہ خداوندی اور بلا واسطہ کلام اور وحی مراد ہے۔ اس لیے کہ دیدار کے بعد بلا واسطہ کلام کے کیا معنی۔ دیدار بلا واسطہ کے بعد کلام بلا واسطہ ہی کا ذکر مناسب اور موزوں ہے۔

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دینار خداوندی اور بلا واسطہ کلام ایزدی سے مشرف ہوئے۔ حق جل شانہ نے آپؐ کو کلام فرمایا اور پچاس نمازیں آپؐ پر اور آپؐ کی امت پر فرض فرمائیں۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حق جل شانہ نے آپؐ کو اس وقت نبین علیہ مرحمت فرمائے (۱) پانچ نمازیں (۲) اور خواتیم سورۃ بقرہ یعنی سورۃ بقرہ کی آخری آیتوں کا مضمون عطا کیا گیا جن میں اس امت پر حق تعالیٰ کی کمال رحمت اور لطف و عنایت اور تخفیف اور سہولت اور عفو اور مغفرت اور کافروں کے مقابلہ میں فتح اور نصرت کا مضمون ہے جس کی رنگ و عار اس امت کو تعلیم یقین کی گئی ہے اشارہ اس طرف ہے کہ سورۃ بقرہ کے اخیر میں جو دعائیں تم کو تعلیم کی گئی ہیں وہ ہم سے انگوٹھ تمہاری یہ تمام دعائیں اور درخواستیں قبول کریں گے۔

وَلَوْ لَعَزَّزْتُ نَبِيَّكَ مَا نَزَّحَ جُودُكَ مَا عَلَّمْتَنَا الْطَّلَبَا
اگر تیرا ارادہ ہم کو اپنے دربارتے کرم سے ہمارے مطلوب عطا نہ کرنے کا نہ ہوتا تو ہم کو طلب
اور استاد ہمارے تعلیم بھی نہ دیتا یعنی درخواست کا مضمون ہی نہ بناتا۔ تیسرا عطیہ آپ کو یہ عطا
کیا گیا کہ جو شخص آپ کی امت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانے اللہ تعالیٰ اس کے
کبار سے دو گزر فرمائے گا یعنی گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافروں کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے
جہنم میں نہ ڈالے گا۔ کسی کو انبیاء کرام کی شفاعت سے معاف کرے گا اور کسی کو ملائکہ
مکرمین کی شفاعت سے اور کسی کو اپنی خاص رحمت اور عنایت سے جس کے قلب میں
ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا بالآخر وہ بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حق جل شانہ نے
اتنا کلام میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ فرمایا۔

فَقَالَ لَهُ رَبِّهِ قَدْ اتَّخَذْتُكَ	آپ سے آپ کے پروردگار نے کہا
خَلِيلاً وَحَبِيباً وَارْسَلْتُكَ إِلَى النَّاسِ	کہ میں نے تجھ کو اپنا خلیل اور حبیب بنایا
كَأَمْتٍ بَشِيلاً وَنَذِيرًا وَشَرَحْتُ لَكَ	اور تمام لوگوں کے لیے بشر و نذیر بنا کر بھیجا
صَدْرَكَ وَوَضَعْتُ عَنكَ وَنَزَرَكَ	اور تیرا سینہ کھولا اور تیرا بوجھ اتارا اور
وَرَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ فَلَا ذِكْرَ لَكَ ذِكْرَتِ	تیری آواز کو بلند کیا میری توحید کے ساتھ
مَعِيَ وَجَعَلْتُ أَمَّتَكَ خَيْرَ أُمَّةٍ خَرَجَتْ	تیری رسالت اور عبادت کا بھی ذکر کیا جاتا
لِلنَّاسِ وَجَعَلْتُ أَمَّتَكَ وَسْطًا وَجَعَلْتُ	ہے اور تیری امت کو خیر الامم اور امت
أَمَّتَكَ هُمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَجَعَلْتُ	متوسط اور عادلہ اور مقتدر بنا یا مشرف
مَنْ أَمَّتَكَ أَقْوَامًا قُلُومًا قُلُوبًا لِمَنْ لَمْ يَجْلُمْ	اور فضیلت کے لحاظ سے اولین اور
وَجَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ	ظہور اور وجود کے حساب سے آخرین بنایا

خلفاء و اخرهم بعثاً واعطيتك
 سبعاً من المثاني لعاطها
 نبيا قبلك واعطيتك خواتيم
 سورة البقرة من كنز تحت العرش
 لم اعطها نبيا قبلك واعطيتك
 الكوثر واعطيتك ثمانية
 اسم الاسلام والهجرة والجهاد
 والصلاة والصدقة وصوم
 رمضان والامربا المعروف
 والنهي عن المنكر وجعلتك
 فاتحاً وخاتماً الى اخر الحديث
 اخرجہ ابن جریر فی تفسیر
 سورة الاسراء عن ابی ہریرۃ
 بطول کذا فی الخصائص الکبری (۱)

اور آپ کی امت میں سے کچھ لوگ ایسے
 بنائے کہ جن کے دل اور سینہ ہی انہیل چکے
 یعنی اللہ کا کلام ان کے سینوں اور دلوں پر
 گھسا ہوا ہو گا اور آپ کو حمد و نوافی اور
 روحانی کے اعتبار سے اعلیٰ النہیں اور
 بخت کے اعتبار سے آخر النہیں بنایا
 اور آپ کو سورۃ فاتحہ اور خواتیم سورۃ
 بقرہ عطا کیے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں
 دیے اور آپ کو حوض کوثر عطا کی اور
 آٹھ چیزیں خاص طور پر آپ کی امت کو دیں
 اسلام اور مسلمان کا لقب اور ہجرت اور جہاد
 اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور الفطرۃ
 اور نہی عن المنکر اور آپ کو فاتح اور خاتم
 بنایا یعنی اول الانبیاء اور آخر الانبیاء بنایا۔

وقال السيوطي في الآية للكبرى في شرح قصص الاسراء اخرجہ
 الحاکم وغیرہ ورجالہ موثقون الا ان ایا جعفر السرازی
 وثقہ بعضهم وضعف بعضهم وقال ابو زرعتیہم وقال
 العافظ ابن کثیر لا ظہر انہ سیئ العفظ صلا

الغرض حق جل شانہ نے اس مقام قرب میں حضور کو گونا گوں الطاف و عنایات
 سے نوازا اور طرح طرح کے بشارات سے سرور کیا اور خاص خاص احکام و ہدایات دیتے

(۱) الخصائص الکبری ج ۱، ص: ۱۷۵ (۲) نزہاتی شرح ماہب ج ۱، ص: ۱۰۳

سب سے اہم حکم یہ تھا کہ آپ کو اور آپ کی امت کو پچاس نمازوں کا حکم ہوا۔ اس حضرت یہ تمام احکام و ہدایات لے کر بعد ہزار مسرت و اتہاج واپس چوتے۔ واپسی میں پہلے حضور ابراہیم خلیل اللہ سے ملے حضرت ابراہیم نے ان احکام و ہدایات اور فریضہ نماز وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ کہا فی فتح الباری باب المعراج۔ بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام پر گزرا انہوں نے دریافت کیا کہ کیا حکم ہوا۔ آپ نے فرمایا دن رات میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا خوب تجربہ کر چکا ہوں اپنی امت ضعیف اور کمزور ہے وہ اس فریضہ کو انجام نہیں دے سکے گی۔ اس لیے تم اپنے پروردگار کے پاس واپس جاؤ اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کرو حضور واپس گئے اور حق تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کی حق تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ انہوں نے پھر یہی بات کہی۔ آپ پھر گئے اور تخفیف کی درخواست کی مکرر سے تخفیف کے بعد جب پانچ نمازیں رہ گئیں اور پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے یہی مشورہ دیا کہ جاتے اور حق تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کی جاتے تو آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے بار بار درخواست کی اب میں حق تعالیٰ سے شرمایا۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دیکر آگے روانہ ہوئے۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ پانچ ہیں مگر پچاس کے برابر ہیں یعنی قراب میں پچاس ہیں اور میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ میرے علم میں اسی طرح متعین اور طے شدہ تھا کہ اصل فرض پانچ نمازیں ہیں اور پچاس سے پانچ نکتہ تدریج و ترتیب کسی مصلحت اور حکمت کی بنا پر اختیار کی گئی جیسے طبیب کے معالجہ میں ترتیب تدریج حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور مریض اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کو تغیر و تبدل سمجھتا ہے۔ واللہ اعلم۔

عنہ قال اما ظنونی ذہ الذیادۃ من الزیادۃ فانصرفت مریبا فلم یقل شیاً ثم اتیت علی رسولی فقال ما صنعت الخ

فتح الباری ص ۱۶۹ باب المعراج

اس طرح سے آسمانوں سے واپسی ہوئی اور اولایت المقدس میں آکر اترے اور وہاں سے براق پر سوار ہو کر صبح سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچے صبح کے بعد آپ نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا سن کر حیران ہو گئے کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور کسی نے تالیاں بجائیں اور ازراہ تعجب یہ کہنے لگے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس جا کر واپس آگئے جو لوگ بیت المقدس دیکھتے ہوتے تھے انھوں نے بطور امتحان بیت المقدس کی علامتیں دریافت کرنا شروع کر دیں حق تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کی نظروں کے سامنے کر دیا۔ کفار نے سوالات شروع کیے آپ اس کو دیکھتے جاتے تھے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ جب کوئی بات پوچھنے سے باقی نہ رہی تو یہ کہنا کہ اچھا اب کوئی راستہ کا واقعہ بتلاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ راستہ میں فلان جگہ عجیب کو ایک تجارتی قافلہ ملا جو شام سے مکہ واپس آ رہا ہے اس کا ایک اونٹ گم ہو گیا جو بعد میں مل گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ تین دن کے بعد وہ قافلہ مکہ پہنچ جائے گا اور ایک خاکستری رنگ کا اونٹ سب آگے ہو گا جس پر دو بوسے لدے ہوں گے چنانچہ تیسرے دن اسی شان سے وہ قافلہ مکہ میں داخل ہوا اور اونٹ کے گم ہونے کا واقعہ بھی بیان کیا۔ ولید بن مغیرہ نے یہ سُن کر اور یہ دیکھ کر یہ کہا کہ یہ جادو ہے۔ لوگوں نے کہا ولید سچ کہتا ہے۔ (۱)

جس شمس

بہت ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ نشانی بتلائی کہ فلان تجارتی قافلہ جو شام سے آ رہا ہے وہ بدھ کی شام تک مکہ پہنچ جائے گا۔ جب بدھ کا دن ہوا تو قافلہ نہ پہنچا اور آفتاب غروب کے قریب ہو گیا۔ آنحضرت نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو کچھ دیر کے لیے روک دیا۔ یہاں تک کہ قافلہ آپ کی خبر کے مطابق اسی روز شام کو مکہ پہنچ گیا (۲)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قافلہ صبح کے وقت مکہ مکرمہ پہنچا ممکن ہے کہ دو قافلہ ہوں ایک صبح پہنچا ہو اور ایک شام اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی قافلہ ہو کچھ آدمی صبح کو پہنچے ہوں اور کچھ غروب کے وقت علماء سیرت کے نزدیک یہ مجزہ جس شس کے نام سے موسوم ہے۔ شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں۔

وَشَسُّهُ الصُّلَحِيُّ طَاعَتَكَ حَيْثُ مَعِينَهُمَا فَأَعَزَّتْ بَلَّ وَأَقْصَدَتْ بِوَقْفِهِ

اس طرح حق جل شانہ نے آپ کا صدق ظاہر فرمایا اور قریش نے آپ کا صدق آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سُن لیا مگر اپنی اسی تکذیب اور عناد پر تِلے رہے اور مقابلے پر تِلے رہے اور مقابلے پر تِلے رہے۔ کچھ لوگ ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے دوست یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں کہ میں آج رات بیت المقدس گیا تھا اور صبح سے پہلے پس آجیا کیا تم اس کی بھی تصدیق کرو گے۔ ابو بکرؓ نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ اگر حضورؐ نے یہ فرمایا ہے تو بالکل سچ فرمایا ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میں تو اس سے بھی بڑھ کر آپ کے بیان کردہ آسمانی خبروں کی صبح و شام تصدیق کرتا رہتا ہوں۔ اسی روز سے آپ کا لقب صدیق ہو گیا (۱)

لطائف و معارف اور اسرار و حکم

(۱) حق جل شانہ نے واقعہ اسرار کو لفظ سبحان الذی سے اس لیے شروع فرمایا کہ کوئی کوتاہ نظر اور تاریک خیال اس کو ناممکن اور محال نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ضعف اور عجز سے پاک اور منزہ ہے ہماری ناقص عقلیں اگرچہ کسی شے کو کتنا ہی مستبعد اور عجیب سمجھیں مگر خدا کی لامحدود قدرت اور شہیت کے سامنے کوئی مشکل نہیں۔

نہ ہر جاتے مرکب تو اں چاستن کہ جا ما سپر باید انداختن
نیز اس طرف اشارہ ہے کہ یہ کئی واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ ایک عظیم الشان

معجزہ اور کرامت ہے جو آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ حتیٰ جل شانہ نے اپنی قدرت کا طرے حضور پر نور کو بحالت بیداری اسی جسم اطہر کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرائی تمام صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور پر نور کو اسی جسد مبارک کے ساتھ بحالت بیداری معراج ہوئی صرف دو تین صحابہ اور تابعین سے نقل کیا جاتا ہے کہ یہ سیر روحانی تھی یا کوئی عجیب و غریب خواب تھا۔ مگر صحیح یہی ہے کہ اسرار و معراج کا تمام واقعہ از اول تا آخر بحالت بیداری اسی جسد شریف کے ساتھ واقع ہوا اگر کوئی خواب یا کشف ہوتا تو مشرکین کو اس قدر تمسخر اور استہزاء نہ کرتے اور نہ بیت المقدس کی علاقہ میں آپسے دریافت کرتے خواب میں دیکھنے والے سے نہ کوئی علامت پوچھتا ہے اور نہ کوئی اس کا مذاق اڑاتا ہے نیز لفظ ”اسری“ خواب یا کشف کے لیے متعل نہیں ہوتا بلکہ بیداری کی حالت کے لیے متعل ہوتا ہے جیسا کہ لوط علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔ **قَالُوا يَا لَوُطُ إِنَّا نُرْسِلُ رُسُلًا لَّنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ** اور اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے **فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا** ان دونوں قصوں میں اسرار سے رات کے وقت بحالت بیداری لے جانا مراد ہے نیز اگر یہ واقعہ معراج کوئی خواب ہوتا تو حضور کے معجزات میں شمار نہ ہوتا اس لیے کہ خواب میں تو یہودی و نصرانی بھی آسمان اور جنت اور جہنم کی سیر کر سکتا ہے۔ نیز ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء پر جو فضیلت ہے ان میں دو باتیں خاص طور پر باعث فضیلت ہیں۔ دنیا میں معراج اور آخرت میں شفاعت۔ بعض خواب ایسی فضیلت عظمیٰ کا سبب نہیں ہو سکتا۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضور کو یہ دونوں فضیلتیں اور یہ دونوں دولتیں تواضع کی بدولت حاصل ہوئیں۔ حضور نے حق تعالیٰ کے ساتھ تواضع کی تو دولت معراج کی پائی اور مخلوق کے ساتھ تواضع کی دولت شفاعت کی پائی۔ ۲- حتیٰ جل شانہ نے اس مقام پر حضور کی شان عبدیت کو ذکر فرمایا اور شان نبوت اور رسالت کو ذکر نہیں فرمایا۔

یعنی ”اسری بعبدہ“ فرمایا اور ”اسری بنیہ و رسولہ“ نہیں فرمایا اس لیے کہ سیرالی اللہ کے لیے وصفِ عبدیت ہی مناسب ہے کہ بندہ سب کو چھوڑ کر اپنے آقا کی طرف جارہا ہے اور نبوت اور رسالت کے معنی خدا کی طرف سے بندوں کی طرف آنے کے ہیں۔ اس لیے وصفِ نبوت و رسالت کا ذکر اس مقام پر مناسب ہے کہ جہاں انبیاء کرام کا منجانب اللہ بندوں کی طرف انبیاں کیا گیا ہے کما قال تعالیٰ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِنَا اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِنَا (۱) حق تعالیٰ نے اس مقام پر انا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ عَبْدَنَا نہیں فرمایا اس لیے کہ اس جگہ انبیاء کرام کا دنیا کی طرف مبعوث ہونا بیان فرمایا ہے۔ دنیا کو چھوڑ کر اپنی طرف آنا یا بلانا بیان نہیں فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ یہ مقام ”سیرالی اللہ اور خدا کی طرف“ کا تھا۔ اس لیے عبد کا لفظ استعمال فرمایا اور رسول اور نبی کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ نیز عبد کا لفظ اس لیے بھی اختیار فرمایا کہ کہیں ناقص العقل نصاریٰ کی طرح حضور پر نور کو معراج آسمانی کی وجہ سے خدا نہ خیال کر بیٹھیں۔

امام رازی اپنے والد ماجد سے ناقل ہیں کہ میں نے ابو القاسم سلیمان النصاری کو یہ کہتے سنا کہ شبِ معراج میں حق تعالیٰ نے نبی کریم سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کون سا لقب اور کون سی صفت سب سے زیادہ پسند ہے آپ نے فرمایا صفتِ عبدیت تیرا بندہ ہونا مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس لیے جب یہ سورت نازل ہوئی تو اسی پسند کردہ لقب کے ساتھ نازل ہوئی۔

(۳) اسراء کے معنی اگرچہ رات ہی کو لیجانے کے ہیں لیکن لیلۃ کی تصریح اس لیے کی گئی تاکہ نکرہ ہونے کی وجہ سے تبعض اور تقلیل پر دلالت کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے رات کے بعض اور قلیل ہی حصہ میں زمین و آسمان کی سیر کو وادی اور رات کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ رات عادتاً خلوت اور تنہائی کا وقت ہے ایسے وقت میں بلانا مزید

تقرب اور اختصاص خاص کی دلیل ہے اور اسی وجہ سے قیام اللیل اور تہجد کی فضیلت قرآن کریم اور احادیث میں خاص طور سے آئی ہے۔ **يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ الْقَلِيلُ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ۔** إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَلَا سَحَابٌ مِّمُّو يَسْتَغْفِرُونَ۔ وَالَّذِينَ يَبْتِثُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا۔ نیز قرآن کریم میں آپ کا لقب سراج منیر آیا ہے اور سراج منیر یعنی روشن چراغ کے لیے راست ہی مناسب ہے۔

قلت یاسیدی فلم تو مشر اللیل علی بهجة النہاس
 میں نے کہا میرے محبوب آپ اپنی سیرت میں ات کو دن کے مقابلہ میں کیوں ترجیح دیتے ہیں کہ رات کو نکلتے ہیں دن کو نہیں
 قال لا استطیع تغیر رسمی ہکذا الرسم فی طلوع البدور
 جواب میں یہ کہا کہ میں اپنی رسم اور عادت کو نہیں بدل سکتا۔ بذی رسم یہی ہے کہ رات میں طلوع کرے
 (۴) مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے میں شایہ حکمت ہو کہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ دونوں
 قبلوں کے انوار و برکات اور حضرات انبیاء بنی اسرائیل کے فضائل و کمالات حضور پر نور
 میں جمع کر دیتے جائیں اور اس طرف بھی اشارہ ہو جائے کہ اب عنقریب ہی بنی اسرائیل کا
 قبلہ بنی اسماعیل کے قبضہ میں دے دیا جائے گا اور امت محمدیہ دونوں قبلوں یعنی کعبۃ اللہ
 اور مسجد اقصیٰ کے انوار و برکات کی حامل ہوگی اور حضرات انبیاء و مرسلین اور ملائکہ
 مکرمین کا حضور کی اقتدار میں نماز ادا کرنا حضور پر نور کی سیادت اور امامت انبیاء کا
 حسی نمونہ دکھلانے کے لیے تھا کہ مقررین بارگاہ خداوندی اپنی آنکھوں سے آپ کی
 سیادت اور امامت کا مشاہدہ کر لیں۔

مسئلہ:

حضرات انبیاء نے اور ملائکہ نے حضور کی اقتدار میں نماز پڑھی ظاہر یہ ہے کہ

سب نے خاموشی کے ساتھ آپ کی قرأت کو سناسی کا آپ کے پیچھے پڑھا کہیں ثابت نہیں اور قرآن کریم کا حتیٰ بھی یہی ہے کہ اس کو خاموشی کے ساتھ سنا جائے۔ **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ**۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ میں رحمت کا وعدہ منصبتیں کے لیے ہے اور امام کے ساتھ پڑھنے والوں کے لیے رحمت رحمت کا وعدہ نہیں اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ قرأت خلف الامام کے قائل نہیں۔ (۵) اظہار یہ ہے کہ نماز جو حضور نے مسجد اقصیٰ میں پڑھائی وہ نفل تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ فرض نماز تھی جو معراج سے پہلے آپ پر فرض تھی۔ واللہ اعلم (۱)

صحیح یہی ہے کہ وہ نماز نفل تھی اس لیے کہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضور کا یہ سفر نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان میں تھا۔ آپ عشاء کی نماز پڑھ کر بستر استراحت پر لیٹ چکے تھے تب جبریل براق لیکر آئے اور نماز فجر سے پہلے مکہ مکرمہ آسمانوں سے واپس آگئے اور صبح کی نماز مکہ میں ادا فرمائی کما فی فتح الباری ص ۱۵۱ حدیث الاسرار معلوم ہوا کہ یہ نماز جو آپ نے ملائکہ اور انبیاء کرام کو پڑھائی فرض نماز نہ تھی بلکہ نفل نماز تھی۔ واللہ اعلم۔

(۶) جبریل امین کا بجائے دروازے کے چھت کھول کر اتنا شق صدر کی طرف اشارہ تھا کہ اسی طرح آپ کا سینہ کھولا جائے گا اور پھر عنقریب ہی اس کو سی دیا جائے گا۔ (۷) ایمان و حکمت اگرچہ اس عالم کے اعتبار سے معانی اور اعراض کے قبیل سے ہیں۔ لیکن عالم آخرت میں معانی اور اعراض اجسام بنا دیئے جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران دو بادلوں کی شکل میں نمودار ہوں گی اور اپنے پڑھنے والوں پر سایہ کریں گی اور موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ ونحوذ الک۔ تفصیل کے لیے زرقانی کی مراجعت کی جائے (۲)

(۸) شق صدر کے اسرار و حکم ابتداء کتاب میں گزر چکے ہیں۔ وہاں دیکھ لیے جائیں۔
 (۹) آسمانوں میں انہی چند حضرات انبیاء کرام کو آں حضرت کی ملاقات کے لیے خاص کرنے میں ان خاص حالات کی طرف اشارہ تھا جو حضور کو بعد میں وقتاً فوقتاً پیش آئے جیسا کہ علماء تعبیر کا قول ہے کہ جس نبی کو خواب میں دیکھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جیسے حالات اس کو پیش آئیں گے۔ پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی چونکہ حضرت آدمؑ اول الانبیاء ہیں اور اول الابرار ہیں اس لیے سب سے پہلے ان سے ملاقات کرائی گئی اور اس ملاقات میں ہجرت کی طرف اشارہ تھا کہ جس سے حضرت آدم نے ایک دشمن کی وجہ سے آسمان اور جنت سے زمین کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسی طرح آپ بھی مکہ سے مدینہ کی ہجرت فرمائیں گے اور حضرت آدم کی طرح آپ کو وطن مآلوف کی مفارقت طبعاً شاق ہوگی۔

دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی حدیث میں ہے۔

انا اقرب الناس بعیسیٰ میں تمام انبیاء میں عیسیٰ بن مریم کے ساتھ
 بن مریم لیس بیخی میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ میرے
 و بینہ نبی۔ اور اُن کے درمیان میں کوئی نبی نہیں۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اخیر زمانہ میں دجال کے لیے آسمان سے اتریں گے اور امت محمدیہ میں ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے شریعت محمدیہ کو جاری فرمائیں گے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام اولین و آخرین کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ شفاعت کبریٰ کی درخواست کریں گے۔ ان وجوہ سے حضور عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرائی گئی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی معیت کی وجہ سے قرأت نبوی ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضور یحییٰ دونوں خلیفے بھائی ہیں۔ اس ملاقات میں

یہود کی تکالیف اور ایذا رسائیوں کی طرف اشارہ تھا کہ یہود آپ کے درپے آزاد ہوں گے اور آپ کے قتل کے لیے طرح طرح کے مکر اور حیلے کریں گے مگر جس طرح اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہود پر یہود کے شر سے محفوظ رکھا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ تیسرے آسمان میں یوسف علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔ اس ملاقات میں یہ اشارہ اس طرف تھا کہ یوسف علیہ السلام کی طرح آپ بھی اپنے بھائیوں سے تکلیف اٹھائیں گے اور بالآخر آپ غالب آئیں گے اور ان سے درگزر فرمائیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن آپ نے قریش کو اسی خطاب سے مخاطب کیا جس سے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو خطاب کیا تھا۔ چنانچہ فرمایا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ اَلْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ
لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ
آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تم کو
معاف کرے۔ وہ ارحم الراحمین ہے
فانتم الطُّلُقَاءِى الْعَتَاۗءِ (۱)

نیز امت محمدیہ جب جنت میں داخل ہوگی تو یوسف علیہ السلام کی صورت پر ہوگی اور حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائیں گے کیونکہ خط اور کتابت کے اول موجد ادریس علیہ السلام ہیں نیز حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں در فضا مکانا علیہا آیا ہے تو ان کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نعمت منزلت اور علوم مرتبت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ جب آپ نے شاہ روم کے نلم والاندہ تحریر فرمایا تو شاہ روم مرعوب ہو گیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ابوسفیان کا قول ہے۔

امرا ابن ابی کبشۃ حتی یخافہ ملک نبی الا صفر
اور حضرت ہارون علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح

سامری اور گوسالہ پرستوں نے حضرت ہارون کے ارشاد سراپا شاد پر عمل نہ کیا جس کا انجام یہ ہوا کہ اس ارتد ادکی سزا میں قتل کیے گئے۔ اسی طرح جنگ بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے اور ستر قید کیے گئے اور عربین کو مرتد ہو جانے کی وجہ سے قتل کیا گیا اور اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام ملک شام میں جبائین سے جہاد و قتال کے لیے گئے اور اللہ نے آپ کو فتح دی اس طرح آپ بھی ملک شام میں جہاد و قتال کے لیے داخل ہوں گے چنانچہ آپ شام میں غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے اور دو مرتبہ الجندل کے رئیس نے جزیہ دے کر صلح کی درخواست کی آپ نے اس کی صلح کی درخواست منظور فرمائی اور جس طرح ملک شام حضرت موسیٰ کے بعد حضرت حضرت یوشع کے ہاتھ پر فتح ہوا اس طرح حضور پر نور کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر پورا ملک شام فتح ہوا اور اسلام کے زیر نگین آیا اور ساتویں آسمان میں ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت معمر سے پشت لگائے بیٹھے ہیں۔

بیت معمر ساتویں آسمان میں ایک مسجد ہے جو خانہ کعبہ کے محاذات میں واقع ہے ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا حج اور طواف کرتے ہیں چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بانی کعبہ ہیں اس لیے ان کو یہ مقام عطا ہوا۔ اس آخری ملاقات میں حجۃ الوداع کی طرف اشارہ تھا کہ حضور پر نور وفات سے پیشتر حج بیت اللہ فرمائیں گے اور علامہ تعمیر کے نزدیک خواب میں حضرت ابراہیم کی زیارت حج کی بشارت ہے۔

یہ اسرار و حکم فتح الباری ص ۱۶۲ وروض الانف ص ۲۵۵ و زرقانی شرح مرآۃ ص ۶۴ تا ص ۶۷ سے لیے گئے ہیں۔ حضرات اہل علم۔ اصل کی مراجعت فرمائیں۔ ابن میسر فرماتے ہیں کہ یہاں تک سات معراجیں ہوئیں آٹھویں معراج سدرۃ المنتقی تک ہوئی اس میں فتح مکہ کی طرف اشارہ تھا جو شہ ۷ میں فتح ہوا اور نویں معراج سدرۃ المنتقی سے مقام مرتب الاقلام

تک ہوئی اس معراج میں غرودۂ تبوک کی طرف اشارہ ہوا۔ جو سفر میں پیش آیا اور دسویں معراج رفت اور مقام قرب اور دونو تک ہوئی جہاں دیدارِ خداوندی ہوا اور کلام ربانی سنا اس دسویں معراج میں چونکہ بقارِ خداوندی حاصل ہوا اس لیے اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ ہجرت کے دسویں سال حضور کا وصال ہوگا اور اس سال خداوند ذوالجلال کا بقار ہوگا اور دارِ دینا کو چھوڑ کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملیں گے۔ کذا فی سائتہ الحافظ السیوطی فی قصۃ الاسرار ص ۴۵۔

(۱۰) حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضراتِ انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ کو حلیم کیا ہے زمین اُن کے جسموں کو کھانہ نہیں سکتی۔ اس لیے حضراتِ انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ کا اصل مستقر تو ان کی قبور ہیں اور حضور پر نور کا انبیاء کرام کو بیت المقدس آسمانوں میں دیکھنا اس سے یہاں ان کی ارواح مبارکہ کو دیکھنا مراد ہے یا مع اجسامِ عنصریہ کہ دیکھنا مراد ہے کہ حضور کے اعزاز و اکرام کے لیے انبیاء کرام کو مع اجسامِ عنصریہ کے مسجد اقصیٰ اور آسمانوں میں مدعو کیا گیا۔ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اجسامِ اصلیہ تو قبور میں رہے اور اللہ نے ان کی ارواح کو اجسامِ مثالیہ کے ساتھ متماثل کر کے آپ کی ملاقات کے لیے جمع کیا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جسدِ اصلی کے ساتھ دیکھا کیونکہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور علیٰ ہذا اور سید علیہ السلام کو بھی جسمِ اصلی کے ساتھ دیکھا کہ وہ بھی زندہ اٹھائے گئے (۱)۔

اسی شب میں آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ آپ سنا و اعلنا کہہ کر واپس ہوئے۔ واپسی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کچھ نہیں فرمایا۔ بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام پر گذر ہوا۔ انھوں نے

(۱) فتح الباری ج: ۱، ص: ۱۶۲، زرقانی ج: ۶، ص: ۳۱، ۳۲

تخفیف کا مشورہ دیا۔ وجہ یہ تھی کہ مقامِ فُلکۃ - مقامِ رصار تو تسلیم معنی مقامِ نیاز ہے۔ اور مقامِ تکلم - مقامِ ناز ہے۔ اس لیے حضرت خلیل اللہ نے سکوت فرمایا اور حضرت کلیم اللہ نے تخفیف کا مشورہ دیا۔ خلیل اللہ ساکت رہے اور کلیم اللہ بولے۔

(۱۱) حضرت موسیٰ کے مشورہ کی بنا پر حضور بار بار تخفیف کی درخواست کرتے رہے بالآخر جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو حضور نے فرمایا کہ اب مجھ کو خرم آتی ہے۔ وجہ شرم کی یہ تھی کہ آپ نے اس سے قبل نورتنہ تخفیف کی درخواست میں یہ دیکھ لیا کہ ہر مرتبہ پانچ نمازوں کی تخفیف ہو جاتی ہے پس جبکہ تخفیف ہوتے ہوئے صرف پانچ ہی رہ گئیں تو اگر اس کے بعد بھی تخفیف کا سوال کیا جاتے تو اس درخواست کا یہ مطلب ہے گا کہ یہ پانچ بھی ساقط ہو جائیں اور فرض کا کوئی حصہ بھی ایسا نہ رہے کہ جو واجب الاعتمال ہو سکے اس لیے حضور شرمائے اور واپس جانے سے انکار فرما دیا۔

(۱۲) عروجِ سموات سے پہلے آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور آب زمزم سے اس کو دھویا گیا اور ایمان اور حکمت سے بھر کر اس کو سی دیا گیا تاکہ اس عجیب و غریب طہارت کے بعد افضل عبادات کی فرضیت کا حکم دیا جاسکے۔

(۱۳) سیرتوں میں آپ نے ملائکہ اللہ کو مختلف عبادتوں میں مشغول پایا۔ بعض ہیں کہ قیام ہی کی حالت میں دست بستہ کھڑے ہیں اور بعض ہیں کہ رکوع ہی میں ہیں کبھی سر نہیں اٹھاتے اور بعض ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سجدہ میں اور بعض ہمیشہ قعود میں ہیں حتیٰ تعالیٰ نے اس امت کے لیے ان تمام ارکان کو ایک ہی رکعت میں جمع کر دیا تاکہ امت کی عبادت تمام ملائکہ کی عبادتوں کا مجموعہ اور خلاصہ ہو (۱)

نیز قرآن کریم میں ہے کہ ہر شیء ہر وقت اللہ کی تسبیح اور تحمید کرتی ہے۔ کما قال تعالیٰ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ وَكَانَ

(۱) فتح الباری ج ۴، ص: ۱۶۸ (۲) الاسرار، آیۃ: ۴۴ -

کا کوئی وقت اللہ کی تسبیح سے خالی نہیں گذرتا اور ظاہر ہے کہ کائنات کی تسبیح ایک طور پر نہیں مختلف طور پر ہے۔ اشجار اور نباتات کی تسبیح ہمیشہ بحالت قیام ہے اور بہائم اور چوہاؤں کی تسبیح ہمیشہ بحالت رکوع ہے اور حشرات الارض کی تسبیح ہمیشہ بحالت سجود ہے۔ ہر وقت ان کی جبین نیاز زمین سے لگی رہتی ہے اور احجار و جمادات کی تسبیح ہمیشہ بحالت قعود ہے۔ حق جل شانہ نے ہماری نماز میں تحمید و تسبیح کی تمام اقسام کو یکجا جمع فرمایا۔ نیز انسان غلہ رابعہ سے مرکب ہے، اس لیے اس کی عبادت بھی قیام اور قعود رکوع اور سجود ان ارکان اربعہ سے مرکب ہوتی اور چونکہ خدا سے غفلت کے اسباب پانچ ہیں یعنی حواس خمسہ اس لیے ایک دن میں پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔

(۱۵) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اور اگر رویت ہوتی تو وہ رویت بصری تھی یا رویت قلبی تھی یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا یا دست کہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا اور ہے اور جاننا اور ہے جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور محققین کے نزدیک یہی قول راجح اور حق ہے اس لیے احادیث میں تصریح ہے کہ خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب دریافت کیا گیا کہ کیا آپ نے پروردگار کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے شب معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا۔

اخرج احمد یسند صحیح عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رايت ربی عز وجل (۱) واخرج الطبرانی فی السنۃ والحکم
منذ امام احمد میں سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔ خصائص کبریٰ۔
امام طبرانی اور حکیم ترمذی نے انس سے

۱۔ الخصائص کبریٰ ج ۱، ص: ۶۱

عن انس قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم رایت النور
الاعظم فاوحى الله الي ما شاء
روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نور اعظم یعنی
نور الہی کو دیکھا پھر اللہ تعالیٰ نے میری
طرف وحی بھیجی جو چاہی یعنی مجھ سے بلا واسطہ
(۱)

کلام فرمایا۔

ابن عباس کی ایک متفقہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شب معراج میں آپ
کو رویت بصری اور رویت قلبی دونوں حاصل ہوئیں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ
سے نور بصر کو نور بصیرت میں ایسا مدغم فرمایا کہ آپ کی رویت بصری اور رویت
قلبی میں کوئی فرق نہ رہا۔

کلام سرمدی بے نقل بشنید
دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود
خداوند جہاں را بے حجت دید
دلش در چشم و چشمش در دلش بود
حضرت نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ
کلا یکہ بے آمد شنید
تکائے کہ آن دیدنی بود دید
نہ زانہو جہت بدنہ زیں سو خیال
چنانچہ دید کہ حضرت ذوالجلال
عارف حامی قدس سرہ السامی

بیدار پنچ از دیدن برون بود
نہ چندی و گنجہ آنجا و نہ چونی
پہرےس ازماز کیفیت کہ چون بود
فرد بند از کمی لب زفسزونی
شنید انگہ کلائے نہ باواز
معانی در معانی راز باراز

(۲) وہ روایت یہ ہے اخراج ابن جریر عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رایت ربی
عز وجل باحسن صورة الی ان قال ما کذب الغوا مارای فعل نور بصری فی فوسدی فخرت الیہ بخواد
انتمی در مشورہ ۱۲ ج ۶ (۳) تفسیر در مشورہ ج ۶ ص: ۱۲۳

نہ آگاہی از دو کام و زبان را نہ ہمراہی از و لطق و بیاں را
 حافظ توبیخی العتمنی المتقدّم لکھتے ہیں کہ رویت قلبی یعنی دل کے دیکھنے سے
 محض علم اور معرفت مراد نہیں اس لیے کہ یہ بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے
 حاصل تھی بلکہ مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور کے دل میں اس قسم کی رویت فرمائی کہ
 جس طرح کی رویت چشم سر کو حاصل ہے یہ مراد ہے کہ آنکھ دل کی معاونت سے اور
 دل چشم کی مرافقت اور مقارنت سے دولت دیدار سے مشرف ہوا۔ بوقت دیدار
 دل آنکھ کے ساتھ تھا اور آنکھ دل کے ساتھ تھی۔ ایک دوسرے سے جدا نہ تھی۔ انتہی
 کلامہ موضحا واللہ اعلم۔

ملاحظہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات

ملاحظہ نے حضور کے معراج جسمانی پر جو اعتراضات کیے ہیں ان سب کا اجمال یہ ہے
 کہ فلسفہ قدیمہ تو اجرام فلکیہ میں خرق التیام کو محال بتلاتا ہے اور فلسفہ جدیدہ انفلک کے وجود
 ہی کو تسلیم نہیں کرتا۔ لہٰذا جب آسمان کا وجود ہی ثابت ہوا تو معراج جسمانی کا ثبوت کس طرح
 ہوگا۔ نیز فلسفہ جدیدہ قدیمہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ زمین سے کچھ اوپر کرۂ زہر یہ ہے اور
 فلسفہ قدیمہ کے نزدیک کرۂ ندی ہے اور ان دونوں مقاموں سے کسی جسم عنصری کا
 صحیح سالم اور زندہ عبور کرنا محال ہے لہٰذا عروج جسمانی بھی محال ہوگا بعض کہتے ہیں کہ
 جسم ثقیل کی اس قدر بند اور سریع سیر عقلاً محال ہے۔

جواب :-

یہ سب استبعادات اور توہمات میں عقلا ان میں سے کوئی تھی بھی محال نہیں
 هَا تُؤْبِرُّ هَا نَكُوْا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔ جو شخص ان چیزوں کے محال ہونے
 کا مدعی ہو وہ دلیل پیش کرے۔

(۱) تمام انبیاء اور مرسلین اور تمام کتب سماویہ اس پر متفق ہیں کہ قیامت قائم ہوگی اور آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ۔ اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور حضرات انبیاء اور مرسلین کا امر محال کے وقوع پر متفق ہونا قطعاً محال اور ناممکن ہے اور فلسفہ قدیم نے جو افلاک کے خرق اور انقیام کے محال ہونے کے پادری لائے ذکر کیے ہیں حضرات متکلمین نے ان کا کافی اور شافی جواب دیدیلا ہے۔

(۲) رہا فلسفہ جدیدہ کا افلاک کے وجود کو نہ تسلیم کرنا سو یہ افلاک کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی شئی کا نظر نہ آنا یا اس کا ثابت نہ ہونا اس کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا ورنہ زمین اور آسمان کی اُن ہزار ہا چیزوں کا انکار لازم آئے گا۔ جو ہماری نظر اور عقل اور علم سے مخفی اور پوشیدہ ہیں نیز عقلاء اس پر بھی متفق ہیں کہ کسی کا جہل اور عدم علم دوسرے پر حجت نہیں۔

(۳) آجکل نئی نئی قسم کے ایسے آلات ایجاد ہو رہے ہیں کہ جن کے ذریعہ جسے جسم حرارت اور برودت کے خارجی اثرات سے بالکل محفوظ رہتا ہے اور خداوند ذوالجلال کی قدرت تو اس سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہے۔ بالتراب و رب الارباب مشیت خاک کو خداوند افلاک سے کیا نسبت۔ سرکاری باغوں میں ایسے درخت موجود ہیں کہ بجائے پانی کے ان کے نیچے آگ روشن کی جاتی ہے وہ آگ کی گرمی سے سرمبز رہتے ہیں اگر آگ کی حرارت کم ہو جائے تو خشک ہو جاتے ہیں۔ سمندر میں ایک کیڑا ہے جو آگ میں پڑتا ہے وہ نہ آگ سے جلتا ہے نہ مرنے لگتا ہے بلکہ آگ اس کے حق میں حیات ہے اور آگ سے جلدائی اس کے لیے موت ہے۔

(۴) نیز ہزار ہا من وزن کے طیاروں کا آسمانی فضا میں اڑنا اور گھنٹوں میں ہزار ہا میل کی مسافت طے کرنا ساری دنیا کے سامنے ہے پھر فقط ایک انسان کے پر دان اور پیران کے بارے میں کیوں اس قدر سرگردان اور حیران ہیں۔

(۵) آجکل ایسے نینے بھی ایجاد ہو گئے ہیں کہ بجلی کا ٹن بنانے سے ایک منٹ میں سو منزل کے آخری بالا خانہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ کیا خداوند ذوالجلال ایسے معراج یعنی میٹرھی اور زینہ سے قاصر ہے کہ جو ایک منٹ میں اس کے کسی خاص بندہ کو زمین سے آسمان بد پہنچا دے۔

(۶) ماہرینِ اکتشافات کے برابر اعلانات آرہے ہیں کہ فلسفہ اور سائنس کے ذریعے اب تک جو اکتشافات ہوئے ہیں وہ نہایت ہی قلیل ہیں اور آئندہ جن اکتشافات کی توقع ہے وہ اس سے ہزاراں ہزار درجہ زائد ہیں حتیٰ کہ یہاں تک اعلان آچکے ہیں کہ ہم عنقریب کواکب اور سیارات تک پہنچ جائیں گے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے متمدن بھائی جو مغربی علوم کے سوداوی و شیدائی ہیں وہ ان خبروں کو نہایت مسرت اور اہتجاج کے ساتھ سنتے اور سناتے ہیں مگر جب نبی امی خداوندی و ابی و امی کے معراج کی خبر کو سنتے ہیں تو طرح طرح کے شبہ اور دوسوے ان کے سامنے آجاتے ہیں۔ یورپ کی وحی کی بے چون و چرا تصدیق کرتے ہیں اور اللہ کی وحی میں شبہ نکالتے ہیں اور ڈالتے ہیں۔

(۷) یہود کے نزدیک حضرت ایلیا علیہ السلام کا بجدہ الغصری زندہ آسمان پر جانا اور عیساؤں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر اخیر زمانہ میں آسمان سے ان کا اترنا مسلم ہے اسی طرح آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جسم اطہر کے ساتھ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ و تابعین ثابِت ہے اگر آسمان پر جانا عقلاً محال ہو تا تو صحابہ و تابعین کبھی اس پر متفق نہ ہوتے۔

وَمَا كُنَّا قَالِ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنَّ أَشْيَاءَ طَعْنُ كَيْفُ حَوْلَ إِلَى الْوَلِيَّاءِ رَجَمَ ۱۲ - مِنْهُ عَفَا اللَّهُ عَنْهُ -

موسم حج میں دعوت اسلام

جب آپ نے دیکھا کہ قریش اپنی اسی عداوت اور دشمنی پر تلے ہوئے ہیں تو جب موسم حج آتا اور اطراف و اکناف سے لوگ آتے تو آپ خود ان کی فرد گاہ پر تشریف لے جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے اور دین برحق کی نصرت و حمایت کے لیے فرماتے۔ آپ تو لوگوں کو توحید و تفرید صدق و اخلاص کی طرف بلاتے اور آپ کا چچا ابولہب جس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا وہ اپنے تمام کام چھوڑ کر آپ کے پیچھے پیچھے کستا پھرتا کہ اے لوگو! دیکھو یہ شخص تم کو لات اور عریٰ سے چھڑانا چاہتا ہے اور بدعت اور اور گمراہی کی طرف تم کو بلاتا ہے تم ہرگز اس کی اطاعت نہ کرو۔ غرض یہ کہ آپ نے مختلف قبائل پر اسلام پیش کیا اور ان کو اسلام کی نصرت و حمایت کی دعوت دی کسی نے نرمی سے جواب دیا اور کسی نے سختی اور دشمنی سے بعض نے یہ کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کی نصرت و حمایت کریں گے کہ اگر آپ فتح یاب ہوئے تو اپنے بعد ہمیں اپنا خلیفہ بنائیں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے اختیار میں نہیں اللہ کو اختیار ہے جس کو چاہے بنائے۔ ان لوگوں نے یہ کہا یہ خوب ہے کہ ہم تو آپ کے ساتھ ہو کر اپنی گردنیں کٹائیں اور اپنے سینوں کو عوب کے تیروں کا نشانہ بنائیں اور جب آپ کا میاب ہو جائیں تو دوسرے آپ کے خلیفہ اور رہائشیں ہوں (۱) قبیلہ بنی ذہل بن شیبان کے پاس آپ تشریف لے گئے ابو بکرؓ اور علیؓ آپ کے ہمراہ تھے۔ مفروق بن عمر و اور ہانی بن قبیصہ اس قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے۔ ابو بکرؓ نے مفروق سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی خبر نہیں پہنچی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ ہیں ہی اللہ کے رسول ہیں۔ مفروق نے کہا ہاں میں نے آپ تذکرہ سنا ہے

(۱) سیرت ابن ہشام ج: ۱، ص

کس شے کی طرف بلاتے ہو۔ آپ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
وَأِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ
عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ
يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ تم کو عدل اور احسان اور اہل قرابت کے ساتھ سلوک کا حکم دیتا ہے اور ہر بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے تم کو منع کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو

مفروق نے کہا کہ واللہ آپ نے نہایت عمدہ اخلاق اور پسندیدہ افعال کی طرف بلایا ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ میں اپنی قوم سے بغیر دریافت کے ان کے غیاب میں آپ سے کوئی معاہدہ کر لینا مناسب نہیں سمجھتا نہ معلوم کہ وہ لوگ اس معاہدہ کو قبول کریں یا رد کریں۔ علاوہ ازیں ہم کسریٰ کے زیر اثر ہیں۔ کسریٰ سے ہم معاہدہ کر چکے ہیں کہ کوئی نیا معاہدہ آپ کی اطلاع ہم تک نہ کریں گے اور غالب گمان یہ ہے کہ اگر ہم آپ سے اس قسم کا معاہدہ کریں گے تو کسریٰ کو ضرور ناگوار ہوگا۔ آپ نے مفروق کی اس سچائی اور راست گوئی کو پسند فرمایا اور یہ کہا کہ اللہ اپنے دین کا خود حامی اور مددگار ہے اور جو لوگ اس کے دین کی حمایت کریں گے عنقریب اللہ ان کو کسریٰ کی زد اور زمین کا وارث بنائے گا۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی علیہ وسلم ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگ جو مدینہ منورہ سے آئے ہوئے تھے۔ ان کی مجلس میں پہنچے (جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آتا ہے) ان لوگوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی نصرت اور حمایت کا وعدہ کیا۔ (۲)

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں۔ اخرجہ الحاکم وابونعیم والبیہقی بإسناد حسن عن ابن عباس قال حدثني علي بن ابي طالب الحديث ففتح البازي صراحا بابا فذال انصا الى النبي صلى الله عليه وسلم بمكة وبيعة العقبه

(۱) النحل، آیت: ۹۰ (۲) دینانہ دیکھ لیا کہ خدا نے صحابہ کرام کو چند ہی روز میں قیصر و کسریٰ کے تحت کا مالک بنا دیا۔ ۱۲۔ (۳) روض الالف ج ۱، ص ۴۶۴، ابدیۃ والنهاية ج ۳ ص ۱۴۳۔

تنبیہ: حافظ ابو نعیم اسبہائی فرماتے ہیں مجھ کو معلوم نہیں کہ مفروق اسلام لائے یا نہیں^(۱)
اسلام ایاس بن معاذ:

اسی سال ابوالحیسر انس بن رافع مع چند جوانوں کے اس غرض سے مکہ آئے کہ
بمقابلہ خزرج۔ قریش میں سے کسی کو اپنا حلیف بنائیں ان جوانوں میں ایاس بن معاذ
بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا جس
مقصد کے لیے آئے ہو اس سے کہیں بہتر شے میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔
ابوالحیسر اور اس کے ہمراہیوں نے کہا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔
اللہ نے مجھ کو اس لیے بھیجا ہے کہ بندوں کو اللہ کی طرف بلاؤں، صرف اللہ کی بندگی کریں^(۲)
کسی شئی کو کس طرح اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور اللہ نے مجھ پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے
اور پھر اس کی کچھ آیتیں تلاوت فرمائیں اور اسلام پیش کیا۔

ایاس بن معاذ نے کہا اے قوم واللہ جس کام کے لیے ہم آئے ہیں یہ اس سے
کہیں بہتر ہے ابوالحیسر نے لکھ بایا اٹھا کر ایاس کے منہ پر ماریں اور یہ کہا ہم اس کام کیلئے
نہیں آئے۔ ایاس خاموش ہو گئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ
کھڑے ہوئے۔ یہ لوگ مدینہ واپس ہوئے کچھ روز نگذرے کہ ایاس بن معاذ انتقال
کر گئے۔ مرتے وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اور اللَّهُ أَكْبَرُ اور سُبْحَانَ اللَّهِ
اور الْحَمْدُ لِلَّهِ یہ کلمات زبان پر جاری تھے جس کو تمام حاضرین سن رہے تھے
کسی کو بھی اس میں شک نہ تھا کہ وہ مسلمان مرے (۲)

حافظ بیہمی فرماتے ہیں رواہ احمد والطبرانی و رجالہ ثقات (۳)

(۱) اسد الغابہ ج ۴، ص: ۲۰۹ (۲) البیایۃ والنہایۃ - ج: ۳، ص: ۱۳۸

الاصلاح ج ۱، ص: ۹۱ (۳) مجمع الزوائد ج ۶، ص: ۳۶۰

مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء نبوی

مدینہ میں زیادہ آبادی اوس اور خزرج کی تھی جو مشرک اور بت پرست تھے اور اُن کے ساتھ یہود بھی رہتے تھے جو اہل کتاب اور اہل علم تھے۔ مدینہ میں چونکہ یہود اقلیت میں تھے اس لیے جب کبھی یہود کا اوس خزرج سے کوئی جھگڑا ہوتا تو یہودیہ کہا کرتے تھے اب عنقریب نبی آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں ہم ان کا اتباع کریں گے اور ان کے ساتھ ہو کر تم کو قوم عاد اور ارم کی طرح ہلاک و برباد کریں گے۔

جب موسم حج کا آیا تو خزرج کے کچھ لوگ مکہ آئے۔ یہ نبوت کا گیارہواں سال تھا۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ اور قرآن پاک کی ان پر تلاوت کی۔ ان لوگوں نے آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے واللہ یہ وہی نبی ہیں جن کا یہود ذکر کیا کرتے ہیں دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فضیلت اور سعادت میں یہود ہم سے سبقت کر جائیں اور اسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے اسلام لے آتے اور آپ سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو آپ پر ایمان نے آتے یہود سے ہمارا اکثر جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو واپس ہو کر ان کو بھی اسلام کی دعوت دیں اگر وہ بھی اس دعوت کو قبول کر لیں اور اس صورت سے ہم اور متفق ہو جائیں تو پھر آپ سے زیادہ کوئی عزیز نہ ہوگا۔ یہ ایمان لانے والے قبیلہ خزرج کے چھ آدمی تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ ۲۔ عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ

۳۔ رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ ۴۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۵۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ۶۔ جابر بن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ

۷۔ جابر دوسرے ہیں اور جابر کے نام سے جو صحابی مشہور ہیں وہ جابر بن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ہیں جو کئی سال

اور بعض علماء سیر نے بجائے جابر کے عبادۃ بن الصامت کا نام ذکر کیا ہے (۱)
 فتح الباری باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکۃ وبعیۃ العقبتہ (۲)
 یہ چھ حضرات آپ کے رخصت ہو کر مدینہ منور پہنچے جس مجلس میں بیٹھے وہیں آپ کا
 ذکر کرتے نسبت یہاں تک پہنچی کہ مدینہ کا کوئی گھر اور کوئی مجلس آپ کے ذکر سے خالی نہ
 رہی۔

انصار کی پہلی بیعت ۱۲ ہجری

جب دوسرا سال آیا جو نبوت کا بارہواں سال تھا تو بارہ اشخاص آپ کے ملنے کے
 لیے مکہ حاضر ہوئے۔ پانچ تو انھیں چھ میں سے تھے اور سات ان کے سوا تھے جن کے
 نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسعد بن زارۃ رضی اللہ عنہ ۲۔ عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ

۳۔ رافع بن مالک رضی اللہ عنہ ۴۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۵۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

اس سال جابر بن عبد اللہ بن رباب رضی اللہ عنہ حاضر نہیں ہوئے۔

۶۔ معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ (یعنی عوف بن الحارث کے بھائی)

۷۔ ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ ۸۔ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ

۹۔ یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ۱۰۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ

۱۱۔ ابو الہیثم مالک بن تیہان رضی اللہ عنہ

۱۲۔ عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ

یہ بارہ حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کے وقت منیٰ
 میں عقبہ کے قریب آپ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرینگے

(۱) ابن شام ج ۱، ص: ۵۰، (۲) البدایۃ والنہایۃ ج ۳، ص: ۱۲۸

مکہ ذکوان بیعت کے بعد مکہ ہی رہ پڑے بعد میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اس لیے ذکوان رضی اللہ
 عنہما میر بھی ہیں اور انصاری بھی۔ ۱۲ ذرقان ص ۳۱۵

اور نہ چوری اور نہ زنا کریں گے اور نہ اولاد کو قتل کریں گے اور نہ کسی پر بہتان اور تمہمت لگائیں گے۔ یہ انصار کی پہلی بیعت تھی جس کو بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔

جب یہ لوگ بیعت کر کے مدینہ منورہ واپس ہونے لگے تو عبداللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کو تعلیم قرآن اور احکام اسلام کے سکھانے کے لیے ان کے ہمراہ کیا اور مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر قیام کیا۔ مصعب بن عمیر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور مسلمانان مدینہ کو نماز پڑھاتے ہی امام تھے ایک دن مصعب بن عمیر لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ لوگ بہت جمع تھے۔

اسید بن حضیر کو جب خبر مہی تو تلوار لے کر پہنچے اور کہا کہ آپ یہاں کس لیے آئے ہیں ہمارے بچوں اور عورتوں کو کیوں بہکاتے ہو۔ بہتر ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں اور جو میں کہوں وہ سنیں اگر پسند آئے تو قبول کریں اور اگر ناپسند ہو تو کنارہ کشی کریں۔ اسید بن حضیر یہ کہہ کر کہ بے شک تم نے یہ بات انصاف کی کمی بیٹھ گئے۔ مصعب بن عمیر نے اسلام کے محاسن بیان کیے اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ ہسید بن کعب نے کہنے لگے۔

ما احسن هذا الكلام وأجملہ کیا ہی عمدہ اور کیا ہی بہتر کلام ہے اور پوچھا کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ مصعب بن نے کہا اول اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک کر دو اور غسل کرو اور پھر کلمہ شہادت پڑھو اور نماز ادا کرو۔

اسی وقت اٹھے کپڑے پاک کیے اور غسل اور کلمہ شہادت پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ ایک اور شخص میں یعنی سعد بن معاذ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو پھر اس کی

قوم میں سے کوئی شخص بغیر مسلمان ہونے نہ رہے گا۔ میں ابھی جا کر اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ سعد بن معاذ نے اسیدؓ کو آتے ہوئے دیکھ کر یہ کہا کہ یہ اسید نہیں معلوم ہوتا جو یہاں سے گئے تھے۔ جب قریب پہنچے تو سعد نے اسیدؓ سے دریافت کیا: مَا فَعَلْتَ تو نے کیا کیا اسیدؓ نے کہا میں نے ان کی بات میں کو حرج نہیں پایا۔ سعد بن معاذ کو غصہ آگیا اور تلوار لے کر خود پہنچے اور سعد بن زرارہؓ سے مخاطب ہو کر کہا اگر تم سے میری قرابت نہ ہوتی اود تم میرے خالہ زاد بھائی نہ ہوتے تو ابھی تلوار سے کام تمام کر دیتا۔ قوم کے بھکانے کے لیے تم ہی ان کو یہاں لے کر آتے ہو۔

مصعبؓ نے کہا کہ اے سعد کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم کچھ دیر بیٹھ کر میری بات سنو اگر پسند آئے تو قبل کرو ورنہ پھر جو چاہے کرنا۔ سعد یہ کہہ کر کمرے کے انصاف کی بات کہی۔ بیٹھ گئے۔ مصعبؓ نے اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ سنتے ہی سعد کا رنگ ہی بدل گیا اور پھر بچھا کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ مصعبؓ نے کہا کہ اول کپڑے پاک کرو اور غسل کرو اور پھر کلمہ شہادت پڑھو۔

اور دو رکعت نماز ادا کرو۔ سعد اسی وقت اٹھے اور غسل کیا اور کلمہ شہادت پڑھا اور ایک دوکانہ ادا کیا اور یہاں سے اٹھ کر سیدھے اپنی قوم کی مجلس میں پہنچے۔ قوم کے لوگوں نے سعد کو آتے دیکھ کر دُور ہی سے پہچان لیا کہ رنگ دوسرا ہے مجلس میں پہنچتے ہی سعد نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کلام تم مجھ کو کیسا سمجھے ہو۔ سب نے متفق ہو کر یہ کہا کہ تم ہمارے سردار اور با اعتبار رائے اور مشورے کے سب سے افضل اور بہتر ہو سعد نے کہا کہ خدا کی قسم میں تم سے اس وقت تک کلام نہ کروں گا۔ جب تک تم سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔ شام نگذری کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل میں کرنی مرد اور عورت ایسا نہ رہا کہ جو مسلمان نہ ہو گیا ہو (۱)

(۱) سیرت الاثر ج: ۱، ص: ۸۰، نیز ابن ہشام، طبری، البیہ و النہد -

قبیلہ بنی عبدالاشمل میں سے صرف ایک شخص عمرو بن ثابت جن کا لقب اُصیرم تھا اسلام لانے سے رہ گیا۔ جنگ احد کے دن اسلام لائے اور اسلام لاتے ہی جہاد کے لیے معرکہ قتال میں پہنچ گئے اور شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بطور معمر فرمایا کرتے تھے تِلَاوِ وہ کون شخص ہے کہ جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں پہنچ گیا۔

جب لوگ جواب زدیتے تو آپ خود فرماتے کہ وہ قبیلہ بنی عبدالاشمل میں اُصیرم ہے (رواہ ابن اسحاق باسناد حسن مطولاً عن ابی ہریرۃ (۱))

اسلام رفاعہ رضی اللہ عنہ :

رفاعہ بن رافع زرقی فرماتے ہیں کہ چھ انصار کے آنے سے پہلے میں اور میرا خالہ زاد بھائی معاذ بن عفرار مکہ آئے اور آپ ﷺ کے لیے۔ آپ نے اسلام پیش کیا اور یہ فرمایا اے رفاعہ تِلَاوِ آسمان اور زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ہم نے کہا اللہ نے آپ نے فرمایا خالق عبادت کا مستحق ہے یا مخلوق ہم نے کہا خالق۔ آپ نے فرمایا کہ پس تم مستحق ہو اس کے کہ یہ بت تمہاری عبادت کریں اور تم خدا کی عبادت کرو اس لیے کہ بت تمہارے بناتے ہوئے ہیں اور تم اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہو اور میں تم کو ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں۔ تم خدا کو ایک مانو اور صرف اسی کی عبادت اور بندگی کرو۔ اور پھر کہ خدا کا رسول اور نبی مانو۔ صلہ رھی کرو۔ ظلم اور تعدی کو چھوڑ دو میں نے کہا بیشک آپ نے بند امور اور پاکیزہ اخلاق کی طرف بلایا ہے۔ میں آپ کے پاس اُٹھ کر حرم میں پہنچا اور پکار کر یہ کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (اخرہ الحاکم وصحیحہ خصاص کبریٰ ص ۸۲ ج ۱)

(۱) زرقانی ج ۱، ص: ۳۱۶

مدینہ منورہ میں جمعہ کا قیام

اسی سال اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں جمعہ قائم کیا آپ نے جب یہ دیکھا کہ یہود اور نصاریٰ میں اجتماع کے لیے ہفتہ میں ایک خاص دن مقرر ہے۔ یہوشنبہ کے روز اور نصاریٰ یک شنبہ کے دن ایک جگہ جمعہ ہوتے ہیں اس لیے یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ہفتہ میں ایک دن ایسا مقرر کریں کہ جس میں سب جمع ہوں اور اللہ کا ذکر اور سکر کریں اور نماز پڑھیں اور اس کی عبادت اور بندگی کریں اسعد بن زرارہ نے جمعہ کا دن تجویز کیا اور اس روز سب کو نماز پڑھائی (رواہ عبد بن حمید باسناد صحیح عن ابن سیرین) غرض یہ کہ حضرات صحابہ نے محض اپنے اجتہاد سے ایک تو جمعہ قائم کیا اور دوسرے جمعہ کے دن کو جاہلیت یوم عربہ کہتے تھے بجائے یوم عربہ کے اس دن کا نام جمعہ تجویز کیا وحی الہی نے دونوں اجتہادوں کی تصویب کی جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی۔

اِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔ الْآيَةُ۔

جس سے جمعہ کی فرضیت بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حق جل و علا کو یوم الجمعہ کا لفظ پسند ہے۔ وحی الہی نے یوم عربہ کے استعمال سے کہ جو زمانہ جاہلیت میں شائع تھا گریز کیا اور انصار نے جو لفظ تجویز کیا تھا بعینہ اس کا استعمال فرمایا۔ اس منہج اور عنوان سے انصار کے اجتہاد کی تصویب و تحنین و تائید فرمائی۔

اور اس کے کچھ ہی روز بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک والا نامہ جمعہ قائم کرنے کے بارے میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام پہنچا کہ نصف النہار کے بعد سب مل کر بارگاہ خداوندی میں ایک دو گانہ سے تقرب حاصل کیا کرو (رواہ الدارقطنی عن ابن عباس) ہذا کلام من الزرقانی (۱)

عبدالرحمن بن کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ میرے والد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جب جمعہ کی اذان سنتے تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے لیے دُعا سے مغفرت فرماتے ہیں نے ایک بار دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ مدینہ میں سب سے پہلے اسعد بن زرارہ ہی نے ہم کو جمعہ پڑھایا ہے (رواہ ابو داؤد الحاکم اصحابہ ترجمہ اسعد بن زرارہؓ (۱) قائمہ: علامہ سیل فرماتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے اسعد بن زرارہؓ نے جمعہ قائم کیا اور جاہلیت میں سب سے پہلے رسول اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کعب بن لوی نے جمعہ قائم کیا جیسا کہ سلسلہ نسب کے بیان میں گزر چکا ہے۔ (۲)

انصار کی دوسری بیعت ۳؎ نبوی

جب دوسرا سال آیا جو نبوت کا تیرھواں سال تھا تو مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے ایک گروہ کو اپنے ہمراہ لیکر بغرض اوائسے حج مکہ مکرمہ روانہ ہوئے مسلمانوں کے علاوہ اوس اور خزرج کے مشرکین بھی جو ہنوز اسلام کے حلقہ بگوش نہیں ہوئے تھے حج کے لیے روانہ ہوئے زیادہ تعداد انھیں لوگوں کی متقی چار سو سے زیادہ تھے مشہور قول کی بنا پر مسلمانوں کی تعداد پچھتر تھی جس میں سے تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں جنھوں نے آپ کے دست مبارک پر اسی گھاٹی میں بیعت کی جس میں پہلے کی متقی اور اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والے حضرات کے جو نام ذکر کیے ہیں وہ پچھتر سے کچھ زیادہ ہیں جو حسب ذیل ہے۔

صرف الالف

- | | |
|--------------------------------|------------------------------|
| (۱) اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ | (۳) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ |
| (۲) اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ | (۴) اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ |

(۱) الاصابہ ج ۱، ص: ۳۴ (۲) دوسرے الالف ج ۱، ص: ۲۶۹۔

- حضرت حسان بن ثابت کے بھائی۔
 (۱۹) خالد بن قیس رضی اللہ عنہ فی قول
 (۵) اوس بن یزید رضی اللہ عنہ
 ابن اسحاق والواقدی ولم يذكره
 ابو معشر وابن عقیبة۔

ب

- (۶) بار بن معرور رضی اللہ عنہ
 (۷) بشر بن بار بن معرور رضی اللہ عنہ
 (۸) بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ
 (۹) بھیر بن البیثم رضی اللہ عنہ
 (۲۰) خاربتہ بن زید رضی اللہ عنہ
 (۲۱) خدیج بن سلامہ رضی اللہ عنہ
 (۲۲) خلاد بن سويد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

ذ

- (۲۳) ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ
 العقبیین۔

ر

- (۲۴) رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ
 (۲۵) رفاعہ بن رافع بن مالک رضی اللہ عنہ
 (۲۶) رفاعہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
 (۲۷) رفاعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
 (۱۰) ثابت بن الجروع رضی اللہ عنہ
 (۱۱) ثعلبتہ بن عدی رضی اللہ عنہ
 (۱۲) ثعلبتہ بن غنمہ رضی اللہ عنہ

ج

- (۱۳) جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن خرم رضی اللہ عنہ
 (۱۴) جابر بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ج

- (۱۵) حارث بن قیس رضی اللہ عنہ

خ

- (۲۸) زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ
 (۲۹) زید بن سہل ابو طلحہ رضی اللہ عنہ
 (۱۶) خالد بن زید رضی اللہ عنہ
 (۱۷) خالد بن عمرو بن ابی کعب رضی اللہ عنہ
 (۱۸) خالد بن عمرو بن عدی رضی اللہ عنہ

س

- (۳۰) سعد بن زید بن مالک الاشجلی
 رضی اللہ عنہ فی روایۃ الواقدی محدث
 (۳۱) سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ
 فی قول الواقدی وحده

- (۳۲) سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ
 (۳۳) سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ
 (۳۴) سلمۃ بن سلامہ بن قش رضی اللہ عنہ
 (۳۵) سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
 (۳۶) شان بن صیفی رضی اللہ عنہ
 (۳۷) سهل بن عثیک رضی اللہ عنہ
مش
 (۳۸) شمر بن سعد رضی اللہ عنہ
ص
 (۳۹) صیفی بن سواد رضی اللہ عنہ
ض
 (۴۰) ضحاک بن زید رضی اللہ عنہ
 (۴۱) ضحاک بن حارثہ رضی اللہ عنہ
ط
 (۴۲) طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ
ظ
 (۴۳) ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ
ع
 (۴۴) عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ
 (۴۵) عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
 (۴۶) عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ
 (۴۷) عباس بن فضلہ رضی اللہ عنہ
 (۴۸) عبد اللہ بن ربیع رضی اللہ عنہ
 (۴۹) عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
 (۵۰) عبد اللہ بن زید صاحب الاذان رضی اللہ عنہ
 (۵۱) عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ
 (۵۲) عبس بن عامر رضی اللہ عنہ
 (۵۳) عبید بن الیہان رضی اللہ عنہ یعنی
 ابو البشیر بن الیہان کے بھائی اور بعض
 نے بھائے عبید کے عثیک کہا ہے۔
 (۵۴) عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
 (۵۵) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
 (۵۶) عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ
 (۵۷) عبادة بن حزم رضی اللہ عنہ
 (۵۸) عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ
 (۵۹) عمرو بن غزیہ رضی اللہ عنہ
 (۶۰) عمرو بن عیمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۶۱) عمیر بن الحارث رضی اللہ عنہ
 (۶۲) عوف بن حارث رضی اللہ عنہ
 (۶۳) عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ
ف
 (۶۴) فروة بن عمرو رضی اللہ عنہ

ق

- (۶۵) قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ ذکر وہ
الا ابن اسحاق
(۶۶) قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
(۶۷) قیس بن عامر رضی اللہ عنہ
(۶۸) قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ

ک

- (۶۹) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

ھ

- (۷۰) مالک بن تہان ابو البشیر رضی اللہ عنہ
(۷۱) مالک بن عبد اللہ بن حشیم رضی اللہ عنہ
(۷۲) مسعود بن یزید رضی اللہ عنہ
(۷۳) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
(۷۴) معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ
يعرف بامه عفرار
(۷۵) معاذ بن عمرو الجوح رضی اللہ عنہ
(۷۶) معقل بن النضر رضی اللہ عنہ

- (۸۱) نسیبہ بنت کعب

رضی اللہ عنہا

- (۸۸) اسما بنت عمرو رضی اللہ عنہا

یہ تمام نام ہم نے علامہ ابن جوزی کی کتاب تلخیص ۲۱۵ سے نقل کیے ہیں۔ علامہ ابن ہشام نے سیرت میں اور حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں تقریباً یہی نام ذکر کیے ہیں۔ صرف اٹھ دس نام کا تفاوت ہے۔

مسند احمد میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لوگوں کے گھروں اور بازاروں اور میلوں میں جا جا کر اسلام کی دعوت دیتے اور یہ فرماتے
 من بیئو بینی ومن ینصرفی حتی یبلغ رسالہ نبی ولما الجنة کون ہے جو مجھ کو
 ٹھکانہ دے کون ہے جو میری مدد کرے یہاں تک کہ خدا کا پیام پہنچا سکوں اور اس کے لیے
 جنت ہو مگر کوئی ٹھکانہ دینے والا اور مدد کرنے والا نہ ملتا تھا۔ یہاں تک اللہ نے ہم کو
 یثرب سے آپ کے پاس بھیجا ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کو ٹھکانہ دیا۔ ہم میں
 جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسلمان ہو کر واپس ہوتا۔ جب مدینہ کے گھر گھر
 میں اسلام پہنچ گیا تو ہم نے مشورہ کیا کہ آخر کب تک ہم اللہ کے رسول کو اس حال میں چھوڑیں
 رکھیں کہ آپ مکہ کے پہاڑوں میں پریشان اور خوف زدہ پھرتے رہیں ستر آدمی ہم میں ستر سو حج
 میں مدینہ سے مکہ آئے الی آخر الحدیث حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں ہذا اسناد جید علی شرط مسلم
 ابداً و النہایہ ص ۱۵۱ اور حافظ سیوطی فرماتے ہیں رواہ احمد والبرزاور رجال احمد رجال الصحیح
 مجمع الزوائد ص ۱۶۶ قافلہ مکہ پہنچا مسلمانوں نے خفیہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 پیام بھیجا کہ ہم قدم بوسی کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ایام تشریق کے دوران میں
 منیٰ کی اس مبارک گھاٹی پر شب میں ملے کا وعدہ فرمایا جہاں گذشتہ سال بارہ حضرات
 بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے چچا حضرت عباسؓ
 لپکے ہمراہ تھے۔ حضرت عباسؓ اگرچہ اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے۔ لیکن
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت کو غایت درجہ محبوب رکھتے تھے۔ بیٹھتے
 ہی حضرت عباسؓ نے انصار سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی
 قوم میں نہایت عزت اور وقعت والے ہیں (لوگ اگرچہ آپ کے دین کے مخالف
 تھے مگر جس عزت اور وقعت سے آپ کو دیکھتے تھے وہ کسی کو نصیب نہ تھی)
 اور ہم ان کے حامی اور مددگار ہیں اور وہ تمہارے یہاں آنا چاہتے ہیں اگر تم ان کی

پوری پوری حمایت اور حفاظت کر سکو اور مرتے دم تک اس پر قائم رہو تو بہتر ہے
ورنہ ابھی سے صاف جواب دے دو۔

انصار نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا وہ ہم نے سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
مخاطب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں ہم اس کے لیے حاضر ہیں
کہ آپ اپنے لیے اور خدا کے لیے جو چاہیں ہم سے عہد لیں۔

آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور لٹکاؤں اور قرآن کی تلاوت فرمائی
اور کہا کہ اللہ کے لیے تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اس کی عبادت اور بندگی کرو اور اس کے
ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اپنے ساتھیوں کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ جھکو ٹھکانہ دو اور
جس طرح اپنی اور اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح ہماری حفاظت
کرو اور خوشی ہو یا سب و راحت ہو یا کلفت افلاس ہو یا تو نگری ہر حال میں میری
اطاعت کرو اور جو کہوں وہ سنو۔ انصار نے عرض کیا کہ اگر ہم ایسا کریں تو ہم کو اس کا
کیا صلہ ملے گا۔ آپ نے فرمایا جنت (یعنی آخرت کی لازوال نعمتیں) انصار نے کہا سب غلہ
لائیے دست مبارک بیعت کیلئے ہاتھ بڑھائے۔ ابو البشیر بن تہانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ
مجھ کو کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ کہ ہم میں اور یہود میں کچھ تعلقات ہیں۔ آپ سے تعلق قائم ہونے
کے بعد ان سے ہمارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ کہیں ایسا تو نہ ہو کہ جب اللہ آپ
کو فتح و نصرت نصیب فرمائے تو آپ پھر مکہ مکرمہ واپس ہو جائیں اور ہم کو (مڑپتا ہوا)
یہاں چھوڑ جائیں۔ آپ یسٹن کر مسکرائے اور یہ فرمایا۔

برگز نہیں تمہاری جان میری جان ہے۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں جس سے
تمہاری جنگ مجھ اُس سے میری جنگ ہے جس سے تمہاری صلح ہے اس سے میری
بھی صلح ہے۔ اس پر سب نے نہایت رضامند و رغبت کے ساتھ بیعت کے

لیے ہاتھ بڑھایا۔ (۱)

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے بیعت کے لیے کس نے ہاتھ بڑھایا۔ ابن سعد کی ایک روایت سے تمام مختلف اقوال مجتمع ہو جاتے ہیں۔ سلیمان بن نجیم فرماتے ہیں کہ جب اوس اور خزرج کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ سب سے پہلے کس نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تو بعض نے یہ کہا کہ اس کا صحیح علم حضرت عباس کو ہو گا وہ اس وقت موجود تھے۔ ان سے دریافت کرنا چاہیے۔

حضرت عباس نے فرمایا کہ سب سے پہلے اسعد بن زرارہ نے جو سب سے زیادہ خوش نصیب اور باسعادت تھے (آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور پھر بارہ بن معرور نے اور پھر اسید بن حنفیر نے۔ (۲)

عباس بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے (بیعت کو پختہ اور مستحکم کرنے کی غرض سے) کہا اے گروہ خزرج تم کو معلوم بھی ہے کہ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو، یہ چھوڑ لو کہ عرب اور عجم سے جنگ کرنے پر بیعت کر رہے ہو۔ اگر آئندہ چل کر مصائب و شدائد سے گھبرا کر چھوڑ دینے کا خیال ہو تو ابھی سے چھوڑ دو اس وقت گھبرا کر چھوڑنا خدا کی قسم دینا اور آخرت کی رسوائی کا سبب ہو گا اور اگر تم آئندہ کے شدائد و مصائب کا تحمل کر سکتے ہو اور اپنی جان اور مال پر کھیل کر اپنے عہد اور وعدہ پر قائم رہ سکتے ہو تو واللہ اس میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی خیر اور بہبودی ہے۔ سب نے کہا ہاں ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ آپ کے لیے جان و مال سے ہم کو دریغ نہیں۔ مصائب سے ڈر کر خدا کی قسم ہم اس بیعت کو نہیں چھوڑ سکتے (۳)

(۱) قال الحافظ العسقلانی أخرجه ابن اسحق وصحاح ابن حبان فتح الباری ص ۱۶۱ ع ۱۶۱ قال العلامة الزرقانی رواه البيهقي بإسناد قوي عن الشعبي ووصله الطبري وأخرج أحمد (۲) زرقانی ص ۳۱ (۳) ایضاً

(۳) سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۱۵۶۔

انتخاب نقیاب :

جب سب بیعت کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مویٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب منتخب فرمائے تھے۔ اسی طرح میں بھی جبریل کے اشارہ سے تم میں سے بارہ نقیب منتخب کرتا ہوں اور ان بارہ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ تم اپنی اپنی قوم کے کفیل اور ذمہ دار ہو۔ جیسے حواریں عیسیٰ علیہ السلام کے کفیل تھے (۱)۔

اسما نقیاب کفر اللہ عنہم سیاتہم وادخلہم جنات تجری من تحتہا الانهار جن حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیب منتخب فرمایا۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

- | | |
|---|------------------------------------|
| ۱۔ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ | ۷۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ |
| ۲۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ | ۸۔ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ |
| ۳۔ سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ | ۹۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ |
| ۴۔ رافع بن مالک رضی اللہ عنہ | ۱۰۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ |
| ۵۔ ابوجابر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ | ۱۱۔ سعد بن خنیسہ رضی اللہ عنہ |
| ۶۔ برابر بن معرور رضی اللہ عنہ | ۱۲۔ رفاعہ بن عبدالنذر رضی اللہ عنہ |
- اور بعض اہل علم نے بجائے رفاعہ کے ابوالہشیم بن تیمان رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کیا ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے انصار میں سے ایک شیخ بیان کیا کہ انتخاب کے وقت جبریل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارہ سے بتلاتے جاتے تھے کہ فلاں کو نقیب بنائیں۔ (۲)

زہری فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تم میں سے بارہ نقیب منتخب کروں گا تم میں سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مجھ کو

کیوں نہیں نقیب بنایا گیا اس لیے کہ میں مامور ہوں جس طرح حکم ہے۔
اسی طرح کروں گا اور جبریل امین آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس جس کو نقیب بنانا
کا حکم تھا اس کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے (۱)

جب صبح ہوئی اور یہ خبر کہ میں پھیلی تو قریش نے انصار سے آکر دریافت کیا قافلہ میں جو
میزب کے مشرک اور بت پرست تھے چونکہ ان کو اس بیعت کا بالکل علم نہ تھا اس لیے ان لوگوں
نے اس خبر کی تکذیب کی اور یہ کہہ دیا کہ یہ خبر بالکل غلط ہے اگر ایسا ہوتا تو ہم کو ضرور علم ہوتا۔ (۲)
بعد ازاں یہ قافلہ مدینہ کو روانہ ہوا روانگی کے بعد قریش کو اس خبر کی تصدیق ہوئی۔

انصار کے پکڑنے کے لیے دوڑے مگر قافلہ نکل چکا تھا کوئی ہاتھ نہ آیا صرف سعد بن عبادہ کو
جو قافلہ سے پیچھے رہ گئے تھے ان کو اثناءِ راہ سے پکڑ لائے اور خوب مارا جبر بن مطعم نے
آکر چھڑایا (۳)

بیعت کیا ہے؟

بیعت، بیع سے مشتق ہے جس کے معنی فروخت کرنے کے ہیں اور اصطلاح شرعیہ
میں انتہائی رضاء و رغبت کے ساتھ اپنی جان و مال کو خداوند ذوالجلال کے ہاتھ بعاوضہ
جنت فروخت کر دینے کا نام بیعت ہے۔

چنانچہ جب یہ بیعت ہونے لگی تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
آپ ہم سے جو چاہیں شرط کر لیں مگر یا رشا دفرمائیں کہ ہم کو اس کے معاوضہ میں کیا ملے گا۔
آپ نے فرمایا جنت۔ عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا۔

رَبِّحَ الْبَيْعُ لَا نَقِيلُ بڑے نفع والی بیع اغیرد فروخت ہے ہم
وَلَا نَسْقِلُ اس کے قائلہ دفع پر ہم گز راضی نہ ہوں گے۔

(۱) روضۃ الافئدہ ج ۱، ص : ۲۷۷۔ (۲) ابن ہشام ج ۱، ص : ۱۵۷

(۳) ابن ہشام ج ۱، ص : ۱۵۷

اس پر اللہ جل جلالہ نے یہ کیت نازل فرمائی۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ
وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ
وَعُودًا عَلَيْهِمْ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ
وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ
أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشِرُوا
بِهِ يَسِّرْكُمْ اللَّهُ الَّذِي يُبَيِّعُكُمْ
هُوَ الْغَفُورُ الْعَظِيمُ (رواہ الحاکم
فی الاکلیل عن کعب بن مالک و احمد عن جابر
تحقیق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں اور
مالوں کو معاوضہ جنت خرید لیا ہے یہ لوگ خدا
کی راہ میں جہاد و قتال کرتے ہیں جس میں
کبھی مارے جاتے ہیں اور کبھی مارے بھی جاتے ہیں
یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ توریت اور انجیل
اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ کون عہد
کو پورا کرنے والا ہو سکتا ہے پس اسے
مسلمانوں تم کو بشارت ہو اور یہ بیع تم کو
مبارک ہو جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کی ہے۔

فتح الباری ص ۲۶ کتاب الجہاد) یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔

جنت میں ایک بازار لگے گا جس نے یہاں خدا سے عہد کیا کہ وہ اپنا جان مال
فروخت کیا اور سب جان و مال اس کے حوالے کر دیا اس کو وہاں اختیار ہوگا کہ اس بازار
سے جو چاہے بلا قیمت لے لے۔ اس لیے کہ وہ قیمت (جان و مال) پیش کی دے چکا ہے
وَلِلَّهِ دَرِّ الْقَاتِلِ

وَحَىٰ عَلَى السُّوقِ الَّذِي فِيهِ يَلْتَقَىٰ الرِّجَالُ
فَمَا شِئْتَ خَدِّصْهُ بِمِلٍّ شَمِّنَ لَهُ

(حدیث الارواح)

ایک ضروری تنبیہ :

محمد بن سحیح فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کے وقت صرف مردوں
سے مصافحہ فرماتے تھے عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے۔ صرف زبانی اقوار

(التوبہ: آیت: ۱۱۱)۔

اور عہد لے کر یہ فرماتے جاؤ تم سے بیعت ہو گئی (۱)
 اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان
 یتحن من ما جرایہ من المومنات
 بهذه الایۃ یقول اللہ یا ایہا النبی
 اذا جاءک المؤمنات ُبیاعنک الے
 قوله غفورٌ رحیم فمن اقر بهذا الشرط
 من المومنات قال لہا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم قد بايعتک کلاما
 ولا واللہ ما مست یدہ ید امرأة
 فقط فی المبايعۃ ما یبايعهن الا بقوله
 قد بايعتک علی ذلک بخاری شریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کا
 جو عہد کر کے آئیں ان کا اس آیت کا
 فرماتے جو عورت شرائط کو قبول کرتی جو
 اس آیت میں مذکور ہیں اس کو بیعت
 فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے کہ میں نے تجھ
 کو کلام سے بیعت کر لیا خدا کی قسم آپ
 کے دست مبارک نے بیعت کرتے
 وقت کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں
 کیا محض زبانی ارشاد سے بیعت
 فرماتے تھے۔

ص ۲۶۶ (۲)

اور مسند احمد اور معجم طبرانی میں اسما بنت یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انی لا اصالح النساء و لکن آخذ
 علیہن ما اخذ اللہ علیہن۔

میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا صرف
 اللہ کی اطاعت کا عہد لیتا ہوں۔

اور یہ روایت عبد اللہ بن زبیر سے طبقات ابن سعد اور مسند احمد اور ترمذی میں
 بھی آئی ہے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے لہذا آج کل پیروں کا جو
 عمل اس کے خلاف میں رائج ہے اسلام اس سے بری ہے لوگ اس سے دھوکا نہ

(۱) ابن ہشام ج ۱، ص : ۱۶۳ (۲) بخاری ج : ۱، ص : ۷۲۶۔

کھائیں (۱)

انصار کا قافلہ مکہ سے مدینہ پہنچا اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ مدینہ کے اکثر قبائل اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر بعض بڑے ہنوز اسی قدیم بت پرستی پر نہایت سختی کے ساتھ قائم تھے۔ منجملہ ان کے عمرو بن الجموح قبیلہ بنی سلمہ کے سردار بھی تھے جن کے بیٹے معاذ بن عمرو بن الجموح ابھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر کے مکہ سے واپس آئے تھے۔ عمرو بن الجموح نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا جس کی عمرو بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ایک رات خود ان کے بیٹے معاذ بن عمرو نے اور معاذ بن جبل نے اور بنی سلمہ کے چند نوجوان مسلمانوں نے مل کر یہ کیا کہ عمرو کا بت لیجا کر ایک چوبچوپ میں اوندھا کر کے ڈال آئے۔ جب صبح ہوئی تو عمرو بن الجموح نے دیکھا کہ ان کا خود ساختہ خدا غائب ہے۔ کہنے لگے افسوس نعلوم ہمارے خدا کو کون لے بھاگا اور اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک چوبچوپ میں اوندھا پڑا ہوا ہے وہاں سے نکال کر اس کو غسل دیا اور خوشبو لگائی جب دوسری شب ہوئی تو پھر ان لوگوں نے ایسا ہی کیا کہ اس بت کو گڑھے میں ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی تو عمرو بن الجموح اس کو تلاش کر کے لائے نہ لایا اور خراب ہو گئی۔

جب کسی روز متواتر اسی طرح گزرے تو عمرو بن الجموح ایک روز تلواریں لائے اور اس بت کے کاندھے پر رکھ دیا کہا واللہ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ کون شخص تیرے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔ تیرے میں اگر کوئی خیر اور بھلائی ہے تو یہ تلوار موجود ہے تو آپ اپنی حفاظت کر لے جب رات ہوئی تو ان لوگوں نے تلوار تو اس بت کے کاندھے سے اٹھائی اور ایک مرے ہوئے کتے اور اس کے بت کو ایک رسی میں باندھ کر کسی گھر کے میں لٹکا آئے جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ بت غائب ہے۔ عمرو بن الجموح تلاش میں نکلے

دیکھا کہ بُت اور سُر ہوا کرتا دو دنوں ایک رتی میں بندھے ہوئے کنویں میں لٹک رہے ہیں۔ دیکھتے ہی آنکھیں کھل گئیں اور ربت سے مخاطب ہو کر یہ کہا واللہ اگر تو خدا ہوتا تو اس قدر ذلیل نہ ہوتا اور اسلام لے آئے اور اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنی رحمت سے اس گمراہی سے نجات دی اور نابینا سے بینا بنایا اور یہ شعر کہے

وَاللّٰهُ لَوَكُنْتَ اِلٰهًا لَّفُتٰكُنْ اَنْتَ وَكَلْبٌ وَشُطْبَشٍ فِیْ قَرْنِ

خدا کی قسم اگر تو خدا ہوتا تو کہتے کے ساتھ رتی میں بندھ کر کنویں میں لٹکتا

اَوْ لَمَلَقَاكَ اِلٰهًا مُّسْتَدِنٌ عَلٰی

اے تیری خدائی پر آج ہم کہ اپنی سفاہت اور بد عقلی معلوم ہوئی

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ ذِی الْمِیْنَةِ الْوَاهِبِ الرِّزَاقِ دَیَّانِ الدِّیْنِ

حمد ہے اس خداوندِ والجلال کی کہ جو بڑا احسان کرنے اور رزق دینے والا اور جزا دینے والا ہے

هُوَ الَّذِیْ اَنْقَذَنِیْ مِنْ قَبْلِ اَنْ اَكُوْنَ فِیْ ظِلْمَةِ قَبْرِ مَرْتَهَنْ

اسی نے مجھ کو اس گمراہی سے بچایا قبل اس کے کہ میں قبر کی تاریکی میں بہن کھا جاؤں

بِاِحْمَدِ الْمَهْدُوْنِیِّ النَّبِیِّ الْمُوْتَمِّنِ (۲)

احمد مجتبیٰ خدا کے ہدایت یافتہ نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے

اور نیز یہ اشعار پڑھے

اَتُوْبُ اِلٰی اللّٰهِ مِمَّا مَضٰی وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ سَاوِرِہِ

گذشتہ تمام گناہوں سے اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور نارجم سے پناہ مانگتا ہوں

وَاُثْنِیْ عَلَیْہِ بِنِعْمَاتِہِ اِلٰہِ الْحَرَامِ وَاسْتَاوِرِہِ

اور اس کی نعمتوں کا شکر کرتا ہوں جو خدا ہے بیتِ حرام کا اور اس کے پردوں کا

مے قول مستند من السانۃ وہی خدمت البیت و تعظیہ ۱۲ روض الاف ج ۱، ص: ۲۸

مکملہ البدایۃ والنبایۃ ج: ۳، ص: ۱۶۵، ابن ہشام ج: ۱، ص: ۱۵۸

فَبِحَبَانِهِ عَدَدَ الْخَاطِئِينَ وَقَطْرِ السَّمَاءِ وَمِثْرَ اسِرَّةٍ
اور اسکی سیخ اور پاکی بیان کرتا ہوں بقدر شمار گنہگاروں کے اور بقدر بارش کے قطروں کے
ہدائی وقد كنت في ظُلُمَةٍ حَلِيفَتِ مَنْأَةٍ وَأَخْبَارِ اسِرَّةٍ
اس نے مجھ کو ہدایت دی در آنجا ایکہ میں کفر اور شرک کی ظلمت اور تاریکی میں
اور مناة اور اس کے ہم جنس پتھروں کا حلیف بنا ہوا تھا۔

وَأَنْقَذَنِي بَعْدَ شَيْبِ الْقَدَا لِمَنْ شَيْنُ ذَاكَ وَمِنْ عَاسِرَةٍ
اور بڑھاپے کے بعد اللہ نے مجھ کو اس عار (بت پرستی) سے چھڑایا
فَقَدْ كِدْتُ أَهْلِكُ فِي ظُلْمَةٍ تَدَارَكَ ذَاكَ بِمِثْقَالِ اسِرَّةٍ
قریب تھا کہ اسی بت پرستی کی ظلمت اور تاریکی میں ہلاک ہو جاؤں ایمان لانے نے اسکی تلافی کر دی
فَحَمْدًا وَشُكْرًا لَهُ مَا بَقِيْتُ إِلَهَ إِلَّا سَامٌ وَجَبَّاسِرَةٍ
لے خداوند خلائی جب تک میں زندہ رہوں گا اس وقت تک برابر تیری حمد اور ثنا لے کر شکر کرتا رہوں گا
أُرِيدُ بِذَلِكَ إِذْ قُلْتُ مُجَاوِزَةَ اللَّهِ فِي ذَا اسِرَّةٍ
اس کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ مجھ کو اللہ کا قرب حاصل ہو (۱)

نکتہ: حق جل و علا کی یہ سنت ہے کہ جب حضرات انبیاء و مرسلین کے منکرین
اور مکذبین کا انکار اور تکذیب حد سے گزر جاتی ہیں اور ان کے اصحاب اور قبیعین
پر مصیبتوں کی کوئی انتہا باقی نہ رہتی حتیٰ کہ پیغمبران کی اصلاح سے تفریباً ناامید ہو جاتے
ہیں تب اللہ عز وجل کی نصرت اور مدد نازل ہوتی ہے۔ کہا قال تعالیٰ۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں بلا مشقت
وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا
داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم نے پہلے
مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمْ الْبَأْسَاءُ
لوگوں کی طرح مشقت نہیں اٹھائی۔

(۱) دلائل ابی نعیم ج: ۲، ص: ۱۱۰۔

وَالضَّرَاءُ وَزُلْزَلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۖ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ - (۱)

وَقَالَ تَعَالَىٰ - حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا ۖ جَاءَهُمْ نَصْرُنَا - (۲)

پہلے لوگوں کو تنگی پیش آئی اور اتنے ہلائے گئے کہ رسول اور اہل ایمان یہ کہہ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی اسوقت تکرتی دھجی اور کماگیا کہ آگاہ ہوجاؤ اللہ کی مدد نصرت قریب آگئی ہے یہاں تک کہ انبیاء کرام ناامید ہو گئے اور کھینچ دیا ہوا کہ مبادا لوگ یہ خیال کریں اور گمان کریں ہم غلط کہہ گئے اسوقت ہماری مٹانے پاس پہنچی۔

اسی طرح جب آپ کی اور آپ کے اصحاب کی مصائب انتہا کو پہنچ گئیں اور سفر طائف نے ان کی اصلاح سے ایک قسم کی ناامیدی بھی پیدا کر دی تب جابر ہم نصرت کا مصداق کا ظاہر ہوا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور امداد آپ پہنچی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کو آپ کی اور آپ کے دین کی نصرت اور حمایت کے لیے مدینہ سے بھیجا وہ آئے اور آپ کے دست مبارک پر آپ کی نصرت و حمایت کی بیعت کر کے واپس ہوئے فرضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

ہجرت مدینہ منورہ زاد ہا اللہ تنویرا

جس طرح نبوت کی ابتداء روایتے صالحہ (سچے خواب) سے ہوئی اسی طرح ہجرت کی ابتداء بھی روایتے صالحہ سے ہوئی۔ ابتداء حضور کو خواب میں ہجرت کی جگہ دکھلائی گئی۔ مقام کا نام نہیں بتلایا گیا بلکہ اجمالاً صرف اتنا دکھلایا گیا کہ آپ ایک نخلستان (کھجور والی سرزمین کی طرف ہجرت فرما رہے ہیں اس لیے آپ کو خیال ہوا کہ شاید وہ مقام پیامد یا ہجر ہو آپ اسی تامل اور تردد میں تھے کہ وحی الہی نے مدینہ منورہ کی تعیین کر دی تب آپ نے بحکم الہی حضرات صحابہ کو مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا (۲)

(۱) البقرہ، آیت: ۲۱۴، (۲) یوسف، آیت: ۱۱۰ (۳) زمر، آیت: ۱، ص: ۳۱۸۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی کہ مدینہ اور بحرین قنسرین ان تین شہروں میں سے جس شہر میں بھی جا کر آپ فروکش ہوں وہی آپ کا دارالہجرت ہے۔ رواہ الترمذی والبیہقی عن جریر کذا فی البدایہ والنہایہ ص ۱۶۸ ج ۳۔

نکتہ: جس طرح مہمان عزیز پر متعدد مکانات پیش کیے جاتے ہیں جس کو چاہے پسند کرے اسی طرح بطور اعزاز و اکرام حضور کو ہجرت کے لیے متعدد مقامات دکھلا گئے اور اخیر میں مدینہ منورہ متعین اور منتخب ہوا محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ سبعت عقبہ کے مکمل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم سنتے ہی پوشیدہ طور پر ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ابوسلمہ بن عبد اللہ مخزومی نے مع بیوی اور بچے کے ہجرت کا ارادہ فرمایا مگر ہجرت کرنا بھی کوئی آسان نہ تھا جو ہجرت کا ارادہ کرتا قریش سدراہ ہوتے اور پوری کوشش کرتے کہ ہجرت نہ کرنے پاتے ورنہ اپنے جود دستم کا تختہ مشق کس کو بنائیں گے۔ چنانچہ جب ابوسلمہ مع بیوی اور بچہ کے ہجرت کے لیے تیار ہو گئے اور اونٹ پر کجا وہ بھی کس دیا اور بیوی اور بچہ کو اس پر سوار سوار بھی کر دیا۔ اس وقت لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ ان کی بیوی ام سلمہ (جو کہ ابوسلمہ کی وفات کے بعد ام المؤمنین بنیں) کے رشتہ داروں نے یہ کہا کہ تم کو اپنے نفس کا اختیار ہے لیکن ہماری بیٹی کو تم نہیں لے جا سکتے اور یہ کہہ کر ام سلمہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور ادھر سے ابوسلمہ کے رشتہ دار آپہنچے اور یہ کہہ کر کہ یہ بچہ ہمارے خاندان کا ہے اس کو کوئی نہیں لے جا سکتا۔ ام سلمہ کی گود سے پھین لیا۔ مال اور باپ اور بچہ سب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تنہا مدینہ منورہ روانہ ہوئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب صبح ہوتی تو میں ابطح میں جا کر بیٹھ جاتی اور شام تک قی رہتی

جب اسی طرح ایک سال گزر گیا تو میرے بنی الاعمام میں سے ایک شخص کو مجھ پر رحم آیا اور بنی النضر سے یہ کہا کہ تم کو اس مسکینہ پر رحم نہیں آتا۔ اس پر بنی النضر نے مجھ کو مدینہ جانا کی اجازت دے دی اور بنی الاسد نے میرا بچہ واپس کر دیا۔ میں نے بچہ کو گود میں اٹھایا اور منٹ پر سوار ہو کر تنہا مدینہ کا راستہ لیا۔

جب مقام نعیم پر پہنچی تو عثمان بن طلحہ طے تنہا دیکھ کر پوچھا کہاں کا قصد ہے میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں پوچھا تمہاری ساتھ کوئی نہیں میں نے کہا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَبُخْتِ خُذَا كِي قَسْم كُفِي تَنِيهِسْ مَكْرَانَهُ تَعَالَى أَدْرِمِرَا هَذَا

یہ سن کر عثمان کا دل بھرا آیا اور منٹ کی مہر پکڑ کر آگے آگے ہو لیے جب منزل آتی تو اونٹ بٹھلا کر خود پیچھے ہٹ جاتے جب میں ازواجی تو اونٹ کو دُور لے جاتے اور ایک درخت سے باندھ کر اس درخت کے سایہ میں لیٹ جاتے اور جب رونا لگی کا وقت آتا تو اونٹ لا کر کھڑا کر دیتے اور خود پیچھے ہٹ جاتے اور یہ کہتے کہ سوار ہو جاؤ جب سوار ہو جاتی تو مہر پکڑ چلتے جب کسی منزل پر اترتے تو ایسا ہی کرتے۔ یہاں تک کہ مدینہ پہنچے۔ جب قبار کے مکانات دُور سے نظر آنے لگے تو یہ کہا کہ اسی سببی میں تمہارا شوہر مقیم ہیں۔ اللہ کی برکت کے ساتھ اس سببی میں داخل ہوؤ اور میرے شوہر کے پاس پہنچا کر مکہ واپس آگئے۔ خدا کی قسم میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ کسی کو خیر نہیں پایا (۲)

عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے اور خالد بن ولید کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ عثمان بن طلحہ حضرت محمد کے زمانہ خلافت میں خمدیہ سے روضہ لائف

پھر علم بن ربیعہ نے مع اپنی بی بی لیلہ بنت خبیثہ کے اور پھر ابو احمد بن حمش اور ان کے بھائی عبد اللہ بن حمش نے مع اہل و عیال کے ہجرت کی اور مکان کو قفل ڈال دیا۔
عقبہ اور ابو جہل کھڑے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہ لوگ ایک ایک کر کے مکہ سے کوچ کر رہے ہیں۔ مکہ کے مکان خالی اور ویران ہو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر عقبہ کا دل بھرا آیا اور سانس بھر کر یہ کہا۔

كُلُّ دَارٍ وَاِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهَا يَوْمًا سَتُدْرِكُهَا النُّكْبَاءُ وَالْحَوْبُ
ہر مکان خواہ وہ کتنے ہی عرصہ تک آباد اور عشرت کدہ بنا رہے لیکن ایک نہ ایک دن وہ غم کدہ اور ماتم کدہ بن جاتا ہے۔

اور پھر یہ کہا کہ یہ سب کچھ ہمارے بھتیجے کا کام ہے جس نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی۔

بعد ازاں عکاشہ بن محسن اور عقبہ بن وہب اور شجاع بن وہب اور اربد بن حمیرہ اور منفذ بن نباتہ اور سعید بن عقیس اور محرز بن فضلہ اور یزید بن رقیس اور قیس بن جابر اور عمر بن محسن اور مالک بن عمرو اور صفوان بن عمرو اور ثقیف بن عمرو اور ربیعہ بن اکثم اور زبیر بن عبیدہ اور تمام بن عبیدہ اور سخرہ بن عبیدہ اور محمد بن عبد اللہ بن حمش اور مستورات میں سے زینب بنت حمش اور ام حبیبہ بنت حمش اور جذامہ بنت جندل اور ام قیس بنت محسن اور ام حبیبہ بنت ثمامہ اور آمنہ بنت رقیس اور سخرہ بنت تمیم اور حمہ بنت حمش نے ہجرت کی بعد ازاں حضرت عمر اور عیاش بن ابی ربیعہ ہیں سواروں کے ساتھ ہجرت کیلئے روانہ ہوئے۔

ہشام بن العاص نے بھی حضرت عمر کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا لیکن قوم کے لوگوں نے مزاحمت کی اور ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا۔

جب حضرت عمر اور عیاش بن ابی ربیعہ مدینہ پہنچ گئے تو ابو جہل بن ہشام اور

حارث بن ہشام (ابو جہل کے بھائی جو بعد میں مشرف باسلام ہوئے) دونوں مدینہ پہنچے اور جاکر یہ کہا کہ تیری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تجھ کو زندہ دیکھ لیگی اس وقت تک نہ رہیں گنگھی کریگی اور نہ دھوپ سے سایہ میں آئے گی۔ یہ سن کر عیاش کا دل بھر آیا اور ابو جہل کے ساتھ ہو لیے۔ ابو جہل نے راستہ ہی سے عیاش کی مشکیں باندھ لیں اور مکہ لا کر عرصہ تک قید میں رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے اور ان کی رہائی کے لیے دعا فرماتے۔

اللہم ارح الولید بن الولید وسلمۃ اے اللہ تو ولید اور سلمہ اور عیاش کو مشرکین بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ کے جوہر تم سے نجات دے۔
چنانچہ اللہ نے نجات دی اور چھوڑ کر مدینہ پہنچے۔

جن لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی ان کے اسرارِ حسنیہ ہیں۔

زید بن الخطاب (حضرت عمر کے بڑے بھائی) اور سراقہ کے دونوں بیٹے عمرو بن سراقہ اور عبد اللہ بن سراقہ بن حذاقہ سہمی اور سعید بن عمرو بن نفیل اور واقد بن عبد اللہ التیمی اور خولی بن خولی اور مالک بن ابی خولی اور بکر کے چاروں بیٹے ایاس بن بکر اور عامر بن بکر اور عاتل بن بکر اور خالد بن بکر ہجرت کر کے مدینہ پہنچے بعد ازاں ہجرت کرنے والوں کا ایک تانہ باندھ گیا۔ طلحہ بن عبید اللہ اور صہیب بن سنان اور حمزہ بن عبد المطلب اور زید بن حارثہ اور ابو مرثد کناز بن حصن اور انسہ اور ابوبکرؓ اور اور عبیدہ بن الحارث اور ان کے دونوں بھائی طفیل بن حارث اور حصین بن حارث
علہ زید بن الخطابؓ اور ان میں سے ہیں ۱۲ھ میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے حضرت عمرؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضرت عمرؓ بہت صدمہ ہوا اور یہ فرمایا۔ سبقی الحین سلم قلیٰ مشہد قلیٰ نیدلہ مجھ سے دو جہلی باطل میں سبقت کی مجھ سے پہلے مسلمان ہوئے اور مجھ سے پہلے شہید ہوئے۔ زرقانی ص ۳۲۱ ج ۱۔

ادہ سطح بن اثاثہ اور سوسیط بن سعد اور طلیب بن عیمرؓ اور نجاب بن الارث اور عبد الرحمن بن عوف اور زبیر بن العوام اور ابوسبرہ بن ابی رہم۔ مصعب بن عمیر ابو حذیفہ بن عتبہ اور سلم بن ابی حذیفہ اور عتبہ بن غزوہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اجمعین ہجرت کر کے مدینہ پہنچے الغرض رفتہ رفتہ تمام صحابہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کوئی باقی نہ رہا مگر چند بے کس اور بے پناہ مسلمان جو کفار کے پنجہ میں پھنسے ہوئے تھے (۱)

دارالندوہ میں قریش کا اجتماع اور آپ کے قتل کا مشورہ

قریش نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ رفتہ رفتہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آج کل میں جانے والے ہیں تو مشورہ کے لیے دارالندوہ میں حسب ذیل سردارانِ قریش جمع ہوئے۔ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ حارث بن عامر۔ نضر بن حارث۔ ابوالخثری بن ہشام۔ زمعہ بن علکہ مکہ میں یہ پلا مکان ہے جس کو قصی بن کلاب نے خاص مغوروں ہی کے لیے تعمیر کیا تھا جس میں جمع ہو کر مشددے کیا کرتے تھے قصی بن کلاب کے بعد یہ مکان بنی عبدالمکر کے قبضہ میں آیا اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بعد میں مشرفِ اسلام بنے اور حضرت معاویہ کے زمانہ خلافت میں حکیم نے یہ مکان ایک لاکھ دہم میں فروخت کیا۔ بعض احباب نے خلافت کی کرباہ و ولید اور کے شرف اور بندگان کی ایک شافی نوٹم نے اپنے ہاتھ سے کھودیا حکیم رضی اللہ عنہ نے حکیمانہ جریب یا مذہبیت والہ المکام اللاتقوے خدا کی قسم ساری بزرگیوں اور غرور ختم ہو گئے۔ سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے واللہ میں نے یہ مکان زمانہ جاہلیت میں ایک شراب کی ملک مکر خرید لیا تھا اور اب ایک لاکھ میں فروخت کیا اور میں تم کو گواہ بنا رہا ہوں کہ یہ ایک لاکھ سب کے سب خرابیہ رانہ میں دیا ہوا بلکہ تو کی نقصان رہا (ذکرہ الراطلونی فی رجال الموطا) زرقانی ص ۳۲۱ ج ۱۔ (۱) ابن ہشام ج ۱۔

الاسود حکیم بن حنّام۔ ابوجہل بن ہشام۔ نبیہ اور منبہ سپران حجاج لمیہ بن خلف وغیرہ۔ اہلسین ایک بوڑھے شخص کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ کہا میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ تمہاری گفتگو سنا چاہتا ہوں اگر ممکن ہو تو اپنی رائے اور مشورہ سے میں تمہاری امداد کروں گا۔

لوگوں نے اندر آنے کی اجازت دی اور گفتگو شروع ہوئی کسی نے کہا کہ آپ کو کسی بند کو ٹھٹھی میں قید کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ رائے درست نہیں اس لیے کہ اس کے اصحاب اگر کہیں سن پائیں تو تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو بچھڑا کر لے جائیں گے۔ کسی نے کہا آپ کو جلاستے وطن کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے تو بالکل ہی غلط ہے کیا تم کو اس کے کلام کی خوبی اور شرابی اور دل آویزی اور دلوں پر اس کا چھا جانا معلوم نہیں اگر ان کو یہاں سے نکال دیا گیا تو ممکن ہے کہ دوسرے شر والے ان کا کلام سن کر ان پر ایمان لے آئیں اور پھر سب مل کر ہم پر حملہ آور ہوں۔

ابوجہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ نہ تو ان کو قید کیا جائے اور نہ جلاستے وطن کیا جائے۔ بلکہ ہر قبیلہ میں سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے اور پھر سب مل کر دفعۃً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالیں اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا اور بنی عبد مناف تمام قبائل سے سزا دہسکیں گے۔ مجبوراً خون بہا اور دیت پر معاملہ ختم ہو جائے گا۔

شیخ نجدی نے کہا واللہ رائے تو بس یہ ہے اور حاضرین جلسہ نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا (۱)

اور یہ بھی طے بھی پایا کہ یہ کام اسی شب میں انجام کو پہنچا دیا جائے۔ اور جلسہ برخاست ہوا اور ادھر جبریل امین وحی ربانی لے کر پہنچے۔

(۱) طبقات ابی سعد: ۱ ص: ۱۵۲۔ عین الاثر: ۱ ص: ۱۶۷

وَإِذْ يَمْكُورُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْيَهُودَ
أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ
وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ
اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔
(۱)

اور یاد کرو جو سوت کا فر تدبیریں کر رہے تھے
کہ آپ کو قتل کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا نکال
دیں اور طرح طرح کے فریب کرتے تھے
اور تدبیر کرتا ہے اللہ اور اللہ بہترین تدبیر
فرمانے والے ہیں۔

اور تمام واقعہ سے آپ کو مطلع کیا اور من جانب اللہ آپ کو ہجرت مدینہ کی اجازت
کا پیام پہنچایا اور یہ دعا تلقین کی گئی۔
قُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ
وَ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَ اجْعَلْ
لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (۲)
(رواہ الترمذی عن ابن عباس و صحیحہ)
والحاکم فی المستدرک فتح الباری ص ۱۱۱
وزرقانی ص ۳۲ (۱)

اور یہ دعا مانگیے کہ اے پروردگار
مجھ کو سچا پہنچانا پسینچا دیجئے اور
سچا نکالنا مجھ کو نکال لیے اور اپنے
پاس سے مجھ کو ایک حکومت
اور نصرت عطا فرمائیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین
سے دریافت فرمایا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا۔ جبریل امین نے کہا۔ ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ راہ الحاکم وقال صحیح الاسناد وقال الذہبی صحیح غریب (۳)
صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ عین ہوپہر
کے وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھ کو ہجرت
اجازت ہو گئی ہے۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں
(۱) الانفال، آیت: ۳۰، (۲) الاسراء، آیت: ۸۰ (۳) زرقانی ج: ۱،

کیا اس ناچیز کو بھی ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔
 اس اسحق کی روایت ہے کہ ابوبکر یہ سن کر رو پڑے۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ اس سے پیشتر
 مجھ کو لگان نہ تھا کہ فطر مسرت سے بھی کوئی رونے لگتا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ نے پہلے ہی سے
 ہجرت کے لیے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں۔ جن کو چار مہینے سے بول کے پتے کھلائے
 تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ان میں سے جس ایک
 کو پسند فرمائیں وہ میری طرف سے آپ کے لیے ہدیہ ہے آپ نے فرمایا میں بلدن
 قیمت کے نہ لوں گا۔

مجمع طبرانی میں حضرت اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے کہ ابوبکر نے عرض کیا کہ
 بہتر ہے کہ اگر آپ قیمت لےنا چاہیں۔ قیمت لے لیں (۱)
 مطلب یہ کہ میری ذاتی خواہش کچھ بھی نہیں میری ہر خواہش اور ہر میلان آپ
 کے اشارہ کے تابع ہے۔

اس مقام پر بعض لوگوں کو یہ شبہ پیش آیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس
 اونٹنی کی قیمت سے کہیں زائد آپ کی ذات بابرکات پر خرچ کیا اور اپنے اس کو
 قبول فرمایا چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ جس قدر ابوبکر نے اپنی جان اور مال سے مجھ پر
 احسان کیا اتنا کسی نے نہیں کیا۔ اور ترمذی میں ہے کہ جس شخص نے میرے ساتھ جو
 احسان کیا ہے میں نے اسکی مکافات کر دی ہے سوائے ابوبکر کے کہ اس کے احسانات
 کا بدلہ قیامت کے دن اللہ ہی دے گا۔ اس لیے شبہ ہوا کہ اس وقت آپ نے
 اونٹنی کی قیمت دینے میں کیوں اصرار فرمایا۔

جواب یہ ہے کہ ہجرت ایک عظیم عبادت ہے جس کو حق تعالیٰ نے بعد ایمان کے
 ذکر فرمایا ہے اس لیے آپ اس عبادت عظمیٰ میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے تھے

آپ یہ چاہتے تھے کہ خدا کی راہ میں ہجرت صرف اپنی ہی جان و مال سے ہو۔ (۱)
فائدہ:

واقعی کہتے ہیں کہ اس اونٹنی کا نام قصو آر تھا۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس کا نام جد عمار تھا۔ بخاری باب غزوة الریح (۲)

واقعی فرماتے ہیں کہ اس اونٹنی کی قیمت آٹھ سو درہم تھی۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ چار سو درہم تھی آٹھ سو درہم دونوں اونٹینوں کی قیمت تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہ کی ایک روایت میں اس کی تصریح ہے کہ

وہاں ابوبکر اشدہا ہما بثمان
ماشتہ درہم (۳)

ابن عباس سے مروی ہے کہ جبریل امین نے آکر قریش کے مشورہ کی اطلاع دی اور یہ مشورہ دیا کہ آپ یہ رات اپنے خانا مبارک میں نہ گزاریں۔ (تخریج البیہقی (۴) چنانچہ جب رات کا وقت آیا اور تارکی چھا گئی تو قریش نے حسب قرار داد آکر آپ کے مکان کو گھیر لیا کہ جب آپ سو جائیں تو آپ پر حملہ کریں۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور ڈرو مت تم کو کوئی کمی قسم کی گزند نہ پہنچائے گا۔ قریش اگرچہ آپ کے دشمن تھے لیکن آپ کو صادق امین سمجھتے تھے اور امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے وہ سب امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیں کہ صبح کو یہ امانتیں لوگوں تک پہنچا دینا۔

۱۵۰ جن لوگوں نے آپ کے مکان کا محاصرو کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ ابو جہل عمر بن العاص عقبہ بن ابی معیط انصر بن

(۱) روضہ الانف ج : ۲ ص : ۳ (۲) زرقانی ج : ۱ ص : ۳۲۷

(۳) طبقات ابن سعد ج: ۱ ص: ۳۳۵ (۴) الخصائص الكبرى ج: ۱ ص: ۱۸۵ (۵) عیون الاثر ج: ۱ ص: ۱۷۹ -

ابو جہل یحییٰ باہر کھڑا ہوا ہنس ہنس کر لوگوں سے یہ کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زعم یہ ہے کہ اگر تم ان کا اتباع کرو تو دنیا میں عرب و عجم کے بادشاہ بنو گے اور مرنے کے بعد تم کو بہشت بریں ملے گی اور ان پر ایمان نہ لاؤ گے تو دنیا میں ان کے پیروں کے ہاتھ سے قتل ہو جاؤ گے اور مرنے کے بعد جہنم میں جاؤ گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سے ایک مشت خاک لیے ہوئے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ ہاں میں یہی کہتا ہوں اور تو بھی ایک انہی میں سے ہے کہ دنیا میں میرے اصحاب کے ہاتھ سے قتل ہو گا اور مرنے کے بعد جہنم میں جاؤ گے اور اس مشت خاک پر سورۃ یسین کی شروع کی آیتیں "فاغشینا ہم فہم لایسرون" تک پڑھ کر ان کے سروں پر ڈال دی۔ اللہ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آپ ان کے سامنے سے گزر گئے اور کسی کو نظر نہ آئے (۱)

(۲) آپ ان کے سامنے نکل کر ابو بکرؓ گئے اور ابو بکرؓ کو ہمراہ لیکر جبل ثور کا راستہ لیا اور وہاں جا کر ایک غار میں چھپ گئے۔ اسی اثناء میں ایک شخص آپ کے مکان کے پاس سے گذرنا تو قریش کی جماعت سے دریافت کیا کہ تم کیوں کھڑے ہو اور کس کے منتظر ہو؟ کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر ہیں کہ وہ برآمد ہوں تو ہم ان کو قتل کر دیں۔ اس شخص نے کہا اللہ تم کو ناکام کرے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سروں پر خاک ڈال کر گذر بھی گئے جب صبح ہوئی اور حضرت علیؓ آپ کے بستر سے اٹھے تو یہ کہنے لگے کہ واللہ اس شخص نے ہم سے سچ کہا تھا اور نہایت ہدایت کے ساتھ حضرت علیؓ سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا مجھ کو علم نہیں (۲) اور یہ روایت طبقات ابن سعد میں حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہ صدیقہ اور عائشہ بنت قدامہ اور سراقہ بن جعتم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

(۱) عیون الافراج، ص ۱۷۹، (۲) البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۱۷۶

فائدہ :

کفار قریش نے تمام شب آپ کے مکان کا محاصرہ تو رکھا مگر مکان کے اندر نہیں گھے اس لیے کہ اہل عرب کسی کے زمانہ مکان میں گھسنے کو معیوب سمجھتے تھے بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو ٹیلے پر سے ایک نظر ڈال کر مگر دیکھا اور یہ فرمایا۔

واللہ انک لخیر ارض اللہ واخبر خدا کی قسم اللہ کی سب سے بہتر زمین ہے اور الی اللہ ولولا انی اخرجت سب سے زیادہ اللہ نزدیک محبوب سے منک ماخرجت۔ اگر میں نکالنا نہ جاتا تو نہ نکلتا (ترمذی)

حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اس وقت یہ فرمایا۔

ما اظیبک من بلد واجتبت تو کیا ہی پاکیزہ شہر ہے اور مجھ کو بڑا ہی محبوب ہے اگر میری قوم مجھ کو نہ نکالتی تو اخرجولی ما سکنت غیرک میں دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔ رواہ احمد والترمذی اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے۔ (۲)

فائدہ :

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ - مدینہ منورہ سے افضل ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے ۱۲۰

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء نے سفر کے لیے ناشتہ تیار کیا عجلت میں بجائے رسی کے اپنا (ٹپکا) پھاڑ کر ناشتہ دان باندھا۔ اسی روز سے

حضرت اسماء ذات النطاقین کے نام سے موسوم ہوئیں ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ ایک ٹکڑے سے توشہ والے باندھا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ بند کیا (۱) اور عبداللہ بن ابی بکر جو ابوبکر کے فرزند اچھند تھے اور جوان تھے وہ دن بھر کمر میں رہتے اور رات کو اگر قریش کی خبریں بیان کرتے اور علمین فیہ ابوبکر صدیق کے آزاد کردہ غلام۔ بکریاں چرایا کرتے تھے عشاء کے وقت اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابوبکر کو بکریوں کا دودھ پلا جاتے تھے۔ (۲)

اور عبداللہ بن ارقطہ دولی کو رہبری کے لیے اجرت پر مقرر کیا کہ وہ غیر معروف راستہ سے لے جائے۔ عبداللہ بن ارقطہ اگرچہ مذہباً کافر اور مشرک تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتماد اور بھروسہ کیا بخاری شریف باب المہجرت (۱) اور اہل بیت اس کے پیرو کیں کہ دونوں کو تیسرے دن جبل ثور پر لے کر حاضر ہو جائے اور مدینہ لے کر روانہ ہو جائے۔

فائدہ:

راستہ خود حضرت نے متعین فرمایا اور کافر کو مزدوری دے کر بہلو یا کہ آپ کی اولاد کی لگام پکڑ کر چلے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کافر قابل الیمان ہو تو اجرت دیکر اس سے خدمت لینا جائز ہے۔ یہ کافر حضرت کا مزدور اور راہبر تھا۔ معاذ اللہ قائد اور امیر نہ تھا۔ اس حدیث سے کافر کی اجرت اور خدمت کا جواز معلوم ہوا لیکن کافر اور مشرک کی پناہ قائد اور امیر بنانے کا جواز اس سے کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

غار ثور:

الغرض گھر سے نکل کر رات ہی میں دونوں حضرات غار ثور کی طرف روانہ ہوئے

(۱) طبقات ابن سعد ج ۱: ص ۱۵۴ (۲) البدایہ والنہایہ ج ۳: ص ۱۸۴

(۳) امام نووی فرماتے ہیں کہ کعبہ کو مسلم نہیں کہ عبد بن ارقطہ اسلام لایا نہیں۔ وہ اس کا انکار ص ۱۹۹ ج ۱

دلائلِ بیہقی میں محمد بن سیرین سے مرسل مروی ہے کہ حیب آپ غار کی طرف روانہ ہوئے تو اس یاد غار اور ہدم و جانِ شامِ محب باخلاص اور صدیق بااختصاص کی مبتانی اور بے چینی کا عجب حال تھا کبھی آپ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں بالآخر آپ نے دریافت فرمایا اے ابوبکر! کچھ آگے چلتے ہو اور کبھی پیچھے ابوبکر نے عرض کیا، یا رسول اللہ۔ جب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں پیچھے سے تو کوئی آپ کی تلاش میں نہیں آ رہا تو پیچھے چلتا ہوں اور جب یہ خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو آگے چلتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر! کیا اس سے تمہارا یہ مقصد ہے کہ تم قتل ہو جاؤ اور میں بچ جاؤں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہاں۔ یا رسول اللہ اللہ قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔ یہی چاہتا ہوں کہ آپ بچ جائیں اور میں قتل ہو جاؤں۔ جب غار پر پہنچے تو عرض کیا یا رسول اللہ ذرا ٹھہریے میں اندر جا کر آپ کے لیے غار کو صاف کر لوں۔ حافظ عسقلانی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح عبداللہ بن ابی ملیکہ اور حسن بصری سے مروی ہے (۱)

دلائلِ بیہقی میں ضبتہ بن حصن سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے سامنے جب حضرت ابوبکرؓ کا ذکر آتا تو یہ فرماتے کہ ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن عمر کے تمام عمر کی عبادت سے کہیں بہتر ہے۔ رات تو غنڈ کی اور یہ قصہ بیان فرماتے جو ابھی ذکر کیا گیا ہے اور دن وہ کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اور عرب کے بہت سے قبائل مرتد ہو گئے۔ اس وقت میں آپ کی خدمت حاضر ہوا اور خیر خواہانہ عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ آپ ذرا نرمی کیجیے اور تالیف سے کام لیجیے ابوبکر نے غصہ ہو کر یہ کہا۔

جَبَاؤُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّامُ
فِي الْإِسْلَامِ۔
اے عمر جاہلیت کے زمانہ میں تو تو بہادر ہے۔

اور دیر تھا اب کیا اسلام میں اگر بزدل بن گیا، بتلا تو کسی کس چیز سے ان کی تالیف کروں رسول اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور وحی منقطع ہو گئی۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس رسی کے دینے سے بھی انکار کریں گے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرور جہاد و قتال کروں گا۔ عمر کہتے ہیں بس ہم نے ابوبکر کے حکم سے جہاد کیا اور اللہ نے ابوبکر کے ذریعہ سے ان تمام لوگوں کو جو اسلام سے بھاگ گئے تھے پھر اسلام کی طرف واپس فرما دیا۔ یہ ہے ابوبکر کا وہ دن جس پر عمر اپنی تمام عمر کی عبادت تصدق کرنے کے لیے تیار ہے (۱)

اور یہ روایت مستدرک حاکم میں بھی مذکور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ اگر یہ روایت مرسل نہ ہوتی تو شرط بخاری اور مسلم پر صحیح ہوتی۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں صحیح مرسل اول ابوبکر غار میں اترے اور بعد ازاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں فروکش ہوئے اور باذن الہی ایک مکڑی نے غار کے منہ پر ایک جالانا

یہ روایت طبقات ابن سعد میں عائشہ صدیقہ اور ابن عباس اور علی بن ابی طالب اور عائشہ بنت قدامہ اور سراقہ بن جعثم رضی اللہ عنہم سے متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے جس میں بعض سندوں کے راوی بخاری اور مسلم کے راوی ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قریش تمام شب آپ کے مکان کا محاصرہ کیے رہے۔ جب صبح ہوتی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ کے بستر سے اٹھتے دیکھا تو آپ کی بابت دریافت کیا کہ کہاں ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا مجھ کو علم نہیں۔ اس وقت آپ کی تلاش میں ہر طرف دوڑے ڈھونڈتے ٹھنڈے غارتگ پہنچے۔

فَرَأَى عَلَى بَابِهِ نَسِجَ الْعَنْكَبُوتِ تو غار کے دروازہ پر مکڑی کا جال دیکھ کر

فقالوا لو دخل هنالو ميكن
نسيج العنكبوت على بابہ -
پر مگڑی کا جال باقی نہ رہ سکتا۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے (۲) حافظ ابن کثیر البدایہ و
النیایہ میں فرماتے ہیں یہ اسناد حسن ہے غار کے منہ پر مگڑی کے جالا تاننے کی جس قدر بھی
روایتیں آئی ہیں ان سب کا جید اور بہتر یہی روایت ہے۔

ابو صعب مکی فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک اور زید بن ارقم اور مغیرہ بن
شعبہ رضی اللہ عنہم کو یہ بیان کرتے سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں پناہ گزین
ہوتے تو اللہ کے حکم سے آپ کے چہرہ کے سامنے ایک درخت آگ آیا اور ایک جگلی کبوتر
کے چوڑے نے اگر اڑتے دیتے منتر کہیں جب ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار تک پہنچے تو کبوتر بن
کے گھونسلے دیکھ کر واپس ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عز و جل نے
ان کو ہم سے دفع کیا (۳)
تنبیہ :

یہ واقعہ کتب حدیث میں مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے ہر سند میں اگرچہ
بعض راوی ضعیف ہیں لیکن مجموعہ سے قوت اور وثاقت آجاتی ہے جو بظاہر بخیرین
حسن وغیرہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

بخاری - مسلم - ترمذی - مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر
رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے اور

عسقلانی کے الفاظ یہ ہیں ذکر احمد میں حدیث عباس باسناد حسن اور حافظ ابن کثیر مسند احمد
کی اس مفصل روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ وہ اسناد حسن و ہر اس جودار مروی قصہ نسیج العنکبوت
علی قم الغار و ذالک من تلمیذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ البدایہ و النہایہ ص ۱۸ ج ۳

(۲) فتح الباری ج: ۷، ص: ۱۸۴ (۳) طبقات ابن سعد ج: ۱، ص: ۱۵۴

قریش میں تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پر اکھڑے ہوئے اس وقت میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں سے اگر کسی کی نظر اپنے قدموں پر پڑ جائے تو یقیناً ہم کو دیکھ پائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ما ظنک یا
ابابکر
یا شئین اللہ
شالھما

اے ابوبکر! ان دو کے ساتھ کیا لگاں ہے
جن کا میسر اللہ ہے۔ یعنی ہم دونوں تمہا نہیں
بلکہ میرا کما حقہ خدا تعالیٰ ہے جو تم کو ان اعداء کے
شر سے محفوظ رکھے گا۔

زہری اور عروۃ بن الزبیر سے مروی ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت حزیں اور غمگین ہیں تو یہ ارشاد فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا
اور ابوبکر کی تسکین کے لیے دعا بھی فرمائی۔ پس اللہ کی طرف سے ابوبکر پر ایک خاص سکینت اور خاص طمانیت نازل ہوئی۔ اسی بارہ میں حق جل شانہ فرماتے ہیں۔

إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ
لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ
سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُودٍ
لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ
الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةَ
اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

جب وہ دونوں غار میں تھے تو پیغمبر علیہ السلام
اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے تو بالکل غم نہ کھا
یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے
اس پر اپنی خاص تسکین نازل فرمائی اور قوت
دی اسکو ایسے لشکرِ دل سے جس کو تم نہیں
دیکھتے تھے اور کافروں کی بات نیچی کی اور
اللہ کی بات تو ہمیشہ ہی اوپر رہتی ہے اور اللہ
تو بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔

جہاں باب مناقب ابی بکرؓ
ردلائل ابی نعیم ص ۱۱۱ وفتح الباری

لطائف و معارف

(تحقیق نزولِ آیۃ الغار در بارۃ یارِ غارِ سید البر علیہ فضل الصلوات وکمل التحیات وعلیٰ آلہ وازواجہ الطاہرات وعلیٰ اصحابہ الذین ہم کافرا بنجوم البدایۃ للبریات۔ لایسما علی صاحبہ فی الغار و فی الحیات و بعد المہات و رفیقہ فی الدنیا و صاحبہ علی المحض و فی روضات الجنات)

قبل اس کے کہ ہم آیت الغار کے لطائف و معارف ہدیۃ ناظرین کریں یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ اول پوری آیت کو مع ترجمہ کے نقل کر دیا جائے تاکہ ناظرین قارئین کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے (وہی ہندہ)

اَلَا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ
اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَشَآءِیْ
اَشٰیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ
لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ
مَعَنَا فَا نَسْرِ لَ اللّٰهُ سَکِیْنَتُهٗ عَلَیْہِ
وَ اَیَّدْہٗ بِجَمُوْدٍ کَثٰرٍ
تَرَوْہَا وَ جَعَلَ کَلِمَۃً
اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا السُّفٰلَ وَ کَلِمَۃً
اَللّٰہِ ہِیَ الْعُلَیَّا
وَ اللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ

اگر تو لوگ رسول اللہ کی مدد نہ کرو گے تو کیا ہو گا۔ اللہ ان کا پہلے ہی مددگار رہا اسی نے اس وقت بھی مدد کی تھی کہ جب کافروں نے اس کو کال دیا تھا درآن حالیکہ وہ دو میں کا دوبر تھا جب وہ دونوں غلام تھے یعنی اس سفر میں صرف دو تھے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے آپ کے ساتھی اور یارِ غار یعنی ابوبکر صدیقؓ دو کے علاوہ اور کوئی شخص ہمراہ نہ تھا جس سے کسی سہارے کی توقع کی جاسکتی ہے جسوقت آپ اپنے ساتھی اور یارِ غار سے یہ کہہ رہے

(۱)

تھے کہ تمہیں نہ ہو یقین بلکہ کہ اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے (یعنی اس کی حمایت اور حفاظت ہمارے ساتھ ہے) پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی تسکین اور تسلی اتاری اور ایسے لشکروں سے

(۱) کہہ، آیۃ : ہم

تہجد گذشتہ صفحہ : تائید کی جن کو تم نے نہیں دیکھا (یعنی بلا سبب ظاہری کے رفتوں کی فوج سے غار ثور کی حفاظت فرمائی) اور اللہ نے کافروں کی بات نیچی کی اگر غار کے کنارے دشمنوں کو بے نیل مرام واپس کر دیا۔ اور اللہ کا بول ہمیشہ بالا ہی رہتا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے کہ اس نے اپنے نبی اور اس کے رفیق کو دشمنوں کے زعفرے نکال کر بعافیت تمام مدینہ پہنچا دیا۔

حق جل شانہ اس آیت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جن فضیلتوں اور خصوصیتوں کو بیان فرمایا ہے امت میں کسی کو اس کا عشر عشر بھی نصیب نہیں ہوا۔ اب ہم ابوبکر صدیق کی وہ فضیلتیں جو اس آیت سے ثابت ہوتی ہیں اجمالاً ان کو بیان کرتے ہیں۔

(۱)

کھانا نہ بنجا جب آل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر تل گئے اور بالاتفاق سب نے آپ کے قتل کا عزم بالجبرم کر لیا تب بحکم خداوندی آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور بحکم خداوندی ابوبکر صدیق کو اپنے ہمراہ لیا پس اگر خداوند ذوالجلال کے نزدیک ابوبکر مخلص اور صادق الایمان اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عاشق صادق نہ ہوتے تو ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو ساتھ لیجانے کی اجازت نہ دیتے اور علی نہ خود پیغمبر کو اگر ان کی صداقت اور محبت اور عشق اور خلوص پر یقین کامل نہ ہوتا تو کبھی بھی ابوبکر صدیق کو ایسے سفر میں اپنے ہمراہ نہ لے جاتے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ رسول خدا۔ کم عقل تو نہ تھے کہ دوست اور دشمن مخلص اور منافق کو نہ پہچانتے ہوں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے سفر پر خطر میں ابوبکر صدیق کو اپنے ہمراہ لے جانا اس امر کی شہادت ہے کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کو اپنا محبوب خاص اور ہم دم باختصاص اور عاشق جان نثار اور جاں باز و غم گسار سمجھتے

تھے اور حسب ارشاد باری فَلَعَسَ فَمِنْهُمْ بَشِيْرًا هُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ۔ حق تعالیٰ نے حضور پر نور کو ایسا اعلیٰ درجہ کا نور فرماست عطا کیا تھا کہ منافق کے چہرے اور اس کی بات ہی سے آپ پہچان لیتے تھے کہ یہ منافق ہے۔ پس اگر بغرض مال شیعوں کے زعم میں ابوبکر منافق تھے تو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا نفاق کیسے مخفی رہا اور اگر بالفرض حضور پر نور پر مخفی رہا تو خداوند علام الغیوب پر کیسے مخفی رہا کہ اس نے اپنے پیغمبر کو ہجرت میں ایک منافق کے ہمراہ لے جانے کا حکم دیا۔

(۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حسن بصری اور سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ اس آیت میں حق جل و علا نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرنے پر تمام عالم کو عتاب فرمایا مگر صرف ابوبکر کو اس عتاب سے مستثنیٰ فرمایا اور صرف مستثنیٰ ہی نہیں فرمایا بلکہ ایسے اڑے اور نازک وقت میں رسول خدا کی رفاقت اور مصاحبت اور معیت کو بطور مدح ذکر فرمایا۔

(۳) ثانی اثنین

حق جل شانہ نے ثانی اثنین کے لفظ سے یہ ظاہر فرمایا کہ پیغمبر خدا کے بعد مرتبہ میں دوسرا شخص ابوبکر صدیق ہیں امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ثانی اثنین کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ابوبکر شہوں اس لیے کہ خلیفہ بادشاہ کا ثانی ہوتا ہے (۱)

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسان بن ثابت سے کہا کہ کیا تو نے ابوبکر کے بارے میں بھی کوئی شعر کہا ہے۔ حسان نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تم کہو اور میں سنا ہوں پس حسان نے یہ کہا۔

(۱) تفسیر قرطبی ج: ۸، ص: ۱۴۷

و ثانی اشین فی الغار المنیت وقد طاف العلویہ اصعد الجبل
و کان حب رسول اللہ قد علموا من البیۃ لعل یعدل بہ رجلا
افرح ابن عدی و ابن عساکر من طریق الزہری عن انس رضی اللہ عنہ

(۴) از ہما فی الغار

حق جل شانہ نے از ہما فی الغار کے لفظ سے ابوبکر صدیقؓ کا یار غار ہونا ظاہر کر دیا اور
یار غار کی مثل ہمیں سے چلی ہے جو شخص یاری اور نگہداری کا حق ادا کر دے اس کو محاورہ
میں یارِ غار کہتے ہیں۔

(۵) لصاحب

حق تعالیٰ نے لصاحب کے لفظ سے ابوبکرؓ کی صحابیت کو بیان کیا اور شیعوں اور سنیوں
کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت میں لفظ صاحب سے ابوبکرؓ مراد ہیں اور عربی زبان میں صاحب کا
لفظ صحابی کے ہم معنی ہے صحابی اور صاحب کے معنی میں کوئی فرق نہیں اور یہ درجہ صرف ابوبکرؓ
کو ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صحابیت کو قرآن میں ذکر کیا اسی وجہ سے علامہ نے تفسیرؒ کی ہے کہ
ابوبکر صدیقؓ کی صحابیت کا منکر قرآن کریم کی اس آیت اذ یقول لصاحبہ کا منکر ہے اور قرآن
کا انکار کفر ہے۔

اور علیؓ نہ اجماع صحابہ کا صحابی ہونا احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے ان کا
بھی یہی حکم ہے البتہ جن حضرات کا صحابی ہونا خبر واحد سے ثابت ہوا ہے ان کی صحابیت
کا منکر کفر نہیں کہلاتے بلکہ مبتدع یعنی بدعتی کہلاتے گا۔

ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ایک شخص سورہ توبہ کی تلاوت کرتا ہوا جب اس آیت
پر پہنچا اذ یقول لصاحبہ لا تحزن۔ تو ابوبکر صدیقؓ سن کر روپڑے اور یہ فرمایا
کہ خدا کی قسم یہ صاحب میں ہی ہوں (۱)

(۱) تفسیر ابن جریر ج: ۱۰، ص: ۹۶

(۶) لَا تَحْزَنْ

جب مشرکین مکہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے غارتگ
پہنچے تو غار کے اندر سے ابوبکر کی نظر انکے پڑی۔ رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ
اگر میں مارا جاؤ تو فقط ایک شخص ہلاک ہوگا لیکن نصیب دشمنان اگر آپ مارے گئے
تو ساری امت ہلاک ہو جائے گی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کی
تسل کے لیے یہ ارشاد فرمایا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ اے ابوبکر تم غمگین نہ ہو۔ تم
تسل رکھو اور یقین جانو کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے (۱)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند)
ہدیۃ الشیعہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ لا تحزن جس کا مطلب یہ ہے کہ تم غمگین نہ ہو۔
یہ لفظ ابوبکر کے عاشق صادق اور مومن غلص ہونے پر دلالت کرتا ہے ورنہ ان کو غمگین ہونے
کی کیا ضرورت تھی بلکہ موافق عقیدہ شیعہ معاذ اللہ اگر ابوبکر دشمن رسول تھے تو یہ نہایت
خوشی کا محل تھا کہ رسول اللہ خوب قابو میں آئے ہوئے ہیں۔ اسی وقت پکار کر دشمنوں کو بلا
لینا تھا تاکہ نعوذ باللہ یہ اپنا کام کرتے۔ دشمنوں کے لیے اس سے بہتر اور کون سا موقع
تھا مگر کیسے انصاف کی آنکھیں اگر مول علیس تو ہم حضرات شیعہ کے لیے مول لے لیں
اور ان کو دیں تاکہ وہ کچھ تو پاس رفاقت خلیفہ اول کریں۔

جو پاس نہ ہو محبت یہاں کیسے ملتا تو مول لیتے ہم اپنے مہربان کے کیلئے
غار میں تنہائی تھی ابوبکر کو اس میں مار ڈالنے کا بہت اچھا موقع تھا۔ وہاں کون پوچھتا
تھا۔ مار کر کیسے چل دیتے اور ابوبکر کے فرزند ارجمند سپہ کلاں یعنی عبداللہ بن ابی بکر غار نور
پر جاسوسی کے لیے مقرر تھے۔ انھیں کے ذریعہ سے دشمنوں کو اطلاع کرا دیتے یا اسما
بنت ابی بکر غار پر کھانا لیکر آیا کرتی تھیں۔ ان کے ذریعہ دشمنوں کو اطلاع کرا دیتے

اگر خاندان صدیقی کو کچھ بھی عداوت ہوتی تو یہ رازداری اور جان نثاری کے معاملے نہیں ہو سکتے تھے۔

غرض یہ کہ ابوبکر کا رنجیدہ اور غمگین ہونا اور دشمنوں کو دیکھ کر رونا یہ سب کچھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت میں تھا۔ اگر ابوبکر کو اپنی جان کا ڈر تھا تو بجائے حزن کے خوف کا لفظ مستعمل ہوتا۔ اس لیے کہ عربی زبان میں حزن کا لفظ غم کی جگہ اور فراق محبوب یا تمنا کے فوت ہو جانے کے عمل میں استعمال کرتے ہیں اور جہاں جان پر مبنی ہو اور ڈر کا مقام ہو وہاں خوف کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام جب کہ طور پر گئے اور پیغمبری ملی تو خداوند تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو زمین پر ڈالو۔ ڈالا تو ایک اژدہا بن گیا موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈر کر ایسے بھاگے کہ پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھا اس وقت خداوند کریم نے یہ فرمایا۔
يَا مُوسَى لَا تَخَفْ اِنَّيْ ذَا لِكُلِّ شَيْءٍ رَّسُوْلٌ
لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ
اے موسیٰ! ڈر مت۔ میرے پاس میرے رسول ڈرا نہیں کرتے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس اژدہا سے اپنی جان کا اندیشہ ہوا تب بھاگے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تسلی فرمائی کہ ڈر مت اور یوں نفرا یا لانا حزن یعنی رنجیدہ اور غمگین نہ ہو اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے جب ایک قبلی کو مار ڈالا اور فرعون کے لوگوں نے ان کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام وہاں سے ڈر کر بھاگے اس موقع پر ہی تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا
یعنی نکلے موسیٰ وہاں سے ڈرتے ہوئے۔

اور بیسوں جگہ خوف کا لفظ کلامِ شہیں موجود ہے جہاں کہیں ہے یہی معنی ہیں اور جہاں غم کا مقام ہے وہاں حزن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اندیشہ ہے کہ تم یوسفؑ کے غم میں کہیں مر نہ جاؤ۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا۔
 إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ (۱) یعنی میں اپنی پریشانی اور غم کو خدا سے کتا ہوں
 اس مقام پر حزن کا لفظ استعمال فرمایا۔ خوف کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

علامہ ازیں اور بھی بہت سی آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حزن کے اور معنی ہیں اور خوف کے اور معنی ہیں۔ لکھا قال تعالیٰ۔

تَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ
 أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا
 فرشتے رحمت کے ان پر اتارتے ہیں اور یہ
 کہتے ہیں کہ نہ تم ڈرو اور نہ تم غم لگین۔ (۲)

اگر حزن اور خوف کے ایک ہی معنی ہوتے تو ممکنہ کہنے کی کیا ضرورت تھی صحیح یہ ہے کہ غم اور چیز ہے اور خوف اور چیز ہے۔ خوف اسے کہتے ہیں کہ کچھ آگے کا اندیشہ ہو اور غم یہ ہے کہ بالفعل دل کی تمنائے ناک سے نکل جائے۔

نیز غم خوشی کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے اور خوف ایمان کے مقابلہ میں مثلاً جب کسی کا کوئی عزیز واقارب مرتا ہے تو اس پر جو حالت پیش آتی ہے اس کو غم کہتے ہیں۔ خوف کوئی نہیں کتا اور اگر کسی کا لڑکا دیوار پر چڑھ جائے اور وہاں سے اندیشہ ہو کہ گر کر مر جانے کا ہو تو اس اندیشہ کو البتہ خوف کہیں گے لیکن کوئی نادان بھی اس کو غم نہ کہے گا۔ البتہ غم عین مصیبت کے وقت جو حالت ہوتی ہے اسے کہتے ہیں اور خوف مصیبت کی آمد آمد کی کیفیت کا نام ہے اور اگر بپاس خاطر شیعہ لَّا تَحْزَنُ کو بھی ہم یعنی لا خوف ہی سمجھیں تب بھی ہمارا چنداں نقصان نہیں اس لیے کہ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے۔ اے ابوبکر مت ڈر جو ظاہر ہے کہ ابوبکر جو خوفناک ہوں گے اور ان

کو جو اپنی جان کا ٹھٹکا ہوگا تو اسی سبب ہوگا کہ کفار کو ان کے ساتھ دشمنی ہوگی اور وہ دشمنی بھی بوجہ اسلام ایمان ہوگی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کی کیا ضرورت تھی اور پھر وہ بھی اس قدر کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

(۷) اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لائحہ عمل کے بعد ابوبکر کو تسلی دی کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ تم مایوس اور غمگین نہ نہو تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عنایات ہمارے ساتھ ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا تو مسلمانوں کی طرفداری اور حمایت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اور اس قسم کے کلمات سے اللہ تعالیٰ کا کلام بھرا ہوا ہے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے ضمن میں اس بات پر متنبہ کر دیا کہ ابوبکر صدیق سے بھی کفار دشمنی رکھتے تھے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ان کی تسلی کرتے اور خدا کیوں ان کے ساتھ ہوتا اور ہیں تو اتنا ہی بہت ہے کہ خدا ان کے ساتھ اسی طرح ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے ایک ہی لفظ یعنی معنایں دو دنوں کی مددگاری کو بیان فرمایا ہے اور دو لفظ نہ فرماتے یعنی ان اللہ معی و معک نہ فرمایا جس کے یہ معنی ہوتے کہ خدا میرے ساتھ ہے اور تیرے ساتھ بھی ہے تو اس سے اور بھی واضح ہو گیا کہ جس طرح خدا تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔

نیز ان اللہ معنا جملہ اسمیہ ہونے کی وجہ سے دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ کی معیت اور نصرت اور حمایت ہمیشہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی اور اللہ کبھی ان سے جدا نہ ہوگا اور بالفرض اگر یہ جملہ ہمیشگی پر دلالت بھی کرے

ذاتی بات تو شیعوں کو بھی تسلیم کرنی ہی پڑے گی کہ اس وقت خاص میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ دونوں خدا کی ہر اسی اور ہمدی میں شریک تھے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ خداوند ذوالجلال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی علیحدہ اور جدا ہوا اور ان کی ہر اسی اور طرفداری چھوڑ دے۔ سو ان اللہ معنائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بھی دائمی ہوگا۔ کیوں کہ دونوں کے حصے رلے ملے ہیں۔ بٹے ہوتے نہیں ایک مَعَ کالفظ دونوں کے لیے معاً استعمال فرمایا ہے۔ ہر ایک کے لیے جدا جدا مع کا لفظ نہیں استعمال فرمایا یعنی معی و معک نہیں فرمایا۔

نیز ان اللہ معنائوں میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی معیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کی نفس ذات کے ساتھ ہے۔ کسی شرط پر موقوف نہیں اس لیے کہ اگر لا تحزن کے بعد اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ فرماتے تو یہ گمان ہوتا کہ اللہ کی معیت اور ہر اسی ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ جب ایمان گیا تو ہر اسی بھی ساتھ گئی اور در صورتیکہ ہر اسی بلا کسی شرط کے ہو تو وہ دائمی ہوگی اس میں نعال کا احتمال نہ ہوگا۔ الحاصل چونکہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وغیرہ جو کسی وصف پر دلالت کرے نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی معیت اور ہر اسی ابوبکرؓ کی ذات اور جان کے ساتھ ہے کسی وصف کے ساتھ نہیں۔

یہ ہم نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا خلاصہ ذکر کیا۔ تفصیل اگر درکار ہے تو اصل ہدیۃ الشیعہ کی مراجعت کریں۔

فرعون نے جب موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے یہ کہا۔ اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ یٰعِیْنِ بے شک ہم تو اب پکڑ لیے گئے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کَلَّا جَ إِنَّ مَعِيَ سَوْجَدٌ مِّنْهُم مَّنْ يَّهْدِيَنِ - ہرگز نہیں تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے۔ یقیناً مجھ کو راہ بتلائے گا

موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی معیت کو صیغہ مفعول کے ساتھ بیان فرمایا یعنی مَعِيَ فرمایا یعنی میرے ساتھ ہے اور مَعَنَا صیغہ جمع کے ساتھ نہ فرمایا جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ہم سب کے ساتھ ہے۔ غرض یہ کہ موسیٰ علیہ السلام معیت ربانہ کو اپنی ذات بابرکات کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اپنے اصحاب کو اس معیت میں سے کوئی حصہ اور بہرہ نہ عطا فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَخْشَنَ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا میں صیغہ جمع استعمال فرمایا یعنی اے ابوبکر تو تمہارے نہ ہو بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے اپنے خداوند الجلال کی معیت اور ہمراہی کو اپنی ذات کے ساتھ مخصوص نہ فرمایا بلکہ اپنے محب خاص اور ہمدرد با اختصاص کو بھی اس میں بھی شریک فرمایا۔

نیز موسیٰ علیہ السلام کی معیت - معیت ربانہ تھی جس کو موسیٰ علیہ السلام نے اسم رب کے ساتھ ذکر فرمایا۔ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي میرے ساتھ میرا رب پروردگار ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت - معیت الیہ تھی جس کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسم اللہ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا یعنی تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے اپنے اللہ جل جلالہ کی معیت کو اسم جلیل اور اسم اعظم کے ساتھ ذکر فرمایا جو تمام صفات کمال کو جامع ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی معیت کو اسم رب کے ساتھ ذکر فرمایا۔ رَہْا التَّوَصُّیْحُ وَتَشْرِیْحُ مَا قَالَهُ الْعَارِفُ اللَّبَّانُ قَدَسَ اللہُ رُوحہ و مَعْنَا بَعْلُومہ و برکاتہ۔ آمین ثم آمین۔ (کذا فی المواہب)

۸۔ فَانْزَلَ اللَّهُ سُكُوتَهُ عَلَيْنَا بَعْنِ اللہ نے آپ پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور پھر آپ کی برکت سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس سے حصہ عطا فرمایا۔ جیسا کہ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ابوبکر کیلئے دُعَا فَنَانِ

تو اللہ کی طرف سے ابوبکرؓ پر سکینت نازل ہوئی۔ خصائص اکبریٰ ص ۱۸۵
 ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سکینت سے طمانیت مراد ہے علامہ ہروی
 فرماتے ہیں سکینت ایک خاص شے کا نام ہے جو تین چیزوں کی جامع ہوتی ہے۔ نور
 اور قوت اور روح۔ نور سے قلب روشن اور منور ہو جاتا ہے۔ دلائل ایمان اور حقائق
 ایقان اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ حق اور باطل ہدایت اور ضلالت شکک اور
 یقین کا فرق اس پر واضح ہو جاتا ہے۔

قوت سے قلب میں عزم اور استقلال پیدا ہوتا ہے حق جل جلالہ کی اطاعت اور
 بندگی کے وقت اس کو خاص نشاط حاصل ہونے لگتا ہے اور اسی قوت کی وجہ سے
 قلب۔ نفس کے تمام دواعی اور مقتضیات کے مقابلہ میں غالب اور کامیاب رہتا
 ہے اور روح سے قلب میں حیات اور زندگی پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے قلب
 خواب غفلت سے بیدار ہو کر خدا کی راہ میں چست اور چالاک ہو جاتا ہے۔

بخاری اور سلم میں ہے کہ غزوہ خندق میں عبداللہ بن رواحہ کا یہ جزا انحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تھا۔

اللہم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اے اللہ اگر تیری توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکینۃ علینا

پس تو اپنی خاص تسکین اور طمانیت ہم پر نازل فرما۔ تفصیل کے لیے مدارج

السلکین ص ۲۶۹ کی مراجعت کریں۔

مشہور قول یہ ہے کہ علیہ کی ضمیر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے
 اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ علیہ کی ضمیر صاحب یعنی ابوبکرؓ کی طرف راجع ہے اس
 لیے کہ لفظ صاحبہ قریب ہے اور ضمیر قریب کی طرف راجع کرنا زیادہ بہتر ہے نیز فائزل

کی فار بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ لائحہ عمل پر تفریع ہے اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جب ابوبکر صدیقؓ حزیں غلگین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی سکینت و طمانینت نازل کی تاکہ ان کے قلب کو سکون ہو جائے اور ان کا غم اور پریشانی دور ہو جائے^(۱) اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ فَانْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ میں علیہ کے ضمیر ابوبکر کی طرف راجع ہو۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل تفسیر کے نزدیک علیہ کی ضمیر ابوبکر کی طرف راجع ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو پہلے ہی سے سکون اور اطمینان حاصل تھا اور بعض علماء کے نزدیک علیہ کی ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور ابوبکر صدیقؓ بتبعیت اس میں داخل ہیں اور مصحف حفصہ میں اس طرح ہے۔ فَانْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِمَا علیہ کے بجائے علیہما بضمیر تشبیہ وارد ہوا ہے۔

(۹) وایدہ بجنود لم تروا :

اور قوت دمی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے لشکروں سے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ نے غار ثور پر فرشتوں کا پہرہ لگا دیا جس کی وجہ سے مشرکین کے دلوں پر ایسا رعب چھایا کہ غار کے اندر جھانکنے کی ہمت نہ ہوئی جیسے اصحاب کعبہ کے غار پر من جانب اللہ ایک خاص رعب ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص اس غار کے اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکتا لہذا قال تعالیٰ لَوْ اَظْلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَكَّيْتُ مِنْهُمْ فِرَارًا وَ لَمَلَّيْتُ مِنْهُمْ رُغْبًا۔

چنانچہ معجم طبرانی میں اسما بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ جب قریش آپ کو تلاش کرتے کرتے غار تک پہنچے تو ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص جو بالکل غار کے سامنے کھڑا ہے ہم کو ضرور دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں فرشتے

(۱) روح المعانی ج : ۱۰، ص : ۲۷ (۲) رد المحتار ج ۲، ص : ۵

ہم کو اپنے پروں سے پھیلاتے ہوئے ہیں اتنے ہی ہیں وہ شخص غار کے سامنے بیٹھ بیٹھ کر رہا کرتے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا اگر شخص ہم کو دیکھتا ہوتا تو ہمارے سامنے بیٹھ کر بیٹھ نہ کرتا (۱) اور اسی طرح مسند ابی یعلیٰ میں حضرت عائشہ نے حفصہ ابوبکر سے روایت کیا ہے۔

بعض علماء نے وایدہ کی ضمیر بھی ابوبکر کی طرف راجع کی ہے جس کی تائید انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا۔

یا ابابکر ان اللہ انزل سکینتہ علیک اسے ابوبکر اللہ نے تجھ پر اپنی سکینت اور طمانیت وایدک الخ (۲)

(۱۰) وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

اور اللہ نے کافروں کی بات کو نیچا کیا اور ان کی تدبیر کو ناکام کیا کہ غار کے کنارہ سے دشمنوں کو بے نیل مرام واپس کیا اور تائید غیبی سے آپ کی حفاظت فرمائی۔ فرشتوں کا پہلو غار پر مقرر کر دیا اور ایک مگر ٹی کے جالے کو جسے اوجھن البیوت بتلایا ہے اس کو اسی قلعہ سے بڑھ کر حفاظتی ذریعہ بنا دیا اور اللہ کی بات ہمیشہ اونچی اور بلند رہتی ہے۔ اللہ نے اپنے نبی کو مع اس کے یار غار کے صبح و سالم مدینہ منورہ پہنچا دیا اور راستہ میں جو سراقہ گرفتاری کے ارادہ سے ملا وہ خود ہی آپ کے دام الحاح کا اسیر اور گرفتار بلکہ ہمیشہ کے لیے غلام بن گیا اور مخالف اور حکمت والا ہے اس کی قدرت اور حکمت سب پر غالب رہتی ہے اور یہ سب کچھ اس کی تائید غیبی اور معیت اور نزول ملائکہ کا جو سکینت لے کر آتے تھے اس کا اثر تھا۔

(۱) روح المعانی، ج ۱۰، ص ۸۸ - (۲) ایضاً۔

اور اہل فہم پر مخفی نہیں کہ جس یار غار اور محب جان شاکر کو پیغمبر خدا کی رفاقت میں اللہ تعالیٰ شانہ کی معیت اور سیکنت اور طمانینت اور تائید ملائکہ سے حصہ ملا ہو اس کا منافق اور مرتد ہونا ناممکن اور محال ہے۔

پس جس خدا نے سفر ہجرت میں بلا سبب ظاہری کے اپنے نبی کی حفاظت کی اور دوسرے موقعوں پر بھی اپنے نبی کی حفاظت کر سکتا ہے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ خدا اپنے نبی اور نبی کے یار غار کی حفاظت کے لیے کسی کی نصرت و اعانت کا مخرج ہے۔
منت منہ کہ خدمت سلطان بھی کنی منت شناس ازو کہ بخد مت بداشت

خلاصہ کلام

یک حق تعالیٰ نے ان آیات میں سفر ہجرت میں ابوبکر کی مرافقت کا قصہ جس شان سے بیان کیا وہ اُن کی فضیلت اور ان کی جان شاری کی سند اور شہادت ہے جس کا متعصب دشمنوں نے بھی اقرار کیا ہے چنانچہ حملہ حیدری کے چند اشعار مدیہ نظر میں کیے جاتے ہیں۔

چو سالم بحفظ جہاں آفرین	چنین گفت راوی کہ سالار دین
بسوئے سرائے ابوبکر رفت	ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت
کہ سابق رسولش خبر داده بود	پتہ ہجرت او نیز آمادہ بود
بگوشش ندائے سفر در کشید	نبی بر درخانہ اش چوں رسید
زخانہ بروں رفت و ہمراہ شد	چو بوجہ زان حال آگاہ شد
نبی کند نعلین از پائے خویش	گرفتند پس راہ میزب پریش
پتہ خود ز دشمن نہفتن گرفت	بسویچہ آں راہ رفتن گرفت
قدوم فلک سائے مجروح گشت	چو رفتند چندے ز دامن دشت
وے زیں حدیث است بجائے شگفت	ابوبکر انکہ بدوشش گرفت

کہ در کس چنان قوت آید پدید
 کہ با نبوت تو اندک شید
 برفتند القصہ چندے دگر
 چو گردید پید انسان سحر
 بختند جائیکہ باشد پناہ
 ز چشم کان در کیسوز راہ
 بدیدند غارے درال تیرہ شب
 کہ خواندے عرب غار ثور رش لقب
 گرفتند در جوف آن غار جائے
 ولے پیش بنہاد بوبکر پائے
 بہر جا کہ سوراخ یا رخسہ دید
 قبارا بدید و آن رخسہ چید
 بدینگونہ تاشد تمام اس قب
 یکے رخسہ نگرفتہ ماند از قص
 بران رخسہ گرینداں یار غار
 کف پائے خود را نمود استوار
 نیامد جز او این شرف از کسے
 کہ دور از خسرو می نماید بے
 بخار اندر دل در شب تیرہ فام
 چنان دید سوراخ ہار اتمام
 درال تیرہ شب یک بیک چون شمرد
 یکے کامد افسردوں برو پا فشرود
 نیاید چین کارے از غیمہ او
 بدینسان چو پرداخت از رفت درو

در آمد رسول خدا اہم بعنار

نشتند یک جا ہسم ہر دو یار

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر پر خطر میں ابوبکرؓ کو اپنے ہمراہ لیا اولاً خود ابوبکر صدیق کے گھر گئے اور وہاں دو دنوں ساتھ روانہ ہوئے اور ابوبکر نے پیغمبر خدا کو اپنے دوش پر چڑھایا اور اول خود غار میں اترے اور اس کو صاف کیا اور اپنے قبار کو چاک کر کے اس کے سوراخوں کو بند کیا اور ایک سوراخ جو باقی رہ گیا تھا اس کو اپنے کف پا سے بند کیا۔ یہ تمام امور ابوبکر صدیق کے صدق اور اخلاص اور عشق اور محبت کے دلائل اور براہین ہیں نہ کہ نفاق اور عداوت کے اگر حضرات خبیثہ کے نزدیک یہ نفاق کی نشانیاں ہیں تو

معلوم نہیں کہ پھر عشق اور محبت کی کیا علامتیں ہیں پھر یہ کہ تین دن آپ غار میں رہے اور کھانا ابوبکر صدیق کے گھر سے آتا رہا۔ پھر پھر سے دن ابوبکر صدیق کے بیٹے دوادشیاں لیکر غار پر حاضر ہوئے ایک پر آپ سوار ہوئے اور اپنے ساتھ ابوبکر کو سوار کیا اور دوسری اوشنی پر عامر شتربان سوار ہوا جو ابوبکر صدیق کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس شان سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے چنانچہ صاحب حملہ حیدری نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

بنار اندر دل تاسہ روز دسہ شب	بسر برد آن شر بفرمان رب
شدے پور بوبکر ہنگام شام	رساندے در آن غار آب و طعام
نمودے ہم از حال اصحاب شر	حبیب خداے جہاں را خبر
کہ ہستند در جستجو آں گروہ	شب و روز در شہر و صحرا و کوہ
دگر رایعے بود عامر بنام	کہ کردے شبانی بہ بیت الحرام
کہ اونیز اسلام آورده بود	زا بریق ترفیق می خوردہ بود
شدے شب بہ نزد بشیر و نذیر	بہرے بر شش ہدیہ جامی ز شیر
جزیشان دگر از صدیق و عدو	نہیچکس واقف از راز او
نبی گفت پس پور بوبکر را	کہ لے چوں پدراہل صدق و صفا
دو جہازہ باید کنون راہ وار	کہ مارا رساند بہ یثرب دیار
برفت از برش پور بوبکر زود	بدنبال کارے کہ فرمودہ بود
بگفتش فلاں روز وقت سحر	دو جہازہ بہر پیہر بہر
از وجہ دارایں سخن چوں شنود	دو جہازہ در دم مہیت نمود

حاشیہ صفحہ گذشتہ : علامہ شاعر کا یہ اعتراض کہ اندھیری رات میں تمام سوراخ کو آنکھ سے کیسے دیکھا۔ صحیح نہیں سوراخ کو آنکھ سے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاتھ سے ٹٹول کر بھی سوراخ معلوم ہو سکتا ہے۔

تھی شد از ان قوم آن کوہ و دشت رسول خدا عازم راہ گشت
 بصبح چہارم برآمد ز عمار دو جہازہ آوردہ بدحیلہ دار
 نشست از بریک شتر شاہ دین ابو بکر را کردہ با خود ستارین
 برآمد بر آن دیگہ سے حملہ دار ہمراہ او گشت عامر سوار

رجوع بقصۃ عمار

تین روز تک آپ اسی غار میں چھپے رہے عبداللہ بن ابی بکر تمام دن مکہ میں رہتے اور مشرکین کی خبریں معلوم کرتے اور شب کو آکو تمام حالات سے آگاہ کرتے اور سویرے ہی وہاں سے نکل جاتے اور عامر بن فہیرہ (ابو بکر صدیق کے آزاد کردہ غلام) عمار کے بعد جب اندھیرا ہو جاتا تو بکریاں لے کر وہاں حاضر ہو جاتے تاکہ بقدر حاجت دودھ پی لیں۔ اس طرح تین راتیں غار کے اندر گزاریں۔ تین روز کے بعد عبداللہ بن اریقط وہی (جو ہجری کے لیے اجرت پر مقرر کیا گیا تھا) حسب وعدہ صبح کے وقت

علہ عبداللہ بن ابی بکر صدیق اکبر کے فرزند ارجمند تھے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اپنے باپ کے زمانہ خلافت میں اپنے باپ سے پہلے وفات پائی۔ اصابہ ص ۲۸ ج ۲ ملکہ عامر بن فہیرہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے جو ان کو سخت تکلیفیں دیتا تھا۔ ابو بکر صدیق نے عامر کو طفیل سے خرید کر آزاد کیا۔ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور غزوہ یرموک میں شہید ہوئے اور ان کی لاش آسمان پر اٹھائی اور عجز میں پر لٹک دی گئی (اصابہ وغیرہ ملکہ حافظ عبدالغنی مقدسی اور علامہ سیوطی اور علامہ زوی فرماتے ہیں کہ کسی سند صحیح سے عبداللہ بن اریقط کا اسلام معلوم نہیں ہوا اور یہی صحیح ہے البتہ واندی نے ان کا مسلمان ہونا بیان کیا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم زرقانی ص ۳۳ ج ۱ و اصابہ ص ۲۴ ملکہ عبداللہ بن ابی بکر مکہ میں رہ گئے اور عبداللہ بن اریقط بغرض ہجری سفر میں آپ کے ساتھ مدینہ گئے۔ مدینہ سے واپس ہو کر مکہ آیا اور ان دونوں بزرگوں بخیریت مدینہ پہنچ جانے کی عبداللہ بن ابی بکر کو اطلاع کی۔ اس اطلاع کے بعد عبداللہ بن ابی بکر۔ صدیق اکبر کے اہل و عیال کو لیکر مدینہ روانہ ہوئے۔

دو اونٹیاں لے کر غار پر حاضر ہوا۔ متعارف اور مشہور راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستے سے ساحل کی طرف سے آپ کو لے کر چلا۔ بخاری شریف باب الحجۃ

ایک اونٹنی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے اور دوسری پر ابوبکر سوار ہوتے اور اپنے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیر کو خدمت کے لیے ساتھ لیا اور اپنے پیچھے بٹھایا۔ اور عبداللہ بن اریقظ (اپنے اونٹ پر بیٹھ کر راستہ دکھلانے کے لیے آگے آگے چلا۔ (۱)

فیج عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک اونٹنی پر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور اپنے پیچھے ابوبکر کو سوار کیا اور دوسری اونٹنی پر عبداللہ بن ابی بکر اور عامر بن فہیر سوار ہوئے (۲) مگر صحیح پہلا ہی قول ہے اس لیے کہ حافظ عسقلانی نے فتح الباری میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ اس سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے ساتھ سوار عامر بن فہیر کے کوئی اور رفیق طریق نہ تھا اور میرے اونٹ پر عبداللہ بن اریقظ سوار ہوا اور عام شاہراہ کو چھوڑ کر ایک غیر مشہور راستہ اختیار کیا۔

صدیق اکبر جب اسلام لائے تو اُس وقت اُن کے پاس چالیس ہزار درہم تھے خدا کی راہ میں اور غلاموں کو خرید کر خدا کے لیے آزاد کرنے میں سب روپیہ خرچ ہو چکا تھا جس میں سے صرف پانچ ہزار باقی تھا وہ ہجرت کے وقت اپنے ساتھ لے لیا۔ مدینہ منورہ آ کر مسجد نبوی کے لیے زمین خریدی وغیرہ وغیرہ سب ختم ہو گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر جب مرے ہیں تو ایک دینار اور ایک درہم بھی باقی نہیں چھوڑا (۵) عبداللہ بن اریقظ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کو ہمراہ لیے ہوئے اسفل مکہ سے نکل کر ساحل کی طرف چھکا اور اسفل عسقلان سے گزرتا ہوا منزل بمنزل ہوتا ہوا قبار میں داخل ہوا (۴)

(۲) زرقاتی ج: ۱، ص: ۳۴۰ (۳) مدارج النبوت ج: ۲، ص: ۸۵ مکہ قول (۴) البخاری

فاما ہابرا حلیتہما صبیح ثلاث۔ زاد سلم بن مقبہ عن ابی ابن شہاب حتی اذا اھدا ات عنہما

(فائدہ) اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے نکل کر ابوبکر کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو اپنے ہمراہ لے کر غارِ ثور میں جا چھپے تو کفار نے اگر آپ کے مکان کا محاصرہ کیا جب وہاں آپ کو نہ پایا تو آپ کی تلاش میں مشغول ہو گئے اور ہر طرف آدمی دوڑاتے اور تلاش کرتے ہوئے غارِ ثور کے منہ پر پہنچ گئے مگر خدا تعالیٰ نے تار عنکبوت سے وہ کام لیا کہ جو صدائے آہنی سے بھی نہیں چل سکتا تین روز تک آپ غار میں چھپے رہے اور کفار تین دن تک تلاش میں لگے رہے جب کفار ناامید ہو گئے اور تھک کر بیٹھ گئے اور باوجود اس اشتہار اور اعلان کے کہ جو شخص اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوبکر کو پکڑ کر لائے گا، اُس کو سوانٹ انعام ملے گا پھر بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی تو تلاش سست پڑ گئی اس وقت اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر غار سے نکل کر بلہ ساحل مدینہ منورہ روانہ ہوئے وہ لوگ ابوبکر سے خوب واقف تھے رسول اللہ علیہ وسلم سے ابھی طرح واقف نہ تھے راستہ میں جو شخص ملتا وہ ابوبکر سے آپ کی بابت دریافت کرتا کہ یہ کون ہیں جو تمہارے سامنے بیٹھے ہیں ابوبکر فرماتے ہیں ہذا الرجل یہدین السبیل یعنی یہ شخص مجھ کو راستہ بتلاتا ہے اور مروا دیتے کہ آخرت اور خیر کا راستہ بتلاتے ہیں (بخاری شریف ص ۵۵۱)

حاشیہ ص ۵۵۱ صفحہ ۱۸۶
الاصول جلد ۱ ص ۱۸۶ باعین ہما باعین ہما فانطلقا معہما باعین ہما فہیئة یخمد ہما وبعینہما یترک
ابوبکر وبعقبہ لیس معہما غیرہ - فتح الباری ص ۱۸۶ باب الحجۃ وادبہم وندقانہ ص ۱۸۶ ج ۱

(۵) الاصل ج ۲: ص ۳۴۲ (۶) فتح الباری ج ۲: ص ۱۸۶

عہ حافظ ابن کثیر رحمہ: وقد علی آل الخلافۃ ما فیہ ثلاثۃ ایام لیسکن الطلاب عنہما۔ وذلك لان المشرکین حین فقدوہما کما تقدم ذہبوا فی طلبہما کل مذهب من سائر المذہبات فحطلوا لمن ردهما او احدہما مائتۃ من الابل واقتصوا اثارہا حتی اختلط علیہم وکان الذی یقتضی الاثر لقریش سراقۃ بن مالک بن جعشم کما تقدم البدایۃ والنہایۃ ص ۱۸۶ اور سیرۃ ابن ہشام کے الفاظ یہ ہیں حتی اذا مضت الثلاث وسکن عنہما الناس انما صاحبہما استجارہا ببعینہما وبعینہما سیرۃ ابن ہشام ص ۱۸۶ اور ابن شہاب کی

تاریخ روانگی:

بیعت عقبہ کے تقریباً تین ماہ بعد یکم ربیع الاول کو آپ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ احادیث متواتر سے یہ ثابت ہے کہ آپ دو شنبہ کے روز مکہ سے نکلے اور دو شنبہ ہی کو مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ لیکن محمد بن موسیٰ خوافی فرماتے ہیں کہ آپ مکہ سے پنجشنبہ کو نکلے حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ مکہ سے آپ بروز پنجشنبہ نکلے۔ تین روز غامریں رہے دو شنبہ کو غار سے نکل کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے (۱)

اس مابین ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ آپ کی روانگی کے بعد کچھ لوگ میرے باپ کے گھر پر آئے جن میں ابو جہل بھی تھا پوچھا این ابوک تیرا باپ (ابو بکر) کہاں؟ میں نے کہا واللہ مجھ کو معلوم نہیں۔ ابو جہل نے اس زور سے میرے ٹھانڈے مارا کہ جس سے کان کی بالی گر پڑی (۲)

قصہ ام مہاجر رضی اللہ عنہا

غار سے نکل کر آپ نے مدینہ منورہ کا راستہ لیا۔ راستہ میں ام مہاجر خیمہ پر گزرتھا۔ ام مہاجر ایک نہایت شریف اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ خیمہ کے دالان میں بیٹھی رہتی تھیں۔ قاتلہ نبوی کے لوگوں نے ام مہاجر سے گوشت اور کھجور خریدنے کی غرض سے کچھ دریافت کیا مگر کچھ نہ پایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جو خیمہ پر پڑی تو خیمہ کی ایک جانب میں ایک بکری دیکھی۔ دریافت فرمایا یہ کیسی بکری ہے ام مہاجر نے کہا یہ بکری لاغر اور دہلی ہوئے کی وجہ سے

حاشیہ صفحہ گزشتہ: روایت میں یہ لفظ ہیں: حتی اذا هدأت عنہما الاصوات جاء صاحبہما

بجعیہما فانطلقا معہما بعامر بن نفیہ یتخذهما ویعینہما یردفہ ابو بکر و

یعقبہ لیس معہما غیرہ۔ فتح الباری ص ۱۸۶ ج ۷

(۱) زرقاتی ج: ۱، ص: ۳۲۵ (۲) سیو ابی ہشام ج: ۱، ص: ۱۷۲

بکریوں کے گلہ کے ساتھ جنگل نہیں جاسکی۔ آپ نے فرمایا اس میں کچھ دودھ ہے۔ ام معبد نے کہا اس میں کہاں سے دودھ آیا۔ آپ نے فرمایا کیا مجھ کو اس کا دودھ دوہنے کی اجازت ہے۔ ام معبد نے کہا میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں اگر اس میں دودھ ہو تو آپ ضرور دودھ لیں۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھن پر دست مبارک رکھا۔ تھن دودھ سے بھر گئے اور آپ نے دودھ دُوہنا شروع کیا۔ ایک بڑا برتن جس سے آٹھ دس آدمی سیراب ہو جائیں۔ دودھ سے بھر گیا۔ اول آپ نے ام معبد کو دودھ پلایا۔ یہاں تک کہ ام معبد سیراب ہو گئیں۔ بعد ازاں آپ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا اور اخیر میں آپ نے پیا۔ اس کے آپ نے پھر دودھ دوایا یہاں تک کہ وہ بڑا برتن بھر گیا آپ نے وہ برتن ام معبد کو عطا کیا اور ام معبد کو ربیعہ کر کے روانہ ہوئے جب شام ہوئی اور ام معبد کے شوہر ابو معبد کیریاں چرا کر جنگل سے واپس آئے دیکھا کہ ایک بڑا برتن دودھ سے بھرا رکھا ہے بہت تعجب سے دریافت کیا اے ام معبد یہ دودھ کہاں سے آیا اس بکری میں تو کہیں دودھ کا نام نہیں تھا۔ ام معبد نے کہا کہ آج یہاں سے ایک مرد مبارک گذر اُخدا کی قسم یہ سب اسی کی برکت ہے، اور تمام واقعہ بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا ذرا ان کا کچھ حال تو بیان کرو۔ ام معبد نے آپ نے غلّیہ مبارک اور خدا داد عظمت جلال بیست و وقار کا نقشہ کھینچ دیا جو بالتفصیل مستدرک میں مذکور ہے۔

ابو معبد نے کہا میں سمجھ گیا واللہ یہ وہی قریش والے آدمی ہیں۔ میں بھی ضروران کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا اور ادھر ہاتھ غیبی نے مکیں یہ اشعار پڑھے آواز تو سنائی دیتی تھی مگر اشعار کا پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا وہ اشعار یہ ہیں۔

جَزَى اللَّهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ رَفِيقَيْنِ حَلَا خَيْمَتِي أُمِّ مَعْبِدٍ
اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ دُونَ رَفَقُولِ كَوْزَلْتَنِي خَرَدِي حَمَامِ مَعْبِدِ كَيْمِي فِي أَمْرِ مَعْبِدٍ

ہَا نَزَلَا هَا بِالْمُهْدَىٰ فَاهْتَدَتْ بِهِ فَقَدْ فَازَ مَنْ أَمْسَىٰ رَفِيقَ مُحَمَّدٍ
دونوں ہدایت کو لے کر اترے پس ام مہدی نے ہدایت قبول کی اور مراد کو پہنچا جو شخص
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سفر میں رفیق رہا یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ
لِيَهْنُ أَبَا بَكْرٍ سَعَادَةً حَبِيبَةً بِصُحْبَتِهِ مَنِ يُسْعِدِ اللَّهُ يُسْعِدِ
ابو بکر کو آپ کی صحبت اور رفاقت کی وجہ سے جو سعادت اور خوش نصیبی حاصل ہوئی وہ
ابو بکر کو مبارک ہو اور جس کو خدا خوش نصیب کرے وہ ضرور خوش نصیب ہوگا ۔

لِيَهْنُ بَنِي كَعْبٍ مَقَامَ فَتَاهُمْ وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِينَ بِمَرْصَدٍ
مبارک ہو بنی کعب کو ان کی عورت کا مقام اور اہل ایمان کے لیے اُس کے ٹھکانہ کا کام آنا
سَلُّوا اُخْتُكُمْ عَنْ شَاوِئِهَا وَانَايَہَا فَإِنَّكُمْ إِن تَسْأَلُوا الشَّاةَ تَشْهَدُ
تم اپنی بہن اسکی بھری اور بڑی کا حال تو دریافت کرو اگر تم بکری سے بھی دریافت کرو گے تو بکری بھی گواہی دیگی
دعا ہا بشاة حائل فتح لبثت علیہ صریحاً حضرة الشاة مزید
آپ نے اس سے ایک بکری مانگی پس اس نے اس قدر دودھ دیا کہ کف سے بھر ہوا تھا
فَقَادَسَ هَا هُنَالَيْهَا الْعَالِبُ يَرُدُّ دَهَا فِي مَصْدَرِ ثَوْمٍ وَرِدٍ
پھر وہ بکری آپ اسی کے پاس چھوڑ آئے جو ہر آنے اور جانے کے لیے دودھ پھوڑتی تھی
حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جب ہانف کے یہ اشعار پہنچے تو حسان نے
اس کے جواب میں یہ اشعار فرمائے ۔

لَقَدْ خَابَ قَوْمٌ غَابَ عَنْهُمْ نَبِيٌّ هَمَّ
وَقَدْ سَمِعْتُ مَنْ يَسْرِي إِلَيْهِ وَيَفْتَدِي
البتہ خائب ہوئے وہ لوگ جنہیں سے انکا پیغمبر چلا گیا یعنی قریشؓ، اور پاک اور مقدس ہو گئے
وہ لوگ کہ جو صبح شام اس نبی کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں ۔ یعنی انصار ۔

علہ این ہشام کی روایت میں یہ صریح اس طرح ہے ہَا نَزَلَا بِالْمُهْدَىٰ تَرَدُّوا سِوَا بَنِي هَمٍّ مَدَّحًا وَالْبَلَاءُ وَالْهَيْبَةُ مَدَّحًا
حافظ ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ ام مہدیؓ اور ابو مہدیؓ دونوں مشرقِ اسلام پہنچے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے ایک خدمت میں ٹھہر چکے

تَرَحَّلَ عَنْ قَوْمٍ فَضَلَّتْ عَنْهُمْ وَحَلَّ عَلَى قَوْمٍ يُؤْمِرُ مُجَبِّدُ
اس نبی نے ایک قوم سے کوچ کیا ان کی عطیں ترسائے ہوئیں اور ایک دوسری قوم پر خدا کا ایک
ایک نیا نور لے کر اترے۔

هَذَا هُمْ بَعْدَ الضَّلَالَةِ سَرَّهَوْا فَأَرَشَدَهُمْ مَنْ يَتَّبِعِ الْعَقَّ يَزِيدُ
خدا نے گمراہی کے بعد اس نور سے ان کی رہائی کی اور جو حق کا اتباع کرے گا وہ ہدایت پائے گا
وہل یستوی ضلال قوم تَسَفَّهُوا عَمَى وَهْدَاةٌ يَهْتَدُونَ بِسُهُتٍ
اور کیا گمراہ اور ہدایت پانے والے برابر ہو سکتے ہیں۔

وَقَدْ سَرَّ لَتْ مِنْهُ عَلَى أَهْلِ يَثْرِبَ رِكَابٌ هُذًى حَلَّتْ عَلَيْهِمْ بَأْسُ عَدُوٍّ
اور اہل یثرب (مدینہ) پر ہدایت کا قافلہ سعادتوں اور برکتوں کو لے کر اترتا ہے۔
نَجَّى يَرَى مَا لَمْ يَرِ النَّاسُ حَوْلَهُ وَيَتْلُو كِتَابَ اللَّهِ فِي كُلِّ مَشْهَدٍ
وہ نبی ہیں ان کو وہ چیزیں نظر آتی ہیں کہ جو ان کے پاس بیٹھنے والوں کو نظر نہیں
آتیں اور وہ ہر مجلس میں لوگوں کے سامنے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔

وَأَنَّ قَالَ فِي يَوْمٍ مَقَالَةٍ غَائِبٌ فَتَصَدَّقُهَا فِي الْيَوْمِ أَوْ فِي صُغَى الْعَدَبِ
اور اگر وہ کوئی غیب کی خبر سنا دے تو آج ہی یا کل صبح تک اس کا صدقہ اور اس کی سچائی ظاہر
ہو جاتی ہے۔

یہ روایت متعدد صحابہ کرام سے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے ام مینہ ابو مینہ
(یعنی ام مینہ کے شوہر) حبیش بن خالد یعنی ام مینہ کے بھائی۔ ابوسلیط بدری۔ ہشام بن حبیش
بن خالد۔ اول الذکر چار اصحاب کا صحابی ہونا مسلم اور متفق علیہ ہے۔ ہشام بن حبیش بن خالد
کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ ابن حبان نے ہشام کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ امام بخاری
فرماتے ہیں کہ ہشام نے حضرت عمر سے سنا ہے (اصابہ ج ۲ ص: ۶۰۳)

منہ حج سعد بن ابی العباس بن سعد بن العباس

(۱) ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ابن سکین نے ذکر کیا ہے۔ اصحاب ترجمہ ام معبد باب الکفی (۲) اور ابو معبد رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام ابن خزمیہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ (اصحاب ترجمہ ابو معبد باب الکفی اور ابن سعد نے طبقات ص ۱۵۵) میں اور حاکم نے مستدرک ص ۳ میں ذکر کیا ہے۔

(۳) حبیش بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو بغوی۔ ابن شاپہ ابن اسک۔ طبرانی ابن ضہ وغیرہم نے ذکر کیا ہے (۱)

حبیش رضی اللہ عنہ کی روایت کو حافظ ابن سید الناس نے بھی عیون الاثر میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے نیز حبیش بن خالد کی روایت کو حافظ مزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ تہذیب الکمال میں اپنی سند سے روایت کیا ہے (۲)

(۴) ابوسلیط بدری رضی اللہ عنہ کی روایت عیون الاثر میں مذکور ہے۔

(۵) ہشام بن حبیش کی روایت مستدرک میں مذکور ہے۔ حاکم اس روایت کی نسبت فرماتے ہیں (ہذا حدیث صحیح الاسناد) بعد ازاں حاکم نے اس حدیث کا اور بھی مختلف طریقوں سے مروی ہونا بیان کیا ہے۔ مستدرک میں وہ طریقے گورداً فرداً بشرط صحیح پر نہ ہوں لیکن مجموعہ مل کر مفید وثاقت و طمانیت ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن عبد البر استیعاب میں فرماتے ہیں کہ ام معبد کے قصہ کو اسی بسط و شرح کے ساتھ متعدد صحابہ سے ایک کثیر جماعت نے روایت کیا ہے۔

علاوہ ازیں اسی واقعہ کے قریب قریب بلکہ بعینہ صدیق اکبر سے مروی ہے جس کو حاکم نے اکلیل میں اور بیہقی نے دلائل النبوة میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ و النہایہ میں

(۱) الاسابیر ج ۱: ص ۳۱۰ (۲) تہذیب الکمال ج ۱: ص ۳۲ (تہذیب الکمال زاد العالم

میں ہے اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہے، اسی سے میں نے استفادہ کیا۔ (مکتات)

ص ۱۹۱ میں ابو بکر صدیق کی روایت کو نقل کر کے یہ کہا ہے کہ یہ اسناد حسن ہے فرق اتنا ہے کہ اس روایت میں ام مہدی کا نام مذکور نہیں صرف ایک عورت کا واقعہ بیان کیا ہے جو بعینہ ام مہدی کے ساتھ پیش آیا محمد بن اسحق اور امام بیہقی کا میلان اس طرف ہے کہ یہ واقعہ بعینہ ام مہدی کا واقعہ ہے اور حافظ مغلطائی کا میلان اس طرف ہے کہ یہ واقعہ ام مہدی کے واقعہ کے علاوہ ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲ (۱)۔

(۶) نیز یہ واقعہ قیس بن النعمان سے مختصر مروی ہے حافظ بیہقی فرماتے ہیں وہ البزار و رجالہ رجال الصیح (مجمع الزوائد) (۲)

فائدہ علمیہ :

انہی ابو مہدی غزالی سے امام عظیمؒ نے اپنی مسند میں حدیث فقہ کی روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

ابو حنیفہ عن منصور بن زاذان الوسطی عن الحسن عن معبد بن ابی سعید الخزاعی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما هو فی الصلوۃ اذا قبل اعمی یرید الصلوۃ فوقع فی زبیرۃ فاستضعک القوم فقہم فہم وہو اقلما انصرف صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان منکم قہقۃ فلیعد الوضوء والصلوۃ (رفع القدر ص ۳۱۱ کتاب الطہارۃ فواقض الوضوء)

قصہ مراقبہ بن مالک

قریش نے یہ اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابو بکر صدیق کو قتل کر دے یا گرفتار کر کے لائے ہر ایک کے معاوضہ میں علیحدہ علیحدہ سوا دسٹ انعام اس کو دیا جائے گا مستدرک ص ۶ مراقبہ بن مالک بن جشم رلوی ہیں کہ میں اپنی

(۱) البدایہ والنہایۃ ج : ۳، ص : ۱۹۰ - ۱۹۶ (۲) ندقانی ج : ۱، ص : ۳۴۹

مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر یہ بیان کیا کہ میں نے چند اشخاص کو ساحل کے راستے سے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء ہیں۔

سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سمجھ لیا کہ بے شک ہی میں لیکن اس کو یہ لیکر ٹلا دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء نہیں بلکہ اور لوگ ہوں گے مبادا کہ یہ شخص یا کوئی اور سن کر قریش کا انعام نہ حاصل کر لے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں مجلس سے اٹھا اور باندی سے کہا کہ گھوڑے کو فلاں ٹیلے کے نیچے لے جا کر گھڑا کرے اور میں اپنا نیزہ لے کر گھر کی پشت کی طرف نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑاتا ہوا چلا جب سراقہ آپ کے قریب پہنچ گیا تو ابو بکرؓ نے دیکھا اور گھبرا کر عرض کیا یا رسول اللہ اب ہم پکڑ لیے گئے۔ یہ شخص ہماری تلاش میں آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ تو غمگین نہ ہو تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے اور سراقہ کے لیے بددعا فرمائی اسی وقت سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک تھری زمین میں جھنس گیا۔ سراقہ نے عرض کیا کہ یقین ہے کہ تم دونوں کی بددعا سے ایسا ہوا ہے آپ دونوں حضرات اللہ سے میرے لیے دعا کیجیے۔ خدا کی قسم میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ جو شخص آپ کو تلاش کرتا ہوا ملے گا اس کو واپس کر دوں گا

آپ نے دعا فرمائی اسی وقت زمین نے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ اب آپ کو ضرور غلبہ عطا فرمائے گا اور قریش نے جو آپ کے قتل یا گرفتاری کی سازش کے انعام کا اشتہار دیا تھا، اُس کی میں نے آپ کو اطلاع کی اور جزداد راہ میرے ساتھ تھا وہ آپ کے سامنے

صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں ہے کہ یہ دعا کی اللہم اصرعہ لے اللہ اس کو چھاڑ دے اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا۔ اللہم کفنا بما شئت۔ اے اللہ تو ہم کو کفایت فرما۔ جس طرح تو چاہے۔ فتح الباری ص ۱۸۶ ج ۱

پیش کیا۔ آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔ البتہ یہ فرمایا کہ ہمارا حال کسی پر نظام ہرگز نہ کرنا۔ مزید احتیاط کی غرض سے میں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ایک تحریر من اور معانی کی مجھ کو لکھوادیں۔ آپ کے حکم سے عالم بن فہرہ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر معانی کی سند لکھ کر مجھ کو عطا کی اور روانہ ہوئے۔ اور میں بھی امان نامہ لیکر واپس ہوا جو شخص آپ کے تعاقب میں ملتا تھا اسی کو واپس کر دیتا تھا اور یہ کہہ دیتا کہ تمہارے جانے کی ضرورت نہیں میں دیکھ آیا ہوں (بخاری شریف ص ۱۵۱ ج ۱ و ص ۱۵۶ ج ۱)۔

اسی بارے میں سراقہ نے ابو جہل کو مخاطب بنا کر یہ کہا:-

اباحکم واللہ لو کنت شاہدا لا مرجوا دمی حین ساحت قوائمہ
اے ابو جہل خدا کی قسم تو اگر اس وقت حاضر ہوتا کہ جب میرے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس رہے تھے
علمت ولم تشکک بان محمدنا نبی ینبہان فتن ذایقاومہ
تو یقین کرتا اور ذرہ برابر تجھ کو شک نہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں لا ائیل اور براہین کے
ساتھ مبہوت ہوتے ہیں کون ان کا مقابلہ کر سکتا ہے (۲)

فائدہ: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے مشابہ ہے جس

(۱) ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے سراقہ سے فرمایا۔ کیف بک اذا بست سوار کسری۔ اے سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جس وقت تو کسری (شاہ ہنشاہ عم) کے لنگن کو پہنچے گا۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب عجم فتح ہوا تو کسری کا تاج اور اس کے لنگن اور دیگر زیورات۔ مسجد نبوی میں فاروق اعظم کے سامنے لا کر ڈال دیے گئے فرمایا بلا دسراف کو سراقہ حاضر کیے گئے فاروق اعظم نے سراقہ سے مخاطب ہو کر کہا ہاتھ اٹھا اور یہ کہ اللہ اکبر الحمد للہ الذی سلمنا کسری من ہرمز والبسا سراقہ الاعرابی اللہ اکبر محمد بنی ذات پاک کی جس نے یہ لنگن کسری سے چھینے اور ایک گنوار اور دو ہتھائی سراقہ نامی کو پہنائے بعد ازاں فاروق اعظم نے وہ زیورات مسلمانوں میں تقسیم کر دیے (روز قانی ص ۳۴۸ ج ۱ و اصابع ترجمہ سراقہ بن مالک۔ الاستیعاب لابن عبد البر ص ۱۲ ج ۲)

(۲) فتح الباری ج: ۴، ص: ۱۸۹۔ ردض الافان ج ۲، ص: ۶

جس طرح قارون موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زمین میں دھنسا اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سراقہ لاکھوڑا زمین میں دھنسا اس واقعہ کے بعد آپ بلا خوف و خطر راستہ طے کرتے رہے۔

جب آپ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت زبیر کاروان تجارت کے ساتھ شام سے واپس ہوتے ہوئے آپ کو ملے۔ حضرت زبیرؓ نے آپ کے لیے اور حضرت ابوبکرؓ کے لیے سفید لباس پیش کیا۔ یہ روایت بخاری کی ہے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ نے بھی دونوں حضرات کی خدمت میں لباس پیش کیا (۱)۔

قصہ بریدۃِ اسلمی

اگے چل کر سراقہ کی طرح بریدۃِ اسلمی بھی مع ستر سواروں کے آپ کی تلاش میں نکلے تاکہ قریش سے سوانٹ انعام حاصل کریں جب آپ کے قریب پہنچے تو آپ نے سوال کیا من انت۔ تم کون ہو۔ جواب میں کہا۔ انا بریدۃ میں بریدہ ہوں اپنے ابوبکرؓ کی طرف ملتفت ہو کر بطور تفاؤل فرمایا۔

یا ابابکر بر د امرنا و صلح لے ابوبکر ہمارا کام ٹھنڈا اور درست ہوا۔

پھر فرمایا تو کس قبیلہ سے ہے۔ بریدہ نے کہا۔

مِنْ اَسْلَمَ میں قبیلہ اسلم سے ہوں۔

آپ نے ابوبکرؓ سے ملتفت ہو کر بطور تفاؤل فرمایا۔

سَلِمْنَا ہم سلامت رہے۔

پھر فرمایا قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے ہو۔ بریدہ نے کہا۔

مِنْ بَنِي سَهْم بنی سہم سے۔

آپ نے فرمایا۔

(۱) فتح الباری ج: ۷، ص: ۱۸۹

خرج سہمٹک تیرا حصہ نکل آیا۔

یعنی تجھ کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ بریدہ نے دریافت کیا آپ کون ہیں آپ نے فرمایا۔

انا محمد بن عبد اللہ رسول اللہ میں محمد بن عبد اللہ کا اور رسول اللہ کا
بریدہ نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

بریدہ بھی مسلمان ہوئے اور وہ ستر آدمی جو بریدہ کے ہمراہ تھے وہ بھی سب کے سب
مشرق باسلام ہوئے۔ بریدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مدینہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے
سامنے ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔ آپ نے اپنا علمامہ آمار اور نیزہ سے باندھ کر بریدہ
کو عطا فرمایا۔ جس وقت آپ مدینہ منورہ پہنچے تو بریدہ جھنڈا لے کر آپ کے
سامنے تھے (اخرجہ البیہقی فی الدلائل) و اخرجہ ابن عبد البر باسنادہ فی الاستیعاب ترجمہ
بریدہ سلمیٰ (۱)

آپ کی روانگی کی خبر بھرت اثر مدینہ منورہ پہنچ چکی تھی مدینہ کا ہر فرد و بشر شوق
دیدار میں مقام حرہ پر آکر کھڑے ہو جاتے۔ دوپہر ہو جاتا تو اپنے گھروں کو واپس ہر
جاتے۔ روزانہ یہی معمول تھا ایک روز انتظار کر کے واپس ہو رہے تھے کہ ایک
یہودی نے ٹیلہ پر سے آپ کو رونق افروز ہوتے دیکھا بے اختیار پکار کر یہ کہا۔
يَا بَنِي قَيْلَةَ هَذَا جَدُّكَ لے بنی قیلہ یہ ہے تمہارا نجات مبارک
اور خوش نصیبی کا سامان جو آپ اپنی

نظم

ایک آن سرو خزان می رسد ایک آن گلبرگ خندان می رسد

معہ قید انصار کے جدہ کبریٰ لایعنی اوس اور خراج کی والدہ کا نام ہے زرقانی صفحہ ۳۵۵ ج

(۱) زرقانی ج ۱: ص ۳۴۹ (۲) ایضاً ج ۱: ص ۳۵۰۔

(۳) فتح الباری ج ۴: ص ۱۸۹

شاباش اے خستہ خجبران بلا کر پئے درد تو درمان می رسد
 شوق کن اے بلبل گلزار عشق کان گل نواز گلستان می رسد
 در دل افردہ روئے می دمد مردہ تن را مزیدہ جان می رسد
 تازہ باش اے تشنہ وادی غم کز برایت آب حیوان می رسد
 دور شو اے ظلمت شام فراق
 کا آفتاب وصل تابان می رسد

اس خبر کا کانوں میں پڑنا تھا کہ انصار والہانہ و بیتا بانہ آپ کے استقبال کے لیے دوڑ پڑے اور نعرہ تکبیر سے بنی عمرو بن عوف کی تمام آبادی گونج اٹھی۔ مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک آبادی ہے جسے قبا کہتے ہیں۔ یہاں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے۔ سب سے زیادہ عمرو بن عوف کا خاندان ممتاز تھا اور اس خاندان کا سردار کلثوم بن ہدم تھے۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا پہنچے تو آپ نے کلثوم بن ہدم کے مکان پر قیام فرمایا اور ابو بکر صدیق خبیب بن اساف کے مکان پر بٹھڑے انصار ہر طرف سے جوق در جوق آتے اور جوش عقیدت میں عاشقانہ اور والہانہ سلام کے لیے حاضر ہوتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد تین دن مکہ میں قیام کیا اور اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے وقت لوگوں کی امانتیں حضرت علی کے سپرد کر آئے تھے۔ ان امانتوں کو پہنچا کر قبا پہنچے اور کلثوم بن ہدم کے مکان پر آپ کے ساتھ قیام کیا (۱)

تاسیس مسجد تقوٰی

قبا میں رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلے آپ نے جو کام کیا وہ یہ کہ

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱، ص: ۱۷۴۔

ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے خود اپنے اپنے دست مبارک سے ایک پتھر لاکر قبلہ رخ رکھا آپ کے بعد ابو بکرؓ نے اور ابو بکرؓ کے بعد عمرؓ نے ایک ایک پتھر رکھا۔ اس کے بعد دیگر حضرات صحابہ نے پتھر لاکر رکھنے شروع کیے اور سلسلہ تعمیر کا جاری ہو گیا صحابہ کرام کے ساتھ آپ بھی بخاری پتھر اٹھا کر لاتے اور سب اوقات پتھر کو تھامنے کی غرض سے شکم مبارک سے لگا لیتے صحابہ کرام عرض کرتے یا رسول اللہ آپ رہنے دیں ہم اٹھالیں گے تو آپ قبول نہ فرماتے۔

اسی مسجد کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ - فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ (۱)

ابنہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ مسجد اس کی پوری حق ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں اس مسجد میں ایسے مرد ہیں کہ جو ظاہری اور باطنی طہارت اور پاکی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے پاک و صاف رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے عمرو بن عوف سے دریافت فرمایا کہ وہ کون سی طہارت اور پاکی ہے جس پر اللہ نے تمہاری شہادت کی۔

بنی عمرو نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی طہارت کرتے ہیں ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے اس عمل کو پسند فرمایا ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں ہی وہ عمل ہے جس پر اللہ نے تمہاری شہادت کی ہے تم کو چاہیے کہ اس عمل کو لازم پکڑو اور اس کے پابند رہو۔ روض الانف ص ۲۷۲۔

(۱) توبہ ۱۰: ۱۰۸

صحیحین میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ کو مسجد قبار کی زیارت کو کبھی سوار اور کبھی پیادہ تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے سہل بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے چلے اور مسجد قبار میں جا کر ایک دو گانہ ادا کرے تو ایک عمرہ کا ثواب پائے (ابن ماجہ)

تایخ ہجرت

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ جس روز آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر قبار میں رونق افروز ہوئے وہ دو شنبہ کا روز تھا اور تاریخ ۱۲ ربیع الاول سالہ نبوی تھی اور علمائے سیر کے نزدیک آپ مکہ مکرمہ سے بروز پنجشنبہ ۲۷ صفر المظفر کو برآمد ہوئے۔ تین شب غار قرین رہ کر یکم ربیع الاول بروز دو شنبہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور ساحل کے راستہ سے چل کر ۸ ربیع الاول بروز دو شنبہ دوپہر کے وقت آپ قبار میں نزول اجلال فرمایا۔ علامہ ابن حزم اور حافظ مغلطائی نے اسی قول کو اختیار فرمایا ہے (۱)

تایخ اسلامی کی ابتداء

زہری فرماتے ہیں کہ اسی روز سے تاریخ اسلامی کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ربیع الاول سے تاریخ لکھنے کا حکم دیا۔ اس روایت کو حاکم نے اکیل میں ذکر کیا ہے لیکن یہ روایت معضل ہے مشہور یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تاریخ اسلامی کی ابتداء ہوئی شعبی اور محمد بن میرین سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو لکھ کر بھیجا کہ آپ کے فرامین ہمارے پاس پہنچتے ہیں لیکن ان پر تاریخ نہیں ہوتی حضرت عمرؓ نے سالہ میں صحابہ کو تعیین تاریخ کے بارے میں مشورہ کرنے کے

لیے مدعو کیا بعض نے یہ کہا کہ تاریخ کی ابتداء بعثت نبوی سے ہونی چاہیے اور بعض نے کہا ہجرت سے اور بعض نے کہا کہ آپ کی وفات سے حضرت عمرؓ نے فرمایا تاریخ کی ابتداء ہجرت سے ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ ہجرت ہی سے حق اور باطل میں فرق قائم ہوا اور ہجرت ہی سے اسلام کی عزت اور غلبہ کی ابتداء ہوئی۔ بالاتفاق سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ قیاس کا اقتضائے توجہ تھا کہ سنہ ہجری کی ابتداء ربیع الاول سے ہوتی اس لیے کہ آپ اس ماہ میں مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے لیکن بجائے ربیع اللیل کے محرم سے اس لیے ابتداء کی گئی کہ آپ ہجرت کا ارادہ محرم ہی سے فرما چکے تھے۔ انصار نے عشرہ ذی الحجہ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اخیر ذی الحجہ میں انصار حج کر کے مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ آپ نے ان کی واپسی کے چند روز بعد ہی ہجرت کا ارادہ فرمایا اور حضرات صحابہ کو ہجرت کی اجازت دی۔ اس لیے سنہ ہجری کی ابتداء محرم الحرام سے کی گئی اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہی مشورہ دیا کہ سنہ ہجری کی ابتداء محرم الحرام سے ہونی چاہیے۔

بعض نے کہا رمضان المبارک سے ابتداء ہونی چاہیے حضرت عمرؓ نے فرمایا محرم الحرام ہی مناسب ہے اس لیے کہ لوگ حج سے محرم ہی میں واپس ہوتے ہیں۔ اسی پر سب اتفاق ہو گیا۔ باب التاريخ فیہ الباری ص ۲۹ تاریخ طبری ص ۲۵۲ زرقانی ص ۳۵۲ و عمدة القاری ص ۱۲۸ ابن عباسؓ سے والنجد والیاں عشر کی تفسیر میں مروی ہے کہ الفجر سے محرم کی فجر مراد ہے جس سے سال کی ابتداء ہوتی ہے (۱)

امام خنسیؒ سیرت میں لکھتے ہیں کہ جب عمرؓ نے تعیین تاریخ کے بارے میں صحابہ کو جمع کیا تو بعض نے یہ مشورہ دیا کہ تاریخ کی ابتداء ولادت باسعادت سے ہونی چاہیے مگر حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا اس لیے کہ اس میں تضاد ہی کے ساتھ تشبہ ہے کہ ان کی تاریخ حضرت علیؓ علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے

ہے بعض نے یہ رائے دی کہ آپ کی وفات سے تاریخ مقرر کی جلتے اس کو بھی حضرت نے ناپسند فرمایا اس لیے کہ آپ کی وفات حادثہ کبریٰ اور مصیبت عظمیٰ ہے اس سے تاریخ کی ابتداء مناسب نہیں۔ بحث و محیس کے بعد سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ ہجرت سے تاریخ مقرر ہونی چاہیے۔ فاروق اعظم نے اسی رائے کو پسند کیا اس لیے کہ ہجرت ہی سے حق و باطل کا فرق واضح ہوا اشعار اسلام یعنی جمہور عیدین علی الاعلان ادا کیے گئے۔ کذافی شرح السیر الکبیر ص ۶۳۔

قبار میں چند روز قیام فرما کر جمہور کے روز مدینہ منورہ کا ارادہ فرمایا اور ناقہ پر سوار ہوئے راستہ میں محلہ نبی سالم پڑا تھا وہاں پہنچ کر جمہور کا وقت آگیا۔ وہیں جمہور کی نماز ادا فرمائی۔ اسلام میں آپ کا پہلا خطبہ اور پہلی نماز جماعت تھی۔

(پہلی نماز جمہور اور پہلا خطبہ) خطبۃ التقویٰ

وہ خطبہ یہ ہے جس کا ہر لفظ دریائے فصاحت و بلاغت کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہے، اور جس کا ہر حرف امراض انسانی کے لیے خفا اور مردہ دلوں کے لیے آب حیات ہے اور جس کا ہر کلمہ ارباب ذوق کے لیے حق مختوم سے کہیں نیا و شیریں اور لذیذ ہے۔

الحمد لله (أحمدُهُ) وَاسْتَغْفِرُهُ وَاسْتَعِذُّهُ	الحمد لله۔ اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے اعانت
وَأَسْتَغْفِرُهُ وَاسْتَعِذُّهُ وَأُؤْمِنُ	اور مغفرت اور بدایت کا طلبگار ہوں اور اللہ پر
يَهْ وَلَا أَكْفُرُ وَأُعَادِي مَنْ يَكْفُرُ	ایمان رکھتا ہوں اس کا کفر نہیں کرتا، بلکہ اس کے
وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ	کفر کرنے والوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہوں
لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ	اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد
وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى وَالنُّورِ	اس کے بندہ اور رسول ہیں جس کو اللہ نے
وَالْمَوْعِظَةِ عَلَى فِتْرَةِ مَنْ	ہدایت اور نورِ حکمت اور موعظت دے کر

الرسول وقتله من
العلم وضلالة من
الناس وانقطاع من الزمان
ودنوا من الساعة وقرب
من الاجل - من يطع الله و
رسوله فقد سرّ شد ومن
يعصمها فقد غوى وفترط وضل
- ضلّا بعيداً واما فيكم بتقوى
الله فانه خير ما اوصى به
المسلم المسلم ان يحضنه
على الاخرة وان يامر به بتقوى الله
فاحذروا ما حذركم الله
من نفسه ولا الا افضل من
ذلك نصيحة ولا افضل من
ذلك ذكرى وان تقوى الله
لمن عمل به على وجل وخافة
من مريه عون صدق على ملتغون
من امر الا خفة ومن يصلح الذي
بينه وبين الله من امره في
اسر والعلانية لا ينوي بذلك
الاوجه الله يكن له ذكراً في عاجل امر

ایسے وقت میں بھیجا کہ جب انبیاء و رسول
کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور زمین پر علم
برائے نام تھا اور لوگ گمراہی میں تھے اور
قیامت کا قرب تھا جہاں اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت کرے اس نے ہدایت
پائی اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی
کی وہ بلاشبہ بے راہ ہوا اور
گمراہی کی اور شدید گمراہی میں مبتلا ہوا اور
میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا
ہوں لیے کہ ایک مسلمان کی دوسرے
مسلمان کو بہترین وصیت یہ ہے کہ اس
کو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ اور
پرہیزگاری کا اس کو حکم دے پس بچو
اس چیز سے کہ جس سے اللہ نے تم کو ڈرایا
ہے تقویٰ سے بڑھ کر کوئی نصیحت اور
مرغلت نہیں اور بلاشبہ اللہ کا تقویٰ اور
خوف خداوندی آخرت کے بارے میں
سچا معین اور مددگار ہے اور جو شخص ظاہر و
باطن میں اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست
کر لے جس سے مقصود محض رضائے خداوندی
ہے۔ اور کوئی دنیاوی غرض اور مصلحت

وَذُخْرًا فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ حِينَ
يَفْتَقَرُ الْمَرْءُ إِلَى مَا قَدَّمَ وَمَا كَانَ
مِنْ سِوَى ذَلِكَ يُوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهُ
وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا - وَيَحْذَرُ
كَمُ اللَّهِ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَؤُوفٌ
بِالْعِبَادِ وَالَّذِي صَدَقَ قَوْلُهُ
أَنْجِزْ وَعْدَهُ لَا خُلْفَ لَدُنْكَ
فَإِنَّهُ يَقُولُ عَزَّ وَجَلَّ مَا يَبْدُلُ
الْقَوْلَ لَدَى وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ
فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي عَاجِلِ أَمْرِكُمْ
وَالْجَلِّ فِي السُّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهُ
مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفُرْ عَنْهُ - سَيِّئَاتِهِ
وَيُعْظِمُ لَهُ أَجْرًا وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا وَإِنْ تَقْوَى
اللَّهُ يَوْقِيَ مَقْتَهُ وَيُؤْتِي
عَقْرَبَتَهُ وَيُؤْتِي سَخَطَهُ وَإِنْ
تَقْوَى اللَّهُ يَبْيِضَ الْوَجْهُ وَيَرْضَى
الرَّبُّ وَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ تَخْذُلًا
أَبْعَظْكُمْ - وَلَا تَفْرَطُوا فِي جَنْبِ اللَّهِ
قَدْ عَلِمَكُمْ اللَّهُ كِتَابَهُ وَنَهَجَ لَكُمْ
سَبِيلًا لِيَعْلَمَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلِيَعْلَمَ

پیش نظر نہ ہر توحید ظاہر و باطن کی مخلصانہ
اصلاح دنیا میں اس کے لیے باعث عزت
شہرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرہ آخرت
ہے کہ جس وقت انسان اعمال صالحہ کا
غایت درجہ محتاج ہوگا اور خلاف تقویٰ
امور کے متعلق اس دل یہ تمنا کرے گا کہ
کاش میرے اور اس کے درمیان مسافت
بعیدہ حامل ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی
عظمت اور جلال سے ڈراتے ہیں اور یہ
ڈرنا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں
پر نہایت ہی مہربان ہیں اللہ اپنے قول
میں سچا ہے اور وعدہ کا وفا کرنے والا ہے
اس کے قول اور وعدے میں خلعت نہیں
مایدل القول لدی وانا بظلام للعبيد
پس دنیا اور آخرت میں ظاہر ہیں اور باطن
میں اللہ سے ڈرو۔ تحقیق جو شخص اللہ سے
ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا
کفارہ فرماتے ہیں اور اجر عظیم عطا فرماتے
ہیں اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ
اس کے گناہوں کا کفارہ فرماتے ہیں
اور اجر عظیم عطا فرماتے ہیں اور جو شخص

الكاذبين فاحسنوا كما
 احسن الله اليكم وعادوا
 اعداءه. واجتباكم
 وسَّاكمُ المسلمين
 ليهلك من هلك عن
 بينة ويحيى من حي عن
 بينة ولا قوة الا بالله
 فاكثروا ذكر الله واعملوا
 لما بعد اليوم فانه من
 يصلح ما بينه وبين الله
 يكفه الله ما بينه وبين
 الناس ذلك بان الله
 يقضي على الناس ولا يقضون
 عليه ويملك من الناس
 ولا يملكون منه - الله اكبر
 ولا قوة الا بالله العظيم
 (۱)

اللہ سے ڈرے تحقیق وہ بلاشبہ بڑا کامیاب
 ہوا۔ اور تحقیق اللہ کا تقویٰ ایسی شے ہے
 کہ اللہ کے غضب اور اس کی عقوبت اور
 سزا اور ناراضی سے بچتا ہے اور تقویٰ ہی
 قیامت کے دن چہروں کو روشن اور منور
 بنائے گا اور رضا و خداوندی اور رفیع و درجہ
 کا ذریعہ اور وسیلہ ہوگا اور تقویٰ میں حصہ
 حصہ لے سکتے ہو وہ لے لو اس میں کمی
 نہ کرو اور اللہ کی اطاعت میں کسی قسم
 کی کوتاہی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم
 کے لیے کتاب اتاری اور ہدایت کا راستہ
 تمہارے لیے واضح کیا تاکہ صادق اور کاذب
 میں امتیاز ہو جائے پس جس طرح اللہ
 نے تمہارے ساتھ احسان کیا اسی طرح
 تم حسن اور خوبی کے ساتھ اس کی اطاعت
 بجالاؤ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی نہ کرو
 اس کی راہ میں کما حقہ جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ

نے تم کو اپنے لیے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا نام اور لقب ہی
 مسلمان رکھا ہے یعنی اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھا۔ بس اس نام کی لاج
 رکھو مگر خداوندی یہ ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیامتِ حجت

(۱) تاریخ طبری ج: ۲، ص: ۲۲۵۔ البیہ والنبیۃ - ج: ۳، ص: ۲۱۳

کے بعد ہلاک ہوا اور جو زندہ رہے وہ بھی قیامِ حجت کے بعد بصیرت کے ساتھ زندہ رہے کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ کی مدد کے ممکن نہیں پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور آخرت کے لیے عمل کرو۔ جو شخص اپنا معاملہ خدا سے درست کر لیا اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی کفایت کرے گا کوئی شخص اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے اللہ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں۔ لہذا تم اپنا معاملہ اللہ سے درست کر لو۔ لوگوں کی فکر میں مت پڑو اور اللہ سب کی کفایت کرے گا اللہ اکبر ولا قوت الا باللہ العلیٰ العظیم۔

نکتہ: یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطبہ ہے کہ جو آپ نے ہجرت کے بعد دیا تیرہ سالہ مظلومانہ زندگی کے بعد جو خطبہ دیا جا رہا ہے اس میں ایک حرف بھی اپنے دشمنوں کی مذمت اور شکایت کا نہیں سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری اور آخرت کی تیاری کے کوئی لفظ لسانِ نبوت سے نہیں نکل رہا ہے بے شک آپ انکِ اعلیٰ خلقِ عظیم کے مصداق تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک ورحمہ۔

جمعہ سے فارغ ہو کر آپ ناقہ پر سوار ہوئے اور ابو بکر کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور مدینہ کا رخ فرمایا اور انصار کا ایک عظیم اٹھان گروہ ہتھیار لگاتے ہوئے آپ کے معین و یار آگے اور پیچھے آپ کے جلو میں چل رہا تھا (۱)۔

ہر شخص کی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ کاش آپ میرے یہاں قیام فرمائیں ہر طرف سے یہی والمانہ اور عاشقانہ استدعاں نیاز تھی کہ یا رسول اللہ یہ غریب خانہ حاضر ہے

آپ ان کو دعا دیتے اور یہ فرماتے یہ ناقہ من جانب اللہ ماور ہے جہاں اللہ کے حکم سے بیٹھ جائے گی وہیں قیام کروں گا (۱)

رشتہ درگرم افگندہ دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست
لگام کو آپ نے بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا تھا کسی جانب لگام کو دست مبارک سے حرکت نہیں دیتے تھے جوش کایہ عالم تھا کہ خواتین جمال نبوی کے دیکھنے کے لیے چھتوں پر چڑھی ہوئی تھیں اور یہ شعر گاتی تھیں۔

طلع البدر علینا من شتات الوداع

چودہویں رات کے چاند نے شتات الوداع سے ہم پر طلو کیا ہے۔

وجب الشکر علینا مادعا اللہ داع

ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک اللہ کو کوئی پکارنے والا باقی ہے

ایہا المبعوث فیما جئت بالامر المطاع

اے وہ مبارک ذات کہ جو ہم میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے امور کر لے کر آئے ہوں جن کی اطاعت واجب ہے۔

اور بنی النجار کی لڑکیاں یہ شعر گاتی تھیں

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار

ہم لڑکیاں ہیں بنی النجار کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہی اچھے پڑوسی ہیں۔
اور فرط مسرت سے ہر بڑے چھوٹے کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

جاء نبی اللہ - جاء رسول اللہ - آئے اللہ کے نبی - آئے اللہ کے رسول

صحیح بخاری میں برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

تشریف آوری سے خوش ہوتے دیکھا۔ سنن ابی داؤد میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حبشیوں نے آپ کی تشریف آوری کی مسرت میں نیزہ بازی کے کرتب دکھائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مفتی افروز ہوئے تو مدینہ کا ذرہ ذرہ روشن تھا جس روز آپ نے وفات پائی اس روز ہر چیز تاریک تھی۔ آپ کو قبر تشریف میں رکھ کر مٹی سے ہاتھ نہیں جھاڑنے پاتے تھے کہ اپنے دلوں میں تغیر پاتے تھے (آخرہ الترمذی فی المناقب وقال صحیح غریب ابن ماجہ فی البخاری) غرض یہ کہ ناقہ مبارک اسی شان سے آہستہ آہستہ چل رہی تھی اور وہ حضرات آپ کے گرد و پیش اور میں دیا میں تھے کہ جن کے قلوب کو حق جل و علانے ازل سے اپنی اور اپنے رسولؐ کی محبت و عشق کے لیے مخصوص اور منتخب فرمایا تھا اور اپنے ماسوا کے لیے ان کے دلوں میں جزر و لاتجزی کی بقدر بھی کوئی گنجائش نہ چھوٹی تھی (خدا کی تمہ جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل حقیقت ہے اس میں استعارہ اور مجاز کا نام و نشان نہیں صحابہ کرام بلاشبہ حقیقہؑ ایسے ہی تھے۔ آپ چل رہے تھے اور ان مجبین و مخلصین کی نگاہیں فرش راہ بنی ہوئی تھیں جو شخص اپنی شکستگی اور وارفتگی اور جو شخص عقیدت اور ولولہ محبت میں اونٹنی کی مہار پکڑنا چاہتا تو آپؐ بھی مسرہاتے۔

دَعَوْهَا فَانْهَامَا مَوْرَةً اس کو چھوڑ دو یہ منجانب اللہ ماموہ ہے
بالآخر ناقہ حملہ بنی النجار (جو آپ کے نہالی قرابت دار ہیں) میں خود بخود اس مقام پر گئی گیا جہاں اس وقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے مگر آپؐ ناتو سے نہ اترے کچھ دیر کے بعد ناقہ اٹھی اور ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھی اور کچھ دیر کے بعد اٹھ کر پہلی جگہ پر آکر بیٹھی اور اپنی گردن زمین پر ڈال دی

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ سے اترے اور ابو ایوب انصاری آپ کے سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔

مبارک منزلے کان خانہ راجھے جنس باشد جہا یوں کشورے کان عرصہ اٹا جینے جنس باشد^(۱)
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طبعی میلان بھی اسی طرف تھا کہ آپ بنی النجار ہی میں اتریں جو آپ کے دادا عبد المطلب کے ماموں ہیں اور اپنی نزول سے ان کو عزت اور شرف بخشیں جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حق جل شانہ نے آپ کی اس خواہش کو ایک معجزانہ طریق سے پورا فرمایا کہ ناقہ کی لگام آپ کے دستِ بابر سے چھڑا دی گئی کہ آپ نے اپنے ارادہ اور اختیار سے کسی جانب لگام کو حرکت نہ کر دیں اور نہ اپنی طرف سے کسی کے مکان کو نزول کے لیے مخصوص فرمائیں تاکہ آپ کے مجتہبین و مخلصین کے قلوب منافست اور منازعت سے بالکل پاک رہیں اور سمجھ لیں کہ آپ کا بالذات کوئی قصد اور ارادہ نہیں۔ ناقہ منجانب اللہ مامور ہے جہاں خدا کا حکم ہو گا وہیں ٹھہرے گی۔ آپ خدا کے اشارہ کے منتظر ہیں اس طرح سے حق جل شانہ نے آپ کی خواہش کو بھی پورا فرمایا اور صحابہ کرام کے حق میں اس شان سے نزول کو ایک معجزہ اور نشانی بنایا کہ جس کی برکت سے سب کے قلوب تافس اور نزاع و تماسد اور تنافر سے بھی پاک رہے اور سب نے خوب سمجھ لیا کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کی تخصیص آپ کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم^(۲)
 علاوہ ازیں جب شیخ شاہ مین کا مدینہ منورہ کی سرزمین پر گذر ہوا تو چار سو علماء تورات سے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب ایک ہر مصالح تھا جیسا کہ اتم خیرام قوم تبع کی تفسیر میں بعض صحابہ تابعین سے منقول ہے۔ (۱) نزقات ج ۱، ص: ۳۵۶-۳۵۹، عمون الاثر، فتح الباری ج ۴، ص ۱۹۲ (۲) زاد المعاد ج ۲، ص ۵۵۰۔

اس کے ہمراہ تھے سب علماء نے بادشاہ سے یہ استدعا کی کہ ہم کو اس سرزمین پر رہنما کی اجازت دی جلتے بادشاہ نے اس کا سبب دریافت کیا علما نے یہ کہا کہ ہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک نبی پیدا ہوں گے مُحَمَّدٌ اُن کا نام ہوگا اور سرزمین ان کا دارالہجرت ہوگی۔ بادشاہ نے وہاں سب کو قیام کی اجازت دی اور ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ مکان تیار کر لیا اور سب کے نکاح کرائے اور ہر ایک کو مال عظیم دیا اور ایک مکان خاص نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تیار کر لیا کہ جب نبی آخر الزماں بیانِ حجت فرما کر آئیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں اور آپ کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام اور اشتیاق دیدار کو ظاہر کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

شَهِدْتُ عَلَىٰ أَحْمَدَ أَنَّهُ رَسُولُ مَنِ اللَّهُ بَارِي السَّمِ
میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مجھے احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں۔
فَلَوْلَا عُمَرَىٰ أَلِ عُمَرُہ نَكُنْتُ وَزِيرًا لَهُ وَابْنُ عَمِّہ
اگر میری عمر ان کی عمر کے بھتیجی تو میں ضرور ان کا معین اور مددگار ہوں گا۔
وَجَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ أَعْدَاءَهُ وَفَرَجْتُ عَنْ صَدْرِهِ كُلَّ غَمٍّ
اور ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کروں گا۔

اور تیج نے اس خط پر ایک مہر بھی لگائی اور ایک عالم کے پر دیا کہ اگر تم اس نبی آخر الزماں کا زمانہ پاؤ تو میرا یہ عریضہ پیش کر دینا ورنہ اپنی اولاد کو یہ خط سپرد کر کے یہی وصیت کر دینا جو میں تم کو کر رہا ہوں۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ مکان بھی وہی مکان تھا جس کو تبع شاہ مین نے فقط اسی غرض سے تعمیر کرایا تھا کہ جب نبی آخر الزماں ہجرت کر کے آئیں تو اس مکان میں اتریں اور بقیہ انصار ان چار علماء کے

اولاد سے ہیں۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے اُونٹنی اُسی مکان کے دروازہ پر جا کر ٹھہری کہ جو تیج نے پہلے ہی سے آپ کی نیت سے تیار کر لیا تھا۔ شیخ زین الدین مراغیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر نہیں اُترے بلکہ اپنے مکان پر اترے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ یہ مکان تو اصل میں آپ ہی کے لیے تیار کر لیا گیا تھا۔ ابو ایوبؓ کا قیام تو اس مکان میں محض آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں تھا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد ابو ایوبؓ نے وہ عریضہ جس میں وہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔ تیج کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (۱)

ابو ایوبؓ انصاری نے آپؐ سے اصرار کیا کہ آپؐ بالاخانہ میں رونق افروز ہوں اور ہم نیچے کے مکان میں رہیں۔ آپؐ نے اس خیال سے کہ ہر وقت آپؐ کی خدمت میں لوگوں کی آمد و رفت رہے گی۔ اب اگر ابو ایوبؓ نیچے کے مکان میں رہیں تو ان کے اہل خانہ کو اس آمد و رفت سے تکلیف ہوگی۔ اس لیے بالاخانہ کے قیام کو منظور نہیں فرمایا۔ نیچے ہی مکان کو قیام کے لیے پسند فرمایا اور ہم بالاخانہ پر رہنے لگے ایک مرتبہ یہ اتفاق پیش آیا کہ پانی کا برتن ٹوٹ گیا ہم نے گھبرا کر اس کے جذب کرنے کیلئے اپنا لحاف ڈال دیا کہ نیچے کے مکان میں نہ پہنچے میں اور ام ایوبؓ دونوں جلد جلد اس پانی کو لحاف سے جذب کرتے جاتے تھے اور ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی پکڑانہ تھا اور ہم روزانہ آپؐ کے لیے کھانا تیار کر کے بھیج کر دیتے۔ جو بیچ رہتا آپؐ واپس فرما دیتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں کا نشان دیکھتے وہیں سے میں اور ام ایوبؓ تبرکات انگلیاں ڈال کر کھاتے۔

ایک روز ہم نے کھانے میں لسن اور پیاز شامل کر دیا آپ نے کھانا واپس فرمادیا دیکھا تو اس میں انگشتان مبارک کے نشان نہ تھے۔ گھبرا کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے کھانا واپس فرمادیا جس میں آپ کی انگلیوں کے نشان نہیں ہیں۔ میں اور اتم ایوب کو برکت حاصل کرنے کے لیے قصداً اسی جگہ سے کھایا کرتے تھے جہاں آپ کی انگشتان مبارک کا نشان ہوتا تھا۔ آپ نے اشد فرمایا میں نے اس کھانے میں لسن اور پیاز کی بو محسوس کی۔ تم کھاؤ میں چونکہ فرشتوں سے ہم کلام ہوتا ہوں اس لیے میں اس کے کھانے سے احتراز کرتا ہوں ابو ایوب فرماتے ہیں اس کے بعد ہم نے کبھی آپ کے کھانا میں لسن اور پیاز شامل نہیں کیا (۱)

علماء یہود کی خدمت نبوی میں حاضری

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے تو علماء یہود خاص طور پر آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے امتحاناً مختلف قسم کے سوالات کیے اس لیے کہ علماء یہود کو انبیاء سابقین کی بشارتوں سے نبی آخر الزماں کے ظہور کا بخوبی علم تھا اور وہ یہ جانتے تھے کہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے جس نبی کے ظہور کی بشارت دی وہ غریب سرزمین بطحار سے معوث ہونے والا ہے اور وہ آپ کی بعثت کے منتظر تھے چنانچہ ہجرت کے بیان میں گذر چکا ہے کہ پہلی بار حضور پُر نور نے انصار کے سامنے اسلام پیش کیا تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ یہ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کے ظہور کا یہود و نذکرہ کیا کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس سعادت اور فضیلت میں ہم سے سبقت

لے جائیں دیکھو۔ فتح الباری باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکہ و بیۃ العقبۃ اور دیکھو۔ البدایۃ والنهاية ص ۴۵۸ ج ۳۔

معلوم ہوا کہ یہود کو اس کا علم تھا کہ جس نبی کے ظہور کی موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے اس کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ اس لیے یہود خاص طور پر آپ سے ملنے کے لیے آئے قسمت نے جس کی پیشانی اقبال پر حرف سعادت لکھ دیا تھا وہ آپ کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی نبی برحق ہیں جن کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے اور بلا تردّد اور بلا توقف ایمان لے آیا اور جس کی قسمت میں محرومی لکھی تھی وہ محروم رہا۔

(۱) ابن عابد بطریق عودۃ بن زبیر راوی ہیں کہ علماء یہود میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں یا سر بن اخطب یعنی جی بن اخطب یہودی کا بھائی حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا جب واپس گیا تو اپنی قوم سے یہ کہا۔

اطیعونی فانّ هذا
النبي الذی
کنا ننتظر۔
میر اکنا مانو۔ تحقیق یہ وہی نبی ہے جس
کے ہم منتظر تھے وہ آگئے ہیں۔ لہذا ان
پر ایمان لاؤ۔

لیکن اس کے بھائی جی بن اخطب نے اُس کی مخالفت کی اور قوم میں بڑا اور سردار جی مانا جاتا تھا قوم اسی کی اطاعت کرتی تھی۔ اس پر شیطان غالب آیا اور حق کے قبول سے اس کو روکا۔ قوم نے اسی کی اطاعت کی اور اسی کا کنا مانا اور ابویاسر کا کنا نہ سنا (۱)

(۲) سعید بن مسیب۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور پر نور جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بیت المدراس (یہودیوں کے مدرسہ کا نام ہے)

میں علماء یہود جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ اس شخص (اشارہ بسوئے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر سوالات کرنے چاہئیں (۱)

(۳) یہتی نے ابن عباس روایت کی ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے وقت پہونچا کہ آپ سورۃ یوسف پڑھ رہے تھے اس نے پوچھا اے محمد یہ سورۃ آپ کو کس نے تعلیم دی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تعلیم دی ہے اس کو بہت تعجب ہوا اور وہ یہودی عالم راہب کی طرف واپس گیا اور جا کر یہ کہا کہ محمد قرآن پڑھتے ہیں وہ ایسی ہی کتاب معلوم ہے۔ جیسے تورات موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور یہودی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ ان لوگوں نے آپ کی صورت اور صفت کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی آمد کی توریت میں خبر دی گئی ہے اور آپ کے دو شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا اور آپ جو سورۃ یوسف پڑھ رہے تھے اس کو خوب غور سے شناس کر حیران رہ گئے اور سب اسلام لے آئے (۲)

(۴) ابن اسحاق اور یہتی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صوریہ (ایک یہودی عالم) سے یہ کہا کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ سچ سچ یہ بیان کرے کہ کیا توریت میں شادی شدہ زنا کرنے والے کے لیے جرم کا حکم ہے۔ ابن صوریہ نے کہا۔

اللہم نعم اما واللہ یا ابا القاسم انہم ليعرفون
لے اللہ بے شک توریت میں : ہا
ہی حکم ہے اور لے ابرا القاسم واللہ
انک نبی مرسل ولكنہم
اہل کتاب اس امر کو خوب جانتے اور
پہچانتے ہیں آپ نبی مرسل ہیں لیکن
محسود و نیک -

(۱) فتح الباری - ج ۲ : ص ۲۱۴ (۲) ایضاً

(خصائص کبریٰ صفحہ ۱) آپ پر حسد کرتے ہیں۔

(۵) عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں جابر بن سمرة سے روایت کی کہ ایک جبرمقانی شخص آیا اور صحابہ سے حضور کی نسبت دریافت کیا کہ تمہارے وہ صاحب کہ جو یہ زعم کرتے ہیں کہ میں نبی ہوں وہ کہاں ہیں۔ میں ان سے کچھ سوال کروں گا جس سے معلوم ہو جائے گا وہ نبی ہیں یا غیر نبی۔ اتنے میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سامنے سے آگئے جبرمقانی نے کہا کہ جو وحی آپ پر آتی ہے وہ مجھے پڑھ سنائیے آپ نے اس کے سامنے کتاب اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائیں جبرمقانی نے سنتے ہی کہا واللہ یہ اس قسم کا کلام جو موسیٰ علیہ السلام لائے (۶)

اسی طرح ادبھی بہت سے علماء اور یہود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے

اور مشرف باسلام جیسے زید بن سعید وغیرہ (۷)

اسلام عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وادخلہ دارالسلام

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تورات کے بڑے زبردست عالم تھے۔ آپ حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا اصل نام حصین تھا۔ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سلام نام رکھا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کے دیکھنے کے لیے حاضر ہوا۔

ﷺ عبداللہ بن سلام کے اسلام کا واقعہ البدایہ والنہایہ ص ۳۱ تا ص ۳۱۲ میں دیکھو۔

(۱) الخصائص الکبریٰ ج: ۱ ص: ۱۹۴، (۲) فتح الباری ج: ۱ ص: ۲۱۴

(۱) جبرمقانی۔ جرماتہ کی طرف نسبت ہے جو عجم میں ایک قوم ہے۔ ۱۰

فلما رأيت وجهه عرفت ان
وجہ راہیں بوجہ کذا آب۔
آپ کے چہرہ انور کو دیکھتے ہی پہچان
لیا کہ یہ چہرہ بھوٹے کا چہرہ نہیں۔
در دل ہر امتی کو حق مزہ است
چون شود از رنج و علت دل سلیم
روئے و آوازِ یسیر معجزہ است
طعم صدق و کذب را باشد علیم
پہلا کلام جو آپ کی زبان سے سُنا وہ یہ تھا۔

ایہا الناس اطعموا الطعام
وافتشوا السلام و صلوا
الامرحام و صلوا باللیل
والناس نیام تدخلوا
الجنة بسلام اخرجہ
الترمذی
والحاکم
وصحاحہ۔
اے لوگو آدمیوں کو کھانا کھلایا کرو اور
آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور صلہ رچی کرو
اور رات میں نماز پڑھو جب کہ لوگ خدا
سے غافل سو رہے ہوں
تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل
ہو گے۔ اس حدیث کو ترمذی اور حاکم
نے روایت کیا ہے اور دونوں نے
اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔

دلائل بہتھی میں عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا نام اور آپ کی صفت اور آپ کا حلیہ پہلے ہی سے جانتا تھا مگر کسی سے ظاہر نہیں
کرتا تھا۔

جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں نے آپ کی خبر سنی تو میں اس وقت
ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا وہیں سے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔
میری بھینچھی خالدہ بنت حارث نے کہا اگر تو موسیٰ علیہ السلام کی خبر سننا تو اس سے
زیادہ غوش نہ ہوتا میں نے کہا۔ ہاں۔ خدا کی قسم یہ بھی موسیٰؑ کے بھائی ہیں وہی دین
دے کر بھیجے گئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام دے کر بھیجے گئے تھے۔ میری بھینچھی نے کہا

اے میرے بھتیجے کیا یہ وہی نبی ہیں جن کی ہم خبریں سنتے آتے ہیں کہ وہ قیامت کے سانس کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ میں نے کہا ہاں یہ وہی نبی ہیں۔ میں گھر سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوا اور واپس آکر اپنے تمام اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی۔ سب نے اسلام قبول کیا (۱)۔

فائدہ:

قیامت کے سانس سے وہ فتنے اور حوادث مراد ہیں کہ جو قیامت سے پہلے ظہور پذیر ہوں گے اور ان کا ظہور قیامت کا دیا باچہ اور پیش خیمہ ہوگا۔

کہا قال تعالیٰ نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعة کھاتیں۔ روض الائف ص ۲۴ اس کے بعد میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل اس کے کہ میری قوم کو میرے اسلام کا علم ہو آپ مجھ کو کسی کو ٹھہری میں بٹھلا کر یہود سے میرا حال دریافت فرمائیں کیونکہ یہود بڑی بہتان باز دھننے والی قوم ہے چنانچہ جب یہود آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے عبداللہ بن سلام کو ایک کو ٹھہری میں بٹھلا کر یہود سے دریافت فرمایا کہ اے گروہ یہود اللہ سے ڈرو۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور حق لے کر آیا ہوں پس اسلام لاؤ۔ یہود نے کہا ہم نہیں جانتے۔ آپ نے تین بار یہی سوال فرمایا ہر بار یہود یہی کہتے رہے۔ بعد ازاں یہ فرمایا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے۔ یہود نے کہا کہ ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا اور ہمارا سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا اور ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر کا بیٹا۔

آپ نے فرمایا اگر عبداللہ بن سلام مجھ پر ایمان لے آئے پھر تو میرے نبی برحق ہونے کا

یقین کرو گے۔ یہود نے کہا عبداللہ بن سلام کبھی اسلام لا ہی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا بالفرض وہ اسلام لے آتے یہود نے کہا حاشا وکلا وہ کبھی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا اے ابن سلام باہر نکل آؤ۔ عبداللہ بن سلام باہر آئے اور یہ کلمات زبان پر بھی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور یہود سے مخاطب ہو کر کہنے لگے اے گروہ یہود خدا سے ڈرو قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور حق لے کر آئے ہیں یہ سنتے ہی یہود نے کہا تو جھوٹا اور کذاب ہے اور سب میں بُرا اور بُرے کا بیٹا ہے (بخاری شریف) اسی بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُ شَوْبًا وَّ شَهَدْتُ شَاهِدًا مِّنْ بَنِي اِسْرَآئِيْلَ عَلٰی مِثْلِهِمْ قَاْمَنَ وَ اسْتَكْبَرَ شُوْرًا اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۱)، (۲)

اسلام میمون بن یامین :

میمون بن یامین رومسار یہودیوں سے تھے۔ آپ کو دیکھ کر مشرف باسلام ہوئے اور اُن کا حال بھی عبداللہ بن سلام جیسا ہی ہوا

میمون بن یامین رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ یہود کو بلا بھیجیے اور مجھ کو حکم بنا دیجئے وہ لوگ میری طرف رجوع کریں گے۔ آپ نے میمون کو تو اندر کوٹھری میں چھپا دیا اور یہود کے بلانے کے لیے آدنی بھیج دیا وہ لوگ آئے اور آپ سے گفتگو کی آپ نے فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں سے کسی کو میرے اور اپنے مابین حکم مقرر کرلو۔ یہود نے کہا کہ ہم میمون بن یامین کے حاکم بنانے پر راضی ہیں وہ جو فیصلہ کر دے ہمیں منظور ہے۔ آپ نے میمون کو آواز

(۱) الاحقاف، آیت : ۱۰ (۲) میمون الاثر : ج : ۱، ص : ۲۰۷

دی کہ باہر آجاؤ میمون باہر آئے اور کہا اشہد انہ رسول اللہ مگر یہود نے تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔ باب اتیان الیہود النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم المدینۃ۔

اسلام سلمان بن اسلام رضی اللہ عنہ

سلمان آپ کا نام ہے ابو عبد اللہ آپ کی کنیت ہے سلمان الخیر کے لقب سے مشہور ہیں گویا سلمان کیا تھے خیر مجسم تھے ملک فارس کے رام ہریر کے مضافات میں سے، قصبہ جہی کے رہنے والے تھے شاہان فارس کے خاندان سے تھے۔ جب کوئی سلمان رضی اللہ عنہ سے پوچھتا ابن من انت تم کس کے بیٹے ہو تو یہ جواب دیتے۔ اناسلمان بن الاسلام۔ میں سلمان بیٹا اسلام کا ہوں۔

(الاستیعاب للحافظ ابن عبد البر ۵۶ ج ۲ حاشیہ اصابع)

مکہ حاکم مسعودی فرماتے سلمان فارسی کو سلمان بن اسلام اور سلمان بن خیر بھی کہتے ہیں یعنی اسلام ان کے حق میں بڑا بچہ ہے۔ یہ وہ اسلام کے حق میں بمنزلہ بیٹے کے ہے۔ اصابع ۳۳ ترجمہ سلمان فارسی۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ سلمان کا اگر نام پوچھو تو عبد اللہ ہے نسبت پوچھو تو ابن الاسلام یعنی اسلام کا فرزند۔ جند ربیہ اور دولت پوچھو تو فقرہ دکان کی سب سے کمائی ان کی سیر ہے لباس ان کا تقویٰ ہے کلمہ نکاحیاری ہے اباہا ان کا شعار ان کا ستارہ ہے ان کا عقیدہ کا اذلا ہے کہ سلمان ہم میں سے ہے اور اگر ان کا قصد اور ارادہ پوچھتے ہو یہ یہود و نصاریٰ ہے اللہ جل جلالہ کی ذات پاک اور ایک خدا اور خود شریک چاہتے ہیں اور اگر یہ پوچھتے ہو کہ کہاں جا رہے ہیں تو کچھ لو کہ نسبت کی طرف جا رہے ہیں لہذا پوچھتے ہو کہ اس سرزمین انوائی اور نہا کن ہے تو خوب جان لو کہ وہ اہم آیتیں اودی الخلق الی اللہ علیہ سید الاولیاء الاخرین خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم علی آلہ و صحبہ و ازواجہ و ذریۃ اجمعین ہیں۔

اِذَا نَحْنُ اَذْلَجْنَا وَاَنْتَ اِمَامُنَا کَفٰی بِالْمَطٰیَا طِیْبٌ وَکَرَالِکَ حَادِیَا جب ہم تم پر ایک رات میں چلیں اور تم ہمارا امام ہو تو ہمارے لئے کفایت کرے گا طیب و کرال کا ہادی ہے۔

وَ اِنْ نَحْنُ اَضَلُّنَا الطَّرِیْقَ وَ لَمْ نَجِدْ دَلِیْلًا کَفٰی فَاَنُوْرٌ وَ جِیْکَ هَادِیَا اور اگر ہم راستہ کو گم کر دیں اور نہ ہی رہنما کھیں تو تیرے چہرے کا نور ہدیہ ہوا کیلئے ہادی کا ہے کہ نہ انی ہادی ہادی

(رفع الباری - ج: ۷، ص: ۱۱۳)

یعنی میرے روحانی وجود کا سبب اسلام ہے اور وہی میرا رتی ہے فتم الایہ نعم الایہ
پس کیا اچھا باپ ہے اور کیا اچھا بیٹا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی عمر بہت زیادہ ہوئی کہا جاتا ہے کہ سلمان نے
حضرت مسیح بن مریم کا زمانہ پایا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا زمانہ تو نہیں لیکن
حضرت مسیح کے کسی حواری اور وصی کا زمانہ پایا ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ جس قدر
اقوال بھی ان کی عمر کے بارے میں پائے وہ سب اس پر متفق ہیں کہ آپ کی عمر
ڈھائی سو سال سے تجاوز ہے۔

ابو ایسیخ طبقات الاصبہانیہ میں لکھتے ہیں کہ اہل علم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان
ساڑھے تین سو سال زندہ رہے لیکن ڈھائی سو سال میں تو کسی کو شک ہی نہیں اصحاب
ترجمہ سلمان ص ۶۲ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے سلمان فارسی نے اپنے
اسلام لانے کا دفعہ خود اپنی زبان سے اس طرح بیان کیا کہ میں ملک فارس میں سے
قریب تہی کار ہونے والا تھا۔ میرا باپ اپنے شہر کا چودھری تھا اور سب سے زیادہ مجھ کو محبوب
رکھتا تھا جس طرح کنواری لڑکیوں کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح میری حفاظت
کرتے ہیں اسی طرح میری حفاظت کرتا تھا اور مجھ کو گھر سے باہر نہیں جانے دیتا تھا۔
ہم مذہباً مجوسی تھے۔ میرے باپ نے مجھ کو آتش کردہ کا محافظ اور نگہبان بنا رکھا
تھا کہ کسی وقت آگ بجھنے نہ پائے۔ ایک مرتبہ میرا باپ تعمیر کے کام میں مشغول تھا۔
اس لیے مجبوراً مجھ کو کسی زمین اور کھیت کی خبر گیری کے لیے بھیجا بلکہ تاکید کی کہ وہ نہ کرنا
میں گھر سے نکلا راستہ میں ایک گر جا پڑا تھا۔ اندر سے کچھ آواز سنائی دی میں دیکھنے کیلئے
اندر گھا دیکھا تو نصاریٰ کی ایک جماعت ہے کہ جو نماز میں مشغول ہے مجھ کو ان کی یہ
عبادت پسند آئی اور اپنے دل میں یہ کہا کہ یہ دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ میں نے
ان لوگوں سے دریافت کیا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے۔ ان لوگوں نے کہا ملک شام

میں اسی میں آفتاب غروب ہو گیا۔ باپ نے انتظار کر کے تلاش میں قاصد دوڑائے جب گھر واپس آیا تو باپ نے دریافت کیا لے بیٹے کد کماں تھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان۔ باپ نے کہا اس دین (یعنی نصرانیت) میں کوئی خیر نہیں۔ تیرے ہی باپ دادا کا دین یعنی آتش پرستی بہتر ہے۔

میں نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم نصرانیوں ہی کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ باپ نے میرے پیر میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ لَئِنْ اتَّخَذْتَ إِلَهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُورِينَ۔ اگر تو نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تجھے کو قیدیوں میں سے کر دوں گا۔ جیسا کہ عام اہل باطل کا طریق ہے) میں نے پرشیدہ طور پر نصاریٰ سے یہ کہلا بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جاتے تو مجھ کو اطلاع کرنا چنانچہ انہوں نے مجھ کو ایک موقع پر اطلاع دی کہ نصاریٰ کے تاجروں کا ایک قافلہ شام واپس جانے والا ہے۔ میں نے موقع پا کر بیڑیاں اپنے پیروں سے نکال پھینکیں اور گھر سے نکل کر ان کے ساتھ ہوا۔

شام پہنچ کر دریافت کیا کہ عیسائیوں کا سب سے بڑا عالم کون ہے۔ لوگوں نے ایک پادری کا نام بتلایا میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا تمام واقعہ بیان کیا اور یہ کہا میں آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کا دین سیکھنا چاہتا ہوں مجھ کو آپ کا دین مرغوب اور پسند ہے آپ اجازت دیں تو آپ کی خدمت میں رہ پڑوں اور دیں سیکھوں اور آپ کے ساتھ نمازیں پڑھا کروں اس نے کہا بہتر ہے لیکن چند روز کے بعد تجربہ ہوا کہ وہ اچھا آدمی تھا بڑا ہی حریص اور طامع تھا دوسروں کو صدقات اور خیرات کا حکم دیتا اور جب لوگ دینے کو آتے تو جمع کر کے رکھ لیتا اور فقراء اور مساکین کو نہ دیتا اسی طرح اس نے شرفیوں کے سات ملکہ جمع کر لیے جب وہ مر گیا اور لوگ حسن عقیدت کے ساتھ اسکی تجریر و تکفین کے لیے جمع ہوئے میں نے لوگوں سے اس کا حال بیان کیا اور وہ سات ملکہ دکھلاتے

لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا خدا کی قسم ہم ایسے شخص کو ہرگز دفن نہ کریں گے۔ بالآخر اس پادری کو سولی پر لٹکا کر سنگسار کر دیا اور اس کی جگہ کسی اور عالم کو بٹھلایا۔

سلمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے زائد کسی کو عالم اور اس سے بڑھ کر کسی کو عابد زاہد و نیا سے بے تعلق اور آخرت کا شائق اور طلبگار نمازی اور عبادت گزار کسی کو نہیں دیکھا اور جس قدر مجھ کو اس عالم سے محبت ہوئی۔ اس سے پیشتر کبھی کسی سے اس قدر محبت نہیں ہوئی۔ میں برابر اس عالم کی خدمت میں راجب ان کا اخیر وقت آگیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو وصیت کیجیے اور بتلائیں کہ آپ کے بعد کس کی خدمت میں جا کر رہوں کہا وصل میں ایک عالم ہے تم اس کے پاس چلے جانا۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور ان کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نصیبین میں ایک عالم کے پاس جا کر رہا اور ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق شہر عموریہ میں ایک عالم کے پاس رہا جب ان کا بھی انتقال ہونے لگا تو میں نے کہا کہ میں فلاں فلاں عالم کے پاس رہا اب آپ بتلائیں کہ میں کہاں جاؤں اس عالم نے کہا کہ میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا عالم نہیں جو کہ صحیح راستہ پر ہو اور میں تم کو اس کا پتہ بتاؤں۔ البتہ ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے کہ جو دین ابراہیمی پر ہوگا۔ عرب کی سرزمین میں اس کا ظہور ہوگا۔ ایک نخلستانی زمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ اگر تم سے وہاں پہنچنا ممکن ہو تو ضرور پہنچنا۔ ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ صدقہ کا مال نہ کھائیں گے۔ ہدیہ قبول کریں گے۔ دونوں شانوں کے قریب مہرِ نبوت ہوگی جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے۔ اس آثار میں میرے پاس کچھ گائیں اور بکریاں بھی جمع ہو گئیں تھیں اتفاق سے ایک قافلہ عرب کا جانے والا کچھ کو مل گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم لوگ مجھ کو ساتھ لے چلو یہ گائیں اور بکریاں سب کی سب تم کو دے دوں گا۔ ان لوگوں نے اس کو قبول کیا اور مجھ کو ساتھ لے لیا۔ جب وادیِ قریٰ میں پہنچے تو میرے ساتھ یہ بدسلوکی کی کہ غلام بنا کر ایک

یہودی کے ہاتھ فروخت کیا جب اس کے ساتھ آیا تو کھجور کے درخت دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید یہی وہ سرزمین ہو لیکن ابھی پورا اطمینان نہیں ہوا تھا کہ بنی قریظہ میں ایک یہودی اس کے پاس آیا اور مجھ کو اس سے خرید کر مدینہ لے آیا۔

حتى قدمت المدينة فوالله ما هو جب میں مدینہ پہنچا تو خدا کی قسم مدینہ کو الا ان رايتهما فعرقتهما بصفة صاحبي دیکھتے ہی پہچان لیا اور یقین کیا کہ یہ ہی وابتقت انهما هي البلدة التي وصفت لي شہر ہے کہ جو مجھ کو بتلایا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں خود حضرت سلمان سے مروی ہے کہ میں اس طرح دس مرتبہ سے زیادہ فروخت ہوا ہوں (لوگوں نے سلمانؓ کو بار بار بے رغبتی کے ساتھ دراہم معدودہ میں خریدا لیکن اس کی اصلی قیمت کو کسی نے نہ پہچانا) میں مدینہ میں اس یہودی کے پاس رہا اور بنی قریظہ میں اس کے درختوں کا کام کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ میں مبعوث فرمایا مگر مجھ کو غلامی اور خدمت کی وجہ سے مطلق علم نہ ہوا جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور قبار میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں آپ نے قیام فرمایا۔ میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کام کر رہا تھا اور میرا آقا درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک یہودی آیا جو میرے آقا کا بچہ زاد بھائی تھا اور یہ کہنے لگا۔ خدا بنی قید یعنی انصار کو ہلاک کرے کہ قبار میں ایک شخص کے ارد گرد جمع ہیں جو کہ سے آبلہ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی اور پیغمبر ہے۔ سلمان فرطتے ہیں۔

فوالله ان هو الا اخذ شئ مني العرؤاء خدا کی قسم یہ سننا تھا کہ مجھ کو زور اور کسی نے پکڑا اور حتى ظننت اني ساقط على صليبي مجھ کو یہ غائب گمان ہو گیا کہ میں اپنے آقا پر اب گرا۔ (بشرِ فزیر کی آمد کی بشارت نے سلمان کو ایسا بخود اور وارفتہ بنادیا کہ اگر لولا ان ربنا ﷺ

قلوبها کا مضمون نہ ہوتا تو درخت سے گر ہی پڑتے۔ وہ دونوں یہودی ان کی اس حالت

میں اس کیفیت کو حضراتِ صرفیہ کا اظہار میں مجھ کہتے ہیں اور یہ کہیت بخا ہر اس کا منہ ہے واللہ سمانہ و تعالیٰ الم

اور کیفیت کو دیکھ کر سخت متعجب تھے اور سلمانؓ کی زبان حال یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

خَلَيْتُ لَا وَاللَّهِ مَا أَنَا مِنْكُمْ
إِذَا عَلِمُوا مِنْ آلِ لَيْلَى بَدَأَ لَيْسَا
میرے دوستوں کی قسم میں اب تم سے نہیں رہا جبکہ مجھ کو مدیابیل کا کوئی پہاڑ نظر آگیا
ماتے ہو کہ مشتاقِ نقابت بودم لاجرم روئے ترا دیدم واز جا رفتم

بہر حال دل کو تھا کمر و خست سے اترا اور اس آنے والے یہودی سے پوچھنے لگا
بتاؤ تو سہی تم کیا بیان کرتے تھے وہ خبر ذرا عجیب کو بھی تو سناؤ یہ دیکھ کر میرے آقا کو غصہ آگیا اور
زور سے ایک طمانچہ میرے رسید کیا اور کہا تجھ کو اس سے کیا مطلب تو اپنا کام کر۔

جب شام ہوئی اور کام سے فراغت ہوئی تو جو کچھ میرے پاس جمع تھا وہ ساتھ لیا
اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے میں نے
یہ عرض کیا کہ مجھ کو معلوم ہوا کہ آپ کے اور آپ کے رفقاء کے پاس کچھ نہیں ہے آپ
سب حضرات صاحبِ حاجت ہیں اس لیے میں آپ کے لیے اور آپ رفقاء
کے لیے صدقہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

آپؐ نے اپنی ذاتِ مطہرہ کے لیے صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ فرمایا
کہ میں صدقہ نہیں کھاتا اور صحابہ کو اجازت دی کہ تم لے لو۔

سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم یہ ان تین
علامتوں میں سے ایک ہے میں واپس ہو گیا اور پھر کچھ جمع کرنا شروع کر دیا جب
آپؐ مدینہ تشریف لائے تو میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میرا دل چاہتا
ہے کہ آپؐ کی خدمت میں کچھ پیش کروں۔ صدقہ تو آپ قبول نہیں فرماتے۔ یہ
ہدیہ لے کر حاضر ہوا ہوں آپؐ نے قبول فرمایا اور خود بھی اس میں سے کھایا اور صحابہؓ
کو بھی کھلایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ دوسری علامت ہے۔

میں واپس آگیا اور دو چار روز کے بعد پھر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ اس وقت ایک جنازے کے ہمراہ بقیع میں تشریف لائے تھے اور صحابہ کرم کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ تھی۔ آپ درمیان میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا اور سامنے سے اٹھ کر پیچھے آ بیٹھا تاکہ مہربوت دیکھوں۔ آپ سجدہ گئے اور پشت مبارک سے چادر اٹھا دیا۔ میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اٹھ کر مہربوت کو بوسہ دیا اور روٹا آپ نے ارشاد فرمایا سامنے آؤ میں سامنے آیا اور جس طرح تجھ سے اے ابن عباس میں نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا۔ اسی طرح میں نے یہ تمام واقعہ تفصیل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے صحابہ کی مجلس میں بیان کیا اور اسی وقت مشرت باسلام ہوا۔ آپ بہت مسرور ہوئے۔ اُس کے بعد اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہو گیا اسی وجہ سے میں غزوہ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے سلمان اپنے آقا سے کتابت کرو۔ سلمان نے اپنے آقا سے کہا۔ آقا نے یہ جواب دیا دیکھ اگر تم چالیس اوقیہ سونا ادا کرو اور تین سو درخت کھجور کے لگا دو جب وہ بار آور ہو جائیں تو تم آزاد ہو۔ سلمان نے آپ کے ارشاد سے قبول کیا اور آپ نے لوگوں کو ترغیب دی کہ سلمان کی کھجور کے پودوں سے امداد کریں۔ چنانچہ کسی نے تیس پودوں سے اور کسی نے بیس پودوں سے اور کسی نے پندرہ سے اور کسی نے دس پودوں سے امداد کی۔ جب پودے جمع ہو گئے تو مجھ سے فرمایا اے سلمان ان کے لیے گڑھے تیار کرو۔ جب گڑھے تیار ہو گئے تو خود دست مبارک سے ان تمام پودوں کو لگایا اور اور برکت کی دعا فرمائی۔ ایک سال گزرنے نہ پایا کہ سب کو پھل آگیا اور کوئی پودا ایسا نہ رہا کہ جو خشک ہو گیا ہو۔ سب کے سب سرسبز اور شاداب ہو گئے اور سب کو پھل آگیا۔ دختوں کا قرض تو ادا ہو گیا صرف درہم باقی رہ گئے۔ ایک روز ایک شخص آپ کے پاس ایک بیضہ کی مقدار سونالے کر آیا آپ نے فرمایا وہ مسکین مکاتب

ملا کر بتا سکتے ہیں کہ غلام اپنے آقا سے بہتر کر لے گا اگر اس سے معاوضہ کر لے گا تو ادا کر دوں تو ادا نہ ہو جائے گا۔

یعنی سلمان فارسی کہاں ہے اس کو بلاؤ۔ میں حاضر ہوا تو آپ نے وہ بیضہ کی مقدار سونا عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اللہ تمہارا قرضہ ادا فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سونا بہت تھوڑا ہے۔ اس سے میرا قرض کہاں ادا ہوگا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اللہ اسی سے تمہارا قرضہ ادا کرے گا۔ چنانچہ میں نے اس کو تولتا تو پورا چالیس اوقیہ تھا میرا کل قرض ادا ہو گیا اور غلامی سے آزاد ہوا اور آپ کے ساتھ غزوہ خندق میں شریک ہوا۔ اس کے بعد تمام غزوات میں آپ کے ہمراہ رہا (۱) سیرۃ ابن شہابؒ

تعمیر مسجد نبوی

اول جس جگہ آپ کی نائے اکو بیٹھی تھی وہ جگہ تیموں کا مرید تھا یعنی کھجور خشک کرنے کی جگہ تھی۔ آپ نے اس جگہ کی بابت دریافت کیا کہ یہ جگہ کس کی ملکیت ہے معلوم ہوا کہ یہ خرمن سہل اور سہیل کی ہے۔ آپ نے ان دونوں تیموں کو بلایا تا کہ ان سے یہ قطعہ خرید کر مسجد بنائیں اور ان کے چچا سے جن کی زیر تربیت یہ دونوں تیم تھے خرید و فروخت کی گفتگو فرمائی۔ ان دونوں نے کہا ہم اس خرمن کو بلا کسی معاوضہ کے آپ کی نذر کرتے ہیں۔ ہم اللہ کے سوا کسی سے اس کی قیمت کے خواست گار نہیں مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا اور قیمت دے کر خرید فرمایا۔

زہرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس خرمن کی قیمت دے دیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابو بکر نے دس دینار اس کی قیمت میں ادا کیے۔ فتح الباری ص ۱۹۲

بعد ازاں اس زمین پر کھجور کے درخت تھے آپ نے ان کے کٹوانے اور قبور مشرکین کے ہموار کر دینے کا حکم دیا اور اس کے بعد کچی ایٹیں بنانے کا حکم دیا اور خود نفیس نفیس اس کے بنانے میں مصروف ہو گئے اور انصار و مہاجرین بھی آپ کے شریک تھے۔

صحابہ کے ساتھ آپ خود بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے۔
 هَذَا الْجَمَالُ لِجَمَالِ خَيْرٍ هَذَا الْبَرُّ بِنَا وَأَطْهَرُ
 یہ خیر کی کھجوروں کا بوجھ نہیں ہے پروردگار یہی بوجھ سب سے عمدہ اور بہتر ہے اور کبھی یہ پڑھتے
 اللَّهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْآخِرَةِ فَأَرْحِمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ
 اے اللہ بلاشبہ حقیقت میں اجر تو آخرت کا اجر ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔
 جو صرف آخرت کے اجر کے طلب کار ہیں۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔
 اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ فَأَنْصِرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ
 اے اللہ آخرت کی بھلائی اور خیر کے سوا کوئی خیر اور بھلائی نہیں پس تو انصار اور مہاجرین
 کی مدد فرما جو صرف آخرت کی بھلائی اور خیر کے خواہاں ہیں (۱)
 اور صحابہ کرام کی زبانوں پر یہ تھا۔

لَنْ نَقْدَنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ لِذَلِكَ مِنَ الْعَمَلِ الْمُنْتَلَى
 اگر ہم بیٹھ جائیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کام کریں تو ہمارے عمل یعنی بیٹھ جانا بہت ہی
 بڑا کام ہوگا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔
 لَا يَسْتَوِي مَنْ يَعْمُرُ الْمَسَاجِدَ يَدَأُ فِيهَا قَائِمًا وَقَاعِدًا
 جو شخص اٹھتے بیٹھتے تعمیر مسجد میں سرگرداں ہے۔

وَمَنْ يَسِرُ عَنِ التَّرَابِ حَائِدًا
 اور وہ شخص جو کپڑوں سے مٹی اور غبار کو بچاتا ہے دونوں برابر نہیں (۲)
 اینٹیں اٹھا اٹھا کر لانے والوں میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بھی تھے عثمان
 بن مظعون فطری طور پر نطیف الطبع واقع ہوئے تھے مزاج میں صفائی اور سہرائی
 بہت تھی جب اینٹ اٹھاتے تو کپڑوں سے دور رکھتے اور جہاں کپڑے پر ذرا بھی

(۱) ایضاً فتح الباری ج: ۷، ص: ۱۹۳ (۲) فتح الباری ج: ۷، ص: ۱۹۳

غبار پڑ جاتا تو اس کو جھاڑتے (رواہ البیہقی عن الحسن)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ومن یری عن التراب حامدًا بطور مزاج عثمان بن مظعون کے سنانے کے لیے پڑھتے تھے (۱) عجب نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مزاج میں اس طرف بھی اشارہ فرماتے ہوں کہ ایسی حالت میں بہ نسبت صفائی اور ستھرائی کے گرد اور غبار ہی بہتر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے الحاج الشعث التفل حاجی تو ہی ہے جو گرد آلود اور میل کچیل ہو مسند احمد میں طلق بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو گارا گھولنے کا حکم دیا۔ میں بھاؤ لے لے کر گارا گھولنے کیلئے کھڑا ہو گیا۔ صحیح ابن حبان میں ہے کہ میں عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی اینٹیں اٹھا کر لاؤں۔

آپ نے فرمایا نہیں تم گارا گھولو۔ تم اس کام سے خوب واقف ہو (۲) یہ مسجد اپنی سادگی میں بے مثل تھی کچی اینٹوں کی دیواریں تھیں کھجور کے تنوں کے ستون تھے۔ اور کھجور کی شاخوں اور پتوں کی چھت تھی جب بارش ہوتی تو پانی اندر آتا اس کے بعد میں چھت کو گارے سے لیپ دیا گیا۔ سو گز لمبی اور تقریباً سو ہی گز عرض تھی اور تقریباً تین اٹھ گہری بنیادیں تھیں دیواروں کی بلندی اقدم آدم سے زائد تھی۔ دیوار قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھی گئی اور مسجد کے تین دروازے رکھے گئے ایک دروازہ

(۱) زرقانی ج: ۱، ص: ۳۶۸ (۲) ایضاً ج: ۱، ص: ۳۶۶ (۳) چنانچہ حسن بصری

سے مسلامہ دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ابوہریرہؓ کو عرض ہوئی ایسا چھپرہ بنا دو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا چھپرہ تھا۔ اسی کہ ہے کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا چھپرہ کیسا تھا تو فرمایا کہ جب انہو اٹھتے تھے تو چھپرہ کو لٹکا تھا ایک سرسری روایت میں ہے کہ انصار نے کچل جیسا کیا اور آپ سے عرض کیا کہ اس مسجد کو بزرگ کرنا جائز ہے یا نہ فرمایا۔ بانی رختہ عن اخی موسیٰ کو عرض ہوئی میں اپنے بھائی موسیٰ کے طریق سے اعراض نہیں کرنا چاہتا پس یہ ایک چھپرہ ہے۔ موسیٰ کے چھپرہ کی طرح (الابتداء والنهاية ص ۲۵ ج ۲)

اس طرف رکھا گیا جس جانب اب قبلہ کی دیوار ہے اور دوسرا دروازہ مغرب کی جانب میں جسے اب باب الرحۃ کہتے ہیں اور تیسرا دروازہ وہ کہ جس سے آپ آتے جاتے تھے جسے اب باب جبریل کہتے ہیں اور جب سولہ یا سترہ ماہ کے بعد بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ ہو کر خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا تو وہ دروازہ جو مسجد کے عقب میں تھا بند کر دیا گیا اور اس کے مقابل دوسرا دروازہ قائم کر دیا گیا۔ علمائے کرام اس میں اختلاف ہے کہ مسجد کا طول و عرض کتنا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سو گز لمبی اور سو گز چوڑی تھی خارجہ ترین زید فقیہ مدینہ فرماتے ہیں کہ سترہ گز لمبی اور ساٹھ گز چوڑی تھی۔ محمد بن یحییٰ امام مالک کے تلمیذ یہ فرماتے ہیں کہ شرفاؤ غریبا تر سیٹھ گز تھے اور شمالاً و جنوباً چار گز اور دولٹ گز تھے تحقیق یہ کہ مسجد نبوی کی دومرتبہ تعمیر ہوئی اول جب آپ ہجرت فرما کر ابوالایوب انصاری کے مکان میں فروکش ہوئے۔ دوسرے عشرہ ہجری فتح خیبر کے بعد بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے آپ نے از سر نو تعمیر کرائی۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور مختلف روایات سے ثابت ہے۔ پہلی مرتبہ کی تعمیر میں مسجد کا طول عرض سو گز سے کم تھا اور دوسری مرتبہ کی تعمیر میں سو گز سے کچھ زائد ہی تھا۔ چنانچہ ابن جریر صحیفہ ابن جریر سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کو دومرتبہ بنایا اول جبکہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اس وقت مسجد کا طول و عرض سو گز سے کم تھا۔ دوسرے فتح خیبر کے بعد عشرہ ہجری میں مسجد کو از سر نو بنایا اور زمین لے کر مسجد میں اور زیادہ کی چنانچہ معجم طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد کی توسیع کا ارادہ فرمایا تو مسجد کے متصل ایک انصاری کی زمین تھی۔ آپ نے اُن انصاری سے یہ فرمایا کہ یہ زمین جنت کے ایک محل کے معاوضہ میں ہمارے ہاتھ فروخت کر دو لیکن وہ اپنی عسرت و غربت اور کثیر العیالی کی وجہ سے مفت نہ دے سکے اس لیے حضور عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس قطعہ زمین کو بیعاً و ہبہ دس ہزار درہم ان انصاری سے

خرید کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول جو قطع زمین آپ اس انصاری سے جنت کے محل کے معاوضہ میں خرید فرمانا چاہتے تھے وہ اس ناچیز سے خرید فرمائیں۔ آپ نے وہ قطع معاوضہ جنت حضرت عثمان سے خرید کر مسجد میں شامل فرمایا اور اول اینٹ اپنے دست مبارک سے رکھی اور پھر آپ کے حکم سے ابو بکر نے اور پھر عمر اور پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم نے رکھی۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف الا سند ہے مگر مسند احمد اور جامع ترمذی کی ایک حسن الاسناد روایت اس کی مؤید ہے وہ یہ کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو یہ فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ جب مسجد نبوی ننگ ہو گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا نہیں کہ جو زمین کے فلاں ٹکڑے کو خرید کر معاوضہ جنت مسجد میں شامل کر دے اور تم کو خوب معلوم ہے کہ وہ ٹکڑا میں نے ہی خرید کر مسجد میں شامل کیا اور اب تم مجھ کو اسی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی روکتے ہو۔

یہ روایت جامع ترمذی میں ثمامہ بن حزن قیشری سے مروی ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کی تحسین کی ہے اور یہی روایت مسند احمد اور سنن دارقطنی میں احنف بن قیس سے مروی ہے۔ نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو سبہ ہجری میں حاضر خدمت اقدس ہوئے ہیں بھی اس تعمیر میں شریک تھے جیسا کہ مسند احمد میں غدا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی ایٹھیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ ایک مرتبہ میں سانسے آگیا تو دیکھا کہ آپ بہت سی اینٹیں اٹھا کر لا رہے ہیں اور سینہ مبارک سے ان کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔ میں سمجھا کہ آپ بوجھ کی وجہ سے ایسا کیے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو دے دیجیے۔ آپ نے فرمایا۔ خذ غیرہایا ابا ہریرۃ فامد لا عیش الا عیش الآخرۃ (اے ابو ہریرہ دوسری اینٹیں اٹھا لو۔ تحقیق نہیں ہے زندگی مگر زندگی

آخرت کی

اب ظاہر ہے کہ ابوہریرہ کی یہ شرکت بنائے ثانی میں تھی جو فتح خیبر کے بعد شہرہ میں ہوئی اور جو بنائے تھے میں ہوئی اُس میں ابوہریرہ کی شرکت کیسے ممکن ہے نیز عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو شہرہ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے بنائے مسجد نبوی میں ان کا شریک ہونا دلائل بہتقی میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص شہرہ ہجری میں مشرف باسلام ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ سلسلہ ہجری کی تعمیر میں کیسے شرکت کر سکتا ہے لامحالہ اُن کی یہ شرکت بنائے ثانی میں سمجھی جائے گی۔ یہ کام تفصیل و فار الوفار اور خلاصۃ الوفار کے باب چہارم میں مذکور ہے۔

تعمیر حجرات برائے ازواجِ مطہرات

جب آپ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو ازواجِ مطہرات کے لیے حجروں کی بنیاد ڈالی اور درست دو حجرے تیار کر لئے ایک حضرت سودہ بنت زمعہ کے لیے اور دوسرا حضرت عائشہ کے لیے۔ بقیہ حجرے بعد میں حسب ضرورت تعمیر ہوتے رہے۔

مسجد کے متصل حارث بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے مکانات تھے جب آپ کو ضرورت پیش آتی تو حضرت حارثہ آپ کو نذر کر دیتے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام مکانات آپ کی نذر کر دیے۔ اگرچہ حجرے کھجور کی شاخوں کے اور بعض کچی اینٹوں کے تھے درازوں پر کھل اور ٹاٹ کے پردے تھے۔ حجرے کیا تھے۔ زہد اور قناعت کی تصویر اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ تھے۔ ان حجروں میں اگرچہ اکثر و بیشترات کو چراغ نہیں جلتے تھے (بخاری شریف ص ۵۱) اور ضرورت بھی نہ تھی۔ جس گھر میں اللہ کا داعی بشیر و نذیر اور سراج منیر رہتا ہو وہاں کسی شمع اور چراغ کی کیا حاجت کسی نے خوب ہے:

يَا بَدِيعَ الدَّلَالِ وَالْغَنَجِ لَكَ سُلْطَانٌ عَلَى الْمُهْجِ
اے عجیب و غریب ناز و ادا والے تیری سلطنت تو دلوں پر ہے

إِنَّ بَيْتًا أَنتَ سَاكِنُهُ غَيْرُ مُحْتَاجٍ إِلَى السُّرُجِ
 جس گھر میں تو رہتا ہو وہ کسی چراغ کا محتاج نہیں
 وَجْهَكَ الْمَاءُ مَوْلُوحًا يَوْمَ يَأْتِي النَّاسُ بِالْحُجَّجِ
 تیرا مبارک چہرہ ہمارے لیے کافی عجب ہے جس دن لوگ اپنی اپنی جگہیں پیش کریں گے
 حسن بھری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں ذرا برا ہو گیا تو کھڑے ہو کر
 حجرے کی چھت کو ہاتھ لگا لیا کرتا تھا یہ حجرے سمت مشرق اور شام میں واقع تھے غری
 جانب میں کوئی حجرہ نہ تھا (خلاصہ الوفا ص ۱۲۷)

ازواجِ مطہرات کی وفات کے بعد

ولید بن عبد الملک کے حکم سے یہ تمام حجرے مسجد نبوی میں شامل کر لیے گئے
 جس وقت ولید کا یہ حکم مدینہ پہنچا ہے تو تمام اہل مدینہ صدمے سے چیخ اٹھے
 ابوامامہ سہل بن حنیف فرمایا کرتے تھے کاش وہ حجرے اسی طرح چھوڑ دئے جلتے
 تاکہ لوگ دیکھتے کہ جس نبی کے ہاتھ پر منہا نب اللہ دنیا کے تمام خزان کی کنجیں رکھ
 دی گئیں تھیں وہ نبی کیسے جرد اور کیسے پھپھروں میں زندگی بسر کرتا تھا۔ صلی اللہ علیہ
 وعلیٰ آلہ وازواجہ وذریاتہ واصحابہ وبارک وسلم زرقانی ص ۳۶۔

اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابورافع کو مکہ مکرمہ
 روانہ کیا تاکہ حضرت فاطمہ الزہراء اور حضرت ام کلثوم اور ام المومنین سودہ کو لے آئیں۔

علیہ حضرت سیدہ اور حضرت ام کلثوم زید بن حارثہ اور ابورافع کے ساتھ مدینہ آئیں اور حضرت رقیہ
 رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عثمان کے ہمراہ پہلے ہی مدینہ آچکی تھیں۔ حضرت زینب اپنے شوہر
 العاص بن ربیع کے ساتھ مکہ میں ہی رہیں ابوالعاص مہاجر مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔

جنگ بدر میں جب امیر ہو کر آئے تو آپ نے ان کو اس شرط پر چھوڑا کہ میری بیٹی زینب کو تم بھیج دو چاہے
 ابوالعاص مکہ آئے اور حضرت زینب کو آپ کے پاس پہنچا دیا ۱۲ ذی قادی ص ۳۷۔

اور انہی کی ہمراہ ابو بکر صدیقؓ نے عبداللہ بن ابی بکر کو روانہ کیا تاکہ حضرت عائشہ اور اسامہ اور ام رومان اور عبدالرحمن بن ابی بکر کو لے آئیں۔

جب زید بن حارثہ سب کو لے لیکر مدینہ پہنچے تو اس وقت آپ ابوالوہاب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے تعمیر کردہ حجروں میں منتقل ہو گئے (رواہ الطبرانی عن عائشہ رضہ زرقانی ص ۳۷ ج ۱)

زیادۃً خلفاء راشدین و مسجد خاتم المساجد الانبیاء و لم یسلین صلوات
اللہ و سلامہ علیہم اجمعین

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی میں کوئی اضافہ نہیں کیا صرف جو ستون برسیدہ ہونے کی وجہ سے گر پڑے تھے ان کی جگہ اسی طرح کھجور کے ستون نصب فرما دیے۔

حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ میں قبلہ اور غربی جانب میں مسجد نبوی کو بڑھایا اور شرقی جانب میں چونکہ ازواج مطہرات کے حجرے واقع تھے اس لیے اس جانب میں کوئی اضافہ نہ فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف مسجد کی توسیع فرمائی مگر اس کی اصلی شان اور ہئیت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں فرمایا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کچی اینٹوں سے مسجد کی تعمیر کرائی اور کھجور کے ستون اور کھجور کی شاخوں اور پٹھوں کی چھت ڈالی اور علمہ یہ ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے صحیح مسلم اور نسائی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم المساجد ہے یہ لفظ نسائی کے ہیں مسلم کے الفاظ یہ ہیں میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے مسند بزار وغیرہ میں یہ الفاظ ہیں۔

انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم الانبیاء یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد ان مساجد کی خاتم ہے کہ جن مسجودوں کو حضرات انبیاءؑ نے تعمیر فرمایا پس جس طرح آپؐ کے بعد کوئی اور نبی اور پیغمبر حادث نہ ہوگا اسی طرح آپؐ کے بعد کوئی پیغمبر مسجود بنائے گا یہ مطلب نہیں کہ آپؐ کی مسجد کے بعد دنیا میں کوئی مسجد نہ بنے گی ۱۲۔

اس کی اہلی سادگی کو برقرار رکھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسجد کی توسیع بھی فرمائی اور بجائے کچی اینٹوں نقش پتھروں اور قلعی چونے سے اس کی تعمیر کرائی اور ستون بھی پتھر ہی کے لگائے اور سال کی لکڑی کی چھت ڈالی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب اس شان سے مسجد نبوی کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو حضرات صحابہ پر یہ شاق گذر کہ مسجد نبوی کی سادگی اور سہیت میں کوئی تغیر و تبدل کیا جائے حضرت عثمان نے جب صحابہ کا بار بار انکار اور ناگواری کراہت کا اظہار دیکھا تو ایک خطبہ میں یہ فرمایا۔

انکم اکثرتم وانف سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
تم لوگوں نے اس بارے میں بہت
چیمگیوں کی ہیں اور تحقیق میں نے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
محض اللہ کی خوشنودی کے لیے کوئی مسجد
بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی کے
شل جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے
وجہ اللہ لہ مثله فی الجنة۔

(۱)

ماہ ربیع الاول ۱۰ھ میں تعمیر شروع ہوئی اور محرم الحرام ۱۱ھ کو تعمیر ختم ہوئی۔

اس حساب سے زمانہ تعمیر کل دس ماہ ہوتے ہیں (۲)

امام مالکؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت عثمان نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کرائی تو کعبہ جباریہ دعا مانگنے کے لیے اللہ یہ تعمیر پوری نہ ہو لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ بس یہ تعمیر ختم ہوئی اور آسمان سے نعت اتر (۳)

نماز جنازہ کی جگہ

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہجرت

(۱) فتح الباری - ج: ۱، ص: ۲۵۳ (۲) دوائر الخوار - ج: ۱، ص: ۳۵۶ (۳) فتح الباری - ج: ۱، ص: ۲۵۳

فرما کہ مدینہ تشریف لاتے تو ہم میں سے جو شخص مرنے کے قریب ہوتا تو ہم آپ کو اطلاع کرتے، آپ تشریف لاتے اور اُس کے لیے استغفار فرماتے۔ مرنے کے بعد دفن تک وہیں تشریف رکھتے۔ اس میں یہاں اوقات آپ کو بہت دیر ہو جاتی اس لیے ہم نے یہ التزام کر لیا کہ مرنے بعد آپ کو اطلاع دیا کریں چنانچہ چند روز یہی معمول رہا کہ مرنے کے بعد آپ کو اطلاع دیتے آپ تشریف لاتے اور نماز پڑھتے اور میت کے لیے دعا اور استغفار فرماتے بعض اوقات دفن میں بھی شرکت فرماتے اور بعض اوقات نماز جنازہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے جاتے۔

بعد ازاں آپ کی سہولت کی غرض سے ہم نے یہ التزام کر لیا کہ جنازہ لیکر خود آپ کے گھر پر حاضر ہو جاتے آپ وہیں اپنے گھر کے قریب جنازہ کی پڑھا دیتے۔ اس وجہ سے اُس جگہ کا نام جہاں آپ جنازہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے موضع الجنائز ہو گیا۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۱ جلد اول قسم ثانی۔ بخاری ص ۱۱۱ عبد اللہ بن عمر کی حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ جنازہ کے لیے مسجد نبوی کے متصل ایک جگہ مخصوص تھی آپ کا مستمر معمول تو یہی تھا کہ آپ مسجد میں جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے بعض مرتبہ کسی عارض کی وجہ سے آپ نے صلوٰۃ جنازہ مسجد میں پڑھی ہے (فتح الباری ص ۱۱۱ باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلیٰ والمسجد۔)

اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔

مواخات مہاجرین من انصار

مہاجرین جب مکہ سے اللہ کے لیے اپنے اہل و عیال خریش و اقارب گھر اور بار بار مکہ امام بخاری نے اس حدیث کو جامع صحیح کے متعدد ابواب میں لیا ہے مثلاً باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلیٰ و المسجد ص ۱۴۱ جلد اول و کتاب التفسیر ص ۶۵ کتاب المعاریض باب المہاجرین بالبلاد مکہ اخیر ذالک۔

چھوڑ کر مدینہ پہنچے تو آپ نے مہاجرین و انصار کو مواخات (بھائی بندی) کا حکم دیا تاکہ وطن اور اہل و عیال سے مفارقت کی وحشت اور پریشانی انصار کی الفت و موانست سے بدل جائے۔ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا معین اور مددگار اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کا غمگسار ہو۔ ضعیف اور کمزور کو قوی اور زبردست کی اخوت سے قوت حاصل ہو اور ضعیف۔ قوی کے لیے قوت بازو بنے اعلیٰ شخص ادنیٰ شخص کے فوائد سے اور ادنیٰ اعلیٰ کے منافع سے مستفید اور منتفع ہو اور مہاجرین و انصار کے منتشر دانے ایک رشتہ مواخات میں منسلک ہو کر شئی واحد بن جائیں تشتت اور تفرق کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں جو تفرق اور اختلاف بنی اسرائیل کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بنایہ امت مرحومہ اس سے بالکل محفوظ رہے اور اجتماع کی وجہ سے اللہ جل جلالہ کا ہاتھ اُن کے سر پر ہو اور اگر زمانہ جاہلیت کے تفاخر اور مباہلات کا کوئی فاسد مادہ قلب میں باقی ہے تو اس رشتہ مساوات سے اس کا استحصال اور قلع قمع ہو جائے اور قلب بجائے تفاخر اور تعلی غرور اور نخوت کے تواضع اور سکنت مواخات اور مواسات سے معمور ہو جائے۔ خادم اور مخدوم۔ غلام اور مولیٰ، محمود اور ایاز سب ایک ہی صف میں آجائیں۔ دنیا کے سارے امتیازات مٹ کر صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کا شرف اور بزرگی باقی رہ جائے۔ لکھا قال تعالیٰ۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ
تحقیق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ
مکرم وہ ہے کہ جو سب سے زیادہ متقی اور
پرہیزگار ہو۔ (۱)

انہیں مصالح کی وجہ سے آپ نے ہجرت مدینہ سے قبل مکہ مکرمہ میں فقط مہاجرین

(۱) الحجرات، آیت: ۱۳۔

میں باہمی رشتہ موآخات قائم فرمایا اور پھر ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے مابین موآخات فرمائی۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔ موآخات دو مرتبہ ہوئی ایک مرتبہ فقط مہاجرین کے مابین تھی کہ ایک مہاجر دوسرے مہاجر کا بھائی قرار دیا گیا اور یہ موآخات مکہ میں ہوئی اور دوسری موآخات ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے مابین ہوئی۔

چنانچہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ میں موآخات فرمائی۔ حالانکہ دونوں حضرات مہاجرین میں سے ہیں۔

اس حدیث کو حاکم اور ابن عبد البر نے روایت کیا اور اسناد اس کی حسن ہے اور حافظ ضیاء الدین مقدسی نے اس حدیث کو۔ مختارہ۔ میں طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ مختارہ کی حدیثیں۔ مستدرک حاکم کی حدیثوں سے بہت زیادہ صحیح اور قوی ہیں۔ مستدرک حاکم میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ میں اور فلال اور فلال میں موآخات فرمائی میرا بھائی کون ہے آپؐ نے فرمایا میں تیرا بھائی ہوں (۱)

حافظ ابن سید الناس عیون الاثر میں فرماتے ہیں کہ جو موآخات ہجرت کے قبل مکہ میں خاص مہاجرین میں ہوئی ان حضرات کے نام حسب ذیل ہیں

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	عمر رضی اللہ عنہ
۲۔ حمزہ رضی اللہ عنہ	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۳۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ	عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

(۱) فتح البلی - ج: ۷، ص: ۲۱۰

- ۴- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
 ۵- عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ
 ۶- مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
 ۷- ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ
 ۸- سعید بن زید رضی اللہ عنہ
 ۹- سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
 بلال بن رباح رضی اللہ عنہ
 سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
 سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ
 طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
 علی کرم اللہ وجہہ

دوسری مواخات

دوسری مواخات ہجرت کے پانچ ماہ بعد پینتیس مہاجرین اور پینتیس انصار کے مابین حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان میں ہوئی اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنایا گیا۔ فتح الباری ص ۲۱ جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

مہاجرین	انصار
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ
زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	سلامہ بن سلامہ بن قنیش رضی اللہ عنہ
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	اکس بن ثابت رضی اللہ عنہ
طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ
سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ عنہ	ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

علمہ اور بعض کہتے ہیں کہ مواخات مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ جس وقت مسجد نبوی تعمیر

ہو رہی تھی عیون الاثر ص ۲ ج ۱

انصار	مہاجرین
ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ	مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
یحیٰی بن بشر رضی اللہ عنہ	ابو حذیفہ بن عقیلہ رضی اللہ عنہ
حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما	عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما
منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ	ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ
ابو الدرداء عجمی بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ
ابو ریحہ عبد اللہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ	بلال رضی اللہ عنہ
عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ	حاتب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	ابو مرثد رضی اللہ عنہ
عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ	عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
ابو دجانہ رضی اللہ عنہ	عتبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہ
سعد بن خنیس رضی اللہ عنہ	ابو سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ
ابو الیثم بن تہمان رضی اللہ عنہ	عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ
عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ	عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ
سفیان بن خضر زرجی	طفیل بن الحارث رضی اللہ عنہ یعنی عبیدہ
رضی اللہ عنہ	بن الحارث کے بھائی۔
رافع بن معلیٰ رضی اللہ عنہ	صفوان بن بیضار رضی اللہ عنہ
عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	مقداد رضی اللہ عنہ
یزید بن الحارث رضی اللہ عنہ	ذوالشمالین رضی اللہ عنہ
طلحہ بن زید رضی اللہ عنہ	ارقم رضی اللہ عنہ
معن بن عدی رضی اللہ عنہ	زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ

مہاجرین	انصار
عمر بن سراقہ رضی اللہ عنہ	سعد بن زید رضی اللہ عنہ
عاتل بن بکر رضی اللہ عنہ	بکر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ	منذر بن محمد رضی اللہ عنہ
سرة بن ابی رهم رضی اللہ عنہ	عبادہ بن النخاش رضی اللہ عنہ
مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ	زید بن المزین رضی اللہ عنہ
عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ	مجذرم بن دمار رضی اللہ عنہ
عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ	حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ
مجمع مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ	سراقہ بن عمرو بن عطیہ رضی اللہ عنہ

انصار نے جو مواخات کا حق ادا کیا اور جس مخلصانہ ایثار کا ثبوت دیا تو ایلین و آخرین میں اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے زر اور زمین مال اور جائداد سے جو مہاجرین کے ساتھ سلوک کیا ہے وہ تو کیا ہی کم زمین اور باغات مہاجرین کو دے ڈالے ان سب بڑھ کر یہ کیا کہ جس انصاری کے دو بیویاں تھیں اس نے اپنے مہاجر بھائی سے یہ کہہ دیا کہ جس بیوی کو تم پسند کرو میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں۔ طلاق کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔

سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت انس سے مروی ہے کہ کوئی انصاری اپنے درہم و دینار کا اپنے مہاجر بھائی سے زیادہ اپنے کو سختی نہیں سمجھتا تھا۔ زندقانی ص ۳۳۱ ج ۱ چنانچہ مہاجرین نے انصار کے اس بے مثال ہمدردی اور ایثار کو دیکھ کر آپ صحت کیا کہ یا رسول اللہ جس قوم پر ہم اگر اتارے ہیں اُن سے بڑھ کر کسی قوم کو ہم نے ہمدردانہ نگاہ مخلص اور وفا شعار نگاہی اور فراخی ہر حال میں مددگار نہیں دیکھا۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ سب جراتیں کوئل جاتے اور ہم اجر سے بالکل محروم رہ جائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں جب تک تم ان کے

لیے دعا کرتے رہو (آخر جہ ابن سید الناس باسنادہ عن انس رضی اللہ عنہ) اور قال ابن کثیر رحمہ اللہ
 ثلاثی الاسناد علی شرط الصحیحین ولم یخرجہ احد من اصحاب الکتاب الستہ من ہذا الوجہ (یعنی دعا
 کا احسان درہم و دینار کے احسان سے کم نہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے۔ درہم معدودہ تو درکنار
 اگر تمام خزان عالم کو ترازو کے ایک پل میں اور صرف ایک مخلصانہ دعا کو دوسرے پل میں رکھ کر
 تو لا جلتے تو انشاء اللہ تم انشاء اللہ بھی دعا کا پل بھاری رہے گا اور یہ انشاء اللہ تعلیق اور
 کی بنا پر نہیں بلکہ تبرکاً اور دُعاؤں کا گستاہوں۔ المم بخاریؒ نے جامع صحیح کی کتاب التوحید کے
 باب فی المشیۃ والارادۃ کے ذیل میں بکثرت ایسی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں میں رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کا بطور تعلیق نہیں بلکہ بطور تبرک انشاء اللہ کہنا مذکور ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کے پاس جب کوئی سائل آتا
 اور دعائیں دیتا جیسا کہ سائلین کا طریق ہے تو ام المؤمنین بھی اس فقیر کو دعائیں دیتیں اور
 بعد میں کچھ خیرات دیتیں کسی نے کہا اے ام المؤمنین آپ سائل کو صدقہ بھی دیتی ہو اور جس
 طرح وہ آپ کو دعا دیتا ہے اسی طرح آپ بھی دعا دیتی ہو فرمایا کہ اگر میں اس کو دعا نہ دے
 اور فقط صدقہ دوں تو اس کا احسان مجھ پر زیادہ رہے۔ اس لیے دعا صدقہ سے کہیں بہتر
 ہے اس لیے دعا کی مکافات دعا سے کر دیتی ہوں تاکہ میرا صدقہ خالص رہے کسی احسان
 کے مقابلہ میں نہ ہو۔ کذا فی المفاتیح شرح المصابیح لہذا جو شخص درہم معدودہ دے کر مخلصانہ
 دعاؤں کا سودا کر سکتا ہے وہ کبھی نہ چوکے اور موقعہ کو ہاتھ سے نہ دے ۛ

جمادے چند و آدم جان خریدم بھدا اللہ نہ ہے ارزان خریدم
 یہ شستہ مواخات اس قدر محکم اور مضبوط تھا کہ بمنزلہ قرابت و نسب سمجھا جاتا تھا
 جب کوئی انصاری مرتا تو مہاجر بھی اس کا وارث ہوتا۔ کما قال تعالیٰ۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
بِمَاؤِ إِلَهُهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ
أَوْفَوْا نَصْرَؤَهُ أُولَئِكَ
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (الأنفال: ۷۵)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں
نے ہجرت کی اور جان و مال سے جہاد کیا اور
وہ لوگ جنھوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور
ان کی مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے
کے وارث ہوں گے۔

چند روز کے بعد میراث کا حکم تو منسوخ ہو گیا اور تمام مومنوں کو بھائی بنا دیا گیا اور
یہ آیت نازل فرمائی۔ اِسْمَاءُ الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ۔

اب مراثیات کا رشتہ فقط مراثیات یعنی ہمدردی اور غمخواری نصرتِ حمایت
کے لیے رہ گیا اور میراث نسبی رشتہ داروں کے لیے خاص کر دی گئی۔ (فتح الباری
ص ۲۱۱/۲ زرقانی ص ۳۴۴ ج ۳)

اذان کی ابتداء

دو نمازیں صبح اور عصر کی تو ابتداء بعثت ہی میں فرض ہو چکی تھیں پھر شب معراج
میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں لیکن باستثنائے مغرب سب نمازیں دو دو رکعت تھیں
ہجرت کے بعد سفر کے لیے تو دو ہی رکعت باقی رہیں اور حضرمین ظہر اور عصر اور عشاء کی
نمازیں چار چار رکعت کر دی گئیں (رواہ البخاری عن عائشہؓ)

اب تک یہ معمول رہا کہ جب نماز کا وقت آتا تو خود بخود لوگ جمع ہو جاتے اس
لیے آپ کو یہ خیال ہوا کہ نماز کے لیے کوئی علامت ہونی چاہیے کہ جس سے تمام اہل محلہ
بیک وقت سہولت کے ساتھ مسجد میں حاضر ہو جایا کریں۔

کسی نے کہا کہ ناقوس بجا دیا جائے کسی نے کہا بوقتِ بجا دیا کریں کہ لوگ اس کی آواز
سن کر ناقوس بیک کلائی کا نام جس کو غصہ ہی پہنچے گرجا میں ہونے کے لیے بھرتے تھے جسے آج کل گھنٹہ یا منکھ کہتے ہیں۔
مذہبِ بوق کے سنی بگلی یہ طریقہ بود کا تھا کہ اپنے مسجد میں جمع ہونے کے لیے بجل بجاتے تھے ۱۲۔

سن کر جمع ہو جایا کریں لیکن آپ نے ناقوس کو نصاریٰ کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جانے کی وجہ سے رد فرمایا اور بوق بجانے کو یہود کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جانے کی وجہ سے رد فرمایا غرض یہ کہ ان دونوں باتوں کو یہود اور نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے ناپسند فرمایا کسی نے کہا کہ کسی بلند اور اونچی جگہ پر آگ سلگا دیا کریں کہ لوگ اس کو دیکھ کر جمع ہو جایا کریں آپ نے فرمایا یہ طریقہ مجوسیوں کا ہے مجوس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کو ناپسند فرمایا مجلس بضاست ہو گئی اور کئی بات لے نہ ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تفکر اور خیال کا عبداللہ بن زید بن عبد ربہ پر بہت زیادہ اثر تھا۔

اسی اثنا میں عبداللہ بن زید نے یہ خواب دیکھا کہ ایک سبز پوش شخص ناقوس ہاتھ میں لیے ہوئے میری طرف سے گذر رہا ہے۔ میں نے دریافت کیا اس ناقوس کو فروخت کرو گے اس سبز پوش نے کہا تم اس کو خرید کر کیا کرو گے۔ میں نے کہا اس کو بجاکر نماز کے لیے بلایا کریں گے۔ سبز پوش نے کہا میں تم کو اس سے بہتر اور عمدہ تدبیر بتلاؤں میں نے کہا کریں نہیں۔ ضرور بتلاؤ اس شخص نے کہا اس طرح کہو۔ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ۔ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ۔ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ۔ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ۔ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ۔ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ۔ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اور پھر ذرا ہٹ کر اقامت کی تلقین کی کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس طرح کہو اور حَتَّى الصَّلَاةِ کے بعد و مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کا اضافہ کیا جب صبح ہوئی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ خواب بیان کیا۔ سنتے ہی ارشاد فرمایا۔ اِنَّ هَذِهِ لَرُؤْيَا حَقٍّ اِنْ مَشَاءَ تحقیق یہ خواب بالکل سچا اور حقیقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس مقام پر کلمہ انشاء اللہ تعالیٰ بتعلیق اور تشک کے لیے نہیں بلکہ تبرک اور تادب کے لیے ہے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کر چکے ہیں۔ (فتد کرہ)

اور بعد ازاں عبداللہ بن زید کو حکم دیا کہ یہ کلمات بلال کو بتلا دیں کہ وہ اذان دے اس لیے کہ بلال کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔

بلال نے اذان دی۔ حضرت عمرؓ کے کان میں آواز پہنچی اسی وقت چار گھسیٹے ہوئے گھر سے نکلے اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ۔

وَالَّذِي بَعَثَكَ
بِالْحَقِّ لَقَدْ سَأَيْتُ
مِثْلَ الَّذِي
أُسْرِيَ۔

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا۔ البتہ تحقیق میں نے بھی ایسا ہی دیکھا جیسا عبداللہ بن زید کو دکھلایا گیا۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَلَئِنَّ الْحَمْدَ اس حدیث کو محمد بن اسحق نے اس سند سے ذکر کیا ہے۔

قال ابن اسحق حدثني بهذا الحديث محمد بن ابراهيم التيمي عن محمد بن عبد الله بن زيد بن عبد ربه عن ابيه۔

اشیاء کے مجموعہ اسی بارے میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

أَحْمَدُ اللَّهِ ذَا الْجَلَالِ وَذَا الْإِكْرَامِ
مِلْحَمْدُ أَعْلَى الْأَذَانِ كَثِيرًا
میں خداوند ذو الجلال کا اذان کی
نعت پر بہت بہت شکر کرتا ہوں
إِذَا تَأْتَانِي بِهِ الْبَشِيرُ مِنَ اللَّهِ
فَأَكْفِيْكُمْ بِهِ لَدُنِّيْ بَشِيرًا
اللہ کی طرف سے میرے پاس ایک بشیر و بشارت دینے والا آیا اور کیا اچھا بشارت دینے والا تھا۔
فِي لَيْالٍ دَالَةٍ بِهَيْئِ شَلَاثٍ
كُلَّمَا جَاءَنَا رَأْدِي تَوْقِيرًا
مسلل تین رات تک خدا کا بشیر آیا اور برابر میری عزت میں اضافہ کرتا رہا (سنن ابن ماجہ)

اور اسی سند کے ساتھ امام ترمذی اور امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔
 امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے محمد بن ابراہیم سیکی کی اس حدیث کی بابت
 دریافت کیا تو فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ سنن کبریٰ للامام البیہقی امام ابن خزیمہ
 اپنی صحیح میں فرماتے ہیں۔

هذا حديث صحيح ثابت من^۱ یہ حدیث صحیح ہے اور باعتبار نقل اور سند
 جہۃ النقل۔ کے ثابت اور مستند ہے۔

محمد بن یحییٰ زہلی نے بھی اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث عبد اللہ
 بن زید حدیث حسن صحیح (۱)

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے
 بیان کیا کہ عبداللہ بن زید بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا
 یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص درمیں چادریں اوڑھے ہوئے ہے
 اول دیوار پر چڑھا اور دو دو مرتبہ اذان دی اور پھر اترا اور دو مرتبہ اقامت کہی۔

حافظ علاء الدین مارینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی شرط بخاری پر
 ہیں جو ہر نقلی بر حاشیہ سنن کبریٰ ص ۴۲ ج ۱۔ اور معجم طبرانی اوسط میں ہے کہ ابو بکر صدیق
 نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ دیکھو۔ الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النوویۃ للشیخ ابن علان
 المکی ص ۷ جلد دوم۔

لطائف ومعارف

ایمان کے بعد درجہ نماز کا ہے جس کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا نہایت ضروری ہے
 اور ایک وقت اور ایک جگہ میں لوگوں کا اجتماع بدون اعلام اور آگاہ ہونے کے دشوار
 ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں اس ذکر کیا کسی نے آگ روشن کرنے کا

ذکر کیا اور کسی نے بوق بجانے کا ذکر کیا اور کسی نے ناقوس بجانے کا ذکر کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ روشن کرنے کو مجوس کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے نامنظور کیا اور بوق کو یہود کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ناقوس کو نصاریٰ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے رد فرما دیا بلا کسی بات کی تعیین کے مجلس ختم ہو گئی اور لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہو گئے۔

(۱)

اس عرصہ میں عبداللہ بن زید عبدالربہ کو اذان اور اقامت خواب میں دکھلائی گئی۔ عبداللہ بن زید نے اپنا خواب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ خواب حق اور صدق ہے یعنی من جانب اللہ ہے القار نصائی اور القار شیطانی سے پاک اور منزہ ہے رویار صالحہ اور لہام سے اگرچہ حکم یقینی نہیں ثابت ہو سکتا لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور تقریر یعنی آپ کے برقرار رکھنے نے اس خواب کو وحی جلی کے حکم میں بنا دیا اور انہی الفاظ کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اذان دینے کا حکم دیا یہاں تک اذان کو شعائر دین میں سے اسلام کا ایک عظیم شعار ٹھہرا دیا گیا اور مذہب کا ایک خاص نشان بن گیا۔

(۲)

پھر یہ کہ کلمات اذان کی ترکیب اور ترتیب بھی نہایت عجیب ہے کہ چند کلمات میں اسلام کے تین بنیادی اصول توحید اور رسالت اور آخرت پر مشتمل ہے۔ اللہ اکبر میں خداوند و الجلال کی عظمت و کبریائی کا بیان ہے اور اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ میں توحید کا اثبات اور شرک کی نفی ہے اور اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللہ میں اثبات رسالت ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عبادت کا طریقہ ہمیں اس نبی برحق کے ذریعہ معلوم ہوا اور اعلان توحید و رسالت کے بعد

لوگوں کو سب سے افضل اور بہتر عبادت (نماز) کی طرف حتیٰ علی الصلّٰۃ کہہ کر بلا یا جاتا ہے پھر اخیر میں حتیٰ علی الفلاح کہہ کر فلاح دائمی کی طرف دعوت دی جاتی ہے جس سے معاد یعنی آخرت کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے کہ اگر بقا و دائم اور ہمیشہ کی بہبودی اور کلیابی چاہتے ہو تو مولائے حقیقی کی اطاعت اور بندگی میں لگے رہو فلاح سے آخرت کی دائمی کامیابی مراد ہے اور اخیر میں پھر کہے دیتے ہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہ اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور بزرگ ہے اس کے سوا کوئی معبود اور کوئی لائق اطاعت اور بندگی نہیں دیکھو (۱)

جس کو خدا تعالیٰ نے ذرہ بھی عقل سلیم سے کچھ بہرہ عطا فرمایا ہے وہ کلمات اذان کا ایک سرسری ترجمہ ہی دیکھ کر یہ سمجھ سکتا ہے کہ اذان سر اسر دعوت حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والی آواز ہے اور یہود اور نصاریٰ اور ہنود وغیرہ کا بوق اور ناقوس اور گھنٹہ اور سنگھ سب کھیل اور تماشے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اور کربائی اور اس کی الوہیت اور وحدانیت کے اعلان سے بندہ خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے گھنٹوں اور طبلوں کے آوازوں سے کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔

ع۔ ایں رہ کہ قومی روی بزرگستان است

(۳)

اذان کی مشروعیت بذریعہ خواب کے بظاہر اس لیے ہوئی کہ اذان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت و رسالت کے اعلان پر مشتمل ہے اور آپ کی نبوت و رسالت کا ڈھنگا صلہ قال القرطبی وغیرہ الاذان علی قلۃ الفاظہ مشتق علی مسائل العقیدہ لانہ بآراء بالاکبرۃ وہی تصفیہ وجود اللہ و کمالہ ثم ثنی بالتوحید و نفی الشریک ثم ثنایت الرسالة ل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم دعا الی الطاعة المخصوصہ حقیت الشہادۃ لانہ لا ینالہ الا من جتہ الرسول ثم دعا الی الفلاح و هو البقاہ الدائم و فیہ الاشارة الی المعاد ثم اعادہ ما اعادہ توکیداً۔ فتوح الباری ص ۶۲ ج ۲۔

بجانا اور آپ کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دینا یہ خادموں اور غلاموں کا فریضہ ہے۔
خوشتران باشندہ کہ سردسبدان گفتہ آید در حدیث دیگران
لبہ العراج میں حق تعالیٰ نے بالمشافہ آپ کو نماز کا حکم دیا اور آسمانوں کے عروج و ذل
میں آپ کو اذان سنائی گئی۔ آسمان میں فرشتہ نے اذان دی اور آپ نے سنی جیسا کہ
خصائص کبریٰ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے (۱)

اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جبریل امین
نے آسمان میں اذان دی اور مجھ کو امامت کے لیے آگے کیا۔ بس میں نے فرشتوں کو
نماز پڑھائی۔ (۲) پھر

پھر ہجرت کے بعد جب نماز کے اجتماع کے لیے اعلام اور اعلان کی ضرورت محسوس
ہوتی تو عبداللہ بن زید کو خواب میں اذان اور قامت دکھائی گئی اور عبداللہ بن زید
نے خواب میں جو اذان اور قامت دیکھی حضور پر نورؐ نے سنتے ہی سمجھ لیا کہ یہ وہی اذان
اور قامت ہے جو میں نے شب معراج میں آسمان پر سنی تھی اس لیے آپؐ نے سنتے ہی
فرمایا۔ انھا لرؤ یا حق۔ یہ سچا خواب ہے یعنی میں نے بحالت بیداری جو
شب معراج میں سنا ہے۔ اس کے بالکل مطابق اور موافق ہے۔

(۴)

اذان اور قامت کے بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں ابو محذورہ کی اذان
میں ترجیع آئی ہے جس میں اذان کے انیس کلمے ہیں اور قامت کے سترہ کلمے ہیں
امام شافعیؒ نے ابو محذورہ کی اذان کو اختیار فرمایا۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے عبداللہ بن زید کی حدیث کے مطابق اذان کو اختیار فرمایا۔ اہلئے
کہ اذان کی اصل شریعت عبداللہ بن زید کے خواب سے وابستہ ہے پھر فاروق اعظمؓ نے

(۱) الخصائص الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۶۴ (۲) الخصائص الکبریٰ ج: ۱، ص: ۱۶۷

بھی اسی کے موافق خواب دیکھا۔

اور شیخ ابن اعلان کی تشریح کتاب الاذکار مصنفہ میں فرماتے ہیں کہ نعم طبرانی ادسط

میں ہے کہ ابو بکر صدیق نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ اھ

پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو روایہ حق فرما کر اس کی تصدیق کی اور اسی کے مطابق بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ عبداللہ بن زید کی اذان اُس اذان کے مطابق تھی کہ جو اذان آسمان پر حضور نے شب معراج میں جبریل امین سے سنی تھی اور جبریل امین کے کہنے سے فرشتوں کو نماز پڑھانی تھی۔ حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن زید نے جب اپنا خواب حضور پر نور سے بیان کیا تو یہ فرمایا کہ یہ اذان جو تم کو خواب میں دکھلائی گئی ہے بلال کو سکھلا دو کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز میں

بعد ازاں بلال آپ کی تمام زندگی بھر آپ کی موجودگی میں وہی اداں دیتے رہے جو عبداللہ بن زبید نے اُن کو سکھائی تھی۔

اور احادیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ عبداللہ بن زید کی اذان میں ترجیع نہ تھی اور یہ ابھی گزر چکا ہے کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا جیسا عبداللہ بن زید نے دیکھا (جس میں ترجیع نہ تھی) اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ نے ان وجوہ کی بنا پر اذان کی اس کیفیت کو افضل قرار دیا کہ جو عبداللہ بن زید کی حدیث میں مذکور ہے۔

(۵)

اذا ان جوتکہ اسلام کا ایک عظیم شعار ہے اور اس کے کلمات میں خاص انوار و برکات
 علیہ وفي الاوسط الطبرانی ان ابی بکر رضی اللہ عنہ راہ ابیضا وفي الریسط لہ بضعۃ عشر رجلا الخ کذا فی الفتوحات الرازیہ
 علی الاذکار النورۃ ۳۴۴ فی حوالہ العلائق الزرقانی ووقع فی الاوسط الطبرانی ان ابی بکر ایضا راہی الاذان اخرجہ عن طریق
 زفر بن الذہیل عن ابی حنیفہ عن علقمۃ بن مرثد عن ابن بربیدۃ عن ابیہ رجلا من الانصار الحدیث قال الطبرانی لم یرد عن
 علقمۃ الا بحدیث زرقانی ص ۳۴۴ ج ۱ -

ہیں اس لیے شریعت میں یہ حکم ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان دی جائے تاکہ ولادت کے بعد سب سے پہلے توحید و رسالت کی آواز کان میں پہنچے تاکہ عداست کے تجدد و تذکیر ہو جائے

انانی ہما یا قبل ان اعرف العوی فصادق قلبا خالیا فتمکنا

باب فی کراہیۃ من مکۃ المکرمۃ الی المدینۃ الشریفۃ

وَإِذْ فَشَا الْأِسْلَامُ بِالْمَدِينَةِ هَاجَرَ مَنْ يَحْفَظُ فِيهَا دِينَهُ
مدینہ میں جب اسلام پھیل گیا تو صحابہ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تاکہ اطمینان کے ساتھ احکام اسلام کو بجالا سکیں اور امن کے ساتھ خدا سے اللہ شریک کی بندگی کر سکیں۔

وَعَزَمَ الصِّدِّيقُ أَنْ يَهَاجِرَ أُمَّ
فَرَدَّ اللَّهُ النَّبِيَّ حَتَّى هَاجَرَ أُمَّ
مَعَا لِيَهَاجِرَ أَفْقًا لِي غَايِرَ بَشُورٍ بَعْدَ ثَمَرٍ أَنْ تَحَلَّ
جب سلمان ہجرت کر کے یکے بعد دیگرے مدینہ روانہ ہونے لگے تو ابو بکرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ فرمایا مگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی معیت اور رفاقت کی خاطر ابو بکر کو ہجرت کرنے سے روک لیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اور ابو بکرؓ نے ساتھ ہجرت فرمائی۔ اول گھر سے نکل کر دونوں غار ثور میں جا کر چھپے اور تین شب رہ کر دونوں حضرات نے مدینہ کی طرف کوچ فرمایا۔
ومعهما عامرٌ مولی الصديق وابن اريقط ط دليلاً للطريق
اور آپؐ ہمراہ ابو بکر صدیقؓ کے آزا ذکرہ غلام عامر بن زہیرؓ تھے اور عبداللہ بن اریقط رہنمائی کے لیے ساتھ تھا۔

ملہ یہاں جبرامین الف اشباع کا ہے اور مصرع ثانی میں حتیٰ اجماع میں الت تنبیہ کا ہے جس کی تفسیر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابو بکر صدیقؓ کی طرف دلچسپ ہے ۱۲۔

فَاَخَذُوا نَحْوَ طَرِيقِ السَّلَاجِلِ وَالْحَقُّ لِلْعَدُوِّ وَخَيْرٌ مِمَّا غَلِبَ
پس ساحل کے راستے سے روانہ ہوئے اور حق تعالیٰ خدا نے آپ کے دشمنوں کو آپ کے
پکڑنے سے مشغول رکھنے والا تھا کہ دشمن مشغول رہیں اور آپ صبح و سالم مدینہ پہنچ جائیں۔
تَبِعَهُمْ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ يُرِيدُ قَتْلًا وَهُوَ غَيْرُ فَاتِكٍ
سراقہ نے آپ کا تعاقب کیا اور آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا مگر وہ آپ کو کب قتل
کر سکتا تھا اس لیے کہ خدا آپ کے ساتھ تھا۔

لَمَّا دَعَا عَلَيْهِمُ السَّاحِتُ الْفَرَسُ نَادَاهُ بِالْأَمَانِ اِذْ عَنَتُهُ حَبَسُ
آپ کی نظر مبارک جب سراقہ پر پڑی تو آپ نے بد دعا فرمائی اسی وقت سراقہ کا
گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے مجبور ہو کر آپ سے اس کی درخواست کی۔
مَرُّوْا عَلٰی خِيَمَةِ اَقْرِمْ مَعْبِدٍ وَهِيَ عَلَى طَرِيقِهِمْ بَسْرُ حَدٍ
راستہ میں اتم مہد کے خیمہ پر گزر رہا جس کا خیمہ راستہ میں گھاٹ کی جگہ میں پڑتا تھا۔
وَعِنْدَ هَاشَاةٍ اَضْرَأَ الْجُهْدُ بِهَا وَمَا بِهَا قُوًى تَشْتَدُّ
ام مہد کے پاس ایک بکری تھی جس کو بیماری نے اس قدر لاغر اور ڈبلا بنا دیا تھا کہ اس
میں دوڑنے اور چلنے پھرنے کی بھی قوت نہ رہی تھی کہ وہ کسی طرح چل کر بکریوں کے گلہ
کے ساتھ چراگاہ کو جا سکے اس لیے وہ خیمہ ہی میں بندھی ہوئی تھی۔

فَمَسَحَ النَّبِيُّ مِنْهَا الصَّرْعَا فَعَلَبَتْ مَا قَدَ كَفَاهُمْ وَسَعَا
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست مبارک اس کے فتن پر پھیرا پس اس نے اس قدر
دودھ دیا کہ سب کے لیے خوب کافی ہو گیا اور سب سیراب ہو گئے۔

وَحَلَبَتْ بَعْدُ اِنَاءً اَخْرَا تَرَكَ ذَاكَ عِنْدَهَا وَسَافِرًا
اس کے بعد ایک دوسرا برتن دودھ سے دودھا اور وہ دودھ کا بھرا ہوا برتن ام مہد
کے پاس چھوڑ کر روانہ ہوئے۔ نیز حافظ عراقی الفیتہ السیرۃ میں فرماتے ہیں

باب ذکر و صولہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قبا رثم و صولہ المدینہ الشریفہ

آپ کا قبار پہنچنا اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ پہنچنا

حَتَّىٰ آتَى الْقُبَاَ نَزَلَهَا بِالسَّعْدِ وَالْهَنَاءِ
فِي يَوْمِ الْأَثْنَيْنِ لِثَنَتِي عَشْرَةَ
مِنْ شَهْرِ مَوْلُودِ فَنِعْمَ الْهَجْرَةُ
یہاں تک کہ آپ بروز دوشنبہ ماہ ولادت یعنی ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو غیر وبرکت

کے ساتھ قبار میں پہنچے۔

أَقَامَ أَرْبَعًا لَدَيْهِمْ وَطَلَعَ
فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَصَلَّى وَجَمَعَ
فِي مَسْجِدِ الْجُمُعَةِ وَهِيَ أَوَّلُ
مَا جَمَعَ النَّبِيُّ فِيمَا نَقَلُوا
چار شب قبار میں قیام فرما کر جمعہ کے روز مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں مسجد
جمعہ میں جمعہ ادا فرمایا اور یہ آپ کا پہلا جمعہ تھا۔ قبار میں چار روز قیام کرنا یہ ارباب سیر
کا قول ہے بخاری اور مسلم کی روایت کا ذکر آئندہ اشعار میں آتا ہے۔

وَقِيلَ بَلْ أَقَامَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ
فِيهِمْ وَهُمْ يَسْتَلُونَ ذِكْرَهُ
بَعْضُ كَتَبَ هِيَ كَقَبَارِ مِمْ جُودِ شَبِ قِيَامِ فَرَايَا أَوْرَاهِلَ عِلْمِ أَوْ مَحْقِقِينَ اِسِي طَرَفِ مَآلِ هِيَ
هُوَ الَّذِي أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ
لَكِنْ مَا مَرَّ مِنَ الْأَثْنَيْنِ
بِمَسْجِدِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ
لَا يَسْتَقِيمُ مَعَ هَذِهِ الْمَدَّةِ
الْأَطْلُ الْقَوْلِ بِكُونِ الْقَدَمَةِ
الْقَبَا كَانَتْ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ

جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ آپ نے قبار میں چودہ شب قیام فرمایا مگر اس میں
اشکال یہ ہے کہ آپ قبار میں بروز دوشنبہ رات افروز ہوئے اور جمعہ کو مدینہ منورہ کی
طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے اس حساب سے قبار میں چار شب قیام فرمایا اگر اسی جمعہ کو
مدینہ کی روانگی قرار دی جائے اور دس شب قیام فرمایا۔ اگر آئندہ جمعہ کو روانگی قرار دی
جائے بہر حال بخاری شریف مسلم کی روایت کی بنا پر چودہ شب کا قیام راست نہیں

بیٹھا مگر جب کہ قبار میں رونق افروزی بھی بجائے دو شنبہ کے جمعہ کے روز مانی جاتے تو پھر شنبہ سے لے کر پنجشنبہ تک چودہ راتیں ہوجاتی ہیں۔

بَنَىٰ بِهَا مَسْجِدَهُ وَارْتَحَلَا بِطِبْتِ الْفَيْحَاءِ طَابَتْ نُزُلًا
اور قبار کے زمانہ قیام میں مسجد قبار کی بنیاد رکھی اور پھر قبار سے مدینہ کی طرف رحلت فرمائی

فَبَكَتْ نَاقَتَهُ الْمَا مَوْسَعِ بِمَوْضِعِ الْمَسْجِدِ فِي الظَّهِيرَةِ
پس آپ کی ناقہ جو مناجات اللہ ماموتھی دوہر کے وقت مدینہ پہنچی اور مسجد نبوی کی جگہ بیٹھ گئی

فَعَلَّيْ دَارَ ابْنِ اَيُّوبَ حَتَّى ابْتَنَى مَسْجِدَهُ الرَّحْبِيَا

اور ابو ایوب انصاری کے گھر میں جا کر اتنے یہاں تک آئے کہ ایک وسیع مسجد بنائی

وَحَوْلَهُ مَنَازِلًا لِأَهْلِهِ وَحَوْلَهَا أَصْحَابُهُ فِي خِلَابِهِ

اور مسجد کے گرد ازواج مطہرات کیلئے حجرے تعمیر کرائے جب حج بروں کی تعمیر سہ چلی تو ابو ایوبؓ کے مکان سے حجروں میں منتقل ہو گئے اور آپ کے قرب کی وجہ سے کچھ صحابہؓ بھی آپ کے زیر سایہ مکانات بنائے۔

طَابَتْ بِهِ طَيْبَةً مِنْ بَعْدِ التَّرْدِي اَشْرَقَ مَا قَدْ كَانَ مِنْهَا اسود

مدینہ پہلے ردی اور خراب تھا آپ کی تشریف آوری سے پاکیزہ ہو گیا پہلے ظلم اور تاریکی تھا

اب روشن اور منور ہو گیا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ میں

داخل ہوئے تو ہر چیز روشن ہو گئی۔ رواہ الترمذی فی الناقب فی قال صبیح غریب زقانی ص ۳۵۱

كَانَتْ لِمَنْ اَوْبَا اَرْضَ اللَّهِ فزال داءُ هاهذا الحباہ

مدینہ کی زمین بڑی وبائی زمین تھی۔ مدینہ کی وبا آپ کی برکت سے دور ہوئی

وَلَقَّلَ اللَّهُ بِفَضْلِ مَرَحَمَةٍ مَا كَانَ مِنْ حَمِيٍّ بِهَا لِلْجُحْفَةِ

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مدینہ کا بخیر۔ جحفہ کی طرف منتقل فرما دیا۔ بخاری اور مسلم میں

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ منورہ میں

تشریف لاتے تو تمام روئے زمین سے زیادہ مدینہ کی سرزمین میں وبا پھٹی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ مدینہ کو پاک و صاف فرما اور اس وبا کو جہنم کی طرف منتقل فرما۔ یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے۔ باب فضائل المدینہ اور کتاب الرضی۔ اور کتاب الدعوت میں۔

قال ابن اسحق و ذکر ابن شہاب الزہری عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینہ ہوا صحابہ اصابتهم حتی المدینہ حتی جہدوا مرضا و صرف اللہ ذلك عن نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی كانوا ما یصلون الا وہم قعود قال فخرج علیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ہم یصلون کذلک فقال لہموا علموا ان صلوۃ القاعد علی النصف من صلوۃ القائم قال فنجثم المسلمون القیام علی ما ہم من الضعف السقم التماس الفضل

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو شدید بخار میں مبتلا ہوئے اور اصحاب اتنے کمزور ہو گئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گزرتے ہوئے دیکھا کہ لوگ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں تو یہ فرمایا کہ بیٹھنے والے کی نماز کھڑے ہونے والے کی نماز سے اجر میں نصف ہے اس ارشاد کے بعد صحابہ بشتت برداشت کرتے اور باوجود شدید ضعف اور بیماری کے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تاکہ قیام کا اجر اور اس کی فضیلت حاصل ہو (ریو ابن ہشام ص ۲۱۶ ج ۱)

یہ خلیما فخر زہا حصین مدینہ میں نہ وہاں داخل ہو سکے گا اور نہ طاعون۔ مدینہ ان سب آفات کے لیے بمنزلہ حصین حصین (مضبوط قلعہ) کے ہو گا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مدینہ کے راستوں پر فشتوں کا پرو ہے نہ اس میں دجال داخل ہو سکتا ہے اور نہ طاعون۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو فضائل مدینہ اور کتاب الطب اور کتاب الفتن میں ذکر کیا ہے۔

أَقَامَ شَهْرًا ثُمَّ بَعْدُ نَزَلَتْ عَلَيْهِ أَتَمَامُ الصَّلَاةِ كَمِلَتْ
ایک ماہ قیام کے بعد مہم کی نمازیں دو رکعتیں بڑھادی گئیں اور مسافر کی نماز دو ہی رکعت رہی جیسا کہ ابتداء سے ہی تھی۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

أَقَامَ شَهْرًا ربيعَ لِسَفَرٍ يُبْنِي لَهُ مَسْجِدَهُ
ماہ ربیع الاول سے ماہ صفر تک مسجد نبوی کی تعمیر میں مشغول رہے
وَوَدَاعَ الْيَهُودَ فِي كِتَابِهِ مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ أَصْحَابِهِ
اور اسی آثار میں یہود اور حضرات صحابہ کے مابین آپ نے ایک تحریری معاہدہ فرمایا جس کو ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

وَكَانَ أَمْرُ الْبَدْعِ بِالْأَذَانِ رَوَى ابْنُ زَيْدٍ أَوَّلُ الْعَامِ شَانَ
اور اذان کی ابتداء۔ عبداللہ بن زید کے خواب سے ہوئی یہ واقعہ ۱ھ یا ۲ھ میں پیش آیا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔

یہود مدینہ کے معاہدہ

مدینہ منورہ میں اکثر و بیشتر آبادی اوس و خدرج کے قبائل کی تھی مگر عرصہ دراز سے یہود بھی یہاں آباد تھے اور ان کی کافی تعداد تھی مدینہ منورہ اور خیبر میں ان کے مدرسے اور علمی مراکز تھے اور خیبر میں ان کے متعدد قلعے تھے۔ یہ لوگ اہل کتاب تھے

اور سب زمیں حجاز میں بمقابلہ مشرکین ان کو علمی تفوق اور امتیاز حاصل تھا۔ ان لوگوں کو کتب سماویہ کے ذریعہ نبی آخر الزمان کے احوال و اوصاف کا بخوبی علم تھا کما قال تعالیٰ یَعْرِضُونَہُ کَمَا یَعْرِضُونَ آبْنَاءَهُمْ مَّکْرُطِیْعَتٍ مِّمَّنْ سَلَامَتِیْ نہ تھی حق سے حسد اور عناد وجود اور استکبار ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا کما قال تعالیٰ وَجَحَدُوا بِہَا وَاسْتَفْتَنَتْہَا اَنْفُسُہُمْ ظُلُمًا وَعُجُوءًا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ اس وقت بھی یہود۔ قریش کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اکساتے رہے اور اُن کو تلقین کرتے رہے کہ آپ سے اصحاب کھٹ اور ذوالقرنین اور روح کے متعلق دریافت کرو وغیرہ وغیرہ جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آتش حسد و عناد اور مشتعل ہو گئی اور سمجھ گئے کہ اب ہماری علمی برتری ختم ہوئی اور اہل ہوا و ہوس نے حق کی عداوت میں اپنے بچھلوں کا اتباع کیا۔ و یقتلون النبین بغیر حق اور اصحاب سبت کی روش اختیار کی۔

علماء اور اجار یہود میں سے جو صالح اور سلیم الفطرت تھے انہوں نے نبی آخر الزمان کی پیش گوئیوں کو ظاہر کیا اور آپ پر ایمان لائے مگر اکثروں نے معاہدہ و یہ اختیار کیا اور حسد اور عناد اُن کے لیے سدا رہ بنا اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حسد اور عناد اور فتنہ و فساد کے اشد کے لیے اُن سے ایک تحریری معاہدہ کیا کہ ان کے مخالفت اور عناد میں زیادتی اور سلمان اُن کے فتنہ اور فساد سے محفوظ رہ سکیں قرآن کریم یہود کی شرارتوں اور فتنہ پردازوں کے بیان سے بھرپور ہے۔ اس لیے آپ نے اُن سے معاہدہ کیا تاکہ اُن کے فتنہ و فساد میں از دیاد اشد اور امتداد نہ ہو سکے چنانچہ آپ نے ہجرت مدینہ کے پانچ ماہ بعد یہود مدینہ سے ایک معاہدہ فرمایا جس میں اُن کو ملہ اصل معلونہ تیسرہ ابن ہشام اور البدایہ والنہایہ ص ۲۲ میں مذکور ہے مگر اس میں تاریخ کا ذکر نہیں۔ معاہدہ

اپنے دین اور اپنے اموال و املاک پر بقدر اڑکھ کر حسب ذیل شرائط پر ان سے ایک تحریری عہد لیا گیا۔ مفصل معاہدہ تو سیرت ابن ہشام ص ۱۷۴ میں اور البدایہ والنہایہ ص ۲۳۳ میں مذکور ہے مگر اس کا خلاصہ حسب ذیل امواد ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریری عہد نامہ ہے محمد نبی اُمّی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے درمیان کمانان قریش و یشرب کے اور یہود کے کہ جو مسلمانوں کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ الحلق چاہیں ہر فرقہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہ کر امور ذیل کا پابند ہوگا۔

(۱) قصاص اور خون بہا کے جو طریقے قدیم زمانہ سے چلے آ رہے ہیں وہ عدل اور انصاف کے ساتھ بدستور قائم رہیں گے۔

(۲) ہر گروہ کو عدل اور انصاف کے ساتھ اپنی جماعت کا فدیہ دینا ہوگا یعنی جس قبیلہ کا جو قیدی ہوگا اس قیدی کے چھڑانے کے لیے ذر فدیہ کا دینا اُسی قبیلہ کے ذمہ ہوگا۔

(۳) ظلم اور اثم اور عدوان اور فساد کے مقابلہ میں سب متفق رہیں گے۔ اس بارے میں کسی کی رعایت نہ کی جائے گی اگرچہ وہ کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کسی کافر کے مقابلہ میں قتل کرنے کا مجاز نہ ہوگا اور نہ کسی مسلمان کے مقابلہ میں کسی کافر کی قسم کی مدد کی اجازت ہوگی۔

(۵) ایک ادنیٰ مسلمان کو پناہ دینے کا وہی حق ہوگا جیسا کہ ایک بڑے رتبہ کے مسلمان کو ہوگا۔

(۶) جو یہود مسلمانوں کے تابع ہو کر رہیں گے ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہوگی۔

ان پر نہ کسی قسم کا ظلم ہوگا اور نہ ان کے مقابلہ میں ان کے دشمن کی کوئی مدد کی جائے گی۔

(۷) کسی کافر اور مشرک کو یہ حق نہ ہوگا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں قریش کے کسی جان یا مال کو پناہ دے سکے یا قریش اور مسلمانوں کے مابین حائل ہو۔

(۸) بوقت جنگ یہود کو جان و مال سے مسلمانوں کا ساتھ دینا ہوگا۔ مسلمانوں کے خلاف مدد کی اجازت نہ ہوگی۔

(۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دشمن اگر مدینہ پر حملہ کرے تو یہود پر ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد لازم ہوگی۔

(۱۰) جو قبائل اس عہد اور حلف میں شریک ہیں اگر ان میں سے کوئی قبیلہ اس حلف اور عہد سے علیحدگی اختیار کرنا چاہے تو بغیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے علیحدگی اختیار کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۱۱) کسی فتنہ پرداز کی مدد یا اُس کو ٹھکانہ دینے کی اجازت نہ ہوگی اور جو شخص کسی عبتی کی مدد کرے گا یا اُس کو اپنے پاس ٹھکانہ دے گا تو اس پر اللہ کی لعنت اور غضب ہے قیامت تک اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔

(۱۲) مسلمان اگر کسی سے صلح کرنا چاہیں گے تو یہود کو بھی اس صلح میں شریک ہونا ضروری ہوگا۔

(۱۳) جو کسی مسلمان کو قتل کرے اور شہادت موجود ہو تو اس کا قصاص لیا جائے گا لایہ کوئی مقنول دیت وغیرہ پر راضی ہو جائے۔

(۱۴) جب کبھی کوئی جھگڑا کوئی باہمی اختلاف پیش آئے تو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۲۳)

جن قبائل سے آپ نے یہ معاہدہ کیا ان میں یہود کے تین بڑے قبیلے شامل تھے جو مدینہ اور اطراف مدینہ میں رہتے تھے۔ بنی قینقلا۔ بنی نضیر۔ بنی قریظہ۔ ان قبائل نے ہر مذک

عہد و کتاب میں ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم دادع الیہ لما قدم المدینۃ وامنوا من ابناء مکتبہ جہم کہ ابو کلاؤا ثلاث قبائل قینقلا و النضیر و اساحل بنی قریظہ۔ فنقض الثلاث العہد طائفۃ بعد طائفۃ فنس علی بنی قینقلا و ابی بنی النضیر و اساحل بنی قریظہ و یاتی بیان ذلک کلام مفصلاً انشاء اللہ تعالیٰ۔ فتح الباری ص ۳۱ ج ۷

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے گریز کیا۔ اس لیے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے یہ عہد نامہ لکھوایا تاکہ فتنہ اور فساد پھیلا سکیں مگر تینوں قبیلوں نے یکے بعد دیگرے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور اسلام کی دشمنی اور اس کے خلاف سازشوں میں پورا پورا حصہ لیا اور اپنے کیے کی سزا بھگتی جیسا کہ آئندہ غزوات کے بیان میں آئے گا۔

ابو عبیدہ کتاب الاموال میں فرماتے کہ یہ عہد نامہ جزیہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے لکھا گیا اور اسلام اس وقت ضعیف تھا اور ابتداء میں یہ حکم تھا کہ اگر یہود مسلمانوں کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کریں تو مالی غنیمت میں سے اُن کو کچھ حصے دیا جائے اسی وجہ سے اس عہد نامہ میں یہودیہ شرط عائد کی گئی کہ جنگی اخراجات میں اُن کو بھی حصہ لینا پڑے گا (۱) تنبیہ : معاہدہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ معاہدہ مسلمانوں اور یہود کے درمیان اس طور پر ہوا کہ مسلمان قبوع ہوں گے اور یہود ان کے تابع ہوں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فریقین کے مسئلہ حاکم ہیں اور جب کوئی اختلاف پیش آئے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور جو آپ فیصلہ فرمائیں گے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

یہ معاہدہ اس نوع کا ہے جیسے اہل اسلام اور زمین کے درمیان ہوتا ہے مگر بالکل اُس جیسا نہیں اس لیے کہ ہجرت کے بعد کا وقت اسلام کے اقتدار اور سیادت کا بالکل آغاز ہے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ سے اسلامی حکومت کا دور شروع ہوتا ہے۔ بعض مسلمان جو کانگریس کے ساتھ اتحاد کے قائل ہوئے اس اتحاد کے لیے جب اُن کو کتاب و سنت میں کوئی گنجائش نہ ملی تو اس معاہدہ سے استدلال شروع کیا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اس لیے کہ اس معاہدہ کی تمام دفعات از اول تا آخر اس امر کی شاہد ہیں (۱) رض لانٹ ج ۲: ۲۷۱ کہ اسلام کا حکم غالب ہے گا اور غیر مسلم قوم حکم اسلام

کے تابع رہے گی۔ جیسا کہ سیر کبیر وغیرہ میں یہ شرط مصرح ہے ہندو مسلم اتحاد کے حامیوں کی یہ ایک نئی ایجاد ہے اور نیا اجتہاد ہے جس کی دین میں کوئی بنیاد نہیں۔

واقعات متفرقہ ۱۰

(۱) قبار سے مدینہ منورہ آنے کے بعد کلثوم بن ہدم نے جن کے مکان پر قبار کے زمانہ قیام میں آپ فروکش رہے انتقال کر گئے (۱)

(۲) مسجد نبوی کی تعمیر سے آپ ہنوز فارغ ہوئے تھے کہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقیب بنی النجار انتقال کر گئے۔ بنو النجار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ ان کی بجائے کسی اور کو نقیب مقرر فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم میرے ماموں ہو میں تم سے ہوں اور میں تمہارا نقیب ہوں۔

آپ کا بنی النجار کی نقابت قبول فرمانا یہ بنی النجار کے مناقب میں سے ہے جس پر وہ لوگ فخر کرتے تھے (۲)

(۳) اور اسی سال مشرکین مکہ کے دوسرواروں نے انتقال کیا۔ ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل یعنی عمرو بن العاص فاتح مصر کے والد نے انتقال کیا (۳)

(۴) اور اسی سال مدینہ پہنچنے کے آٹھ ماہ بعد ماہ شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروسی فرمائی جن سے ہجرت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ غمگین رہے تھے۔

عقد کے وقت حضرت عائشہ کی عمر چھ یا سات سال تھی اور رخصت کے وقت نو سال کی تھی۔ بعض کا قول یہ ہے کہ ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد ۲ھ میں حضرت عائشہ سے خلوت فرمائی (۴)

(۵) ہجرت کے بعد جب مسلمان مدینہ منورہ آئے تو مدینہ کے تمام کنوئیں کھاری

(۱) روض اللات - ج: ۲، ص: ۱۷ (۱) تازیج طبری ج: ۲، ص: ۲۵۷ (۲) ۲۵۷ (۳) ۲۵۷ (۴) ۲۵۷

تھے صرف ایک بیروہ کا پانی شیریں تھا جس کا مالک ایک یہودی تھا کہ جو بغیر قیمت کے پانی نہ دیتا تھا۔ فقرا و مسکین کو دشواری پیش آئی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیروہ کو خرید کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک پر جنت کے ایک چشمہ کے معاوضہ میں فروخت کیا اور مسلمانوں کے لیے وقف فرمایا کہ جس کا بھی چاہے اس سے پانی بھرے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن فرمایا ہے۔

یہ حدیث نہایت مشہور ہے۔ ترمذی کے علاوہ اور بھی ائمہ حدیث نے اس کی تخریج کی ہے تفصیل کے لیے کنز العمال کی مراجعت کریں (۱) حضرت عثمان غنیؓ کے اس واقعہ کو امام بخاریؒ نے اجمالاً کتاب المساقات اور کتاب الوقف میں ذکر فرمایا ہے۔

اسلام صرتہ بن ابی انس رضی اللہ عنہ :

صرتہ بن ابی انس انصاری بخاری رضی اللہ عنہ ابتداء ہی سے توحید کے دلدادہ اور کفر و شرک سے متنفر اور بیزار تھے ایک مرتبہ دین مسیحی میں داخل ہونے کا ارادہ بھی کیا لیکن (غالباً انصاری کے مشرکانہ عقائد کی بنا پر) ارادہ فسخ کر دیا۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے کبھی باریک کپڑا نہ پہنتے تھے ہمیشہ موٹے کپڑوں کا استعمال کرتے تھے۔

عبادت کے لیے ایک شخص کو ٹھہری بنا رکھی تھی جس میں حائضہ و جنبہ کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی اور یہ کہا کرتے تھے ”اَعْبُدْ رَبَّ اِبْرَاهِيمَ“ ابراہیم علیہ السلام کے رب کی عبادت کرتا ہوں۔

اپنے زمانہ کے بڑے شاعر تھے۔ اشعار تمام تر حکیمانہ و غلط اور نصیحت سے بھرے ہوئے تھے۔

(۱) تاریخ طبری : ۱، ص ۶۵، ۲، ص ۳۷۲ علامہ بن خاتم نے اپنی سیرۃ میں دو قصیدے بیان کی ہیں حضرت ابی علم سیرۃ ابن خاتم ص ۱۵۸ ج ۱ کی مراجعت کریں۔

جب نبی اکرم صلی اللہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو صومر بہت معمر اور بوڑھے ہو چکے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے اور یہ اشعار کہے۔

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة يذكر لويلقى صديقا مواتيا
حضور نے مکہ مکرمہ میں دس سال سے زیادہ قیام کیا لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور اس کے متمنی تھے کہ کوئی دوست اور مددگار مل جائے۔

ويعرض في اهل المواسم نفس فلم ير من يؤدى ولم ير داعيا
اور اہل موسم پر اپنے نفس کو پیش فرماتے ہیں کہ مجھ کو اپنے یہاں لے جائے اور ٹھکانہ دے
مگر کوئی ٹھکانہ دینے والا اور دعوت دینے والا نہ ملا۔

فلما اتانا اظهر الله دينه فاصبح مسرور بطينت راضيا
پس جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کو غلبہ عطا کیا اور مدینہ سے مسرور اور راضی ہوئے۔

والقى صديقا واطمأنت به النوى وكان له عوناً من الله يا ديا
اور یہاں آکر دوست بھی ملے اور فرقت وطن کے غم سے بھی اطمینان ہوا اور وہ دوست من جانب اللہ آپ کے لیے کھلا معین اور مددگار ہوا۔

يقص لنا ما قال نوح لقومه وما قال موسى اذا جاب لمنا ديا
ہم آپ ہمارے لیے وہ باتیں بیان کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے بیان کیں۔

فاصبح لا يخشى من الناس لاحدا قريبا ولا يخشى من الناس ناشيا
اور یہاں آکر ایسے مطمئن ہوئے کہ کسی کا ڈر نہ رہا نہ قریب کا نہ بعید والے کا۔

بذلنا له الاموال من جل مالنا وانفسنا عند الوعى والانسيا
ہم نے تمام مال آپ کے لیے نثار کر دیا اور لڑائی کے وقت اپنی جانیں آپ کے
لیے قربان کر دیں۔

ونعلم ان الله لا شئ غيره ونعلم ان الله افضل هاديا
اور ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقہً کوئی شے موجود ہی
نہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ ہی سب سے بہتر ہدایت کرنے والا ہے اور
توفیق دینے والا ہے۔

نعادي الذي عادى من الناس كلهم جميعا وان كان الحبيب مصافيا
ہم ہر اس شخص کے دشمن ہیں کہ جو آپ کا دشمن ہو اگرچہ وہ ہمارا کتنا ہی محب مخلص
کیوں نہ ہو۔

۲۔ ہجری

تحويل قبلہ: جب تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے۔ اس وقت تک
بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے مگر اس طرح کہ بیت اللہ
بھی سامنے رہے جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ صورت
نہ ہو سکی کہ دونوں، قبلوں کو جمع فرما سکیں۔ اس لیے بحکم الہی سولہ یا سترہ
مہینہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

قبل اس کے کہ تحويل قبلہ کا حکم نازل فرمائیں آپ کے دل میں کعبۃ اللہ کی
طرف نماز پڑھنے کا شوق اور داعیہ پیدا فرما دیا۔ چنانچہ آپ بار بار آسمان کی طرف
نظر اٹھا اٹھا کر دیکھتے تھے کہ کب کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم نازل ہو۔
چنانچہ نصف ماہ شعبان ۱۔ ہجری میں یہ حکم نازل ہوا۔

قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔

حق جل وعلا نے پارہ دوم کے ابتداء میں ہی تحویل قبلہ کے حکم اور اس کے اسرار و حکم کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ ناظرین کتب تفسیر کی مراجعت کریں۔

صفہ اور اصحاب صفہ

تحویل قبلہ کے بعد جب مسجد نبوی کا رخ بیت اللہ کی طرف ہو گیا تو قبلہ اول کی طرف دیوار اور اس کے متصل جو جگہ تھی وہ اُن فقرار و غر بار کے ٹھہرنے کے لیے بدستور چھوڑ دی گئی کہ جن کے لیے کوئی ٹھکانہ اور گھر بار نہ تھا۔ یہ جگہ صفہ کے نام سے مشہور تھی۔

صفہ اصل میں ساتبان اور سایہ دار جگہ کو کہتے ہیں۔ وہ ضعیف و سلبین اور فقرار شاکرین جو اپنے فقر پر فقط صابر ہی نہ تھے بلکہ امرار اور اغیار سے زیادہ شاکر اور سرور تھے۔ جب احادیث قدسیہ اور کلمات نبویہ سننے کی غرض سے بارگاہ نبوت و رسالت میں حاضر ہوتے تو یہاں تک پڑے رہتے تھے۔ لوگ ان حضرات کو اصحاب صفہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ گویا یہ اس بشیر و نذیر اور نبی فقیرؐ کی خانقاہ تھی جس نے بہ ہزار رھنما و رغبت فقر کو دنیا کی سلطنت پر ترجیح دی۔

اور اصحاب صفہ ارباب توکل اور اصحاب تبتل کی ایک جماعت تھی جو بیل و نہار تزکیہ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم پانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر رہتی تھی نہ ان کو تجارت سے کوئی مطلب تھا اور نہ زراعت سے کوئی سروکار تھا۔

یہ حضرات اپنی آنکھوں کو آپ کے دیدار پر انوار کے لیے اور کانوں کو آپ کے

علم حافظ ابن تیمیہ قدس سرہ نے الجواب الصمیم میں کسی مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء سابقین پر افضلیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام سے

اس لیے افضل تھے کہ سلیمان علیہ السلام بنی بادشاہ تھے اور آپ بنی فقیر تھے۔ کما قال موسیٰ علیہ السلام

رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر ۱۲۔

کلمات قدیر کے سننے کے لیے اور جسم کو آپ کی صحبت اور معیت کے لیے وقف کر چکے تھے۔

وان حدثوا عنہا فكلی مسامع وکلی اذا حدثہم السن تتلو
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو
کو دیکھا کہ ان کے پاس چادر تک نہ تھی فقط تہ بند تھا یا کبیل جس کو اپنی گردنوں میں
باندھ لیتے تھے اور کبیل بھی اس قدر چھوٹا تھا کہ کسی کے آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا
اور کسی کے ٹخنوں تک اور ہاتھ سے اس کو تھامتے کہ

کہیں ستر نہ کھل جائے۔ بخاری شریف ص ۶۳ باب نوم الرجال فی المسجد۔
واللہ بن اسحق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اصحاب صفہ میں تھا ہم میں
سے کسی کے پاس ایک کپڑا بھی پورا نہ تھا۔ پسینہ کی وجہ سے بدن پر میل کچیل جھاڑتا تھا
(حلیۃ الاولیاء ص ۳۲۱) جو بارگاہ خداوندی میں ہزار نظافتوں سے زیادہ محبوب
اور پسندیدہ تھا۔ یہ حضرات وہی اشعث و اغبر (پراگند سر اور گرد آلود) تھے کہ اگر
خدا پر قسم کھا بیٹھتے تھے تو خدا ان قسم کو پورا کرتا تھا۔

عجاہ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے کہ قسم ہے اس ذات
پاک کی کہ جس کے سوا کوئی خدا نہیں کہ میں بسا اوقات بھوک کی وجہ سے اپنا شکم سینہ
زمین پر لگا دیتا رہتا کہ زمین کی نمی اور برودت سے بھوک کی حرارت میں کچھ خفت
آجاتے) اور بسا اوقات پیٹ کو پتھر باندھ لیتا تھا تاکہ سیدھا کھڑا ہو سکوں۔

ایک روز سر راہ جا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ابو بکر صدیقؓ ادھر سے گزرے میں نے
ان سے ایک آیت قرآنی کا مطلب دریافت کیا اور غرض یہ تھی کہ وہ میری صورت
اور ہیئت کو دیکھ کر کھانا کھانے کے لیے اپنے ہمراہ لے جائیں لیکن ابو بکر چلے گئے
(غرض کو سمجھے نہیں)۔

اسی طرح پھر حضرت عمرؓ گزرے ان سے بھی اسی طرح آیت قرآنی کا مطلب دریافت کیا مگر وہ بھی گزرے چلے گئے۔

کچھ دیر بعد ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم (جن کو خداوند ذوالجلال نے غیرات برکات کا قاسم (تقسیم کرنے والا ہی بنا کر بھیجا تھا) ادھر سے گزرے دیکھتے ہی پہچان گئے اور مسکرائے اور فرمایا اے ابوہریرہؓ (یعنی اے ابوہریرہؓ)۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا میرے ساتھ چلے آؤ۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ گھر پہنچے۔ دیکھا تو ایک پیالہ دودھ رکھا ہے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا۔ گھر والوں نے کہا فلاں نے آپ کو یہ ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوہریرہؓ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کا گھر نہ ان کے پاس کچھ مال تھا غرض یہ کہ ان کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ آپ کے پاس جب کہیں سے صدقہ آتا تو اصحاب صفہ کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے سلتے کہ صدقہ آپ پر حرام تھا اور اگر ہدیہ آتا تو خود ہی اس میں سے کچھ تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی اس میں شریک کرتے اس وقت آپ کا یہ حکم دینا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ میرے نفس کو کچھ شاق گذرا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ یہ ایک پیالہ دودھ کا اصحاب صفہ کے لیے کافی ہوگا۔ اس دودھ کا تو سب سے زیادہ حقدار میں تھا کہ کچھ بکری طاق اور توانائی حاصل کرتا پھر یہ کہ اصحاب صفہ کے آنے کے بعد مجھ ہی کو اس کی تقسیم کا حکم دیں گے اور تقسیم کے بعد یہ امید نہیں کہ میرے لیے اس میں سے کچھ بچ جائے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے چارہ نہ تھا۔

چنانچہ اصحاب صفہ کو بلا کر لایا اور آپ کے حکم سے ایک ایک کو بلانا شروع کیا۔ سب سیراب ہو گئے تو میری طرف دیکھ کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ صرف

میں اور تو باقی رہ گئے۔ میں نے عرض کیا بالکل درست ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پینا شروع کرو۔ میں نے پینا شروع کیا اور آپ برابر یہ فرماتے رہے۔
اور پورا پورا پیو یہاں تک کہ میں بل اٹھا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔ اب بالکل گنجائش نہیں۔ آپ نے پالہ میرے ہاتھ سے لے لیا اور اللہ کی حمد کی اور ہم اللہ چڑھ کر حویاتی تھا اس کو پی لیا۔

(بخاری شریف کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ
تخلیص من الدنیا)

عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو صحابہ پر تقسیم فرمادیتے کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ ایک کو اور جس کے پاس تین کا ہو وہ چوتھے کو اپنے ہمراہ لے جاتے اور علیؓ (بخاری شریف) محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ جب شام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کو لوگوں پر تقسیم فرمادیتے کوئی دو کو لے جاتا اور کوئی تین کو اور علیؓ (بخاری شریف) عذرا اسی آدمی اپنے ہمراہ لے جاتے اور ان کو کھانا کھلاتے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اہل صفہ میں تھا جب شام ہوتی تو ہم سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ آپ ایک ایک دو دو کو اغنیاء صحابہ کے سپرد فرمادیتے اور جو باقی رہ جاتے ان کو اپنے ساتھ شریک طعام فرماتے۔ کھانے سے فراغ ہو کر ہم لوگ شب کو مسجد میں سو جاتے (فتح الباری باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ و تخلیص من الدنیا)۔

مسجد نبوی کے دو ستونوں میں ایک رستی بندھی رہی تھی جس پر انصار اپنے باغات
عبدالرحمن بن ابی بکر کی اس حدیث کو امام بخاریؒ نے جامع الصحیح میں متعدد مواضع میں ذکر فرمایا ہے
مشکوٰۃ السمریج الاہل والصفیہ ص ۱۱۲ اور باب علامات النبوة فی الاسلام ص ۵۰۔

سے خوشے لالا کر اصحاب صفہ کے لیے نکال دیتے تھے۔ اصحاب صفہ ان کو لکڑیوں سے جھاڑ کر کھاتے۔ معاذ بن جبل ان کے منظم اور نگہبان تھے۔ وفارہ الوفار ص ۳۲۴۔
 عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور دست مبارک میں عصا تھا دیکھا کہ ایک خراب خوشہ لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے اس خراب خوشہ پر عصا لگا کر فرمایا کہ اگر یہ صدقے والا چاہتا تو اس سے بہتر خوشہ صدقہ میں لاسکتا تھا۔

اس حدیث کو شافعی نے روایت کیا ہے سند اس کی قوی ہے۔
 ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا ہر باغ والا ایک ایک خوشہ لاکر مساکین کے لیے مسجد میں لٹکائے۔ فتح الباری ص ۳۱۳ باب القسمة وتعلیق القنونی المسجد۔

ادرجا بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

فی کل عشرة اثناء قنوی وضع ہر دس خوشوں میں سے ایک خوشہ لاکر
 فی المسجد للمساکین۔ طحاوی مسجد میں مساکین کے لیے رکھا جانا
 باب العرا یا ص ۳۱۳ ج ۲ - ضروری ہے۔

سند اس حدیث کی قوی ہے اور راوی تمام ثقہ ہیں۔
 مسئلہ: بھوکوں اور پیاسوں کے لیے مسجد میں پانی اور اخیار خوردنی کا لاکر رکھنا نہایت پسندیدہ اور مستحسن ہے۔

ملہ حافظ عقلانی فرماتے ہیں سند اس کی اگرچہ قوی ہے مگر بخاری کی شرط پر نہیں اس لیے امام بخاری نے اس کی تخریج نہیں فرمائی لیکن ترجمۃ الباب (باب القسمة وتعلیق القنونی السلام) میں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا جیسا کہ امام ہمام کی علامت ہے ۱۲۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں ایک سال ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ایک دن فرمانے لگے ہاں تو وہ ہمارا زمانہ بھی دیکھتا کہ جب کئی کئی دن ہم پر ایسے گزرتے تھے کہ آنا کھانا بھی تیسرا آتا تھا جس سے ہم کمر ہی سیدھی کر لیں۔ یہاں تک کہ نبور ہو کر پیٹ سے پتھر باندھتے تاکہ کمر سیدھی ہو سکے (اندرجہ احمد) فتح الباری ص ۲۳۲۔

فضالت بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بسا اوقات اصحاب صفہ بھوک کی شدت کی وجہ سے عین حالت نماز میں بیہوش ہو کر گر جاتے باہر سے اگر کوئی اعرابی اور بدوی آتا تو ان کو دیوانہ اور مجنون سمجھتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آتے اور ان الفاظ میں ان کی دلاسا اور تسلی فرماتے۔

لَوْ عَلِمْنَا مَا لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ لَا حَبِطَتْ أَمْوَالُكُمْ
اگر تم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اللہ کے یہاں تمہارے
تنداد و افقار و حاجت (وفاء الوفاء ص ۲۲۲) و اخذ
یہ کیا تیار ہے تو البتہ تم تنہا کرتے کہ
ابو نعیم فی الحلیۃ مختصراً ص ۲۳۹ ج ۱) ہمارا یہ فقر اور فاقہ اور بڑھ جائے۔

صفات اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم

عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمت کے چیدہ اور پسندیدہ اور رفیع المرتبت افراد وہ ہیں کہ جن کے تعلق مجھ کو طارِ اعلیٰ (ملائکہ مقررین) نے یہ خبر دی ہے کہ وہ لوگ ظاہر میں خدائے عروج کی رحمت و اسعہ کا خیال کر کے ہنستے ہیں اور دل ہی دل میں خداوندِ الجلال کے عذابِ عقاب کی شدت کے خوف سے روتے رہتے ہیں۔ صبح و شام خدا کے پاکیزہ اور پاک گھروں یعنی مسجدوں میں خدا کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

نباؤں سے خدا کو رغبت اور رہبت (امید اور خوف) کے ساتھ پکارتے

رہتے ہیں اور دلوں سے اس کی تقار کے مشتاق ہیں۔ لوگوں پر ان کا بار نہایت ہلکا اور خود ان کے نفوس پر وہ نہایت بھاری اور گراں۔ زمین پر پایادہ نہایت آہستگی اور سکون کے ساتھ چلتے ہیں اکڑتے اور اترتے ہوئے نہیں چلتے چینی کی چال چلتے ہیں یعنی ان کی رفتار سے تواضع اور سکنت ٹپکتی ہوئی ہوتی ہے

قرآن کی تلاوت کرتے ہیں پرانے اور بوسیدہ کپڑے پہنتے ہیں۔ ہر وقت خداوند ذوالجلال کے زیر نگاہ رہتے ہیں۔ خدا کی آنکھ ہر وقت ان کی حفاظت کرتی ہے روئیں ان کی دنیا میں ہیں اور دل ان کے آخرت میں۔ آخرت کے سوا ان کو کس کا فکر نہیں ہر وقت آخرت اور قبر کی تیاری میں ہیں۔

ازدروں شوآشنا و از برون بگاہ نہ باش ایں چنیں زیباروش کم می بود اندر جہاں
بعد ازاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعَبَدَ (ومعہ) اس شخص کے لیے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری دھمکی سے ڈرے (۱)

اسماء اصحاب صفہ

اصحاب صفہ کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ عارف سہروردیؒ نے عوارف میں لکھا ہے کہ اصحاب صفہ کی تعداد چار سو تک بھی پہنچی ہے۔

ابو عبد الرحمن سلمیٰ اور ابن اعرابی اور حاکم نے ان کے اسماء و احوال جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سب کو جمع کر دیا اور زہد صحابہ اور اصحاب صفہ کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔

دیکھو فتح الباری ص ۲۴۵ ج ۱۱۔ باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ و تخیلیم عن الدنیا۔

(۱) حلیۃ الاولیاء۔ ج : ۱، ص : ۱۶۔ حلیۃ الاولیاء مصر ص ۱۷۱ ج ۱ (۱۴۴۳ھ)

جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

- | | |
|---|---|
| ۱- ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ | ۱۷- عمیر بن عوف رضی اللہ عنہ |
| ۲- عمار بن یاسر ابو الیقظان رضی اللہ عنہ | ۱۸- عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ |
| ۳- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ | ۱۹- ابولبابہ رضی اللہ عنہ |
| ۴- مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ | ۲۰- سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ |
| ۵- خباب ابن ارت رضی اللہ عنہ | ۲۱- ابولشکر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ |
| ۶- بلال بن رباح رضی اللہ عنہ | ۲۲- خبیب بن سیاف رضی اللہ عنہ |
| ۷- صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ | ۲۳- عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ |
| ۸- زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ یعنی
حضرت عمر بن الخطاب کے
بھائی۔ | ۲۴- جندب بن جنادہ ابو ذر غفاری
رضی اللہ عنہ |
| ۹- ابو مرثدہ کناز بن حصین عدوی
رضی اللہ عنہ۔ | ۲۵- عقبہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ |
| ۱۰- ابو کبشہ مولیٰ رسول اللہ علیہ وسلم
رضی اللہ عنہ | ۲۶- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔
نکاح سے پہلے ابن عمر اہل صفہ
کے ساتھ رہتے تھے اور انہی
کے ساتھ مسجد میں شب
گزارتے تھے۔ |
| ۱۱- صفوان بن بیضی رضی اللہ عنہ | ۲۷- سلمان فارسی رضی اللہ عنہ |
| ۱۲- ابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہ | ۲۸- حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ |
| ۱۳- سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ | ۲۹- ابو الدرداء عمیر بن عامر رضی
اللہ عنہ |
| ۱۴- مطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ | ۳۰- عبداللہ بن زید حبشی رضی اللہ عنہ |
| ۱۵- عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ | |
| ۱۶- مسعود بن ربیع رضی اللہ عنہ | |

۳۱- مجاہد بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ	۳۴- معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ
۳۲- ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ	۳۵- سائب بن خلاد ربنی اللہ عنہ
۳۳- ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی علیہ وسلم رضی اللہ عنہ	۳۶- ثابت ودیعہ رضی اللہ عنہ
	(مستدرک ص ۱۸ ج ۳)

صوم رمضان

اسی سال شعبان کے اخیر عشرہ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (۱)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو صوم عاشوراء یعنی دسویں محرم کے روزہ رکھنے کا حکم دیا جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ اب صوم عاشوراء کے متعلق اختیار ہے چاہے روزہ رکھے اور چاہے افطار کرے (بخاری شریف)

سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کرائے کہ جس شخص نے نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھ لے اور جس نے کھایا وہ بھی شام تک روزہ داروں کی طرح نہ کھائے (بخاری شریف باب اذا نومی بالنهار صوما) تفصیل کے لیے فتح الباری اور طحاوی کی مراجعت کریں۔ زکوٰۃ الفطر اور نماز عید

ماہ رمضان کے ختم ہونے میں دو دن باقی تھے کہ صدقۃ الفطر اور صلاۃ العید کا حکم

(۱) البقرہ ۱۸۵ : آیت

نازل ہوا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ۔
تحقیق فلاح پائی اس شخص نے کہ جو باطنی
نجاستوں اور کدورتوں سے پاک ہوا اور اللہ

(الاعلیٰ، ۱۴) کا نام لیا اور عید کی نماز پڑھی۔

عمر بن عبدالعزیز اور ابوہالیہ اس آیت کی اس طرح تفسیر فرماتے تھے۔ فلاح
پائی اس شخص نے جس نے زکوٰۃ فطر ادا کی اور عید کی نماز ادا کی (۱)

صَلَاةُ الْأَضْحَىٰ اور قربانی

• اور اسی سال بقرعید کی نماز اور قربانی کا حکم ہوا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ
وَأَنحَرْ ۝
اللہ کے لیے عید کی نماز ادا کیجیے اور قربانی
کیجیے۔

حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صَلَاةُ الْأَضْحَىٰ (بقرعید کی
نماز) اور قربانی مراد ہے۔ احکام القرآن للجصاص ص ۵۷، ج ۴

دُرُود شَرِیف

ابو ذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم بھی سُنَّہ
میں نازل ہوا اور بعض کہتے ہیں شبِ معراج میں یہ حکم ہوا (فتح الباری۔ تفسیر سونۃ
الاحزاب ص ۱۱۷ ج ۸)

زکوٰۃ المال

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مال کی سالانہ زکوٰۃ کب فرض ہوئی۔ جمہور کا
قول یہ ہے کہ بعد ہجرت کے فرض ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ سُنَّہ میں اور بعض کہتے
ہیں کہ سُنَّہ میں صومِ رمضان کی فرضیت کے بعد فرض ہوئی۔

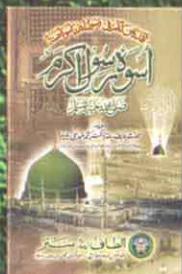
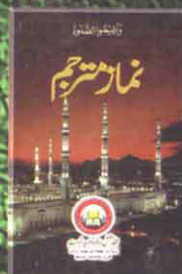
(۱) احکام القرآن۔ جصاص۔ ج ۳ : ص ۷۳

مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور نسائی اور ابن ماجہ میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پیشتر ہم کو صدقۃ الفطر دینے کا حکم فرمایا۔ امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ مالِ ہجرت سے پہلے فرض ہوئی جیسا کہ ہجرت حبشہ کے واقعہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب نبی جاشی نے حضرت جعفرؓ سے دریافت کیا کہ تمہارے نبی تم کو کس چیز کا حکم کرتے ہیں تو حضرت جعفرؓ نے یہ جواب دیا۔

انہ یا امرنا بالصلاۃ والزکوۃ
والصیام۔ (فتح الباری ص ۳۱۷)
تحقیق وہ نبی ہم کو نماز اور زکوٰۃ اور روزہ کا حکم دیتا ہے۔
حافظ عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وفیه فرض الصوم والزکوۃ للفقیر والعیدین بالصلاۃ
بخطبتین بعد والاضحیۃ کذا ان رکوة مالہم والقبلہ
اور اسی دوسرے سال میں رمضان کے روزے اور زکوٰۃ الفطر یعنی صدقۃ الفطر
اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز شروع ہوئی اور عید کی نماز کے بعد دو خطبے اور قربانی
اور زکوٰۃ مال بھی اسی سال شروع ہوئی اور اسی سال تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔
للمسجد الحرام والبناء
اور اسی سال عائشہ صدیقہؓ سے عروسی کی اور اسی سال حضرت فاطمہ الزہراءؓ
کا حضرت علیؓ سے نکاح فرمایا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دیگر مطبوعات



اسلامک ایجوکیشنل ٹرسٹ، یو۔ کے۔

قاری عبدالرشید نیئر

119-121 ہالی ویل روڈ، پلٹن - BL13NE

فون/فیکس : 01204 389080، موبائل : 07930 464843

دارالعلوم المدنیہ، یو۔ ایس۔ اے

182، سوئیٹسکی سٹریٹ، بنگلو، NY-14212

فون : 0716 892 2606، فیکس : 0716 892 6621

ای میل : office@madania.org

صدیقی ٹرسٹ

صدیقی ہاؤس، المنظر پارشمنس 458، گارڈن ایسٹ، پی۔ او۔ بکس 609

کراچی-74800 پاکستان، فیکس : 7228823